تذکرہ علماء و مشائخ

پاکستان و ہند

جلد پنجم

احوال حضرت خواجہ باقی باللہ، آپ کے خلفاء اور سلسلۂ چشتیہ و قادریہ

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

Marfat.com

MEN-217616

تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند

احوال حضرت خواجہ باقی باللہ، آپ کے خلفاء اور سلسلۂ چشتیہ و قادریہ

جلد پنجم

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 37352795

Marfat.com

297.9926
ت 60 ص
171541

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب تذکرہ علماء و مشائخ پاکستان و ہند
جلد پنجم
مؤلف محمد اقبال مجددی
ناشر پروگریسو بکس
طبع اول ۲۰۲۱ء
قیمت =/ روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٭ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ٭ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

انتساب

مفتی غلام سرور لاہوری (۱۸۳۷ـ۱۸۹۰ء)

مولف خزینۃ الاصفیاء وحدیقۃ الاولیاء

کے نام

کہ اگر ان کے یہ تذکرے نہ ہوتے تو پاکستان وہند میں

علماء وصوفیہ کے وجود سے ہی علمی دنیا بے خبر رہتی

اور

''اپنی ۳۶ سالہ بے کار ولاحاصل تدریسی زندگی

(۱۹۷۴ـ۲۰۱۰ء) کے نام جس کے دوران کوئی حقیقی

طالب علم پیدا نہ ہوسکا''

وَا وَیْلَاہ وَا مُصِیْبَتَاہ وَا حَسْرَتَا وَا حُزْنَاہ[1]

مولف احقر

محمد اقبال مجددی

[1] مستفاد از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی ۱/۷۴

23-08-2021

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مندرجات

تصدیر ۸

۱ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ ۹

۲ حضرت عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں ۵۶

۳ خواجہ حسام الدین احمد ۷۶

۴ میر نظام الدین احمد غازی خان بدخشی ۹۱

۵ میاں شیخ الہ داد ۱۱۰

۶ میاں شیخ رفیع الدین محمد عباسی ۱۱۹

۷ بی بی دولت قرشیہ ۱۲۵

۸ حضرت بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری ۱۳۱

۹ شیخ عبد الواحد اجودھنی ۱۳۵

۱۰ شیخ نور الحق مشرقی ۱۳۹

۱۱ میاں شیخ اللہ دیا انصاری ۱۴۴

۱۲ میاں شیخ مرتضیٰ سنبھلی ۱۴۷

۱۳ میاں شیخ نعمت اللہ ۱۵۱

۱۴ میر سید احمد ۱۵۵

۱۵ میر محمد زاہد ہروی ۱۶۱

۱۶ میاں شیخ یعقوب تھانگی ۱۶۵

۱۷ بی بی قطب ۱۶۸

۱۸ مولانا احمد لاہوری ۱۷۱

۱۹ میر سید زید ۱۷۳

۲۰ میاں شیخ موسیٰ ۱۷۵

۲۱ مولانا شیر محمد لاہوری ۱۷۶

۲۲ میاں شیخ رستم ۱۷۸

۲۳ میاں شیخ اسماعیل رشدی ۱۸۳

۲۴ خواجہ محمد قلیج خان ۱۸۹

۲۵ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری ۲۰۲

۲۶ میاں شیخ جعفر دہلوی ۲۱۳

۲۷ میاں شیخ (سید مصطفیٰ) باغ پتی ۲۱۵

۲۸ شیخ عمر بنوڑی ۲۱۷

۲۹ شیخ ابوبکر سنبھلی ۲۱۹

۳۰ اخوند ملا قاسم علی ۲۲۲

۳۱ حافظ میر جلال الدین محمد طبینتی سمرقندی ۲۲۴

۳۲ مولانا عبد الغفور سنبھلی ۲۲۷

Marfat.com

۳۳	مولانا ہاشم سنبھلی	۲۲۹
۳۴	شیخ عبدالہادی بدایونی	۲۳۱
۳۵	میر سیف اللہ	۲۳۳
۳۶	میر حسن دہلوی	۲۳۴
۳۷	شیخ محمد طاہر فیروز آبادی	۲۳۶
۳۸	شیخ ابراہیم دہلوی	۲۳۸
۳۹	خواجہ احمد پراچہ	۲۳۹
۴۰	مخدوم میاں شیخ کمال	۲۴۰
۴۱	حافظ حبیب لاہوری	۲۴۲
۴۲	شیخ حبیب اللہ ناگوری	۲۴۲
۴۳	حاجی عبید اللہ سندھی	۲۴۲
۴۴	ملا اسد ہاری کنبوہ	۲۴۳
۴۵	شیخ بایزید	۲۴۴
۴۶	ملا ڈلہ	۲۴۵
۴۷	بی بی زہری (زوجۂ خواجہ حسام الدین احمد)	۲۴۷
۴۸	خواجہ جمال الدین حسین (بن خواجہ حسام الدین احمد)	۲۵۴
۴۹	خواجہ سراج الدین محمد (بن خواجہ حسام الدین احمد)	۲۵۹
۵۰	خواجہ محمد قاسم (خالہ زاد بھائی حضرت خواجہ باقی باللہ)	۲۶۳
۵۱	میر سلطان منصور	۲۶۵
۵۲	خواجہ محمد افضل	۲۷۰
۵۳	خواجہ عبداللطیف	۲۷۴
۵۴	مولانا محمد دوست	۲۷۵
۵۵	میر سید ابراہیم	۲۷۸
۵۶	خوشحال بیگ	۲۸۰
۵۷	مولانا محمد حیدر کشمیری	۲۸۲
۵۸	میاں شیخ محمد حارث	۲۸۳
۵۹	میاں شیخ احمد	۲۸۵
۶۰	میر محمد صادق	۲۸۵
۶۱	حافظ عنایت اللہ	۲۸۶
۶۲	خواجہ صدیق بن خواجہ محمد صادق ہمدانی	۲۸۶
۶۳	میاں محمد قلی	۲۸۷
۶۴	خواجہ محمد صوفی	۲۸۸
۶۵	خواجہ ابومدین	۲۸۸
۶۶	میر سید کاظم و میر سید زین العابدین	۲۸۹
۶۷	میاں محمد باقر	۲۸۹
۶۸	شیخ احمد گجراتی	۲۹۱
۶۹	میاں شیخ ولی محمد	۲۹۲
۷۰	شیخ ابراہیم دکھنی	۲۹۲
۷۱	ملا حسن گجراتی	۲۹۲
۷۲	میاں محمد یوسف	۲۹۴

Marfat.com

۷۳	سید میراں جوان	۲۹۴	۸۰	میر سید محمد میر عدل	۳۶۰
۷۴	ملا عبدالسلام	۲۹۵	۸۱	قاضی صدرالدین لاہوری	۳۶۴
۷۵	سبحان قلی ورحمت اللہ	۲۹۵	۸۲	شیخ ابراہیم محدث اکبرآبادی	۳۶۷
۷۶	شیخ صفر احمد معصومی	۲۹۶	۸۳	مولانا عبدالقادر بدایونی	۳۷۰
۷۷	میر صفر احمد	۳۰۰	۸۴	میراں صدر جہان پہانوی	۳۸۰
۷۸	شیخ فضل حق معروف بہ حضرت جی		۸۵	اخوند عبدالعزیز دہلوی	۳۹۳
	پشاوری بن شیخ فضل احمد	۳۲۲	۸۶	مولانا دیدار علی شاہ الوری	۳۹۶
۷۹	حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی	۳۵۷	۸۷	انجمن نعمانیہ لاہور سے وابستہ علماء	۴۰۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیر

تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند کی پہلی چار جلدیں ۲۰۱۳ء تا ۲۰۲۰ء طبع ہوئیں، رب کریم نے انہیں غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی، اب اس کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس جلد میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ کے خلفاء ومتعلقین کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ اور قادریہ کے علماء ومشائخ کے حالات مستند ذرائع سے فراہم کئے گئے ہیں، ہم نے تذکرہ نویسی کی قدیم روش کے مقابل علماء ومشائخ کے صرف علمی ومعاشرتی حالات تحریر کئے ہیں، اس سے قبل تذکرے صوفیہ کی کرامات سے بھرے ہوتے تھے، وہ اس دور کی ایک روایت اور تقاضا تھا، اب یہ خالصتاً علمی وتحقیقی طریق کار بن کر جدید فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، اس جلد میں شامل شخصیات کا تعلق حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ کے متعلقین سے ہے، جو ہماری کتاب زاد المعاد کی جلد دوم وچہارم سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

امید ہے اہل علم وتحقیق عاجز کی اس حقیر کوشش سے استفادہ کرتے ہوئے دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

196۔بی بلاک سبزہ زار، لاہور

مخلص

محمد اقبال مجددی

۹؍دسمبر ۲۰۲۰ء

Marfat.com

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ

حضرت خواجہ باقی باللہ کے اجداد سمرقند کے اہل علم اور صاحب دل اصحاب تھے، آپ کے والد گرامی قاضی عبدالسلام خلجی قرشی سمرقندی ایک عالم باعمل اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے، [۱] ان کی نسبت قاضی سے عیاں ہے کہ وہ خود یا ان کے اجداد ماوراء النہر کے قاضی رہے ہوں گے۔

قاضی عبدالسلام سمرقند سے کابل آ گئے تھے، وہیں شادی کی، [۲] ان کے سسرال والوں کا وطن اصلی کابل ہی تھا، حضرت خواجہ کی ایک خالہ بھی کابل میں رہتی تھیں جنہوں نے کم سنی میں حضرت خواجہ کی پرورش کی تھی، جنہیں آپ نے اپنے قیام دہلی کے دوران (۱۰۰۸-۱۰۱۲ھ/ ۱۵۹۹-۱۶۰۳ء) دہلی بلا لیا تھا، ان کے ایک فرزند خواجہ محمد قاسم بھی ہمراہ آئے تھے جنہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہو کر کمال حاصل کیا تھا۔ [۳]

وہیں کابل میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی ۹۷۱ یا ۹۷۲ھ کو ولادت ہوئی، [۴] ۲۵/ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کو آپ کا دہلی میں وصال ہوا، [۵] اس اعتبار سے ۱۰۱۲-۴۰=۹۷۲ کو ترجیح حاصل ہے، وصال کے وقت عمر مبارک صرف چالیس سال کی تھی۔

آپ نے اپنے مکاتیب میں اپنا نام محمد الباقی لکھا ہے، [۶] آپ کا نام عبدالباقی بھی ہے، آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مجدد الف ثانی اس نام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مخدوما مراد از ترکیب لفظ عبدالباقی معنی اضافی است نہ معنی علمی ہر چند

۱۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۱/ ۳۵۰ خطی		۲۔ ایضاً

۳۔ خواجہ کلاں: زاد المعاد ۲۷۵		۴۔ محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات ۵

۵۔ کلیات خواجہ باقی باللہ ۶۵		۶۔ کلیات خواجہ باقی باللہ رقعات: ۷، ۳۸، ۴۳

Marfat.com

با بلغ وجوہ اشعاری بمعنی علمی هم دارد یعنی پیر من هر چند بندۂ باقی است،
اما متکفل تربیت من اللّٰہ باقی است ایں جا کدام تحریف ست و چه سوءِ ادب،
اللّٰہ تعالیٰ انصافی بدهد ۱؎

مکتوبات کی جلد اول کے جامع شیخ یار محمد جدید بدخشی طالقانی نے، جو آپ کے خلیفہ بھی تھے، حضرت خواجہ کے نام کے ساتھ موید الدین الرضی ...... نقشبندی الاحراری لکھا ہے، ۲؎ اسی طرح ملفوظات حضرت خواجہ کے جامع نے ابو الوقت خواجہ محمد باقی النقشبندی الاویسی لکھا ہے، ۳؎ خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ نے آپ کا نام "موید الملت والدین الرضی ابو الوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ درج کیا ہے۔ ۴؎

حضرت خواجہ کے بہت سے القاب تھے، جن میں سے "خواجہ بیرنگ" زیادہ مشہور ہوا، زاد المعاد میں اکثر مقامات پر یہی لقب استعمال ہوا ہے۔

حضرت خواجہ، اویسی طور پر حضرت خواجہ احرار اور دیگر مشائخ سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے، اسی لئے آپ کی ایک نسبت "اویسی" بھی ہے۔

حضرت خواجہ کا نسب

حضرت خواجہ نسباً خلجی تُرک ("ت" اور "ر" پر زبر) تھے، معاصر ماخذ زاد المعاد میں نواب خواجہ محمد قلیج خان کے احوال کے ضمن میں درج ہے:

......خواجه......محمدقلیج...... طغائی راقم حروف احقرِ عبیداللّٰه (خواجه کلاں)
اند و اجداد کرام ایشاں را شرف هم قومی و هم الوسی به خاندان بزرگ پدری
حضرت خواجه ثابت است، و والد شریف ایشاں میر محمدجان المدعوبه خلج
بهادر اواسط عهد پادشاه معظم اکبر پادشاه از قرشی که مستقر و مسکن الوس
اخلاج قتلمشیه ۵؎

۱۔ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۳/۱۲۱/۵۶۴ ۲۔ مکتوبات ۱/۱/۶ ۳۔ کلیات: ۱۹
۴۔ خواجہ کلاں: مبلغ الرجال، ص ۲۲۱۔ ۵۔ خواجہ کلاں: زاد المعاد ۲۷۵

Marfat.com

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

ا۔ نواب قلیج خان، خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ کے ماموں تھے۔

۲۔ ان کے خاندان کے ساتھ حضرت خواجہ کی ''ہم قومی وہم الوسی'' ثابت ہے۔

۳۔ نواب قلیج خان کے والد میر محمد جان مدعو بہ خلج بہادر، اکبر کے وسط عہد میں ہندوستان آئے تھے۔

۴۔ میر محمد جان خلج بہادر کا اصل وطن علاقہ قرشی تھا، جو خلجیان قتلمشیہ کا مسکن تھا۔

یہ معاصر اور خاندانی روایت ہے جو براہِ راست اس خاندان سے قرابت قریبہ کی بنیاد پر لکھی گئی ہے یعنی نواب قلیج خان کی بہن حضرت خواجہ کی زوجہ محترمہ تھیں جو میر محمد جان خلج بہادر کی بیٹی تھیں گویا وہ مولف زادالمعاد یعنی خواجہ کلاں کے نانا تھے۔

دوسرے معاصر ماخذ حضرات القدس کی طرف رجوع کیا گیا تو حضرت خواجہ کے والد کے نام کے ساتھ ان کی نسبت ''قاضی عبدالسلام خلیجی سمرقندی قریشی'' لکھی ہوئی ملی۔ ا

حضرات القدس کی جلد اول کے فارسی متن کا ایک خطی نسخہ لاہور میوزیم میں ہے جو بہت موخر اور اغلاط سے پُر ہے، اس نسبت میں دو غلطیاں کتابت کی ہیں، خلجی کو خلیجی اور قرشی کو قریشی لکھا گیا ہے۔

پاکستان و ہند میں نسبت قرشی کم رائج ہے، یہاں کے باشندوں نے عرب قرشی اور وسطی ایشیاء کے علاقہ قرشی کے رہنے والوں کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ ۲

حضرت خواجہ کے منظوم کلام سے آپ کا ترک ہونا ثابت ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

اے صبح بروں میا کہ ترکان مستند
وی شب بنشین کہ فتنہ برخاستہ است

ا۔ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس ۱/۳۵۱ خطی نسخہ لاہور میوزیم

۲۔ یہی حال حضرات القدس کے اردو ترجمہ از مولانا احمد حسین خان امروہوی کا ہے (۱/۲۱۳) مترجم نے متن فارسی پر اضافہ کرتے ہوئے آپ کا نام ''حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ لکھا ہے، جو متن سے مطابقت نہیں رکھتا گویا مترجم نے قرشی کو قریشی پڑھ کر اس پر لفظ سید کا اضافہ کر دیا۔

Marfat.com

ایک اور شعر جو آپ نے اپنے فرزند خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں کہا ہے، یہ ہے:

گل شکری بوالعجبی دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد

یعنی آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گل شکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھول ترک کا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند کی والدہ کشمیری تھیں اور پدر بزرگوار ترک ہیں۔ ۱

گویا حضرت خواجہ کی علاقائی نسبت قرشی ہے قریشی نہیں۔

ظفر نامۂ یزدی میں ہے:

"سبب اشتہار آں شہر بہ قرشی آں شد کہ کبک خان در دو فرسخی نسف و نخشب قصری بنا نمود و مغول قصر را قرشی خواند" ۲

کبک خان دو مرتبہ حکمران بنا، اول ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹ء اور دوسری مرتبہ ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء۔ ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۶ء ۳

شہر قرشی (نخشب پیش از اسلام و نسف بعد از اسلام) نام کنونی خود را آن کاخ اخذ کردہ (قرشی در مغولی و ترکی بہ معنی کاخ است) ۴

بخارا و کش (شہرسبز) و نسف (قرشی) را ہم جز سغد می شمارند ۵

کبک خان مذکور مرتے دم تک کافر ہی رہا۔ ۶

گویا حضرت خواجہ نسباً خلجی تھے اور آپ کے اجداد کا مسکن قرشی تھا، اس لئے آپ کی نسبت "خلجی قرشی" متعین کی جائے گی۔

اب دوسری بحث کی طرف آئیے کہ آپ نے خود کو اپنے اشعار میں ترک لکھا ہے۔

۱۔ مستفاد از مقدمۂ مولانا ابوالحسن زید فاروقی بر کلیات خواجہ باقی باللہ ص ۱۲

۲۔ یزدی: ظفر نامہ ۱/ ۸۵ ۳۔ زامباور: معجم الانساب ۴۷۰

۴۔ بارتولد: گزیدۂ مقالات تحقیقی بارتولد ترجمہ کریم کشاورز ص ۱۳۰

۵۔ ایضاً ص: ۴۴۴ بحوالہ اصطخری ۶۔ ایضاً ص ۱۳۰

Marfat.com

اسے جدید تحقیقات کے مطابق تُرک (ت کی پیش) نہیں پڑھیں گے بلکہ حضرت خواجہ کا جن علاقوں سے تعلق تھا وہاں تُرکان (باشندگان ترکی) آباد نہیں تھے بلکہ وہ خالصتاً افغان تھے جو تَرَک (ت اور ر پر زبر) تھے، یہ اشتباہ عرب مورخین کو اس خالص افغانی نسبت پر اعراب نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے گویا خلجی تُرک نہیں تَرَک تھے۔ ۱

گویا اب حضرت خواجہ کا پورا نام اس طرح ہوگا:

''خواجہ محمد الباقی (باقی باللہ) بن قاضی عبدالسلام خلجی تَرَکی قرشی سمرقندی کابلی دہلوی''

اب ایک اور اہم نکتہ کی طرف توجہ فرمایئے کہ مولف زاد المعاد نے اپنی ایک اور کتاب ''مبلغ الرجال'' میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

خانہ زادِ خواجۂ آفاق سبط آل النبی موید الملة و الدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ احقر عَبیداللہ عُبیداللہ ۲

اس سے عام قاری یہی خیال کرے گا کہ حضرت خواجہ نسباً سید تھے، یہ حقیقت ہے کہ عربی میں سبط صرف نواسہ کو کہتے ہیں۔

زبدۃ المقامات میں ہے کہ حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ ''از دودمانِ سیادت بود'' ۳ یعنی آپ کی والدہ سادات میں سے تھیں، حضرات القدس میں ہے کہ آپ کا نسب والدہ کی طرف سے شیخ عمر باغستانی تک پہنچتا ہے، ۴ جو حضرت خواجہ احرار کے جد مادری تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کی نانی بھی سیدہ تھیں:

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حبیبی، عبدالحی: ''رفع یک اشتباہ قدیم در بارۂ تُرک و تَرَک واصل خلجیان افغانی'' (مقالہ مشمولہ یادنامۂ ایرانی مینورسکی: ۶۰۔۷۶)

۲۔ خواجہ کلاں: مبلغ الرجال، مرتبہ محمد اقبال مجددی، ص ا ۳۔ زبدۃ المقامات ص ۸

۴۔ یعنی حضرت خواجہ احرار کی والدہ کا نسب حضرت امیر المومنین عمر فاروق تک واصل ہوتا ہے، مادر خواجہ احرار بنت خواجہ داؤد بن خواجہ خاوند طہور بن شیخ عمر باغستانی (سترہ واسطوں سے ان کا نسب حضرت عمر فاروق سے واصل ہوتا ہے) عارف نوشاہی: احوال و سخنان خواجہ عبیداللہ احرار: ۲۹۔۳۱

Marfat.com

والدہ ایشاں از جانب والدہ از دودمان سیادت بودند[۱]

گویا اسی مولف بزرگ خواجہ کلاں نے اپنی دوسری کتاب میں اپنی والدہ کے نسب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ سادات میں سے تھیں، اس لئے میں مادری نسبت سے "سبط آل النبی" یعنی سید ہوں۔

غالباً اسی غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت خواجہ باقی باللہ کی اولاد نے گذشتہ سو سال سے اپنے آپ کو سید لکھنا شروع کر دیا تھا، حضرت خواجہ کی قبر مبارک پر جو کتبہ ہے اس میں آپ کو سید ہی لکھا گیا ہے جو بالکل غلط ہے؟ مولانا قاضی عالم الدین نے مکتوبات حضرت خواجہ کا جو اردو ترجمہ لاہور سے شائع کیا تھا اس میں شامل شجرۂ نسب میں آپ کی اولاد کو سید ہی لکھا گیا ہے، [۲] جو مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔

حصول علم

حضرت خواجہ، عالم جوانی میں حصول علم کی طرف راغب ہوئے، [۳] اس عہد کے ایک بڑے عالم مولانا صادق حلوائی [۴] کی خدمت میں قیام کابل کے دوران تحصیل کا آغاز کیا، ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء کو جب وہ حج سے واپس آئے تو مرزا محمد حکیم نے انہیں کابل میں روک لیا اور بہت ہی تواضع واحترام سے پیش آیا،

۱۔ حضرات القدس ۱/۳۵۱ ۲۔ اس سلسلہ کے بعض تاملات کے لئے دیکھئے "زاد المعاد" پر ہمارے تعلیقات: ۲۲۹/۳۔۶ ۳۔ حضرات القدس: ۱/۳۵۲

۴۔ مولانا صادق حلوائی سمرقندی، شمس الائمہ حلوائی کے نبیرے تھے اسی نسبت سے یہ بھی حلوائی کہلائے گا، حج پر جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہرے تو ایک مدت تک یہاں درس دیا، پھر واپس آئے تو سمرقند جاتے ہوئے ہندوستان میں قیام کیا، سمرقند جاتے ہوئے کابل سے ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء کو گذر رہے تھے کہ وہاں کے حاکم مرزا محمد حکیم نے بہت ہی احترام کیا اور متداولات کا ان سے درس لیا۔ مولانا کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، صاحب دیوان شاعر تھے، عبدالقادر بدایونی نے نمونہ کلام دیا ہے، اسی طرح امین رازی نے بھی اشعار کا انتخاب دیا ہے، ملا صادق حلوائی کا انتقال ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۸ء کو ہوا (تاریخ محمدی ۲/۵/۴۸)، ملاحظہ ہو:

(i) امین رازی ہفت اقلیم ۳/۱۵۶۰ (ii) طبقات شاہ جہانی ورق ۸۲ ب

(iii) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ ۳/۱۷۵۔۱۷۶

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صادق متعدد مرتبہ سمرقند سے کابل آتے اور جاتے رہے ہوں گے مذکورہ سنہ میں مولانا سے حضرت خواجہ کا استفادہ ممکن نہیں ہے کیوں کہ حضرت خواجہ جن کی ولادت ۹۷۲ھ کو ہوئی تھی اس وقت صرف چھ سال کے تھے، یقیناً انہی کے ساتھ عازم سمرقند ہوئے ہوں گے، اور اس کے بعد تحصیل کا آغاز کیا ہوگا، حضرت خواجہ کی استعداد و ہمت بلند تھی جلد ہی فراغت حاصل کر لی اور دقیق سے دقیق ترین کتابوں کی فہم و تفہیم کی قابلیت حاصل کر کے روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے، مولانا صادق حلوائی کے علاوہ کسی سے حضرت خواجہ کی تحصیل کا ذکر نہیں ملتا، حضرت خواجہ نے حضرت حاجی عبدالرحمٰن رمزی بدخشی سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی تھی اور آپ کے تین خلفاء میاں شیخ تاج الدین سنبھلی، میر محمد نعمان بدخشی اور حضرت مجدد الف ثانی کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی تھی، حاجی رمزی کی یہ سند مصافحۃ شیخ سعید معمر حبشی سے حضرت نبی اکرم ﷺ سے واصل ہوتی ہے۔ [۱]

تلاش شیخ

حضرت خواجہ زمانہ طالب علمی میں ہی اہل دل اور صوفیہ سے ملتے رہتے تھے، جلد ہی علم ظاہری کی تحصیل ترک کر دی اور تلاش شیخ میں سرگرداں رہنے لگے، [۲] کابل میں آپ نے خواجہ عبید کابلی [۳] کے

(بقیہ گذشتہ صفحہ) یقیناً مولانا صادق حلوائی کئی کتابوں کے مصنف ہوں گے لیکن تذکرہ نویسوں نے ان کا ذکر نہیں کیا، مرتب کتاب ''زادالمعاد'' (محمد اقبال مجددی) نے ۲۰۰۱ء میں پاکستان کے مشہور مخطوطہ شناس جناب خلیل الرحمٰن داؤدی مرحوم (لاہور) کے پاس مولانا صادق حلوائی کا حاشیہ علی شرح حسام الدین علی ایساغوجی کا خطی نسخہ دیکھا تھا۔

جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء کو مولانا صادق حلوائی کے فرزند قاضی عارف کو کابل کی صدارت وقضا تفویض کی۔ (توزک جہانگیری: ۶۱)

۱۔ سنوات الاتقیاء (اقتباسات کے لئے ملاحظہ ہو: مقامات معصومی ۴/ ۴۶۔۵۰)

۲۔ حضرات القدس ۱/ ۳۵۲ ۳۔ خواجہ عبیداللہ کابلی، مولانا لطف اللہ (ف ۹۷۹ھ/ ۱۵۷۱ء) کے خلیفہ تھے، جو مولانا خواجگی کاسانی (ف ۹۴۹ھ/ ۱۵۴۲ء) کے خلفاء میں تھے، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

ہاتھ پر بیعت توبہ کی[۱] یہ وہ زمانہ ہے جب مرزا محمد حکیم نے خواجہ عبید کو کابل میں طالبان طریقت کی تربیت میں مصروف رکھا ہوا تھا، [۲] حضرت خواجہ نے یہ بیعت کم عمری میں کی ہوگی۔

حضرت خواجہ خود لکھتے ہیں کہ اس بیعت توبہ کے بعد استقامت کی توفیق نہیں ہوئی تھی، سمرقند میں حضرت افتخار شیخ جو کہ حضرت خواجہ احمد یسوی کی اولاد میں سے تھے، کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی وہ اس پر رضامند نہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ابھی جوان ہو لیکن میرا ارادہ پختہ تھا اس لئے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ خدا استقامت دے، خواجہ افتخار شیخ کی فراست صحیح ثابت ہوئی اور میری عزیمت میں عجیب خرابیاں واقع ہوئیں، پھر بغیر کسی تصنع اور اختیار کے میں حضرت امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی تجدید کا ظہور ہوا، ان سے مصافحہ کرتے ہی ایسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی کہ امید ہے کہ اس کی برکات تا قیامت رہیں گی۔

کچھ عرصہ کے لئے تو یہ نگہداشت کی حدود میں رہی پھر اس پر اسم المُضِل کی تاثیر رہی، آخر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے عالم رویا میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کی خدمت میں ''صورت توبہ منعقد'' ہوئی اور اس طرح طریقہ اہل اللہ میں دخل حاصل ہوا، اس مقولہ کے مطابق کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کافی ہے، میں ہر طرف ہاتھ مارتا پھر رہا تھا، آخر بعض بزرگوں نے یہ فرمایا وہ ذکر جو حضرت رسالت مآب ﷺ سے متصل ہو کر آتا ہے مفید ہوتا ہے، اب یہی خواہش ہوئی کہ کسی بزرگ سے ذکر، مراقبہ اور اس سلسلہ کے اوراد حاصل کئے جائیں اور انہی کو جاری رکھا جائے، پس انہی کی صحبت میں دو سال تک

(بقیہ گذشتہ صفحہ) خواجہ عبید کابلی ہندوستان تشریف لائے تھے اور انہیں یہاں سے بعض دینی امور کی انجام دہی کے لئے صوبہ ٹھٹھہ بھیجا گیا، ان کا وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے (نسمات القدس، خطی نسخہ مرکز تحقیقات فارسی، اسلام آباد ص ۱۴۸)، لیکن خطی نسخہ کتابخانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ میں آپ کو صوبہ تبت بھیجنے کا ذکر ہے (ورق ۱۲۷۔ا) سید محبوب حسن واسطی نے نسمات القدس کے اردو ترجمہ میں بھی یہی دیا ہے (ص: ۲۶۷) جو درست معلوم نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک ٹھٹھہ جانے کو ترجیح حاصل ہے۔

۱۔ کلیات خواجہ باقی باللہ ص ۲۰ ۲۔ نسمات القدس ۱۴۸

Marfat.com

رہا، میں نے سن رکھا تھا کہ جب تک ایک سالک تقریباً چالیس سال تک لاالٰہ کی منزل طے نہ کرلے وہ اِلّا اللّٰہ کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔[۱]

حضرات القدس میں ہے کہ حضرت خواجہ بلخ اور بدخشاں میں بھی رہے، بلخ میں امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال قیام کا آپ نے ذکر کیا ہے لیکن آپ نے اپنے خودنوشت احوال میں کسی سنہ کا ذکر نہیں کیا، خواجہ عبید کابلی کے بعد جب آپ حضرت افتخار شیخ کی خدمت میں گئے تو بیعت کی درخواست پر انہوں نے فرمایا کہ تم ابھی جواں ہو، اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ حدود بیس سال کے ہوں گے یعنی اس وقت ۹۹۲ھ (ولادت ۹۷۲+۲۰=۹۹۲ھ) ہوگا اسی طرح جب آپ امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال رہے تو آپ حدود ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء کو ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام کیا، اکبر بادشاہ بعض مہمات کے سلسلہ میں ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء تا شعبان ۱۰۰۶ھ/۱۵۹۸ء لاہور میں مقیم رہا،[۲] لاہور میں حضرت خواجہ کا قیام پہلی مرتبہ کتنے سال کا تھا یہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہے، یہاں آپ اہل دل حضرات کی تلاش میں طویل سفر کرتے رہے، بیابانوں، قبرستانوں، ویرانوں اور باغوں میں اولیاء اللہ کی تلاش آپ کا معمول تھا۔[۳]

لاہور سے آپ نے کئی اور شہروں کا سفر اسی سلسلہ میں کیا، شیخ علی باباوالی ثم کشمیری[۴] (ف ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کی خدمت میں کشمیر حاضر ہوئے اور دو سال تک ان کی خدمت میں رہے،[۵] حضرت خواجہ خود فرماتے ہیں:

۱۔ کلیات ۲۰۔۲۱ (خودنوشت احوالِ حضرت خواجہ)

۲۔ اکبر کے قیام لاہور کے یہ سنین ۹۹۴۔۱۰۰۶ھ وی اے سمتھ کی کتاب اکبر دی گریٹ مغل میں شامل توقیت سے ماخوذ ہیں ۳۔ حضرات القدس ۳۵۳/۱

۴۔ باباعلی والی کا تعلق قصبہ وال سے تھا جو توابع بدخشان کے قریہ ختلان میں واقع ہے، موصوف سلسلہ کبرویہ میں شیخ حسین خوارزمی اور شیخ محمد شریف حسین سے ارادت رکھتے تھے (تاریخ کشمیر اعظمی: ۱۰۹۔۱۱۰) وہ سلسلۂ نقشبندیہ میں بھی مجاز تھے (کلیات خواجہ باقی باللہ (ملفوظات ص: ۲۱) مفتاح العارفین ورق ۳۲۶ر اور تاریخ محمدی ۲/۵/۲۰ میں باباوالی کا سال وفات ۱۰۰۲ھ ہے لیکن مقامی مورخ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے ۱۰۰۱ھ دیا ہے (تاریخ کشمیر ۱۱۰) ۵۔ ایضاً: ۱۱۰

Marfat.com

آخر کشمیر پہنچا حضرت شیخ باباوالی قدس اللہ بسرہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی برکات سے بہرہ یاب ہوا۔ ۱

ان کے نام کے ساتھ دعائیہ جملہ قدس سرہ سے انداز ہ لگانا دشوار نہیں کہ اس وقت تک ان کا وصال ہو چکا تھا، حضرت خواجہ نے کوئی سنہ نہیں لکھا، دو سال قیام کشمیر کی مدت تاریخ کشمیر سے ماخوذ ہے۔

حضرت خواجہ میرٹھ کے ایک گاؤں گڈھ مکتیسر بھی گئے تھے، جہاں آپ سلسلہ شطاریہ کے شیخ خواجہ الہ بخش گڈھ مکتیسری ۲ (ف ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۳ء) کی خدمت میں گئے، حضرت خواجہ نے انہیں مرید مجبوس حق و مجذوب وجہ مطلق میر سید علی قوام جونپوری ۳ بتایا ہے۔

حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی نے جو کہ شیخ الہ بخش سے بیعت تھے ترغیب دی کہ حضرت خواجہ ان سے بیعت کر لیں لیکن جب اس معاملہ میں حضرت خواجہ نے استخارہ کیا تو انہیں نقشبندی مشائخ کی اس میں رضامندی ظاہر نہ ہوئی، جب حضرت خواجہ ماوراء النہر سے واپس آئے تو شیخ الہ بخش کا ۱۰۰۲ھ کو انتقال ہو چکا تھا، حضرت خواجہ تا حیات ان کے فقر و نیستی کے قائل رہے۔ ۴

۱۔ کلیات: ۲۱ ۲۔ شیخ الہ بخش گڈھ مکتیسری سلسلۂ عشقیہ شطاریہ کے مشائخ میں سے تھے، میر سید علی قوام جونپوری کے خلیفہ تھے، شیخ الہ بخش شطاری نے اوراد و اذکار کے موضوع پر مونس الذاکرین کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جو بریلی سے ۱۸۸۸ء کو طبع ہوئی اس میں انہوں نے اپنے مریدین کا بھی ذکر کیا ہے، جس میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا نام شامل نہیں ہے البتہ حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کا نام موجود ہے (ص: ۳۵۶) اگر حضرت خواجہ نے ان سے بیعت کی ہوتی تو وہ آپ کا ذکر ضرور کرتے، شیخ الہ بخش کا ۹ر رمضان ۱۰۰۲ھ/۱۵۹۴ء کو انتقال ہوا، ملاحظہ ہو:

(i) محمد صادق ہمدانی: طبقات شاہ جہانی، ورق ۲۵۷۔ الف ب

(ii) الہ بخش گڈھ مکتیسری: مونس الذاکرین (iii) کمال محمد سنبھلی: اسراریہ: ۳۷۹

۳۔ کلیات خواجہ باقی باللہ: ۱۴۹ ۴۔ زبدۃ المقامات: ۷۰

Marfat.com

خواجہ خرد نے لکھا ہے:

حضرت خواجہ جیو، شیخ الله بخش گڈه مکتسیری را بسیار تعریف می کردند و بجذبه می ستودند و می فرمودند که چون ایشاں در هندوستان کسی ندیده ایم[1]

انہی ایام میں حضرت خواجہ ایک اور ولی سے ملاقات کے لئے لدھیانہ بھی گئے تھے، جو پنجاب کے مشہور مقام جالندھر کا ایک ضلع ہے،[2] وہاں آپ میر سید علی[3] لدھیانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے طریقہ کی طلب کی تو سید صاحب نے مراقبہ توحید بیان فرمایا، حضرت خواجہ ان دنوں اس سے بالاتر روحانیات کی منازل سے گزر رہے تھے، حضرت خواجہ نے عرض کی کہ اس کے علاوہ کچھ اور فرمایئے تو انہوں نے کہا کہ اس سے بالاتر کیا ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ خاموش ہو گئے، خواجہ خرد نے لکھا ہے:

حضرت خواجه در ایام طلب بخدمت سید علی لودیانه رسیدند و از ایشاں طلب بیان طریقه نمودند، سید مراقبهٔ توحید بیان کردند، در آں ایام حضرت خواجه ازیں مقام بالا تر قدم نهاده بودند، گفتند که چیزی دیگر بیان کند، سید فرمودند بالاتر ازیں چه می باشد، حضرت خواجه ساکت شدند[4]

۱۔شرح رباعیات:۹۶ ۲۔لدھیانہ، جس کا قدیم املا لودیانہ ہے (منتخب التواریخ:۳/۶۴) برطانوی عہد میں لدھیانہ جالندھر، پنجاب کا ایک ضلع تھا (اپریل گزیٹیئر :۱۶/۱۱۹۔۲۰۷)

۳۔میر سید علی لدھیانوی، شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی کے خلیفہ تھے، پابند شرع بزرگ تھے، امراء و فقراء کے مرجع تھے، میرزا نظام الدین احمد مولف طبقات اکبری، ان کے خویش محمد جعفر اور عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ، میر سید علی کی خدمت میں لدھیانہ جایا کرتے تھے، ان کا وصال ۱۰۰۲ھ/۱۰۰۳ھ/ ۹۴۔۱۵۹۵ء کو ہوا (منتخب التواریخ:۳/۶۵۶۴) ۴۔شرح رباعیات ۹۶۔۹۷ انہی ایام طلب میں حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی کے والد گرامی مخدوم عبدالاحد (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) سے ملاقات کے لئے سرہند بھی گئے تھے لیکن اتفاق سے حضرت مخدوم وہاں موجود نہیں تھے (زبدۃ المقامات ص ۱۱۷) حضرت مجدد الف ثانی کا اس وقت تک روحانی عروج نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

اسی طلب اور تلاش مشائخ کے دوران حضرت خواجہ دہلی بھی آئے اور سلسلۂ چشتیہ کی مشہور خانقاہ شیخ عبدالعزیز چشتی ۱؎ (۸۹۸-۹۷۵ھ/ ۱۴۹۲-۱۵۶۷ء) کے فرزند جانشین شیخ قطب عالم ۲؎ (ف ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء) کی خدمت میں بھی گئے اور ان سے اس سلسلہ کے ''بعض اوراد و رواتب'' سیکھے اور وہاں رہ کر ان کا ورد کرتے رہے، پھر یہیں سے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے روحانی اشارہ پر براستہ لاہور ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوئے، خواجہ کلاں لکھتے ہیں:

......شیخ قطب الدین محمد المشهور بالقطب العالم رحمه اللّٰه سبحانه در وقت خود باقامت مراسم هدایت و ترویج طریقه بزرگان خود از سائر برادران مستغنی بوده اند حضرت خواجهٔ آفاق خواجه بیرنگ قدس الله سره الاقدس در ایام تردد فرا حضرات مشائخ مختلفه الاطوار قبل از حصول نسبت بروح منور حضرت خواجهٔ عالم خواجه احرار، چند گاهی در خانقاه حضرت شیخ مذکور نیز بوده اند و به بعضی اوراد و رواتب سلسله ایشانؒ اشتغال و رزیده ۳؎

یہ زمانہ حدود ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء کا ہے، حضرت خواجہ اسی سنہ کے اواخر میں حضرت خواجہ احرار کے روحانی اشارہ پر حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں سمرقند کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

انہی شیخ قطب العالم کے فرزند شیخ رفیع الدین محمد حضرت خواجہ کے اسی قیام دہلی کے دوران حضرت خواجہ کے گردیدہ ہوکر ان اصحاب میں شامل ہوگئے، جو حضرت خواجہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہوکر لاہور میں آپ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے، پھر شیخ رفیع الدین اپنی آبائی مسند مشیخت چھوڑ کر حضرت خواجہ کے خلیفہ بنے۔ ۴؎

۱۔ شیخ عبدالعزیز چشتی کے احوال کے لئے کتاب حاضر کے تعلیقات (۱۸۷/۱۰) ملاحظہ کریں۔

۲۔ ایضاً ۱۸۷/۱-۱۳ ۳۔ زاد المعاد ۳/ ۱۸۷

۴۔ تفصیلات زاد المعاد کے لاحقہ اور اس پر ہمارے تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نے اپنے خودنوشت حالات میں اپنے اسفار کے سنین تحریر نہیں فرمائے، آپ امکنہ جانے سے پہلے مولانا لطف اللہ کے مرید وخلیفہ مولانا شبرغانی معروف بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) کی خدمت میں بلخ گئے، مولانا شبرغانی صاحب دیوان فارسی شاعر بھی تھے۔ ۱؎ یہ ملاقات وصحبت یقیناً ۱۰۰۳ھ سے پہلے ہوئی ہوگی، جیسا کہ حضرات القدس کی روایت نقل کی جاچکی ہے کہ حضرت خواجہ بلخ و بدخشان میں بھی مقیم رہے تھے، حضرت خواجہ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ آپ مولانا سے ملاقات کے لئے شبرغان گئے تھے اور دوتین روز قیام کیا تھا۔ ۲؎

۱۔ نسمات القدس ۱۴۴ (یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ فارسی کے مشہور شاعر امیر فخر الدین متخلص بہ ابن یمین متوفی ۷۶۹ھ/ ۱۳۶۷ء مولانا شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ) سے قطعاً مختلف ہیں۔

۲۔ حضرت خواجہ نے اپنے ایک رقعہ میں لکھا ہے: بعنوان اللہ تعالیٰ بولایت بلخ رسیدیم از جماعتی کہ در مسند ارشاد مقرر اند بحکم عدم مناسبت ذاتی تاثیری نیافتم بہ شبرغان بقصد ملازمت ملا آکہ رفتم ...... دو سہ روز آں بودم (کلیات رقعہ: ۵۷/ ۱۲۱) شبرغان، بلخ میں ہے، یاقوت حموی نے سبرقان لکھا ہے (المعجم: ۳/ ۳۲۱) دوسرے مقام پر شفرقان بتایا ہے (ص: ۳۵۳) لیکن مقامی تلفظ غ سے شبرغان ہی ہے (گزیدہ مقالات تحقیقی از بارٹولڈ ص: ۱۸۶) بعد میں شبرغان کا نام بدل کر جوزجان کر دیا گیا (جغرافیائی تاریخی بلخ ص ۷۲) نسمات القدس اور تاری محمدی (۲/ ۵/ ۳۰) میں ابن یمین کا سال وفات ۱۰۰۴ھ ہے، لیکن معاصر اوران کے علاقائی تذکرہ مجمع الفضلاء (مولفہ عارف بقای بخارائی) میں وفات کا سنہ ۱۰۰۵ھ درج ہے، شبرغان کے عجائب گھر کا نام ابن یمین میوزیم انہی کے نام پر ہے (ایضاً) ہفت مجلس کا خطی نسخہ آقای محمد حسین بہروز (کابل) کے پاس ہے (آریانا ۲۱/ ۶/ ۷/ ۱۱/ ۱۸) ان کے دیوان میں ۲۷۴ غزل عرفانی اور ایک مثنوی مجلس افروز ۳۰۵ متصوفانہ اشعار ہیں، اشعار ابن یمین شبرغانی، مقالہ مشمولہ مجلّہ آریانا، کابل ۲۵/ ۴۔ ۵ (۱۳۴۲ش ص ۷۔ ۱۱) مثنوی ہفت مجلس، آتش گاہ سوختگان مہجور بھی آپ کے مجموعے ہیں۔

(نسمات القدس ۲۶۳)

Marfat.com

حضرت خواجہ کی سمرقند روانگی

حضرت بابا والی ثم کشمیری کی وفات ۱۰۰۲ھ کے بعد کا حال حضرت خواجہ نے خود اس طرح لکھا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد حضرات نقشبندیہ کی ''غیبت معہودہ'' جلوہ گر ہونے لگیں ان کی ارواح طیبات نے بشارات دینا شروع کر دیں اور تلقینات بھی فرمانے لگیں اور ان کی توجہ کی برکت سے نسبت میں قوت پیدا ہو گئی اور پھر دائرہ غیبت میں بھی وسعت ہو گئی، راہِ سلوک روشن تر ہو گئی اور جمعیت بھی حاصل ہو گئی، یہاں تک کہ ان کی عنایت کی کشش نے مجھے مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں پہنچا دیا اور پھر انہی کے ہاتھ پر بڑی رغبت کے ساتھ بیعت کی اور خواجگان نقشبندیہ کا طریقہ اخذ کیا، حضرت کے طفیل حضرت خواجہ نقشبند اور ان کے خلفاء کی ارواح طیبہ کے باعث میں اس راہ کے افتادگان اور نیازمندان کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ ۱؎

حضرت خواجہ کے فرزند اور معاصر تذکرہ نویس خواجہ کلاں نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، شیخ قطب العالم چشتی دہلوی کی خانقاہ میں مقیم اور سلسلہ چشتیہ کے وظائف میں مصروف تھے کہ آپ دہلی سے براستہ لاہور سمرقند کے لئے روانہ ہوئے، یہیں حضرت خواجہ احرار کا روحانی اشارہ ہوا کہ ماوراء النہر جائیں، ۲؎ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، شیخ قطب العالم کی خانقاہ میں مقیم تھے کہ شیخ پر نصف شب یہ آشکار ہوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم وتلقین کی تکمیل بخارا میں ہو گی وہ اسی وقت باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ کو مشائخ بخارا بلاتے ہیں، حضرت خواجہ روانہ ہو گئے۔

اس وقت حضرت خواجہ کو کسی شیخ سے اجازت وخلافت حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن آپ اویسی طور پر خواجگان نقشبندیہ کے فیض یافتہ تھے، ۴؎ اس لئے کئی اصحاب آپ سے بیعت ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہو چکے تھے، آپ نے بھی اس وقت تک کسی کو خلافت نہیں دی تھی وہ حضرات محض آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر ارادت مند ہوئے تھے۔

چنانچہ ان حضرات کو آپ نے لاہور میں چھوڑا، یہ زمانہ حدود ۱۰۰۴ھ کا ہو گا اس وقت تک اکبر

۱۔ کلیات ۲۱   ۲۔ زاد المعاد ۱۸۷/۳   ۳۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ۱۲۳-۱۲۲   ۴۔ کلیات

171541

Marfat.com

کے مذہبی رجحانات میں کئی تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور وہ کئی خلاف شرع احکام صادر کر چکا تھا اس لئے معاشرہ میں مذہبی بے چینی پورے عروج پر پہنچتی جا رہی تھی کہ حضرت خواجہ اپنے یہ منتسبین چھوڑ کر ماوراء النہر کی طرف روانہ ہو گئے: میاں تاج الدین، میاں شیخ اللہ داد، میاں شیخ رفیع الدین محمد چشتی دہلوی، میر سید احمد، میرزا منصور بیگ بن مہدی خان، ملا قاسم علی، شیخ ابوبکر[1] اور خواجہ حسام الدین احمد اور نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری وغیرہ۔

ابتداء میں جرگہ مردانِ دولتِ اسلام کے یہی افراد ممبر تھے، جنہوں نے اکبر کے الحاد کے بارے میں غور وفکر کرنا شروع کیا تھا لیکن جب حضرت خواجہ سمرقند سے خلافت یاب ہو کر آئے اور دہلی میں دعوت وارشاد کا آغاز فرمایا تو اس میں ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شمولیت سے یہ ''جرگہ'' باقاعدہ تحریک احیاءِ دین کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کے روحِ رواں حضرت خواجہ ہوتے ہیں۔

بہر حال حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء کو حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے فیض یاب ہو کر واپس آئے تو بروایت زبدۃ المقامات ایک سال لاہور میں قیام فرمایا جہاں بہت سے علماء وفضلاء آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے، لکھا ہے:

> چون بهندوستان رسیدند سالی در بلدهٔ لاهور بماندند و بسا علماء و فضلائے آن بلده شیفته محبت ایشاں شدند[2]

ہمیں عرصہ دراز سے یہ تردد تھا کہ حضرت خواجہ متعدد مرتبہ لاہور تشریف لائے اور طویل قیام فرماتے رہے، آپ کی والدہ محترمہ بھی ہمراہ آئیں، آپ لاہور میں کہاں قیام کرتے تھے؟ کیا آپ کا یہاں کوئی مرکز یا خانقاہ تھی؟ ظاہر ہے کسی میدان یا جنگل میں تو پڑاؤ نہیں ڈالتے ہوں گے ضرور کوئی عمارت ایسی ہوگی جہاں اپنے منتسبین کی تربیت فرماتے ہوں گے پھر آخری قیام کے دوران تو سال بھر لاہور میں قیام کیا، مطبوعہ اور متعارف تذکرے اس معاملہ میں خاموش ہیں، حال ہی میں کتاب ''زاد المعاد'' پر تعلیقات نویسی کے دوران

ا۔ زاد المعاد ۳۰۸ ۲۔ زبدۃ المقامات ۱۴

Marfat.com

معلوم ہوا کہ خواجہ حسام الدین احمد، جو آپ کے ارادت مند تھے اور ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں اکبر بادشاہ کی ملازمت ترک کر کے پہلے خانقاہ حضرت نظام الدین اولیاء، دہلی میں مقیم ہوئے پھر حضرت خواجہ سے کئی مرتبہ لاہور ملنے کے لئے گئے اور موصوف آپ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کا انتظار کرنے والوں میں سب سے نمایاں تھے، ان کی لاہور میں ایک حویلی تھی یقیناً اسی میں یہ تمام حضرات جمع ہو کر ذکر و فکر کرتے ہوں گے، یہ حویلی آپ کے دہلی منتقل ہونے کے بعد بھی آپ کی ملکیت میں رہی اور اس کی باقاعدہ سالانہ آمدنی (محصول، کرایہ وغیرہ) چار ہزار روپے تھی، زاد المعاد کے لاحقۂ دوم میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان اصحاب کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد کے ذمہ تھی، گویا یہی حویلی حضرت خواجہ کی لاہور میں اولین خانقاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ۱

ایک اور معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ جب دار السلطنت لاہور آئے تو نواب مرتضٰی خان شیخ فرید بخاری نے آپ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔ ۲

حضرت خواجہ ابھی ماوراء النہر کے ایک شہر میں تھے کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی ایک خواب میں حضرت خواجہ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا: اے فرزند! میری آنکھیں تمہاری راہ تک رہی ہیں، ۳ حضرت خواجہ احرار نے بھی خواب میں حضرت امکنگی کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا تھا، ۴ جب آپ موضع امکنہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر تھے تو حضرت خواجہ امکنگی آپ کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ ۵

اس سے پہلے حضرت خواجہ کو دو ایسے اشکال درپیش ہوئے کہ آپ نے دونوں سوالات کے حل کے لئے طویل سفر کئے اور اہل دل حضرات سے ان کا جواب طلب کیا لیکن افسوس کہ کسی نے بھی ان کا خاطر خواہ جواب نہ دیا، اس سلسلہ کی آخری شخصیت مولانا شبر غانی کی تھی، انہوں نے یہ مسائل سن کر فرمایا کہ طریقت کی انتہا میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے ہیں، انہوں نے ان مسئلوں کے جواب میں کچھ نہ فرمایا، حضرت

۱۔ زاد المعاد ۳/ ۳۱۷ ۲۔ گلزار ابرار ۲۳۶

۳۔ زبدۃ المقامات ۲۳، حضرات القدس ۱/۳۵۲ ۴۔ حضرات ۱/۳۵۲ ۵۔ ایضاً ۳۵۳

Marfat.com

خواجہ احرار نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص ان مسائل کا حل کرے گا وہی تمہارا پیر ظاہری ہوگا۔ ۱؎

معاصر تذکروں میں ہے کہ جونہی آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں بیٹھے تو انہوں نے بغیر سوال کئے یہ دونوں مسائل حل کر دیئے، حضرت خواجہ نے رغبت کامل کے ساتھ ان سے بیعت کی، ۲؎ اور انہوں نے بہت شفقت فرمائی، آپ کے احوال معلوم کر کے آپ کو تین دن اور تین رات اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر بعض ''زائد فوائد'' سے مطلع کر کے فرمایا کہ تمہارا روحانی معاملہ اس سلسلہ کے اکابر کی دی ہوئی تربیت سے انجام کو پہنچ گیا ہے اور اب تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہیے، حضرت خواجہ نے بہت انکسار کیا، پھر حضرت کے اصرار پر استخارہ کیا جو حضرت کے ارشاد کے موافق تھا۔ ۳؎

حضرت مولانا خواجگی کے کئی مرید ایک عرصہ سے آپ کی خانقاہ میں مقیم اور ریاضتوں میں مصروف تھے، جب انہیں معلوم ہوا کہ ایک جوان کو صرف تین دن کے بعد خلافت و اجازت مطلقہ سے نواز کر ہندوستان جانے کا حکم ہوا ہے تو انہیں حسد ہوا جس کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ساتھیوں کو علم نہیں ہے کہ اس جوان کو پوری تربیت دینے کے بعد ہمارے پاس بھیجا گیا تھا اور مقصد صرف اس کے احوال کی تصحیح تھا، بے شک جو شخص اس حال میں آئے گا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔ ۴؎

حضرت مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ہندوستان میں ایک شہباز تمہارے ہاتھ لگے گا...... اسی رات خواب میں آپ نے ایک طوطا اپنے ہاتھ پر بیٹھا ہوا دیکھا کہ آپ اپنے منہ کا لعاب اس کی چونچ میں ڈال رہے ہیں، جب آپ لاہور میں قیام کے بعد دہلی کے راستے براستہ سرہند روانہ ہوئے تو سرہند کی حدود میں آپ کو آفتاب کی سی روشنی نظر آئی، آپ سمجھ گئے کہ یہاں کوئی فردِ فرید ہے جس سے ایک جہاں منور ہوگا، یہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرف روحانی اشارہ تھا۔ ۵؎

حضرت خواجہ کے لاہور سے دہلی منتقل ہونے کے اسباب معلوم نہیں ہیں، حضرات القدس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی بشارت کے موافق دہلی تشریف لے گئے، ۶؎ وہاں

۱۔ ایضاً ۲۔ کلیات ۲۱ ۳۔ زبدۃ المقامات ۱۵، حضرات ۱/۳۵۴

۴۔ ایضاً زبدۃ: ۱۴، حضرات ۱/۳۵۳ ۵۔ گلزار ابرار ۴۳۷ ۵۔ حضرات ۱/

Marfat.com

آپ قلعہ فیروزی جو کہ تین منزلہ اور بہت ہی دلکشا ہے، دریا کے کنارے واقع ہے اس میں مسجد بھی تھی، میں سکونت اختیار فرمائی اور وصال تک وہیں قیام فرمایا، ۱؎ آپ وہاں مراقبہ کرتے جس کا آغاز نماز عشاء کے بعد ہوتا جو فجر تک جاری رہتا، آپ کی نظر مبارک میں بہت روحانی تاثیر تھی، آغاز میں اگر کوئی آپ کی طرف دیکھ لیتا، یا آپ کی کسی پر نظر پڑ جاتی تو وہ بے خود ہو کر تڑپنے لگتا، آپ کی روحانیت کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی، طالب بکثرت حاضر ہونے لگے، بڑے بڑے مشائخ بھی حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔ ۲؎

حضرت خواجہ لاہور سے دہلی کب منتقل ہوئے؟ تذکروں سے حتمی طور پر معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۵ھ کو سمرقند سے خلافت یاب ہو کر لاہور تشریف لائے، یہاں ایک سال کے قیام کے بعد اواخر ۱۰۰۶ھ یا اوائل ۱۰۰۷ھ کو آپ دہلی تشریف لا چکے تھے، آپ کے ملفوظات جو دہلی میں مرتب ہوئے میں ہے کہ ۱۰۰۷ھ کو آپ نے اپنی تصنیف شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے کسی عزیز کی درخواست پر ۱۹/مادے املا کروائے:

روزی عزیزی التماس کرد که برای شرح رباعیات که مسمی به سلسلة الاحرار ست و دران ولا بتازگی تسوید فرموده بودند، تاریخ اتمام گفته شود، در همان مجلس دوات و قلم طلبیده نوزده تاریخ برای آن رساله املا فرمودند ۳؎

اس کا مطلب واضح ہے کہ ۱۰۰۷ھ تک آپ دہلی تشریف لا چکے تھے، اب یہاں ایک اختلاف کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ حضرت خواجہ کے برادر نسبتی اور معروف عالم خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے حضرت خواجہ کے دہلی تشریف لانے کا سال ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء لکھا ہے، ۴؎ جو درست معلوم نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں ان

۱۔ زبدہ ۱۴، قلعہ فیروزی اور اس کے ملحقات کی تفصیل زاد المعاد کے تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ زبدہ ۱۴ ۳۔ کلیات ۶۴ (یہ تمام مادے کلیات کے خطی نسخہ مخزونہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی میں محفوظ ہیں اور شرح رباعیات کے ساتھ طبع بھی ہوئے ہیں۔

۴۔ طبقات شاہ جہانی ۱۰/۴

Marfat.com

سے ایک اور سہو بھی واقع ہوا ہے کہ حضرت خواجہ پر آخری ایام حیات میں توحید شہودی کا انکشاف ہوا تھا۔[۱]

ہاں یہ درست ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء میں حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے۔

ازواج محترمات

حضرت خواجہ کی دو ازواج محترمات تھیں اول نواب محمد قلیج خان کی بہن اور نواب محمد جان مدعو بہ خلج بہادر کی صاحبزادی تھیں، دوم خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی کی بہن تھیں۔

نواب محمد جان خلج بہادر امیر تنکری بردی آقا بن خدابردی جانی قربانی، حضرت خواجہ کے ساتھ "ہم قومی وہم الوسی" کا شرف رکھتے تھے، [۲] اسی نسبت ومناسبت سے حضرت خواجہ کا نکاح ان کی بیٹی سے ہوا۔

محمد جان خلج بہادر کا نکاح اعلیٰ حضرت سلیمان خان کررانی (۹۷۱۔۹۸۰ھ/ ۱۵۶۴۔۱۵۷۲ء) کی دختر سے ہوا، جو بنگال کا حاکم تھا، اس نے سلطان، شاہ یا بادشاہ کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ اعلیٰ حضرت کہلانا پسند کیا، یہ بہت دین دار حاکم تھا، وہ ہر روز ایک سو پچاس علماء ومشائخ کے ساتھ تہجد کی نماز با جماعت ادا کرتا اور فجر کی نماز تک ان کی صحبت میں رہ کر "تفسیر وتذکیر" سنتا اور پھر ملکی امور کی انجام دہی کی طرف متوجہ ہو جاتا، معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے:

> سلیمان کررانی حاکم بنگال در اسحار باصد و پنجاه نفراز مشائخ و علمای نامدار نماز تهجد به جماعت گزارد و تاوقت بامداد صحبت به ایشان داشته تفسیر و تذکیر می شنید و بعد ادای نماز بامداد به مهمات ملکی و داد و ستد سپاهی و رعیت می پرداخت [۳]

گویا اس متقی حکمران کی بیٹی سے نواب خلج بہادر کا عقد ہوا، جس کے بطن سے اسی قسم کی نیک اور صالح اولاد پیدا ہوئی، ایک فرزند نواب قلیج خان اکبر بادشاہ کے اکابر امراء میں سے تھے اور لاہور کے گورنر ہونے

۱۔ تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان حضرت خواجہ اور وحدۃ الوجود ملاحظہ کریں۔

۲۔ تفصیل اس سے قبل بیان کی جا چکی ہے۔ ۳۔ منتخب التواریخ ۲/ ۱۳۸ طبع ایران، طبع کلکتہ ۲/ ۲۰۰

Marfat.com

کے باوجود وہ قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے اور اکبر کے الحاد و دین الٰہی سے متاثر نہیں ہوئے تھے، انہی کی ایک بہن سے اسی تقویٰ اور ہم قومی کے باعث حضرت خواجہ کا عقد مسنون ہوا، جس کے بطن سے عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں جیسے عالم وصوفی تولد ہوئے۔ ؎۱

حضرت خواجہ کی یہ پہلی شادی کس سنہ میں ہوئی؟ معلوم نہیں ہے، قرائن کا سہارا لیتے ہوئے قیاسی طور پر اوائل ۱۰۰۸ھ ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ سمرقند جانے (۱۰۰۳-۱۰۰۴ھ) تک آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی کیوں کہ آپ کی والدۂ محترمہ آپ کی ریاضات اور بے چینی سے متاثر ہو کر جو دعا کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اے اللہ میرے اس فرزند پر رحم فرما کہ اس نے ''جوانی کی لذت سے بھی منہ موڑ لیا ہے''، جیسا کہ پہلے دلائل سے لکھا جاچکا ہے کہ حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۷ھ کو دہلی آکر مقیم ہوئے تھے مذکورہ خاتون عفت مآب کے بطن سے یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو خواجہ کلاں تولد ہوئے، جو حضرت خواجہ کے وصال کے وقت ۲ سال چار ماہ کے تھے یعنی ۱۰۱۲-۱۰۱۰۔ یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ = ۱۰۰۸ھ یا ۱۰۰۹ھ کو یہ عقد ہوا ہوگا۔

حضرت خواجہ کی دوسری شادی معروف عالم وصوفی مولانا حاجی محمد کشمیری کی نواسی سے ہوئی، حاجی محمد کشمیری کی اس دختر کے بطن سے دو فرزند اور ایک دختر کا علم ہے، اسی بیٹی کے بطن سے ایک دختر تولد ہوئیں، جن کا نکاح حضرت خواجہ سے ہوا، اسی خاتون عفت مآب کے ایک بھائی خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری تھے، جو کلمات الصادقین کے مولف ہیں، ہمیں اس وقت تک کسی ذریعہ سے بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ حاجی محمد کشمیری کی یہ نواسی کن سے بیاہی گئیں ورنہ ہمیں معلوم ہوجاتا کہ حضرت خواجہ کے دوسرے خسر کا کیا نام تھا؟ ہم نے ''زاد المعاد'' کے تعلیقات میں اس شادی کا قیاسی سنہ اوائل ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء متعین کیا ہے، اس زوجۂ محترمہ کے بطن سے خواجہ خرد تولد ہوئے، جو خواجہ کلاں سے صرف چار ماہ چھوٹے تھے۔

۱۔ ان امور کی توضیحات کے لئے زاد المعاد پر ہمارے تعلیقات (۳/۲۲۹) ملاحظہ کریں، حضرت خواجہ کلاں کے مفصل حالات الگ بھی لکھے گئے ہیں، خلیج بہادر کا خاندانی شجرہ بھی ہم نے انہی تعلیقات میں مرتب کیا ہے۔

۲۔ مولانا حاجی محمد کشمیری (ف ۱۰۰۶ھ) اور خواجہ محمد صادق ہمدانی (ف ۱۰۵۲ھ) اور اس خانوادے کے مختصر حالات ہم نے زاد المعاد کے تعلیقات میں لکھے ہیں۔

Marfat.com

مولانا حسن کشمیری دہلوی (ف ۱۰۵۱ھ)، جو حضرت مجدد الف ثانی کو ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے تھے وہ انہی مولانا حاجی محمد کشمیری کے فرزند تھے، حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکاتیب میں ان کے اس احسان کا تذکرہ عمدہ الفاظ میں کرتے ہیں ۱؎

حضرت خواجہ کی دونوں ازواج محترمات کا حضرت خواجہ کے وصال کے بعد کیا کردار رہا؟ معاصر تذکروں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا، حضرت خواجہ کی والدۂ محترمہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد تک بقید حیات رہیں، انہوں نے حضرت خواجہ کے فرزندوں کی ابتدائی ایام میں پرورش کی، لیکن ان صاحبزادگان کی ماؤں نے ان کی پرورش اور تربیت میں کتنا حصہ ہے؟ معلوم نہیں ہوسکا۔

خواجہ کلاں نے خود لکھا ہے کہ ایک محفل میں میں کم سنی میں آیا اور خواجہ حسام الدین احمد کو بابا بابا کہتا ہوا ان کی آغوش میں چلا گیا تو حضرت خواجہ نے پوچھا، جانتے ہو کہ اس نے تمہیں بابا کیوں کہا ہے؟ وہ اس لئے کہ اس کی تربیت و پرورش تمہارے نصیب میں ہے ۲؎

اس خانوادہ کی دوسری بزرگ خواتین کی خدمات کے اشارے ملتے ہیں مثلاً حضرت خواجہ کی والدۂ محترمہ بڑھاپے کے باوجود خانقاہ کے فقراء کے لئے خود کھانا پکاتی تھیں، اور باورچی خانہ میں ان کی مدد بی بی بانو زوجہ خواجہ محمد صادق خسر پورہ (برادر نسبتی حضرت خواجہ) اور بی بی آغا زوجۂ شیخ محمد صدیق کشمی خمیر بنانے اور دیگر امور میں معاونت کرتی تھیں۔ ۳؎

اسی طرح حضرت خواجہ کے جانشین خواجہ حسام الدین احمد کی دونوں ازواج بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری اور بی بی زہری نے باقاعدہ خواتین کی تعلیم وتربیت کی اور ان کا شمار اولیاء میں کیا گیا ۴؎ بی بی دولت بھی باقاعدہ حضرت خواجہ کی خلافت یاب اور خواتین کو تعلیم سلوک دینے کے لئے مخصوص تھیں۔ ۵؎

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب حاضر کا عنوان خلفائے حضرت خواجہ

۲۔ زاد المعاد، خاتمہ (خودنوشت احوال مولف) ۳۔ کلیات ۵۷ ۴۔ زاد المعاد میں ان کا تذکرہ خلفاء حضرت خواجہ اور خواجہ حسام الدین احمد کے باب میں کیا گیا ہے۔ ۵۔ ایضاً

Marfat.com

لیکن حضرت خواجہ کی ازواج محترمات کا تذکروں میں زیادہ ذکر نہیں ملتا، آپ کے دونوں بچوں کی تربیت خواجہ حسام الدی احمد نے کی تھی، دونوں نے اپنے مرتبہ تذکروں میں انہیں اپنا ''مربی'' لکھا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کی ازواج محترمات حضرت خواجہ کے وصال کے بعد اپنے میکے چلی گئیں اور باقی زندگی وہیں گذار دی، ان میں سے ایک اہلیہ نے حضرت خواجہ کی شان میں بے ادبی کی تو حضرت خواجہ نے تقویٰ کی وجہ سے تجدید نکاح کا ارادہ کیا لیکن پھر علماء کے کہنے پر آپ نے یہ خیال ترک فرمادیا!

اس سے حضرت خواجہ کے انتہائی متقی ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

حضرت خواجہ کے اسفار

حضرت خواجہ نے اپنے خودنوشت احوال میں اپنے بعض اسفار کا ذکر فرمایا ہے لیکن کسی سفر کی تاریخ یا سنہ درج نہیں کیا، اس لئے بعض سنین قیاسی طور پر درج کیے گئے ہیں۔

حضرت خواجہ ۹۷۲ھ یا ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۳-۱۵۶۴ء کو کابل میں متولد ہوئے، جہاں سے آپ تحصیل علم کے لئے ملا صادق حلوائی سمرقندی کے ہمراہ سمرقند گئے، وہاں سے وسطی ایشیاء کے کئی علاقوں میں مشائخ سے ملنے اور بعض حضرات کے مزارات کی زیارت کے لئے بھی گئے۔

سمرقند میں ہی حضرت خواجہ عبید اللہ احرار اور بخارا میں حضرت بہاء الدین نقشبند اور دیگر علاقوں میں بھی زیارات کے لئے گئے، بلخ وبدخشان کا سفر بھی کیا۔

سمرقند میں آپ تحصیل کے بعد مشہور شیخ طریقت افتخار شیخ سے مل کر بلخ گئے، جہاں امیر عبداللہ بلخی کی خدمت میں دو سال رہے۔

وہاں سے واپس کابل آئے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کئی بار ہندوستان آئے، لاہور کو اپنا مرکز بنایا اور اس کے ویرانوں، جنگلوں اور قبرستانوں میں اولیاء اللہ کی تلاش میں پھرتے رہے، یہاں سے آپ مختلف مشائخ سے مستفید ہونے کے لئے کئی علاقوں میں گئے۔

ا۔ کلیات ۵۲، حضرت خواجہ حسام الدین احمد جب سفر کے بعد واپس دہلی آئے تو حضرت خواجہ کی والدہ محترمہ جن کا نام صفیۃ الملۃ والدین حضرت آغہ جیو تھا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ (زاد المعاد ۱۱۶)

Marfat.com

حدود ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء کو آپ کشمیر گئے جہاں شیخ علی باباوالی ثم کشمیری سے ملے، وہاں کشائش محسوس کی، دو سال تک مقیم رہے، ان کے وصال ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء کے بعد وہاں سے نکلے، میاں شیخ تاج الدین سنبھلی کے کہنے پر آپ میرٹھ کے ایک گاؤں گڈھ مکتسیر بھی گئے، جہاں آپ شیخ اللہ بخش (ف ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۱۳ء) سے ملے اور ان سے متاثر ہوئے، میاں شیخ تاج الدین کے مستقر سنبھل بھی گئے اور ان کے گھر میں قیام فرمایا، [1] انہی دنوں آپ جالندھر کے مشہور علاقہ لدھیانہ بھی گئے، جہاں آپ میر سید علی لدھیانوی (ف ۱۰۰۲ھ یا ۱۰۰۳ھ/ ۱۵۹۳ء) سے ملے۔

اس دور "تلاش و تردد" میں آپ حضرت مخدوم عبدالاحد کابلی ف ۱۰۰۷ھ (والد حضرت مجدد الف ثانی) کی زیارت کے لئے سرہند بھی گئے تھے۔[2]

خواجہ خرد کی روایت ہے حضرت خواجہ اکبر آباد بھی تشریف لے گئے تھے۔[3]

غالباً لاہور سے آپ پھر کابل و ماوراء النہر گئے، وہاں سے واپس آکر دہلی میں شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی درگاہ میں ٹھہرے، جہاں سلسلۂ چشتیہ کے کچھ اوراد و وظائف شروع کئے، پھر انہی کے روحانی اشارے پر آپ شیخ ظاہر سے بیعت کے لئے ماوراء النہر روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ احرار کے روحانی حکم پر آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے بیعت ہونے کے لئے براستہ لاہور سمرقند گئے، دوآبہ کے قصبات میں سے ہوتے ہوئے سمرقند کے لئے روانہ ہوئے، ان قصبات میں کئی اصحاب آپ سے منسلک ہو کر آپ کے واپس آنے کا انتظار کرتے رہے تھے۔[4]

یہ آپ کا وسطی ایشیاء کا آخری سفر تھا، جو حدود ۱۰۰۴ھ کو ہوا، آپ پہلے بلخ گئے، جہاں مشہور صوفی اور شاعر مولانا آکہ شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) کے پاس مختصر قیام کیا۔

وہاں سے آپ حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں امکنہ (من مضافاتِ سمرقند) حاضر ہوئے، خلافت یاب ہو کر واپس آئے تو لاہور میں مخلصین کی ایک جماعت آپ کی منتظر تھی، جہاں آپ ایک سال تک مقیم رہے۔

۱۔ اسراریہ ۲۱۹، مکتوب حضرت خواجہ ص ۶۱ (مشمولہ کلیات) ۲۔ زبدۃ المقامات ۱۱۵

۳۔ اسراریہ ۲۶۴ ۴۔ زادالمعاد ۲۲۰ (احوال میر سید زید، لاحقہ اول)

Marfat.com

پھر روحانی اشارے پر لاہور سے دہلی منتقل ہو گئے، وہاں قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا اور اپنے وصال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء تک وہیں دعوت وارشاد میں مصروف رہے۔

دہلی میں اس تبلیغ وارشاد کی مصروفیت کے دوران آپ شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم کی شادی میں شرکت کے لئے اعظم پور گئے تو راستہ میں سنبھل میں قیام فرمایا، جہاں کئی اصحاب آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔[۱]

حضرت خواجہ اور سلاطین وامراء

حضرت خواجہ نے صرف ایک بادشاہ یعنی جلال الدین محمد اکبر (۹۶۴۔۱۰۱۴ھ/ ۱۵۵۶۔۱۶۰۵ء) کا آخری زمانہ پایا، اس وقت اس کی مذہبی پالیسی کے منفی اثرات سارے ہندوستان پر پوری طرح مسلط ہو چکے تھے اور کوئی عالم وصوفی اس کے دین الٰہی کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا تھا، چند علماء نے اس کے خلاف کچھ کہا تو انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حضرت خواجہ کی اکبر بادشاہ سے ملاقات کی کوئی عصری شہادت ہمیں اب تک نہیں مل سکی۔

حضرت خواجہ نے اپنے مریدین کی جو جماعت تربیت کے لئے اپنے خلیفہ خاص حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کی تھی، اس کے بارے میں فرمایا کہ انہیں دوسروں کے حوالہ نہ کیا جائے، چونکہ بادشاہ اس قسم کے ذاکر وشاغل صوفیہ سے بدظن ہو چکا تھا اور اس کی طرف سے گرفت کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے حضرت مجدد الف ثانی کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا کہ ''بادشاہ کا اندیشہ دل میں نہ لائیں''۔[۲]

حضرت خواجہ کی زیارت وملاقات کے لئے آنے والے امراء کی خاصی تعداد ہو گی لیکن ان میں سے صرف چند ایک کے ساتھ خصوصی تعلقات کا ذکر ملتا ہے ان میں سے میرزا عبدالرحیم خان خاناں (۹۶۴۔۱۰۳۶ھ/ ۱۵۵۶۔۱۶۲۷ء)، مرتضیٰ خان فرید بخاری (ف ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء) اور میرزا عزیز کوکہ

۱۔ زاد المعاد، تعلیقات ۲۴۲/ ۱۸۔۲۲ حضرت خواجہ کے جن مختلف اسفار کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کی تفصیلات متعلقہ مقامات پر اسی کتاب میں خصوصاً حضرت خواجہ کی تلاش شیخ کے تحت ملاحظہ کریں، جہاں تمام عصری حوالوں سے بحث کی گئی ہے۔ ۲۔ کلیات ۸۳

Marfat.com

(ف ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۳ء) کے ساتھ مراسم کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

میرزا عبدالرحیم خانِ خانان اکبر اور جہانگیر کا منصب دار اور علماء، صوفیہ اور شعراء کا مربی تھا، اس کے احوال و مناقب پر مآثر رحیمی کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی گئی تھی، جس کی تیسری جلد کے ۱۶۰۰ صفحات اس کے متوسلین کے کمالات کے لئے مخصوص ہیں، خانِ خانان صوفیہ کرام سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا، مشائخ کے تذکروں میں اس کی ان حضرات کی خدمت میں آمد و رفت اور انعامات دینے کا برابر ذکر ملتا ہے۔

حضرت خواجہ کے ساتھ بھی اسے خصوصی ارادت تھی، جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو اس نے آپ اور درویشوں کے زادراہ کے لئے ایک لاکھ روپے بھیجے اور کہا کہ اگر یہ قبول کرلیں تو مجھ پر احسان ہوگا، جس پر آپ نے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اس طرح مجھے حج پر جانا گوارا نہیں کہ میں مسلمانوں کا اتنا روپیہ صَرف اور ضائع کروں، چنانچہ آپ نے وہ رقم واپس کردی۔[۱]

خان خانان ہر سال بلا ناغہ ۱۲ ہزار روپے حضرت خواجہ کی خانقاہ کے خرچ کے لئے بھیجا کرتا تھا[۲] یہ امداد خواجہ حسام الدین احمد کے زمانہ تولیت (۱۰۱۲-۱۰۴۳ھ/۱۶۰۳-۱۶۳۳ء) میں بھی جاری رہی کیوں کہ کتب تاریخ میں اس رقم کا ذکر خواجہ حسام الدین احمد کے احوال میں ہی آیا ہے،[۳] خانِ خانان کی وفات ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء کے بعد اس کے فرزندوں کے ساتھ بھی حضرات کے تعلقات استوار رہے،[۴] امید ہے کہ اس امداد کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا رہا ہوگا، ایک بار جب خانِ خانان، حضرت خواجہ کی خدمت میں آیا تو خواجہ حسام الدین احمد بھی حاضر تھے تو آپ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''این دیوانہ ما بدنیست''[۵] اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی کے لئے ''دیوانگی اور سودائی پن'' کا راستہ اختیار کیا تھا۔

۱۔ زبدۃ المقامات ۲۴-۲۵   ۲۔ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/۲۴۲-۲۴۳، مآثر الامراء ۳/۲۷۳

۳۔ ایضاً   ۴۔ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات اس کے فرزندوں میں سے مرزا داراب اور مرزا ایرج کے نام موجود ہیں (فہارس تحلیلی ......)۔   ۵۔ زاد المعاد ۱۵/۵-۶

Marfat.com

حضرت خواجہ کے ساتھ خانِ خاناں سے بھی زیادہ عقیدت مندانہ مراسم نواب مرتضٰی خان شیخ فرید بخاری کے ساتھ تھے، نواب مرتضٰی خان بخاری سادات میں سے تھے اور راسخ العقیدہ طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے، ان کا شمار نواب قلیچ خان، خانِ خانان اور خانِ اعظم مرزا عزیز کوکلتاش جیسے متدین امراء میں ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ تلاش شیخ کے سلسلہ میں ہندوستان آئے اور لاہور کو اپنا مرکز بنایا تو مرتضٰی خان فرید بخاری بھی آپ سے متاثر ہوئے، آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے، کشمیر کے معروف مورخ غلام حسین کھویہامی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، بابا علی والی کی خدمت میں نواب مرتضٰی خان کے ساتھ کشمیر گئے تھے،[۱] جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ آپ حدود ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء کو کشمیر گئے، گویا حضرت خواجہ اور نواب کے مابین آپ کے خلافت یاب ہونے سے پہلے ہی گہرے روابط تھے۔

حضرت خواجہ جب حصول خلافت کے لئے لاہور سے سمرقند گئے تو آپ کے جو اصحاب یہاں رہ کر آپ کے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے ان میں نواب مرتضٰی خان بھی شامل تھے، انہوں نے آپ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری اپنے لئے لازم کر لی، معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی کے الفاظ ہیں:

همگی مونة کفاف زندگی او را ذمه بر خود لازم فرمود [۲]

کیوں کہ آپ کی والدہ محترمہ اور بعض اعزہ بھی آپ کے ہمراہ کابل سے یہاں آئے تھے، جنہیں آپ یہیں چھوڑ کر سمرقند گئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواب مرتضٰی خان نے حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد آپ کے خلفاء کے پاس رہ کر سلوک کی باقاعدہ مشق شروع کر دی تھی، حضرت خواجہ نے ایک مکتوب بنام شیخ تاج الدین سنبھلی میں لکھا ہے کہ اگر ''سید بخاری'' راہ سلوک میں ترقی کر رہے ہیں تو انہیں میرے پاس بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟[۳]

۱۔ تاریخ حسن ۱۹۲/۳ ۲۔ گلزار ابرار ۲۴۷

۳۔ مکتوبات حضرت خواجہ ۹۱/۲۴ (مشمولہ کلیات)

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب بنام نواب مرتضٰی خان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے میاں شیخ تاج الدین سنبھلی سے مشق سلوک کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں تکمیل کی تھی، یقیناً ان کا یہ مرحلہ حضرت خواجہ کے حین حیات ہی طے ہو گیا تھا کیوں کہ اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے نواب صاحب کو ''قبلہ گاہی'' لکھنا شروع کر دیا تھا! ہمارے اس تامل کی تصدیق معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی کے اس بیان سے ہوتی ہے:

ایشان (نواب مرتضی خان) تا اواخر که بمرتبه تکمیل رسیدند سید (مرتضی خان) را بعنوان قبله گاهی تام می نوشتند ۲

حضرت خواجہ مستحق افراد کی امداد اور ملازمت کے لئے نواب صاحب کو باقاعدہ سفارشی خطوط لکھتے رہتے تھے، ایک مرتبہ کسی صالح شخص کی سفارش کرنے کے لئے آپ خود نواب صاحب کے گھر بھی گئے تھے، انہوں نے حضرت خواجہ کی بہت توقیر کی، خود نیچے بیٹھے اور حضرت کو اوپر بٹھایا اور عرض کی کہ آپ کسی کام کے لئے خود زحمت نہ فرمایئے بلکہ شیخ حسین (صحبت یافتہ حضرت خواجہ و میاں شیخ الہ داد) سے کہہ دیں، ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔۳

حضرت خواجہ کے خلافت یاب ہو کر مسند مشیخت پر بیٹھنے کے بعد بھی نواب مرتضٰی خان نے خانقاہ شریفہ اور آپ کے بہت سے مریدین کی مالی امداد کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے کہ بعض کوتاہ بین لوگوں نے حضرت خواجہ کی مشیخت کا دارومدار نواب صاحب کو قرار دیا تو اس کے جواب میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نواب کے حقوق ہمارے اوپر ہیں، ان کے وسیلہ (مالی امداد) سے ہمارے درویشوں میں ''کشائش'' کے آثار پیدا ہوئے ہیں، اس لئے ان سے قطع تعلق کی کوئی شرعی وجہ نظر نہیں آتی۔۴

ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے دورِ زوال میں جب مسلم معاشرہ اقتصادی عدم توازن کا شکار ہوا تو

۱۔ملفوظات حضرت خواجہ ۵۷ (مشمولہ کلیات) ۲۔اسراریہ ۲۹۱

۳۔ایضاً ۴۔ملفوظات حضرت خواجہ ۵۷

Marfat.com

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت مرزا مظہر نے وجہ معیشت کو آخرت کی بنیاد قرار دیا۔[۱]

حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء کے موقع پر حضرت مجدد الف ثانی نے نواب مرتضٰی خان کو جو مکتوب ارسال کیا تھا، اس میں ان کی اس امدادِ فقراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے تھے کہ نواب صاحب کے حقوق ہم سب پر ثابت ہیں، جو ہم فقراء کی ''جمعیت باطنی'' کا اصل سبب ہیں، فرماتے ہیں:

حضرت قبلہ گاھی قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ می فرمودند کہ حقوق شیخ جیو (نواب مرتضٰی خان) برھمہ شما ثابت و مقرر است باعث ایں جمعیت ایشانند[۲]

حضرت مجدد الف ثانی ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

برما فقیران شکر احسانھای شما لازم است اولاً سبب جمعیت حضرت خواجہ ما شما بودہ آید بطفیل شما درآں جمعیت طلب حق سبحانہ و تعالیٰ کردیم و حظھای وافر و ثانیاً واسطہ اجتماع فقراء و باعث انتظام طالبان نیز شمائید [۳]

اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ امراء کی یہ امداد حضرت خواجہ اپنے تصرت ذاتی میں لے آتے تھے، جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی کل املاک یہ تھی، سفر کے لئے ایک گھوڑا، چند روپے، ایک لحاف، جو نصف شب آپ لیتے تھے اور پھر آپ کی زوجہ محترمہ استعمال کرتی تھیں۔

نواب مرتضٰی خان فرید بخاری نے جہاں جہاں وہ رہے کئی محلے آباد کئے، دہلی میں بھی انہوں نے جو بستی آباد کی وہ ان کے نام سے فرید آباد کہلائی، فرید آباد میں انہوں نے مسجد، حوض اور سرائے بہت خوبصورت طرز میں تعمیر کروائیں، کتاب اسرایہ کے مولف شیخ کمال محمد سنبھلی کے والد اور ان کے بھتیجے شیخ محمود بادل فرید آباد کی مسجد کے ''داروغہ'' تھے، مولف نے اس مسجد کی تعمیر کا یہ قطعہ تاریخ بھی نقل کیا ہے، جس

۱۔ مقامات مظہری، مقدمہ ۹۶ ۲۔ مکتوبات حضرت امام ربانی ۱/ ۴۵/ ۱۲۱

۳۔ ایضاً ۱/ ۵۴/ ۱۳۲۔۱۳۳

Marfat.com

سے فرید آباد کی آبادکاری کا سنہ[۱] بھی معلوم ہو جاتا ہے:

بعہدی نورالدین جہانگیر　　شہنشاہی بدین و داد و احسان
اساسی ایں بنای خیر بنیاد　　فرید عصر و ملت مرتضیٰ خان
بہ عز و شوکت وجود و شجاعت　　خلف ابن الخلف پادشاہ مردان
رقم "خیر البقاع" از خامہ سرزد　　پی تاریخ ایں جاوید بنیان[۲]
۱۰۱۴ھ

نواب صاحب نے اس بستی میں "عزیزانِ صالح از علماء وحفاظ وفضلاء وغربا" کو آباد کیا اوران کی مالی مدد کی، جس سے یہ حضرات کامل جمعیت کے ساتھ یادِ حق میں مصروف ہو گئے، ان بزرگوں میں سے حاجی میر دوست، میر عوض علی فرید آبادی (ف ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء)، شیخ جان محمد میرٹھی (صحبت یافتہ حضرت مجدد الف ثانی) شیخ حسین (ف ۱۰۶۹ھ/ ۱۶۵۸ء) (صحبت یافتہ حضرت خواجہ ومتوسل بہ نواب فرید بخاری وغیرہ شامل تھے،[۳] مولف اسرار یہ نے فرید آباد میں نواب صاحب سے متوسل کئی اور اصحاب کا بھی ذکر کیا ہے اور بستی کے ماحول کا عجیب نقشہ کھینچا ہے کہ وہاں درس وتدریس، روحانیت اور شعر وادب کی مجالس و محافل خوب سجتی تھیں، خواجہ حسام الدین احمد، خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے متعدد مرتبہ وہاں جانے کا تذکرہ بھی مختلف مقامات پر کیا گیا ہے۔[۴]

۱۔ توزک جہانگیری میں ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء کے واقعات کے تحت جہانگیر کا دہلی میں فرید آباد میں قیام کا ذکر ملتا ہے (ص: ۲۷) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فرید آباد مذکورہ سنہ سے پہلے آباد ہو گیا تھا۔

۲۔ اسراریہ ۲۷۸، خیر البقاع سے سال تعمیر ۱۰۱۴ھ برآمد ہوتا ہے۔ ۱۸۷۳ء تک فرید آباد میں یہ مسجد اور یہ کتبہ بھی موجود تھا، بلوخمان کے ایک دوست نے اس کی نقل دہلی سے بھیجی تھی، جسے انہوں نے آئین اکبری کی تعلیقات میں نقل کیا ہے (۱/ ۶۸۸)　　۳۔ اسرار یہ: ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۴، بہ بعد

۴۔ نواب شیخ فرید کی علم دوستی اور علماء نوازی کا ذکر زاد المعاد کی تعلیقات میں بھی چند مقامات پر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ کے ساتھ جس تیسری بڑی شخصیت کے گہرے روابط کا علم ہوا ہے وہ نواب قلیچ خان کی ہے، جن کے ساتھ آپ کی ''ہم قومی وہم الوسی'' بھی تھی۔

حضرت خواجہ کے احوال میں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ کابل سے ہندوستان آئے تو آپ کے کچھ اعزہ پہلے سے یہاں موجود اور زمرۂ ملازمین میں سے تھے، ان سے مراد انہی نواب قلیچ خان کے افرادِ خاندان ہیں، ان میں سے بعض حضرات نے آپ کی عسکری ملازمت کے لئے بھی کوشش کی تھی لیکن آپ کے انکار اور فقر اختیار کرنے پر انہوں نے آپ کو آپ کے مبارک حال پر چھوڑ دیا تھا۔

نواب قلیچ خان کی بہن حضرت خواجہ کی زوجۂ محترمہ تھیں، خواجہ کلاں انہی کے بطن سے تھے، ابتداء میں حضرت خواجہ انہی کی وساطت سے خانِ خانان اور دوسرے امراء کو صلحاء کے روزگار کے لئے سفارشی رقعات لکھا کرتے تھے، نواب قلیچ خان، اکبر کے عہد میں لاہور کے گورنر بھی رہے اور اس کے باوجود قرآن شریف اور حدیث پاک کا باقاعدہ درس بھی دیا کرتے تھے اور مسلمانان ہندومزاج کے نرغے میں رہتے ہوئے ان پر اکبری الحاد کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا، وہ حضرت خواجہ کی صحبت میں رہے اور آپ سے خلافت یاب بھی ہوئے تھے، خواجہ کلاں نے حضرت خواجہ کے خلفاء کے تحت ان کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

حضرت خواجہ کے ایک اور منصب دار خانِ اعظم میرزا عزیز کوکہ کے ساتھ بھی روابط تھے، یہ اکبر کے رضاعی بھائی اور امراء کے راسخ العقیدہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔[2]

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں لکھا ہے:

> آپ کے ولی نعمت (بادشاہ) کی مرضی یہ ہے کہ خود کابل کی طرف جائے اور اس طرف کے ساتھیوں کی مدد سے آپ کے لئے وجہ معاش مقرر کرے، چنانچہ میرزا کوکہ اور اس کی والدہ اور

۱۔ ہم نے زاد المعاد کے تعلیقات (۴/۲۵۷) میں نواب قلیچ خان کے مختصر احوال بھی لکھے ہیں، نیز ملاحظہ ہو اسی کتاب کا عنوان حضرت خواجہ کے خلفاء (شمارہ ۳۱)

2- Athar Ali: Apparatus of Empire.

Marfat.com

بعض عورتوں کے سامنے یہ ظاہر کیا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ جو کچھ اللہ کو منظور ہو گا وہی ظہور میں آئے گا۔[۱]

حضرت خواجہ کا اصول یہ تھا کہ جھونپڑوں سے لے کر محلوں تک ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کرنا چاہئے اور سلاطین سے علیحدہ رہنے کی بجائے ان کو متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔[۲]

حضرت خواجہ اور وحدت الوجود

حضرت خواجہ بھی اکابر نقشبندی مشائخ کی طرح وحدت الوجود[۳] کی طرف روحانی میلان رکھتے تھے لیکن حضرت کا معاملہ ترقی پذیر رہا، جب آپ طلب طریقت کے دوران شیخ علی لدھیانوی کی خدمت میں لدھیانہ گئے تو ان سے تلقین طریقہ کی درخواست کی، جس پر انہوں نے ''مراقبہ توحید'' بیان کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس سے آگے کی تعلیم دیجئے، جب شیخ نے پوچھا کہ اس سے آگے کیا ہے؟ تو آپ ادباً خاموش ہو گئے۔[۴]

حضرت خواجہ نے ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء میں اپنی رباعیات (درمسائل وحدت الوجود) اور پھر ان کی شرح لکھی تو خود ہی فرمایا کہ شریعت کے مطابق ہم سے یہ تصنیف خوب واقع نہیں ہوئی ہے،[۵] آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مجدد الف ثانی نے ان میں سے صرف تین اہم رباعیات کی شرح لکھی اور ان پر تعلیقات کا اضافہ کیا، پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان رباعیات کی شرح تالیف کی جس میں دونوں نظریات کا جائزہ لیا، حضرت خواجہ پر آخری ایام حیات میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ

۱۔ مکتوبات حضرت خواجہ، مشمولہ کلیات ۱۰۶/۴۴ ۲۔ نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق ۱۴۶

3- Hamid Algar: Reflection of Ibn-i-Arabi in Early Naqshbandi Tradition.J. Of Mohyiddin Ibn Arabi Society, No. 10 (1991) p.45-66.

۴۔ تفصیل اس سے قبل ''تلاش شیخ'' کے تحت لکھی جا چکی ہے ۵۔ کلیات: ۶۴

Marfat.com

ورائے طریق توحید راہی است وسیع وراہِ توحید نسبت بآن شاہراہ کوچہ تنگی بیش نیست ۱؎

حضرت مجدد الف ثانی نے شرح رباعیات کی تعلیقات میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی راوی ہیں کہ حضرت خواجہ نے رحلت سے پہلے فرمایا کہ مجھے پورے یقین کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ توحید (وحدت الوجود) کوچۂ تنگ ہے، شاہراہ اس سے آگے ہے، لکھتے ہیں:

از فضائل پناہی عبدالحق کہ از مخلصانِ حضرت ما است نقل کردند کہ حضرت خواجہ قبل ایام رحلت فرمودند کہ مارا بعین یقین شدہ است کہ توحید کوچہ تنگ است شاہراہ دیگر است، ایں قسم توحید اعلیٰ اقسام توحید است، فی الحقیقت ارباب ایں معرفت مغلوب ایں وارد نیستند...... ۲؎

حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت شیخ محدث کی اس روایت کو مزید تفصیل کے ساتھ اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے کہ حضرت خواجہ نے وصال سے صرف ایک ہفتہ پہلے مجھ سے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے اور شاہراہ اور ہی ہے، حضرت مجدد الف ثانی کے برجستہ جملے ملاحظہ ہوں:

معرفت پناہی قبلہ گاہی حضرت خواجۂ ما قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ چندگان مشرب توحید وجودی داشتند و در رسائل و مکتوبات خود آن را اظہار می فرمودند اما آخر کار حق سبحانہ و تعالیٰ بکمالِ عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بشاہراہ انداختہ از ضیق ایں معرفت خلاصی داد، میاں عبدالحق کہ یکی از مخلصان ایشانند نقل کردند کہ پیش از مرضِ موت ایشان بیك ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بعین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ شاہراہ دیگر است، پیش ازیں ہمہ می دانستم اما اکنون یقینی دیگر حاصل گشت، واین

۱۔ کلیات ۶۴ ۲۔ تعلیقات بر شرح رباعیات ۲۴۸ (مشمولہ رسائل مجددیہ)

Marfat.com

حقیر نیز چند گاہ در خدمت حضرت ایشاں ایں مشربِ توحید داشت و مقدمات کشفیہ در تائید ایں طریق بسیار لائح گشتہ بودند، اما عنایت خداوندی جل سلطانہ از مقام گزرانیدہ بمقامی کہ خواست مشرف گردانید......[1]

حضرت خواجہ سے بیعت کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکاتیب بنام حضرت خواجہ میں متعدد مرتبہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مسائل پر بحث کی ہے، ایک عریضہ میں واضح طور پر لکھا ہے:

متقدمین مشائخ کے حالات بہت پسند آئے ہیں، حقائق اور معارف کی کتابیں خاص طور پر توحید وجودی اور تنزلاتِ مراتب کا مطالعہ نہیں کرسکتا، میں اپنے آپ کو فکری اعتبار سے حضرت شیخ علاء الدولہ (سمنانی) قدس سرہ کے ساتھ زیادہ مناسبت محسوس کرتا ہوں اور ذوق وحال میں شیخ (سمنانی) کے ساتھ متفق ہوں......[2]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے وحدت الشہود کی طرف توجہ دلانے والی عرض داشتوں نے حضرت خواجہ کو اس طرح توجہ دلائی اور آپ نے جب ان امور پر کشفی تحقیق کی تو وحدت الشہود کے انکشاف کا آغاز ہوا۔

معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد ہاشم کشمی نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ، حضرت مجدد الف ثانی کی طرف انگلی مبارک کا اشارہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ ان کی صحبت سے مجھ پر توحید شہودی کا ظہور ہوا:

حضرت خواجہ بزرگوار درآخر کار می (فرمودہ اند کہ در اواخر ما را از اثر صحبت فلاں و اشارہ بحضرت ایشاں (مجددالف ثانی) می نمودہ اند معلوم شد کہ توحید کوچہ تنگ بودہ و فوق آں شاہ راہ وسیع......[3]

حضرت مجدد الف ثانی کے اجداد خصوصاً آپ کے والد ماجد مخدوم عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ بھی وحدت الوجود کا

۱۔ مکتوبات: ۱/۴۳/۱۱۴ یوں تو حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الوجود اور شہود کی بحث بہت سے مکتوبات میں کی ہے لیکن جتنی وضاحت اس مکتوب بنام نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری میں ہے وہ ان دونوں نظریات کی توضیح کا عمدہ خلاصہ ہے۔ ۲۔ مکتوبات ۱/۱۱/۲۷ ۳۔ زبدۃ المقامات ۱۵۵

Marfat.com

مشرب رکھتے تھے اور شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف کا بہت ہی دقیق درس دیتے تھے، کئی اکابر نے فصوص الحکم اور دیگر کتب شیخ کا درس آپ کی خدمت میں لیا تھا، حضرت مجدد الف ثانی نے بھی اپنے ابتداء سلوک میں حضرت مخدوم کی خدمت میں یہی مشرب اختیار کیا تھا[1] لیکن پھر جب حضرت خواجہ کی خدمت میں واصل ہوئے تو اس اتصال کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر توحید شہودی کے انکشاف کا آغاز کیا۔

اگر حضرت خواجہ کی زندگی وفا کرتی اور حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ کے حضور رہ کر وحدت الشہود کی تحقیقات کرتے تو اس کی شان جداگانہ ہوتی اور اس کے نور کا ظہور بہت ہی روشن ہوتا، تاہم اس کی تحقیق شیخ علاء الدولہ سمنانی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے نصیب میں ہوئی۔

حضرت خواجہ کے برادر نسبتی خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کو غلط فہمی ہوئی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے قریب حضرت مجدد الف ثانی کا مشرب شیخ سمنانی جیسا (وحدت الشہود) ہوگیا تھا اور شیخ اکبر ابن عربی کے معارف پر ''تبریٰ'' کرنے لگے تھے لیکن حضرت خواجہ کے بعد شیخ اکبر کے نظریہ (وحدت الوجود) کا غلبہ ہوگیا اور ان دنوں (۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء) آپ پر اس مشرب کا پورا غلبہ ہے۔[2]

دراصل خواجہ محمد صادق ہمدانی، حضرت خواجہ کے وصال کے وقت ایک جواں سال طالب تھے، ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی تھی، ان سے ان دونوں نظریات کے حامل بزرگوں کو سمجھنے میں سہو ہوا ہے، ان کی کتاب کلمات الصادقین ۱۰۲۳ھ کو مکمل ہوگئی تھی، جبکہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی جلد اول ۱۰۲۵ھ میں مرتب ہو کر رائج ہوئی، اگر تالیف کے بعد موصوف ان کی جلد اول اور دوسری دو جلدیں جو بعد میں مرتب ہوئیں دیکھ لیتے تو وہ اپنے اس خیال سے ضرور رجوع کرتے کیوں کہ وہ بہت ہی صالح اور خوش نصیب تھے، پندرہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ کے حضور حاضر ہوئے اور حضرت نے خود ان کی تربیت فرمائی،[3] ۱۰۲۳ھ کے بعد حضرت مجدد الف ثانی نے نظریہ وحدت الشہود کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور وحدت الوجود کو وحدت ادیان کا رنگ دینے والے صوفیہ خام کی خوب خبر لی، لیکن شیخ اکبر ابن عربی سے اختلاف کرتے وقت آپ نے احترام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ جہاں بھی ان کا نام آیا ہے بڑے ادب سے ان کے لئے دعائیہ جملے بھی لکھے ہیں۔

۱۔ زبدۃ المقامات ۱۱۳۔۱۱۷ ۲۔ کلمات الصادقین ۱۸۷

۳۔ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کے حالات کے لئے دیکھئے، زاد المعاد (لاحقہ، قسم اول)

Marfat.com

حضرت خواجہ کی تصانیف

اکثر نقشبندی مشائخ کی طرح حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مریدین کی ہدایت وارشاد کے لئے کتابیں لکھیں، آپ کے وصال (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳) کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کی خواہش پر میاں شیخ اسماعیل متخلص بہ رشدی [۱] نے آپ کے "نظم ونثر ورسائل ورقعات، مسموعات (ملفوظات) اور خصائص" جمع کیے، یہی مجموعہ حضرت خواجہ کے مخلصین میں رائج تھا[۲] اور مریدین سلسلہ سفر وحضر میں اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔[۳]

حضرت خواجہ کی تحریرات کا ایک مجموعہ محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور کی اعانت سے ملک دین محمد، لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کیا، اس پر حضرت ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی) اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے اسماء بحیثیت مصحح درج ہیں لیکن افسوس کہ یہ اغلاط سے اتنا پُر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کی خدمت میں دکھایا ہی نہیں گیا، رہے ڈاکٹر فاروقی، ان کا تو موضوع ہی تصحیح متون نہیں تھا، اس پر محکمہ اوقاف کے ریسرچ سکالر جناب محمد عبدالحمید یزدانی نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں حضرت خواجہ سے متعلق کوئی نئی بات نہیں ہے[۴] ان کی علمی تحقیقات سے لاعلمی کا یہ حال ہے کہ موصوف نے یہ تک نہیں بتایا کہ یہ مجموعہ کن قلمی نسخوں سے منقول ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ ریسرچ سکالر ہو کر کتاب کے تعارف کے تقاضوں سے ہی واقف معلوم نہیں ہوتے، البتہ حضرت زید مرحوم کا اس پر مختصر سا دیباچہ بہت ہی عمدہ ہے۔

پہلے ہم اس مطبوعہ کلیات باقی باللہ کا تعارف کروا رہے ہیں، غالباً اسے کلیات کا نام حضرت یزدانی صاحب ہی نے دیا ہوگا، زاد المعاد یا دیگر معاصر تذکروں میں اس مجموعہ کا کوئی نام نہیں ملتا، مکتوبات حضرت

۱۔ زاد المعاد ۲۷۴/۱۳-۱۵ ہم نے تعلیقات میں شیخ اسماعیل رشدی کے اس مجموعہ کے جامع ہونے کے دلائل وشواہد یکجا کیے ہیں کیوں کہ ڈاکٹر مصطفیٰ خان مرحوم نے اس مجموعہ کے جامع کا نام شیخ محمد صدیق ہدایت فرض کر لیا تھا اور قیاس کیا ہے کہ انہوں نے ہی بعد میں رشدی تخلص اختیار کر لیا ہوگا (باقیات باقی ۲۷-۴۷-۵۱)

۲۔ زاد المعاد ۲۷۴

۳۔ اسراریہ ۲۷۰ وبہ بعد

۴۔ یزدانی صاحب کے مآخذ میں کوئی معاصر کتاب شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

مجدد الف ثانی کے مترجم مولانا قاضی عالم الدین نے حضرت خواجہ کے ان مکتوبات، ملفوظات اور بعض رسائل کا اردو ترجمہ کر کے ۱۹۴۷ء سے پہلے ملک فضل الدین نقشبندی، لاہور سے شائع کروایا تھا، افسوس کہ مترجم کو اغلاط سے پُر کوئی مخطوطہ ملا اور اس کا ترجمہ کر ڈالا۔

اب ایک اور اہم سوال اس مجموعہ کے سال ترتیب کا ہے؟ ہم اسی کتاب میں ''حضرت خواجہ بحیثیت شاعر'' کے عنوان کے تحت اس کے خطی نسخوں کا ذکر کر چکے ہیں، جن میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی مرکزی لائبریری میں ذخیرۂ حبیب گنج میں ایک خطی نسخہ کا تعارف عرفانیات باقی کے مرتب سید حیرت کاظمی نے کروایا ہے کہ وہ نسخہ ۱۰۱۱ھ کا مکتوبہ ہے، جب ہم نے اس ذخیرۂ مخطوطات کی مفصل انگریزی فہرست دیکھی تو اصل حقیقت کا علم ہوا کہ ملفوظاتِ خواجہ خرد کے ساتھ منظوماتِ حضرت خواجہ کے چند اوراق جلد ہو گئے ہیں، یقیناً یہ ان منظومات کا سالِ تصنیف ہے سالِ کتابت یا مجموعہ کا سالِ ترتیب نہیں ہے، مروجہ کلیات میں تو حضرت خواجہ کا سالِ وفات اور طویل قطعہ تاریخ وصال بھی شامل ہے، جو اس امر کی شہادت ہے کہ یہ مجموعہ حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد مرتب ہوا۔

اس مجموعہ کے اور بھی کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے نسخہ کا سال کتابت ۲ ر جمادی الثانی ۱۰۴۶ھ ہے، جو خواجہ کلاں اور خواجہ خرد کے حین حیات لکھا گیا اور اس کی ترتیب کے محرک خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے صرف تین سال بعد کتابت ہوا۔

اس کے مرتب مولانا رشدی کا سال وفات حتمی طور پر معلوم نہیں ہے، زاد المعاد میں ہے کہ وہ ملازمت کے دوران ہی فوت ہو گئے تھے،[۱] گویا وہ زاد المعاد کی تالیف ۱۰۴۴ھ سے پہلے انتقال کر چکے تھے اور دہلی سے دور ملازمت کے دوران فوت ہوئے، قیاس ہے کہ انہوں نے یہ مجموعہ حدود ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰ء کو دہلی میں خانقاہ حضرت خواجہ میں مرتب کیا ہوگا۔

مطبوعہ کلیات کا آغاز حضرت خواجہ کے ملفوظات سے ہوتا ہے:

۱۔ زاد المعاد ۴۷

ملفوظات

اس کے جامع نے آغاز میں اپنا نام نہیں لکھا بلکہ انکساری سے کہا ہے کہ ”غایت بے اعتباری“ کے باعث میرا نام ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن آخر میں حضرت خواجہ کے وصال پر جو پُر درد مرثیہ تحریر کیا ہے اس میں اپنا تخلص رشدی لکھا ہے۔

رشدی ازاں نفس کہ رخ خوف نہفت دوست
سازِ طرب شکست و نوائے ترانہ مرد [۱]

ہم نے معاصر ماخذ زادالمعاد کی تعلیقات میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ انہی رشدی کا نام میاں شیخ اسماعیل دہلوی تھا، جو شیخ رفیع الدین محمد بن شیخ قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے نبیرہ اور میرزا عبدالرحیم خانِ خانان سے متوسل تھے [۲]

جامع ملفوظات نے حضرت خواجہ کی خدمت میں ۶ ر صفر ۱۰۰۹ھ کو مجالس شریفہ کی روداد لکھنے کی اجازت چاہی تو بصد دقت آپ نے فرمایا کہ لکھ لیا کرو لیکن مجھے دکھا دیا کرو...... پھر سابقہ لکھے ہوئے اوراق نامنظور ہوئے تو جامع نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ حضرت خواجہ سے ملفوظات نویسی کی اجازت لے دیں تو آپ کی درخواست پر وہ پھر اس کام پر مامور ہوئے [۳]

آغاز میں جامع نے حضرت خواجہ کے خودنوشت حالات نقل کر دیئے ہیں، ملفوظات صفر ۱۰۰۹ھ کو شروع ہوئے چونکہ جامع ملازمت کرتے تھے اس لئے وہ مسلسل نہیں لکھ سکے، جابجا خلا پائے جاتے ہیں، آخری ملفوظ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کا ہے، اسی روز حضرت خواجہ کا وصال ہوا، اس میں آپ کے آخری روز حیات کی غم افروز تصویر کشی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان ایام میں خواجہ حسام الدین احمد کے سوا تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں تھا [۴]

اس کے بعد دو فصلیں ہیں:

فصل اول در بیان بعضی اطوار حضرت ایشان اور فصل ثانی در بیان تربیتِ مسترشدانِ طریقہ

۱۔ کلیات ۶۷ ۲۔ زادالمعاد ۲۷۴ ۳۔ کلیات ۲۵ ۴۔ ایضاً ۵۰۔۵۱

Marfat.com

پھر حضرت خواجہ کا ایک رقعہ خواجہ محمد صادق بن حضرت مجددالف ثانی کے نام ہے۔

ایک اور ملفوظ شب پانزدہم ماہ شعبان (۱۰۰۷ھ) کا ہے، جس میں آپ نے احباب کی درخواست پر اپنی شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کی تصنیف کے ۱۹/مادے اسی ایک ہی نشست میں املا کروائے۔

آخر میں انتقال پُر ملال حضرت ایشاں کے تحت آپ کے وصال کا مرثیہ مصنفہ جامع ملفوظات رشدی نقل کیا گیا ہے۔

کلیات کا دوسرا مجموعہ حضرت کے ۸۷ رقعات پر مشتمل ہے:

پہلا مکتوب شجرۂ طریقت ہے، دوسرا مکتوب اور مکتوب ۲۱ میاں شیخ الہ داد کے نام ہیں، دیگر مکاتیب یہ ہیں:

بنام نامعلوم، بنام شیخ تاج الدین سنبھلی (رقعات ۴ تا ۶) ۱۲، ۲۴، ۲۶، ۳۲، ۶۷، ۶۹۔

بنام میاں شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) ۸، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۴۱، ۶۰، ۶۱، ۸۳، ۸۴۔

بنام شیخ نظام تھانیسری ۵۴

رسائل حضرت خواجہ

۱۔ رسالہ در بیان حقیقت نماز

اس رسالہ کے آغاز میں فرماتے ہیں:

بداں رفناك اللّٰه تعالی و ابقاك به كه نماز را حقيقت است و صورت است و ظهور حقيقت او موقوف است بمشرف شدن بموت اختياری و طلوع اين شرف از راه سلوك مبنی برده اصل است

۲۔ صورت نماز

آغاز: **ليس كمثله شئ وهو السميع البصير**، تحقيق ايں معنی نه در خود حوصله تست ترا ايں بسكه بدانی كه حضرت حق جل شانه بے چوں و بے چگونه ايست كه به هيچ وجه در احاطه ادراك نمی آيد......

Marfat.com

۳۔ مختصر بیان توحید

آغاز: کان اللّٰہ ولم یکن معہ شئ کلامی است از مشکٰوۃ نبوت علٰی صاحبھا من الصلٰوۃ وافضلھا بظھورہ......

۴۔ معنی اعوذ

آغاز: اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم یعنی پناہ می گیرم بخدا از شر شیطان راندہ شدہ......

۵۔ معنی بسم اللہ وسورۂ فاتحہ

آغاز: بسملہ کہ در اوائل سور است پیش علماء حنفیہ بجھت افتتاح قرأت است نہ داخل قرأت و اگرچہ بقول اصح داخل قرآن است......

۶۔ بیان سورۂ والشّمس

آغاز: والشمس وضحھا یعنی سوگند بآفتاب و نور او در ضمن ذکر نور اشارت است بانکہ تعظیم آفتاب بجھت نور اوست......

۷۔ بیان سورۂ اخلاص

آغاز: ایں سورہ را سورۃالاخلاص برای آں گویند کہ از استماع ایں سورہ اعتقاد بندہ بآفرید گار از غبار شرك جلی و خفی خالص می گردد......

۸۔ بیانِ سورۂ فلق

آغاز: قل اعوذ برب الفلق بگو پناہ می گیرم بآفرید گار صبح و شر ما خلق......

۹۔ بیان سورۃ الناس

آغاز: قل اعوذ برب الناس بگو پناہ می گیرم بآفرید گار، ملك الناس بادشاہ ناس الہ الناس معبود ناس......

Marfat.com

۱۰۔ ترجمہ دعائے قنوت

آغاز: مقصود ازیں دعا عرض صفات طبقه مسلمین کردن است و این صفات را وسیله نزول رحمت بریشان ساختن......

۱۱۔ بیان آیت وھو معکم

آغاز: آغاز...... برکت پنجم...... درتحقیق کریمه وھو معکم اینما کنتم، ثنیق فرموده اند که ۱

۱۲۔ شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) سال تالیف ۱۰۰۷ھ

آغاز

سبحان اللہ زہے خدائے متعال
عالی ز تصور مبرا ز خیال ۲

حضرت مجدد الف ثانی نے ان رباعیات میں سے صرف تین رباعیات پر بلند پایہ تعلیقات و حواشی لکھے تھے، جو آپ کے رسائل میں شامل ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کشف الغین فی شرح الرباعیتین کے نام سے اس کی دو رباعیات کی مزید شرح لکھی تھی، جو طبع ہو چکی ہے۔

۱۳۔ رسالہ ناتمام در سلوک

آغاز:...... بدان ایدك اللّٰه تعالی بنو القدس که طریق وصول بفنای حقیقی دو است یکی طریق نفی و دیگر طریق اثبات ۳

۱۔ یہ رسالہ زبدۃ المقامات ص ۳۷۔۴۰ سے منقول ہے۔ ۲۔ اس کی تفصیل اسی کتاب میں ''حضرت خواجہ بحیثیت شاعر'' اور حضرت خواجہ اور وحدت الوجود کے تحت ملاحظہ کریں۔

۳۔ یہ رسالہ مطبوعہ کلیات میں مکاتیب حضرت خواجہ ۱۲۴۔۱۲۹ر شامل ہے۔

Marfat.com

فہرست مشترک میں طریق وصول کے نام سے حضرت خواجہ کا جو رسالہ ہے وہ یہی ہے۔[1]

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے مشائخ طرق اربعہ کے نام سے چند مرتبہ ایک رسالہ کا متن شائع کیا ہے لیکن نام کی مشابہت کے باعث انہیں سہو ہوا ہے، دراصل یہ رسالہ شیخ محمد الباقی بن ہاشم بلخی پلاس پوش کی تالیف ہے،[2] حضرت خواجہ کی نہیں ہے۔

مجموعہ کلام

کلیات میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آپ کا فارسی کلام جمع کیا گیا ہے:

(۱) مثنوی قبل از زمان درویشی (۲) مثنوی گنج فقر (۳) ساقی نامہ

(۴) سلسلہ پیرانِ طریقت (۵) تاریخ تولد ہر دو پسران مبارک

(۶) تاریخ تولد خواجہ محمد عبداللہ (خواجہ خرد) (۷) تحقیق طلب سہ رباعیات و چہار فرد

آپ کا یہ فارسی کلام کلیات کے علاوہ عرفانیات باقی کے نام سے سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے دہلی سے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا، جس کے آغاز میں حضرت ابوالحسن زید فاروقی کی تقریظ ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ایک مکتوب کا عکس بھی شامل ہے۔

مطبوعہ کلیات کے علاوہ حضرت خواجہ کے چند رسائل کا تعارف مخطوطات کی فہارس میں سے درج کیا جا رہا ہے۔

۱۔ رسالہ عرفانی

آغاز: اکابر تحقیق تعظیم مظاہر و مخلوقات را از ادب مقام معرفت دانستہ اند......

اس رسالہ کے تین خطی نسخے پائے جاتے ہیں:

(۱) کتابخانہ گنج بخش اسلام آباد (۲) ذخیرۂ نظامانی، ٹنڈو قیصر، حیدر آباد، سندھ

(۳) ذخیرۂ شیرانی، کتابخانہ مرکزی دانشگاہ پنجاب، لاہور[3]

۱۔ احمد منزوی: فہرست مشترک ۳/۱۴۸۸ ۲۔ یہ نادر رسالہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے حیدر آباد، سندھ سے ۱۹۶۹ء کو شائع کیا اور پھر ان کی کتاب ''باقیات باقی'' کے آخر میں بھی شامل ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے: مقالات عارف ۲/۴۶۷۔۴۶۸ ۳۔ فہرست مشترک ۳/۱۴۸۸

Marfat.com

۲۔ رسالہ در معرفت

آغاز: سالکان وادئ علم و عرفان را اقرب طرق آں ست که اول تعلق عینیه، صفات واجب تعالٰی و تقدس

اس کا ایک نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے اور دوسرا ذخیرۂ نظامانی، ٹنڈو قیصر، حیدر آباد، سندھ میں ہے[۱]

۳۔ (رسالہ در) علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

اس رسالہ کے بھی دو قلمی نسخے مذکورہ کتابخانوں میں پائے جاتے ہیں[۲]

حضرت خواجہ باقی باللہ بحیثیت شاعر

حضرت خواجہ ایک پختہ کار شاعر تھے، آپ کا فارسی کلام آپ کے مجموعہ رسائل کے ساتھ کلیات خواجہ باقی باللہ میں شامل ہے، جس میں مثنویات، ساقی نامہ، شجرات طریقت، قطعات تاریخ، رباعیات اور فرد وغیرہ سب اصناف سخن ہیں۔

یوں تو اس وقت (۹۷۲-۱۰۱۲ھ/۱۵۶۴-۱۶۰۳ء) افغانستان اور وسطی ایشیاء کا علمی ماحول ہی ایسا تھا کہ تقریباً سبھی علماء واصفیاء شاعری کا شغل رکھتے تھے، مذکر احباب[۳] ایسا تذکرۂ شعراء ہے جس میں ماوراء النہر کے اکابر علماء اور صوفیہ بھی شامل ہیں، یہ الگ بات ہے کہ یہ اصحاب شعر بس یونہی کبھی کبھار ذوق کی تسکین کے لئے کہتے تھے۔

حضرت خواجہ بھی اسی علمی وادبی ماحول میں پروان چڑھے تھے، آپ کے علم ظاہری کے استاد ملا صادق حلوائی سمرقندی (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء) ایک صاحب دیوان شاعر تھے، عبدالقادر بدایونی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

۱۔ احمد منزوی: فہرست مشترک ۳/۱۹۵۱ ۲۔ ایضاً ۳/۲۱۳۰

۳۔ مذکر احباب مولفہ حسن نثاری (بسال ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء) بخارا اور مضافات بخارا کے شعراء کا تذکرہ ہے، مولف نقشبندی مشائخ کے معتقد تھے۔

Marfat.com

در شعر سلیقه خوب و فطرتی عالی دارد و صاحب دیوان است [۱]

ہمیں کامل یقین ہے کہ انہی کی صحبت نے حضرت خواجہ میں ذوق سخن وری کا بیج بویا ہوگا، اس کی شہادت آپ کی مثنوی قبل از زمان درویشی سے ملتی ہے جو بحر سریع مسدس مطوی موقوف جیسی مشکل زمین میں ہے،[۲] جسے اعلیٰ استعداد کا مالک ہی لکھ سکتا ہے، اس مثنوی کے ۱۳۸ رشعر ہیں،[۳] جس میں لطیف استعارے اور دلکش ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں، جو عام صوفی محض ذوق کی تسکیں کے لئے نہیں کرسکتا، گویا ابتداء سے ہی آپ کے کلام میں وہ پختگی تھی، جو معمر شعراء کا خاصہ ہے۔

اس مثنوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

من نہ ہمینم کہ نمود من است
جای دگر رقص وجود من است
نقطہ محراب جماعت منم
دانۂ سیراب زراعت منم
آبروی پیشانی من دلکش است
قطرۂ نیسانی من آتش است
عقل نمک ریز کباب من است
خون جگر نام شراب من است [۴]

آپ کی دوسری لیکن مختصر صحبت بلخ کے شاعر اور صوفی بزرگ مولانا آکہ شبرغانی متخلص بہ ابن یمین (ف ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء) سے رہی، موصوف صاحب دیوان شاعر بھی تھے ان کی مثنوی ہفت مجلس مشہور تھی، ان کا کلام آتش انگیز تھا،[۵] یقیناً ان حضرات کی مبارک صحبت نے حضرت خواجہ کے ذوق سلیم کو جلا بخشی۔

۱۔ منتخب التواریخ ۳/ ۱۷۶ (ملا صادق حلوائی کے حالات کے لئے اسی کتاب میں عنوان ''حضرت خواجہ کا حصول علم'' ملاحظہ کریں) ۲۔ غلام مصطفیٰ خان: باقیات باقی ص ۹

۳۔ عرفانیات باقی ۶۵۔ ۶۷ ۴۔ ایضاً ۶۵، کلیات ۱۹۴۔ ۲۰۰

۵۔ محمد ہاشم کشمی: نسمات القدس، خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد، ص ۱۴۵

Marfat.com

حضرت خواجہ ایک اعلیٰ درجے کے تاریخ گو شاعر بھی تھے اور آپ کو اس فن پر اتنا ملکہ حاصل تھا کہ اپنی شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے سال تصنیف کے ۱۹ر مادے (۱۰۰۷ھ) ایک ہی نشست میں املا کروا دیئے تھے۔[۱]

اپنے فرزند کو چک محمد عبداللہ ملقب بہ خواجہ خرد کی ولادت کا جو قطعہ تاریخ کہا تھا اس کے پورے مصرعہ کے اعداد جمع کریں تو ۱۰۱۰ھ سال برآمد ہوتا ہے اور اس سے وقتِ ولادت اور تاریخ ولادت بھی معلوم ہو جاتی ہے:

آمد پس در خم ایں تیرہ خم
ماہ رجب بود و صباح ششم

اس قسم کا مادۂ تاریخ اس فن پر کامل عبور رکھنے والا ہی کہہ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ اپنے نام کی مناسبت سے باقی تخلص کرتے تھے، ایک شعر میں اسے یوں استعمال کیا ہے:

بغیر آنکہ بہ روز سیاہ خود گرید
دگر ز دیدۂ باقی چہ کار می آید[۲]

حضرت خواجہ کے مجموعہ رسائل کے کئی خطی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، عرفانیات باقی کے مرتب سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے اس کے چار خطی نسخوں کا ذکر کیا ہے، جن میں سے دو کتب خانہ حضرت جی گوالیار اور ایک نسخہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی، دہلی، مکتوبہ ۱۳۰۷ھ اور ایک نسخہ ذخیرۂ حبیب گنج مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مکتوبہ ۱۰۱۱ھ شامل ہیں، موخرالذکر نسخہ کا سال کتابت ۱۰۱۱ھ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ اگر یہ سنہ صحیح ہے تو حضرت خواجہ کے رسائل اور کلام کیا آپ کے حین حیات ہی مرتب ہو گیا تھا؟ حیرت کاظمی صاحب نے مخطوطہ کا پورا تعارف نہیں کروایا، اس لئے ہمیں ذخیرۂ حبیب گنج کی انگریزی فہرست سے رجوع کرنا پڑا، جہاں سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوئی کہ خواجہ خرد کے ملفوظات کے خطی نسخہ کے

۱۔ رسائل حضرت خواجہ باقی باللہ، خطی نسخہ خانقاہِ حضرت شاہ ابوالخیر میں یہ مادے موجود ہیں اور سلسلۃ الاحرار مطبوعہ کے آخر میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ۲۔ کلیات ۲۵۶

Marfat.com

آخر میں چند اوراق حضرت خواجہ باقی باللہ کے منظومات کے جلد ہو گئے ہیں جو ۱۰۱۱ھ کے مکتوبہ ہیں، فہرست ساز حضرات نے ملفوظات کا سال کتابت بھی یہی سمجھ لیا، لطیفہ یہ ہے کہ اس مجموعہ میں خواجہ خرد کا قطعہ سال ولادت (۱۰۱۰ھ) بھی شامل ہے۔ گویا اس سال کتابت میں خواجہ خرد صرف ایک سال کے تھے، اس سنہ کا ملفوظات خواجہ خرد سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ منظومات حضرت خواجہ کا یہ سال تصنیف ہے۔

کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان، اسلام آباد میں حضرت خواجہ کے رسائل کے ایک سے زیادہ مجموعے موجود ہیں، ایک کا سال کتابت ۲ ربیع الثانی ۱۰۴۶ھ ہے (شمارہ ۵۶۱۶) گویا یہ مجموعہ صاحبزادگان حضرت خواجہ کے حین حیات اور خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے تین سال بعد کتابت ہوا ہے[1]

کلیات خواجہ باقی باللہ کے نام سے حضرت خواجہ کے رسائل و منظومات کا جو مجموعہ مرتبہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی محکمہ اوقاف کی اعانت سے ملک دین محمد، لاہور نے ۱۹۶۷ء کو شائع کیا تھا وہ اغلاط سے اس قدر پر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید کو دکھایا ہی نہیں گیا، رہا ڈاکٹر فاروقی کا سوال تو وہ تصحیح متن یا مخطوطہ شناسی کے فن سے ہی واقف نہیں تھے اس لئے یہ مجموعہ علمی و تحقیقی طور پر ساقط الاعتبار ہے، حضرت خواجہ کے منظومات کا ایک مجموعہ عرفانیات باقی کے نام سید نظام الدین احمد حیرت کاظمی نے دہلی سے ۱۹۷۰ء کو شائع کیا تھا، جس کی تصحیح پر مصحح نے جزوی سی توجہ دی ہے، گویا صحتِ متن کے اعتبار سے محققین کی مدد کرنے والا کوئی ایڈیشن موجود نہیں ہے۔

اسی طرح مولانا احمد حسین خان امروہوی کی تصحیح سے مثنویات تصوف کا جو مجموعہ ۱۳۲۸ھ کو حیدر آباد، دکن سے طبع ہوا تھا، اس میں حضرت خواجہ کی مثنوی گنج فقر اور تاریخ تولد خواجہ کلاں و خواجہ خرد و ساقی نامہ صرف حسن طباعت کی خوبی رکھتا ہے، صحت متن کے لحاظ سے قابل توجہ نہیں ہے۔

۱۔ تفصیل تصانیف حضرت خواجہ کے تحت ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

درگاہ حضرت خواجہ کی تولیت

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ، حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہونے سے پہلے ہی اویسی طور پر مشائخ نقشبندیہ سے اتنی روحانیت حاصل کر چکے تھے کہ کئی اصحاب کو بیعت بھی کر لیا تھا، پھر آپ حضرت خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کے روحانی اشارہ پر شیخ ظاہر سے بیعت کے لئے سمرقند روانہ ہوئے تو اپنے مریدین ومتسبین کی ایک جماعت لاہور میں چھوڑ گئے،[ا] جن کی خدمت کی ذمہ داری آپ کے مرید میاں شیخ اللہ داد نے قبول کر لی تھی، آپ نے اس وقت تک کسی کو خلافت واجازت نہیں دی تھی، آپ کا آخری سفر ماوراء النہر حدود ۱۰۰۵ھ/ ۱۵۹۶ء کو ہوا، اس وقت تک حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی آپ کے حلقہ میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء کو حضرت خواجہ سے دہلی میں بیعت ہوئے اور میاں شیخ تاج الدین سنبھلی اپنے شیخ اول میاں شیخ الہ بخش گڈ مکتسیری کی خدمت میں تھے۔

حضرت خواجہ حدود ۱۰۰۶ھ کو سمرقند سے خلافت یاب ہو کر لاہور تشریف لائے اور ایک سال تک یہیں مقیم رہ کر اہل حق کی تربیت میں مصروف رہے، جہاں بہت سے علماء وصلحاء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے ۱۰۰۶ھ یا اوائل ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو آپ روحانی اشارہ پر دہلی منتقل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور ۱۰۰۸ھ/ ۱۵۹۹ء تک اہل دل جوق در جوق آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے اس سال حضرت مجدد الف ثانی کے علاوہ مشہور قادری بزرگ وعالم ومحدث شیخ عبدالحق دہلوی حضرت غوث اعظم کے حکم پر حضرت خواجہ سے بیعت ہو کر خلافت یاب ہوئے۔

اب رہا آپ کی جانشینی کا مسئلہ تو حضرت خواجہ کو مریدین کی تربیت کا کم موقع ملا، صرف آخری تین چار سال اور آخر میں تو آپ نے کامل گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی۔

حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے کہ آخری ایام میں مرض میں آپ پر اس قسم کی واردات ہوئیں کہ جس غرض کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا وہ پوری ہوگئی ہے اب سفر کریں:

ا۔ ان امور کی تفصیل کے لئے اسی کتاب کا عنوان ''حضرت خواجہ کے خلفاء'' ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

برای غرضی که شمار آورده بودند تمام شد، الحال سفر باید کرد[۱]

یہاں واضح اشارہ آپ کے بعض خلفاء کی تکمیل کی طرف ہے، آپ کے خلفاء میں سب سے اکمل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تھے، مذکورہ غرض کی تکمیل کا اشارہ آپ ہی کی طرف تھا۔

حضرت خواجہ کے آخری ایام مرض میں خواجہ حسام الدین احمد اور میاں شیخ الہ داد کی موجودگی کا علم ہوتا ہے۔[۲]

حضرت خواجہ کے اکابر فیض یافتگان حسب ذیل تھے:

۱۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی

۲۔ خواجہ حسام الدین احمد

۳۔ میاں شیخ الہ داد

۴۔ میاں شیخ تاج الدین سنبھلی[۳]

۱۔ ملفوظات حضرت خواجہ ۴۶۔۴۷ (مشمولہ کلیات) ۲۔ ایضاً ۵۰

۳۔ حضرت خواجہ کے خلفاء کی تفصیل زاد المعاد میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

حضرت عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں

(۱۰۱۰-۱۰۷۳ھ/۱۶۰۱-۱۶۶۲ء)

حضرت خواجہ کی دونوں ازواج محترمات سے صرف دو فرزند ہی تولد ہوئے، پہلی زوجہ سے عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور دوسری سے محمد عبد اللہ ملقب بہ خواجہ خرد،[۱] دونوں کی ولادت میں صرف چار ماہ کا فرق تھا، حضرت خواجہ نے دونوں صاحبزادگان کی ولادت پر جو قطعۂ تاریخ لکھا تھا اس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں:

طبعم غزل نشاط می گفت　　دیدم ناگہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز ہیں مرد　　"بشگفت بہار" در خطی آورد
۱۰۱۰ھ
یعنی کہ ہماں دو نور باہر　　در یک تاریخ گشتہ ظاہر
مابین ظہور آں دو گوہر　　بگذشتہ چہار ماہ اکثر
آں گشتہ دریں خرابہ منزل　　روز یکم از ربیع اول
بود آخر عصر کان یگانہ　　افتاد دریں سیاہ خانہ
در خانہ کمترین غلامی　　شد بندہ یکی بزرگ نامی[۲]

یہ قطعہ تاریخ ولادت حضرت عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں کا ہے اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ دوسرے شعر میں "بشگفت بہار" مادۂ تاریخ ولادت ہے جس سے سال ۱۰۱۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

۲۔ تیسرے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نور ایک ہی تاریخ (سال ۱۰۱۰ھ) میں ظاہر ہوئے یعنی دونوں فرزند ایک ہی سال میں تولد ہوئے۔

۱۔ خواجہ خرد کے مفصل حالات تذکرہ علماء ومشائخ کی چوتھی جلد میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ کلیات: ۲۴۳-۲۴۴

Marfat.com

۳۔ ان دونوں کی ولادت میں صرف چار ماہ کا فرق ہے۔ (شعر نمبر ۴)

۴۔ یہ فرزند یعنی خواجہ کلاں یکم ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (شعر نمبر ۵)

۵۔ ولادت کے وقت عصر کا پہر تھا۔ (شعر نمبر ۶)

۶۔ آخری شعر میں "بزرگ نامی" سے مراد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور بندہ اشارہ ہے نومولود فرزند خواجہ کلاں کی طرف۔

کیوں کہ حضرت عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں کی ولادت سے پہلے حضرت خواجہ کے ایک ارادت مند نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ کے ہاں ایک فرزند سعادت مند کی ولادت ہوگی، چاہیے کہ اس کا نام حضرت خواجہ احرار کے نام پر عبید اللہ رکھا جائے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ [1]

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں تین بار حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، آخری حاضری کے موقع پر حضرت خواجہ نے اپنے ان دونوں کم سن بچوں کو منگوایا اور فرمایا کہ ان پر توجہ کرو تو حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کا حکم بجالاتے ہوئے توجہ کی تو اس کے اثرات کا ظہور ہوا، حضرت مجدد الف ثانی ان دونوں صاحبزادگان کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت خواجہ کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا، آخری مرتبہ فقیر سے فرمایا کہ مجھ پر بدن کا ضعف غالب آگیا ہے، زندگی کی امید کم ہے، بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہو گا، اور پھر دونوں کو اپنے حضور طلب فرمایا، اس وقت تم دائیوں کی گود میں تھے اور فقیر کو حکم دیا کہ ان پر توجہ کرو، حسب الحکم آپ کے حضور اس فقیر نے تم دونوں کی طرف توجہ کی، یہاں تک کہ اس توجہ کا اثر بھی نمایاں ہوا، اس کے بعد فرمایا کہ ان کی ماؤں پر غائبانہ توجہ کرو، حسب ارشاد ان پر غائبانہ توجہ کی گئی، امید ہے کہ حضرت خواجہ کی برکت سے اس توجہ کے ثمرات ونتائج حاصل ہوں گے۔ [2]

۱۔ زبدۃ المقامات: ۶۱۔۶۲، حضرات القدس ۱/ ۴۲۷

۲۔ مکتوبات: ۱/ ۳۶۶/ ۲۶۳ توجہ دینے کا یہ واقعہ زبدۃ المقامات ص ۶۲ میں بھی آیا ہے۔

Marfat.com

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد دونوں کم سن صاحبزادگان کی پرورش حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی نے کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خواجہ نے اپنے دائمی رفیق اور خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد کو ان کی پرورش کی ذمہ داری سونپی، زاد المعاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محفل میں جب خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کو ''بابا'' کہا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ بچہ تمہیں بابا اس لئے کہہ رہا ہے کہ مجھے اس کی تربیت میسر نہیں آئے گی، اس کی پرورش تمہارے ذمہ ہوگی، [۱] چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت خواجہ کا وصال ہوگیا اور یہ ذمہ داری انہوں نے ہی قبول کی، حضرت مجدد الف ثانی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد را حضرت حق سبحانہ از ماجزاء خیر دہاد کہ مؤنتہ مامقصران رابرخود التزام نمودہ کمر ھمت را درخدمت خدمہ عتبہ علیہ بستہ اند و ما دور افتادگان را فارغ ساختہ [۲]

حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ حسام الدین احمد کو لکھتے ہیں:

> آپ نے لکھا تھا کہ حضرات پیرزادگان کی تربیت کا وقت آگیا ہے بلکہ گزر رہا ہے، اس لئے حضرت خواجہ قدس سرہ کی وصیت یاد دلائی جاتی ہے، میرے مخدوم ومکرم! اس میں خادموں کے لئے سعادت ہے کہ مخدوم زادوں کی خدمت کو اپنے لئے فائز کرلیں لیکن اس مدت میں موانع معلومہ کی وجہ سے ظاہری خدمت سے معذور رہا اور وصیت عالیہ کے ظہور کے وقت کا انتظار کرتا رہا، اب اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی موانع نہیں ہیں اور گفت وشنید کی راہ بند ہوگئی ہے تو حکم فرمایئے کہ میں چندروز کے لئے حاضر ہوکر اس خدمت میں مصروف ہوجاؤں، اگر غور فرمائیں تو فقیر سمجھتا ہے کہ اس کام کی بجاآوری میں صرف وصیت پر عمل کرنے کا حکم ہے ورنہ آپ کی ظاہری وباطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے، کسی دوسرے کی ضرورت نہیں، میں نے سنا ہے کہ میاں محمد قلیج نے بڑے مخدوم زادے کی ظاہری تعلیم وتربیت اپنے ذمہ لے لی ہے اور آپ نے

۱۔ زاد المعاد: ۳۵۳ ۲۔ مکتوبات: ۱/۲۶۶/۴۶۳، زبدۃ المقامات: ۶۲

Marfat.com

بھی اس تجویز کو پسند فرمایا ہے، مجھے سن کر بہت تعجب ہوا...... کہ آپ اس تجویز کو کیونکر پسند کرتے ہیں؟ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ کہیں محمد قلیچ خان کا آزار دوسری جگہ سرایت نہ کر جائے۔ ۱

ان مکتوبات سے تو حضرت مجدد الف ثانی کا مخدوم زادوں کی ابتدائی تربیت و پرورش نہ کرنے میں خواجہ حسام الدین احمد کی حضرت مجدد الف ثانی سے وقتی ناراضی معلوم ہوتی ہے، دوسرے حضرت مجدد الف ثانی نے خواجہ کلاں کو ظاہری تعلیم و تربیت کے لئے ان کے ماموں نواب محمد قلیچ خان کے حوالہ کرنے سے بھی منع فرمایا۔

خواجہ کلاں کی ابتدائی ظاہری تعلیم کن اساتذہ نے کی؟ تذکروں سے اس کا علم نہیں ہوتا، خواجہ کلاں نے زاد المعاد میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام جس احترام سے لیا ہے، ۲ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حصول علم کے لئے شیخ محدث کی شاگردی اختیار کی ہوگی، اس طرح ممکن ہے کہ حضرت خواجہ کے دیگر خلفاء سے بھی کچھ پڑھا ہو، لیکن زاد المعاد کے جا بجا اشارات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کے فرزند اکبر خواجہ جمال الدین حسین کے ساتھ ہی خواجہ کلاں کی ابتدائی تعلیم ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ کے وصال پر خواجہ جمال الدین حسین تین سال کے تھے اور خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے ہوئے تھے، خواجہ جمال الدین نے بیس سال کی عمر میں مطول اور ہدایہ پڑھ لی تھی، ۳ انہی کے ساتھ پرورش پانے والے خواجہ کلاں نے بھی اسی طرح پڑھا ہوگا۔

حضرات القدس میں ہے کہ خواجہ کلاں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہو کر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ ۴

دہلی میں حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ اللہ داد کی خدمت میں خواجہ حسام الدین احمد کی تجویز پر مخدوم زادگان کو تربیت کے لئے بھیجا گیا، ۱ جس پر حضرت مجدد الف ثانی نے ناراضی کا اظہار کیا تو صاحبزادگان شرمندہ ہوئے اور اسی وجہ سے خواجہ کلاں اور خواجہ جمال الدین حسین تربیت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی

۱۔ مکتوبات: ۱/ ۲۲۹/ ۳۷۶ ۲۔ زاد المعاد: ۱۵۸ ۳۔ ایضاً ۲۲۲

۴۔ حضرات ۱/ ۴۲۹ ۵۔ زبدۃ المقامات: ۶۴

Marfat.com

کی خدمت میں جانے سے متردد رہے، حضرت مجدد الف ثانی نے اس سلسلہ میں خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا تھا:

اس خط میں تحریر تھا کہ مخدوم زادۂ کلاں اور خواجہ جمال الدین حسین نے چونکہ میاں شیخ اللہ داد سے ذکر کی تلقین لی تھی اس لئے شرم کے باعث آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے، میرے مخدوم! اس قسم کی باتوں سے اب بھی جانب داری کی بو آتی ہے اور اس طرح کی طرز و وضع سے بے گانگی اور مخالفت کا مفہوم نکلتا ہے...... مخدوم زادۂ کلاں کو چاہئے تھا کہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کی شرم کرتے اور اس توجہ اور افادہ کی شرم کرتے جو حضرت خواجہ کے حضوران کے حکم پر واقع ہوئی تھی، اور میاں شیخ اللہ داد کو بھی چاہئے تھا کہ پیر پرستی کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس قسم کی جرأت نہ کرتے اور وصیت وسبقت افادہ کا لحاظ رکھتے...... مخدوم زادۂ کلاں نے ہمارے نام جو خط لکھا ہے وہ کمال تواضع وطلب وشوق کی زیادتی کی نشاندہی کرتا ہے اور اس مکتوب کا طرز تحریر جنونِ طلب کے بغیر تحریر میں آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔[1]

گویا خواجہ کلاں کا حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں افادہ کے لئے حاضر ہونے کی خواہش جنون کی حد تک تھی۔

حضرت خواجہ کے صحبت یافتہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے تربیت یافتہ خلیفہ ملا قاسم علی نے خواجہ کلاں، خواجہ خرد، خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد اور آپ کی دختر کلاں کی تعلیم قرآن خوانی اور ابتدائی تعلیم کی تھی۔[2]

خواجہ کلاں کا یہ شوق آمیز عریضہ بنام حضرت مجدد الف ثانی کا ابتدائی حصہ زبدۃ المقامات کے مولف نے نقل کیا ہے جو واقعی طلب وروحانیت کے ایسے جذبات کا آئینہ دار ہے، جو صرف اس منزل پر جانے والے کی طلب کی انتہا ہی ہو سکتا ہے اس میں خواجہ کلاں نے حضرت مجدد الف ثانی کے لئے دو صفحات کے جو القاب لکھے ہیں وہ آپ کے ایسے اوصاف ومناقب ہیں جو کسی نے بہت کم لکھے ہوں گے، اظہار مدعا سے

۱۔ مکتوبات: ۲/۲۶/۶۴-۶۵ ۲۔ زاد المعاد، تعلیقات ۲۹۰/۳-۶

Marfat.com

پہلے کی سطور میں لکھا ہے کہ " آج میرا مشفق والد نہیں ہے بس آپ ہی ہیں اور میرے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں سوائے آپ کے در کے، [۱] جہاں اس عریضہ سے کئی مفہوم برآمد ہوتے ہیں وہاں یہ اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی کے مابین مخالفین جس ناراضی کا ذکر کرتے ہیں وہ ختم ہو چکی تھی۔

خواجہ کلاں کتنا عرصہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے، اس کا حتمی جواب تذکروں سے نہیں مل سکا، چونکہ خواجہ جمال الدین حسین بھی آپ کے ساتھ ہی گئے تھے اور حضرات القدس کی روایت ہم نقل کر آئے ہیں کہ خواجہ کلاں نے ظاہری علوم کی تکمیل بھی حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کی تھی، خواجہ جمال الدین حسین کے حالات کے سلسلہ میں زاد المعاد میں ہے کہ وہ بیس سال کی عمر میں مطول وہدایہ سے فارغ ہو گئے تھے اس لئے خواجہ کلاں بھی انہی ایام میں فراغت حاصل کر کے واپس دہلی آ گئے ہوں گے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے ساتھ صاحبزادگان کی برابر مراسلت رہی، حضرت نے دونوں مخدوم زادوں کے نام جو ایک طویل مکتوب تحریر کیا ہے، [۲] وہ دراصل اس زمانۂ الحاد میں ان کو عقائد حقہ اہل سنت سے آگاہ رکھنے اور شریعت پر عمل پیرا رہنے کے لئے ہے یہ مکتوب ایک جداگانہ رسالہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

اس سے اگلے مکتوب میں آپ نے صاحبزادگان کے مربی خواجہ حسام الدین احمد کو خط لکھا تو اس میں اپنے ان خواجہ زادوں کو طریقت میں بدعت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ذرا سی بدعت سے بھی فیوض و برکات کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ [۳]

اسی طرح جب حضرت مجدد الف ثانی کو معلوم ہوا کہ صاحبزادگان نے خانقاہ شریفہ میں سماع اور شعر خوانی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تو آپ نے پھر خواجہ حسام الدین احمد کو مخاطب فرمایا کہ اسے بند کریں۔ [۴]

۱۔ اس فصیح عربی عریضہ کا ابتدائی حصہ زبدۃ المقامات: ۶۳۔۶۴ میں نقل ہوا ہے

۲۔ مکتوبات: ۱/۲۶۶/۲۶۱۔۴۹۴ ۳۔ ایضاً: ۱/۲۶۷/۴۹۵ ۴۔ ایضاً: ۱/۲۷۳/۵۱۵

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے ایک عرصہ بعد آپ کے فرزند اصغر حضرت شاہ محمد یحییٰ (ف ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۵ء) کے ساتھ خواجہ کلاں کی صاحبزادی کا نکاح ہوا، ان کی تمام اولاد انہی کے بطن سے تھی، جن میں تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے، ان فرزندوں میں شیخ ضیاء الدین یوسف عرف میاں جٹو، شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ، شیخ محمد امام اور بی بی زینت النساء منسوب بہ شیخ محمد عابد بن شیخ محمد بن حضرت خواجہ محمد صادق بن حضرت مجدد الف ثانی۔ [1]

خواجہ کلاں کا نکاحِ مسنون کس خانوادہ میں ہوا؟ اس کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، ان کی اولاد کا بھی زیادہ حال معلوم نہیں ہوا، قاضی عالم الدین نے مکتوبات حضرت خواجہ کا جو اردو ترجمہ تقسیم ہند سے پہلے لاہور سے شائع کیا تھا اس میں ایک شجرہ بھی منسلک ہے، جس کی رو سے خواجہ کلاں کے ایک ہی صاحبزادے خواجہ دین الدین [2] کا نام درج ہے جن کے ایک فرزند خواجہ مغیث ان کے بیٹے خواجہ اسرار ان کے خلف خواجہ احمد یار تھے، جن کے دو بیٹے محمد وزیر، خواجہ میر عبداللہ اور ایک بیٹی رضیہ بیگم تھی، میر عبداللہ کے بیٹے خواجہ محمد امیر تھے، جن سے حافظ نصیر ہوئے، جن کے تین فرزند اور دو دختر تھیں، مظفر علی، محمد ابراہیم، محمد کبیر، فاطمہ بیگم اور امۃ اللہ بیگم تھیں، مظفر علی کے بیٹے صفدر علی تھے اور فاطمہ بیگم کے ایک فرزند منور علی کا نام درج ہے، حافظ محمد نصیر کے نام کے ساتھ سید لکھا ہوا ہے، یہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس سے ہم نے بحث کی ہے کہ دور آخر میں حضرت خواجہ کے جانشینوں نے سیادت کا دعویٰ کیا تھا، یہ شجرہ ہمیں وضعی اور فرضی معلوم ہوتا ہے، اس میں خواجہ کلاں کی اس بیٹی کا ذکر تک نہیں ہے جو حضرت شاہ محمد یحییٰ سے بیاہی گئی تھیں نہ ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ ہے، غالباً آخری سجادہ نشین مظفر علی نے یہ فرضی شجرہ مولانا قاضی عالم الدین کو دیا ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد کہیں سجادگی کا دعویٰ نہ کر بیٹھے۔

۱۔ ان کی اولاد کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہدیہ احمدیہ: ۸۶۔۱۰۷

۲۔ خواجہ کلاں کے ایک فرزند خواجہ کرامت اللہ تھے، ان کے بسم اللہ کہنے کی مبارک تقریب میں بڑے بڑے علماء شریک ہوئے تھے، (اسراریہ: ۱۶۶، زاد المعاد: ۲۹۹) خواجہ حسام الدین کے وصال (۱۰۴۳ھ) پر ۹ رسال کے تھے اس اعتبار سے کرامت اللہ (۱۰۳۴ھ=۹-۱۰۴۳) کو متولد ہوئے۔ (زاد المعاد)

Marfat.com

خواجہ کلاں

خواجہ کرامت اللہ — خواجہ دین الدین — دختر (زوجہ شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد)

شیخ ضیاء الدین یوسف عرف میاں جتو — شیخ زین العابدین عرف میاں فقیر اللہ — شیخ محمد امام — زینت النساء

مولانا عبدالحی مرحوم نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے مکاتیب خواجہ کلاں کے نام ہیں،[۱] لیکن مکتوبات معصومیہ کی تینوں جلدوں میں ان کے نام کوئی مکتوب موجود نہیں ہے۔

حضرت خواجہ کلاں کا ۱۸ر جمادی الاول ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء کو دہلی میں وصال ہوا، حضرت خواجہ کے روضۂ مبارک میں اپنے مربی و شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے جوار میں دفن کئے گئے، خواجہ کلاں کے چھوٹے بھائی خواجہ خرد جو اسی سال دہلی میں شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ بن شیخ الہدیہ کے گھر کا زینہ ٹیڑھا ہونے کی بنا پر گرے اور اُن کے پاؤں میں شدید چوٹ آئی، موصوف نے خواجہ کلاں کی وفات کی اطلاع اپنے مرید شیخ کمال محمد سنبھلی کو بذریعہ خط دیتے ہوئے لکھا:

"سبحان الله! هم پای مرا شکستند و هم بازوی مرا"

یعنی میرا پاؤں ٹوٹ گیا اور میرا بازو بھی نہ رہا، یعنی میرے بھائی کا انتقال ہو گیا، انہی شیخ کمال محمد سنبھلی مولف اسراریہ نے خواجہ کلاں کے وصال پر حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا تھا:

چوں رفت خواجہ عبیداللہ از سرائی فنا — کدام دیدہ زمژگان کہ در اشک نہ سفت
ہزار جان زفراقش چوگل گریبان چاک — ہزار دل ز جدائش ہمچو زلف آشفت
کمال از پی سال وصال آں خواجہ — چو فکر کرد "بشد خواجہ کلانان گفت"[۲]

۱۔ نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۶۹ ۲۔ اسراریہ: ۴۵ آزاد بلگرامی نے خواجہ کلاں کا سال وفات ۱۰۷۴ھ لکھا ہے جو اسراریہ کے مقابلہ میں اہمیت نہیں رکھتا۔ (مآثر الکرام: ۹۲)

Marfat.com

تالیفات خواجہ کلاں

حضرات القدس کے معاصر مولف کا بیان ہے کہ خواجہ کلاں نے کتابوں کے مطالعہ کو اپنا انیس بنالیا ہے اور وہ ہر وقت تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے:

"مطالعۂ کتب را انیس خود گردانیدہ و اکثر اوقات به تصنیف صرف می بردند"[۱]

ایک اور معاصر جنہوں نے آپ کے وصال پر قطعہ تاریخ کہا تھا یعنی شیخ کمال محمد سنبھلی کا مشاہدہ ہے کہ خواجہ کلاں کی بلند پایہ تصانیف ہیں، جو نہایت پاکیزہ ہیں:

"تصانیف عالیه از قلم وی ظاهر شدند پس بامتانت و عذوبت"[۲]

خواجہ کلاں کی صرف تین کتابوں کا علم ہوسکا ہے، اول زاد المعاد، دوم مبلغ الرجال اور سوم طبقات حسامیہ، یہ تینوں کتابیں علم رجال پر ہیں، جن کو دیکھ کر مولف حضرات القدس کا بیان زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ خواجہ کلاں:

"از علم تاریخ و انساب نصیبہ تمام دارند و در تصوف بہرہ کامل و در علم انشاء قدرت تمام۔"[۳]

علم تاریخ اور انساب پر کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ خواجہ کلاں کو فن تحریر اور زبان و بیان پر بھی عبور حاصل تھا، مذکورہ کتب ہی سے اول الذکر دونوں تذکرے ہماری دسترس میں ہیں، جو انشاء پردازی کی بہترین مثال ہیں، بے جا تصنع سے کہیں کام نہیں لیا لیکن زبان اتنی پاکیزہ استعمال کی ہے کہ کہیں بھی بیان میں کم مائیگی کا احساس نہیں ہوتا، ترتیب زمانی کے اعتبار سے خواجہ کلاں کی تالیفات اس طرح ہیں:

۱۔ زاد المعاد (بسال ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء)

۲۔ مبلغ الرجال (بسال ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء)

۳۔ طبقات حسامیہ (قبل ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء)

۴۔ کلیات خواجہ کلاں

۵۔ احوال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

۱۔ حضرات القدس: ۱/ ۴۲۹ قلمی ۲۔ اسراریہ: ۴۴ قلمی ۳۔ حضرات: ۱/ ۴۲۹

Marfat.com

ان میں اول الذکر دو کتابوں کے وجود کا ہمیں علم ہے دیگر کتب کے بارے میں ہمیں تا حال علم نہیں کہ ان کے نسخے کہاں پائے جاتے ہیں۔

طبقات حسامیہ کا ذکر سب سے پہلے مولف حضرات القدس نے کیا ہے کہ خواجہ کلاں نے ایک لاکھ کم وبیش ابیات کے برابر ضخامت کا ایک تذکرہ تصنیف کیا تھا:

"تذکرهٔ مشائخ مقدار یك لکھ بیت کم و بیش تالیف کرده اند۔"[۱]

ایک اور معاصر شیخ کمال محمد سنبھلی جن کو خود خواجہ کلاں نے اپنی تالیف دکھائی تھی کا بیان ہے کہ اس کا نام مولف نے اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے نام پر طبقات حسامیہ رکھا ہے، یہ اتنا ضخیم وجسیم تذکرہ ہے کہ اگر اس میں سے سلاسل مشائخ کے اعتبار سے حصے الگ الگ کئے جائیں تو کئی جلدیں بن جائیں گی، مولف اس کی ضخامت اور طوالت پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

"از جملہ مصنفات وی یکی طبقات حسامی است و بنام شیخ خود نوشته و درانندك مدتی بانصرام رسانیده بسا اسرار و حقائق و بیان احوال مشائخ سلاسل مختلفه به بسطی تمام اندران ایراد یافته اگر احوال مشائخ جمیع سلاسل ازان جدا سازند چند مجلد کتاب بظهور می آید و اهل هر سلسله را آن کافی است به تفصیلی تمام، روزی وی مرا بحضور خود طلبیده واز راه لطف و کرم آن کتاب وانمود از بزرگی و کلانی آن عقل و فهم حیران می شود و من بسیار محظوظ شدم۔"[۲]

آزاد بلگرامی کا یہ بیان:

"تذکرهٔ مشائخ مقدار یك لك بیت تالیف کرد"[۳]

۱۔حضرات القدس: ۱/۴۲۸ ۲۔اسراریہ: ۴۴ خواجہ محمد صادق ہمدانی نے طبقات حسامیہ کا نام نہیں لکھا لیکن اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''احوالِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین ومشائخ دین تاوقت خود نوشتہ'' (طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/۲۶) ۳۔مآثر الکرام: ۹۲

Marfat.com

مولانا عبدالحی حسنی کا بیان اسراریہ کی تعریب ہے۔ [1]

کاش یہ بیش قیمت تذکرہ ہمیں مل جاتا تو آج مشائخ کے سوانحی امور کے لئے اتنے قیاسات کا سہارا نہ لینا پڑتا۔

طبقات حسامیہ کا حضرات القدس میں حوالہ آنے کا مطلب بہت واضح ہے کہ یہ کتاب اس کی تکمیل حدود ۱۰۶۴ھ اور آغاز ۱۰۳۹ھ سے پہلے تالیف [2] ہو کر اہل سلسلہ میں رائج ہو چکی تھی، طبقات حسامیہ کا خطی نسخہ ۱۸۵۰ء تک دہلی میں موجود تھا، مولوی فریدالدین دہلوی (ف ۱۸۵۷ء) نے نقش قدم شریف دہلی کے صحیح ہونے اور اس کی زیارت کی برکات کے اثبات میں ایک رسالہ ''سیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول'' کے نام سے مذکورہ سنہ کو اُردو میں لکھا تو تین مقامات [3] پر طبقات حسامیہ کے اقتباسات نقل کئے، جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ۱۸۵۰ء میں اس کا مخطوطہ دہلی میں موجود تھا، مولانا فریدالدین کے فرزند اخوند محمد عمر ملقب بہ سراج الحق (ف ۱۹۱۷ء) نے ریاض الانوار [4] اور رسالہ الاستشفاع [5] میں یہی اقتباسات دیئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر سے یہ کتاب نہیں گذری، ممکن ہے اس کا نسخہ مولوی انوارالحق حقی (ف ۱۳۲۰ھ) کے آبائی کتابخانہ (یعنی ذخیرۂ شیخ عبدالحق محدث دہلوی) میں ہو جس کا بڑا حصہ ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گیا تھا، [6] اخوند صاحب نے ان سے بعض کتب جو بچ رہی تھیں مستعار لینے کا ذکر کیا ہے، مولوی فریدالدین دہلوی نے طبقات کے جو اقتباسات دیئے ہیں وہ یہاں نمونہ کے طور پر نقل کئے جا رہے ہیں:

''(ذکر عمارات سلطان فیروز شاہ) ازانجملہ مدرسہ فتح خان است کہ حالا آن

۱۔ نزہۃ الخواطر: ۲۶۹/۵
۲۔ مقامات معصومی: ۲۷۳/۱-۲۷۶
۳۔ فریدالدین: سیف المسلول: ۴۴، ۵۷، ۵۸
۴۔ محمد عمر، اخوند: ریاض الانوار: ۲۱۸/۱-۲۲۰
۵۔ رسالہ الاستشفاع: ۴۹-۵۰
۶۔ نظامی، خلیق احمد: حیات شیخ عبدالحق: ۱۵۵ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ طبقات کے مولف خواجہ کلاں شیخ محدث کے شاگرد تھے ممکن ہے کہ انہوں نے طبقات کا نسخہ خاص طور پر آپ کے صاحبزادگان کو بھیجا ہو۔

Marfat.com

را حظیرہ فتح خان خوانند، ایں فتح خان پسر اخت و ارشد سلطان مذکور بود و گویند پیش از سلطان فیروز شاہ فوت کرد قبروی در هماں مدرسہ است و بالای قبروی نقش قدم معظم آں سرور است کہ از مدت مدید و عهد بعید زیارت گاہ خلائق است و سلطان هند قرن بعد قرن بخدمت لنگر آں مقام متبرك قیام نمودہ آمدہ"[۱]

مولوی فریدالدین اس کے دوسرے اقتباس سے پہلے لکھتے ہیں کہ طبقات حسامیہ کے دفتر رابع میں درج ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ یہ کتاب کئی جلدوں میں تھی، اقتباس ملاحظہ ہو:

وقتیکہ سلطان فیروز شاہ بملازمت مخدوم العالمین (مخدوم جهانیاں جهان گشت) رفتن خواستہ بود فتح خان کہ درمیان او سلطان عهد قدم مبارك حضرت سرور کائنات (ﷺ) بود تا هر کس کہ پیش از یك دیگر بعالم بقا شتابد آں نشان والا شان برسینہ او گذارند فتح خان مذکور بمجرد استماع واقعہ بیماری حضرت مخدوم جهانیان و صحت یافتن ایشان بدعاء حضرت قطب المکرمین (بوعلی شاہ قلندر) براسپ بادپای سوار شدہ تنها بسوی پانی پت شتافت و بوقت شام درانجا رسید اسپ را بردر خانقاہِ عرش اشتباہ حضرت مخدوم العالمین گذاشتہ اندرون رفت حضرت مخدوم درونِ حجرہ مشغول بود و مخدوم شیخ زینا کہ از خلفای خاص حضرت قطبِ المکرمین بود حلقہ حجرہ در دست گرفتہ ایستادہ، بسانِ فیل مست می جنبید فتح خان ناپرسیدہ دلیرانہ درون حجرہ رفتن خواست، حضرت مخدوم شیخ زینا گفت ای بچہ کجا میروی نمی خواهی کہ سلامت باز ائ گفت سلامت میروم و بسلامت باز آیم، آنجناب فرمود کہ اگر سلامت بیائ پیراهن من پارہ کنی والامن جامہ ترا پارہ کنم، فتح خان چون خواهاں همیں تفاول بود دلیرانہ درون حجرہ رفت و دید

۱۔ السیف المسلول: ۴۴

Marfat.com

کہ حضرت مخدوم العالمین در استغراق اند فتح خان دست بستہ بایستاد پس بی آنکہ کسی آنحضرت را خبردار سازداز زبان مبارك حضرت لفظ برآمد بروبگیر قدم آنسرور را فتح خان شاد شد زمین بوس نودہ آمد و ھمچناں مخدوم شیخ زینا راست ایستادہ بدید، گفت یا شیخ چگونہ سلامت برآمدم، فرمودای بچہ تیر بھدف رسید ازیں جا خود قضا گرفتہ آمدی اما تا دھلی خود سلامت نمی تواں رسید، فتح خان گفت یا حضرت آرزوی من از دل و جان ھمیں است، بجھت ھمیں تفاول در ایں جا آمدہ بودم الحمد للہ والمنۃ کہ مکرر بشارت یافتم پس بغایت شگفتگی و تازہ روی ازآں جا براسپ سوار شدہ روانہ گشت، چوں نزدیك دھلی رسیدند درختی فراز آمد خوابش گرفت و چادر بر رو کشید و جان بیحق تسلیم نمود، چوں ایں خبر بسلطان رسید وعدۂ خود بجا آورد و نشان قدم مبارك رسالت پناہ محمد مصطفی ﷺ بر سینہ او گذاشت“ [۱]

خواجہ کلاں کی دوسری دو کتابیں زادالمعاد اور مبلغ الرجال بھی تذکرے ہی ہیں ان میں سے مبلغ الرجال کا تعارف کروایا جارہا ہے۔

ہاں! یہ بات قابل اعتراض ہے کہ جب اکبر بادشاہ دینِ اسلام سے برگشتہ ہوگیا تھا، تو مولف نے اس کے لئے القاب کیوں استعمال کئے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اس وقت (۱۰۶۰ھ) ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی اور اگر وہ کوئی ایسے الفاظ لکھتے تو ان پر گرفت ہوسکتی تھی، جیسا کہ ان کے مربی خواجہ حسام الدین احمد پر جہانگیر اور شاہ جہاں نے کی تھی، [۲] شاہ جہاں کے لئے مولف کے طویل اور شاندار القاب بھی قابل توجہ ہیں اور پھر اس کے آخری زمانہ میں دار اشکوہ کے زیر اثر اسلام کے ساتھ وہی کچھ ہوا جو اکبر کے عہد میں ہو چکا تھا، کی طرف مولف نے دارا کا نام لئے بغیر اشارہ کیا ہے۔

۱۔ السیف المسلول: ۵۷۔۵۸، ریاض الانوار: ۱/ ۲۱۸۔۲۲۰

۲۔ ہم نے اس کی تمام تر تفصیلات ”زادالمعاد“ کی پہلی جلد میں دے دی ہیں۔

Marfat.com

مبلغ الرجال

۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء کو تالیف ہوئی، مولف نے اس میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

اما بعد گوید بندۂ سرافگندہ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجہ آفاق سبط آل النبی موید الملة والدین الرضی ابو الوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبیداللہ عبیداللہ

مولف نے خاتمہ میں اس کا سال تالیف (۱۳ر جمادی الاول ۱۰۶۰ھ) لکھا ہے:

قد فرغت من تسوید ھذہ العجالة صنحوہ یوم الثلثا عشر جمیدالاول (جمادی الاول) سنة ستین بعد الالف......۱

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا خطی نسخہ ہم نے اپنے قیام علیگڑھ (۱۹۸۹ء) کے دوران خود دیکھا، وہاں بھی یہی سال تکمیل لکھا ہوا ہے، انڈیا آفس لائبریری، لندن اور خانقاہ شاہ ابوالخیر، دہلی میں محفوظ اس کے خطی نسخوں میں بھی خاتمہ واضح طور پر ۱۰۶۰ھ ہے، یہ دونوں خطی نسخے بھی ہماری نظر سے گذرے ہیں۔

مبلغ الرجال چار وصل (باب) اور ایک فصل پر مشتمل ہے:

۱۔ وصل اول — دربیان مذہب حکماء

۲۔ وصال دوم — دربیان مذہب متکلمین و جمہور قدماء صوفیہ

۳۔ وصل سوم — دربیان مذہب اتباع شیخ محی الدین العربی قدس سرہ وحکماء اشراقین وتصرفی کہ شیخ شیوخ الفقراء......شیخ احمد سرہندی......دریں مسئلہ نمودہ اند

۴۔ وصل چہارم — دربیان فضل ورجحان مقام انبیاء

۵۔ فصل — دربیان مذہب ملاحدہ خذلہم اللہ سبحانہ وذکر اطوار ایشان

۱۔ یہ خاتمہ خطی نسخہ ذخیرۂ دہلی، انڈیا آفس لائبریری، لندن شمارہ: D.P.11 12 ہے

Marfat.com

مبلغ الرجال کا موضوع اس کی فصول سے ظاہر ہوگیا ہے لیکن اس کی آخری فصل در بیان مذہب ملاحدہ سب سے اہم ہے، اس میں اکبر بادشاہ کے عہد میں الحاد کے آغاز سے ملاحدۂ ہند کا تذکرہ ہے۔

ایک مقام پر لکھا ہے کہ شیخ ابوالفضل نے محمود پسیخوانی کے نقوی عقائد کو یہاں ہندوستان میں رائج کیا۔[۱] مشہور نقوی ملحد شریف آملی کا جب اپنے وطن میں رہنا اپنے عقائد فاسدہ کی وجہ سے ناممکن ہوگیا تو وہ ہندوستان چلا آیا اور کسی طرح اکبر بادشاہ تک رسائی ہوئی تو اسے اس کے حرفہای ناہموار پسند آئے۔[۲]

مولف یعنی خواجہ کلاں کی پرورش خواجہ حسام الدین احمد کے گھر میں ہوئی تھی، وہ ملا مبارک ناگوری کے داماد اور ابوالفضل وفیضی کے بہنوئی تھے، اس لئے انہیں اس خانوادہ کے عقائد کا پورا علم تھا، خواجہ کلاں ملا مبارک ناگوری کے مذہب کے متعلق یہ دلچسپ اطلاع فراہم کرتے ہیں:

"در ہر عصر ہماں مشرب و مذہب شعار وقت خود می ساخت کہ ملوك و امرای عصر بدان مذہب رغبت می داشتند"[۳]

ابوالفضل نے دہریت سے بڑھ کر اباحت کی وادی میں قدم رکھا[۴]

خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ اسلام میں جتنی بدعات پیدا ہوئیں وہ دہریوں کی پیدا کی ہوئی ہیں۔[۵]

چونکہ مولف کی روحانی تربیت حضرت مجدد الف ثانی نے کی تھی اس لئے مولف نے ہر مقام پر آپ کا نام بڑے ہی احترام سے لکھا ہے، ایک جگہ شیخ اکبر ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے بیان کے دوران لکھا ہے کہ اکثر صوفیہ متاخرین ان کے نظریہ کے قائل ہیں لیکن ہزار سال ہجرت کے بعد بدر الملت والدین ابوالبرکات شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد سرہندی الفاروقی النقشبندی قدس سرہ در نسبت اشیاء با حق سبحانہ تصرفی فرمودہ مسئلہ توحید را برنگ دیگر وانمودہ اند۔[۶]

اس وقت تک مبلغ الرجال کے چار خطی نسخے ہمارے علم میں ہیں، اول مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ،

۱۔ مبلغ الرجال، خطی نسخہ دہلی ص ۱۱۸ ۔ ۲۔ ایضاً: ۱۲۱ ۔ ۳۔ ایضاً ۱۳۱

۴۔ ایضاً ۱۳۳ ۔ ۵۔ ایضاً ۱۳۳ ۔ ۶۔ ایضاً ۱۳

Marfat.com

دوم خانقاہ شاہ ابوالخیر، دہلی، سوم انڈیا آفس لائبریری، لندن، ۱؎ اور چہارم معروف مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی، علی گڑھ کے ذاتی کتب خانہ میں ہے، ۲؎ ایک نسخہ کا ذکر زوار حسین شاہ صاحب نے کیا ہے۔۳؎

پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم جنہوں نے اکبر کے دین الٰہی کا گہرا مطالعہ کیا تھا، مبلغ الرجال کی دین الٰہی اور اس کے ماحول کو سمجھنے کے لئے تاریخی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

Khwaja Kalan's Mabiligh-ur-Rijal Written during the reign of Shahjahan, ... It provides a thought provoking background to the study of religious philosophic and other trends of the period (of Akbar). Hardly any religious scholar of that time had such comprehensive and in-depth understanding of the intellectual and religious trends of the period as Khwaja Kalan. Fully conversant with the mystic classics, he had studied works which are not available to-day. He refers to Masud Bak's Risala Tanziya al Aqaid and several other lessknown works. He was aware of Ishraqi ideology, the Nuqtawi metaphysics, the wiews of the Carmathians and the complex nature of panthesitic concepts. In fact it is only in this context that the extent of Muslim consern at Akbar's religious experiments can be evaluated. (4)

۱۔ D.P.1112

2- Nizami, K.A: Akbar and Religion P.438

۳۔ حضرت مجدد ص ۷

4- Nizami, K.A: Akbar and Religion, Delhi, 1989, P.320

Marfat.com

زادالمعاد

خواجہ کلاں کی دریافت شدہ کتابوں میں زادالمعاد زمانہ تالیف کے اعتبار سے سب سے قدیم ہے، جو ۱۰۴۴ھ/ ۱۶۳۵ء کو رمضان شریف میں مکمل ہوئی۔

یہ کتاب مولف نے اپنے مربی وشیخ خواجہ حسام الدین احمد کے حالات ومناقب میں لکھی تھی، جو خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے ایک سال بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔

مولف صاحب سوانح کے مربی و پروزدہ تھے، وہ دو سال چار ماہ اور چھ ۱ دن کے تھے جب ان کے والد گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ کا وصال ہوا تو ان کی پرورش کی ذمہ داری ان پر آن پڑی، انہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کے بچوں کے ساتھ پرورش پائی، اس لئے اس کتاب میں ان کی درج کردہ تمام روایات کے وہ خود امین ہیں۔

مولف کے حضرت خواجہ کے تقریباً تمام خلفاء سے براہِ راست تعلقات تھے، اس لئے اس میں درج روایات کی انہوں نے براہِ راست سماعت کی تھی۔

اس کتاب کے ذریعہ حضرت خواجہ کے خلفاء کے احوال خواجہ حسام الدین احمد کے بیان کردہ ہیں یا پھر وقتاً فوقتاً آپ کی محفل میں جو باتیں ہوتی تھیں ان سے اخذ کئے گئے ہیں۔

بظاہر زادالمعاد ایک مفرد تذکرہ ہے لیکن ضمناً اس میں سلسلۂ نقشبندیہ اور دیگر افراد کے حالات کے بارے میں اہم اشارات درج ہیں، جن سے دوسرے تذکرے خالی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے بارے میں اس میں جس قدر نکات ملتے ہیں وہ مولف کا اپنا مشاہدہ تصور ہوں گے، ان سے سرہند میں لکھے جانے والے تذکرے خالی ہیں۔

صاحب حضرات القدس نے زادالمعاد سے استفادہ کیا ہے ۲ انہوں نے اس کا نام نہیں لکھا لیکن عام طور پر اس وقت مولفین چھوٹی کتاب کو رسالہ کہہ کر حوالہ دیتے تھے، لکھا ہے کہ چونکہ خواجہ کلاں نے

۱۔ زادالمعاد (خودنوشت احوالِ خواجہ کلاں)

۲۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ کلاں سے جو سہو ہوئے تھے ان کا بھی اعادہ کیا گیا ہے، (تعلیقات کتاب زادالمعاد)

Marfat.com

خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر علیحدہ کتاب لکھی ہے اس لئے ہم نے یہاں ان کے مفصل حالات نہیں لکھے، فرماتے ہیں:

"چون خدمتِ خواجہ زادہ خواجہ عبیداللّٰہ سلمہ اللہ در مقامات ایشان کتابی علیحدہ تصنیف نمودہ، اند بنا بران این حقیر بتفصیل احوالِ ایشان نہ پرداخت"[1]

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوئے ہیں:

۱۔ حضرات القدس کے مولف زاد المعاد سے بخوبی واقف تھے، انہوں نے خواجہ کلاں کی ایک اور ضخیم تصنیف تذکرۂ مشائخ کا بھی ذکر کیا ہے اس کا نام بھی نہیں لکھا بلکہ موضوع بتایا کہ اس کی ضخامت ایک لاکھ اشعار کے دیوان کے مساوی ہے، جیسا کہ ہم دوسرے معاصر ماخذ کی بنیاد پر اس کے نام طبقات حسامیہ کی وضاحت کر چکے ہیں اسی طرح انہوں نے زاد المعاد کا نام نہیں لکھا بلکہ "کتابی علیحدہ" در احوال خواجہ حسام الدین احمد لکھنے پر اکتفا کیا۔

۲۔ دوسری اہم بات اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ زاد المعاد کی تکمیل ۱۰۴۴ھ تک حضرات القدس زیر تالیف تھی۔

۳۔ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اہم اور مستند معاصر تذکرہ حضرات القدس میں زاد المعاد کے حوالہ نے اس کتاب کی نہ صرف افادیت بڑھا دی ہے بلکہ اس کے خواجہ کلاں سے انتساب کو بھی درست ثابت کر دیا ہے۔[2]

۱۔ حضرات القدس: ۱/۴۵۲، قلمی

۲۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے زبدۃ المقامات کے حاشیہ (ص: ۱۳۳، اردو ترجمہ) میں حضرات القدس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر جو کتاب لکھی تھی اس کا نام طبقات حسامیہ ہے، حالانکہ مولف حضرات القدس نے خواجہ کلاں کی کسی تصنیف کا نام نہیں لکھا، مولانا فریدی کا تذکرہ خواجہ باقی باللہ ان کے پیش نظر تھا، جس میں انہوں نے اسراریہ کے حوالہ سے خواجہ کلاں کے ایک عمومی اور ضخیم تذکرۂ مشائخ کا نام طبقات حسامیہ لکھا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ خواجہ حسام الدین احمد کے نام کی مناسبت اپنی کتاب کا نام رکھا ہے۔ (ص: ۵۱)

Marfat.com

کاش ڈاکٹر صاحب اس بات پر غور فرما لیتے کہ یہ تو ان کے نوشتہ تذکرہ کا نام ہے پھر مرحوم نے یہ فرض کر لیا کہ صاحب حضرات القدس نے خواجہ حسام الدین احمد کے احوال پر خواجہ کلاں کے جس رسالہ کا تذکرہ کیا ہے وہ ان کے شیخ کے نام کی مناسبت سے طبقات حسامیہ ہی ہوگا۔

بحث کا حاصل یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کا یہ حاشیہ غلط فہمی پر مبنی ہے کہ طبقات حسامیہ کا موضوع خواجہ حسام الدین احمد کے مناقب ہے بلکہ آپ کے احوال پر خواجہ کلاں کی کتاب کا نام ''زاد المعاد'' ہے۔

زاد المعاد ایک فاتحہ (مقدمہ)، تین مقصد (ابواب)، ایک خاتمہ اور لاحقہ پر مشتمل ہے:

فاتحہ در بیان ملخصی از معظمات خصائص ومشخصات آنحضرت (خواجہ حسام الدین احمد)

مقصد اول، در ذکر مجملی از نسب عالی آنحضرت وتفصیل وقائع وسرگذشتہاء عمر مبارک آنحضرت و ایں مقصد مشتمل بر چہار فصل

مقصد دوم در بیان مجملی از عبادات وعادات واخلاق کریمہ آنحضرت درین مقصد درضمن سہ فصل ایراد نمودہ خواہد شد

مقصد سوم در بیان طریق ارشاد و ہدایت آنحضرت ونبذی از انفاس نفیسہ ایشاں و برخی از تصرفات وخوارق آنحضرت وایں مقصد در سہ فصل وخاتمہ در ذکر مرضِ اخیر آنحضرت وطریق ارتحال ایشان ازیں دار بلا بہ سرای ذوالجلال۔

لاحقہ در تعداد جمعی از صحب عظام واحباب کرام آنحضرت......

یہ لاحقہ دو قسموں پر مشتمل ہے، قسم اول میں ان خلفاء کا تذکرہ ہے جو براہِ راست حضرت خواجہ باقی باللہ کے فیض یافتہ یا صحبت یافتہ تھے لیکن آپ کے وصال کے بعد ان کی تربیت وتکمیل خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی یا دیگر خلفاء نے کی۔

لاحقہ کی دوسری قسم ان بزرگوں کے احوال پر ہے جو حضرت خواجہ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کے زیر تربیت رہے تھے۔

Marfat.com

زادالمعاد کے اب تک صرف دو خطی نسخوں کا علم ہوسکا ہے:

اول پبلک لائبریری، خیر پور، سندھ، پاکستان، یہ نسخہ حکیم مظفر حسین [۱] نے اس لائبریری کو فروخت کیا تھا، یہ قلمی نسخہ صاف اور خوش خط ہے لیکن ناقص الآخر ہے، راقم نے دو قلمی نسخوں کے تقابل سے یہ کتاب چار حصوں میں مرتب کر کے گوجرانوالہ سے شائع کی ہے۔

۱۔ حکیم سید مظفر حسین، حیدرآباد، دکن کے رہنے والے تھے، انہوں نے ۱۹۳۶ء میں حیدرآباد سے ہی مرقع دہلی تالیف درگاہ قلی خان کا فارسی متن مرتب کر کے بہت خوبصورت کتابت میں شائع کیا تھا، تقسیم ہند کے موقع پر وہ پاکستان آ کر کراچی میں مقیم ہوئے اور مخطوطات کا کاروبار کرتے رہے تقریباً بیس سال قبل میری ان کے بیٹے سے کراچی میں ملاقات ہوئی تھی وہ معمر ہونے کے باعث اپنے خاندانی حالات بھول گئے تھے اپنے والد کا سال وفات تک نہ بتا سکے، حکیم مظفر کا متروکہ کتب خانہ انہوں نے ہمدرد یونیورسٹی، کراچی کو فروخت کر دیا تھا۔

Marfat.com

خواجہ حسام الدین احمد

خواجہ حسام الدین احمد، معروف عالم مولانا نظام الدین احمد مقلب بہ نواب غازی خان بدخشی کے فرزند، اکبر بادشاہ کے منصب دار اور ترکِ ملازمت کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ کے خادم ورفیق خاص تھے۔

اگرچہ کتاب ''زادالمعاد'' آپ کے احوال کا مکمل احاطہ کرتی ہے لیکن اس میں تذکرہ نویسی کی قدیم روش کے تحت آپ کے حالات لکھے گئے ہیں جس سے عام قاری پر یک نظری مطالعہ سے آپ کی مبارک زندگی کے تمام گوشے واضح نہیں ہوتے، اس لئے ہم نے اس کتاب اور دیگر مآخذ کی بنیاد پر آپ کے مختصر احوال لکھے ہیں۔

آپ کے والد گرامی مولانا نظام الدین احمد ملقب بہ قاضی خان وغازی خان بدخشی ایک بہت بڑے عالم وصوفی تھے، ان کا نسب ایک طرف سے امام حسن بصری سے اور دوسری طرف امام المفسرین ابوالرجا نجم الدین مختار غزمینی زاہدی (ف ۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء) سے ملتا ہے۔

نواب غازی خان بدخشی سلسلہ کبرویہ میں شیخ خلیل اللہ بدخشی (ف ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) کے مرید تھے اور ہندوستان آکر انہی کے طریقہ کے مطابق ورد ووظائف کرتے رہے تھے، نواب صاحب ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو ماوراءالنہر اور کابل کے طویل سفر کے بعد ہندوستان پہنچے تو اکبر بادشاہ سے ملے، وہ ان سے مل کر ان کی شخصیت سے متاثر ہوا، منصب دیا، انہوں نے بڑی بڑی مہمات سر کیں، برابر ترقی کرتے رہے، اودھ میں جاگیر ملی، ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو فوت ہوئے، گویا حدود دس سال اکبر سے مصاحبت رہی۔

بدقسمتی سے ان ایام میں اکبری الحاد، ملحدین اور مسلمانان ہندو مزاج کا غلبہ ہو چکا تھا اور ہر طرف مذہبی بے راہ روی کا سماں تھا، نواب صاحب یہاں آئے تو خود اس ماحول سے متاثر ہوئے، پہلے بادشاہ کو سجدہ کرنے کا جواز پیش کیا جس پر دنیادار علماء حسد کرتے تھے کہ یہ سعادت انہیں کیوں نہیں حاصل ہوئی۔

Marfat.com

پھر ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۸ء کو جب علماء سوء نے محضر نامہ مرتب کر کے اکبر کو مجتہد بنا دیا تو اس پر نواب صاحب نے بھی دستخط کیے۔

جب دین الٰہی کے خلاف عوام کے جذبات زیادہ بھڑکے تو اس نے معترضین کو مطمئن کرنے کے لئے ایک دینی شعبہ بنایا جس کا نگران اس نے اپنے بیٹے شہزادہ دانیال کو بنایا اور اس کے معاونت کے لئے اس عہد کے سب سے بڑے ملحد اور دین الٰہی کے اصل محرک ابوالفضل کو مقرر کیا، اس کی ساتھ نواب غازی خان بدخشی کو بھی ممبر کے طور پر رکھا، نواب صاحب کا انتقال ۹۹۲ھ ۱۵۸۴ء کو اودھ میں ہوا۔ [۱]

ولادت

خواجہ حسام الدین احمد کی ولادت بدخشان کے ایک مضافاتی قصبہ قندز [۲] میں ۹۷۷ھ/ ۱۵۶۹ء کو ہوئی، [۳] ''شیخ جنید'' سے سالِ ولادت برآمد ہوتا ہے۔

تعلیم

خواجہ حسام الدین احمد کی تعلیم کن اکابر اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی؟ اس کی کامل تفصیلات ہمیں معلوم نہیں ہیں، صرف اتنا معلوم ہے کہ مشہور بزرگ حاجی عبدالرحمٰن رمزی بدخشی کی خدمت میں ''تعلیم سبق'' کا آغاز ہوا۔ [۴]

یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جب آپ اپنے والدین کے ہمراہ ہندوستان آ گئے تو یہاں پہنچ کر بالغ ہونے سے قبل ہی آپ کے ہم وطن بزرگ حضرت حاجی رمزی کو مقرر کیا، حاجی صاحب کب ہندوستان تشریف لائے؟ ہمارے پاس اس کی کوئی شہادت نہیں ہے، موصوف کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تھی، حرمین الشریفین میں آپ نے شیخ سلطان علی دوسی اوبہی سے مصافحہ کیا تھا جنہیں مصافحہ کی جید سند حاصل تھی، [۵] شیخ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:

۱۔ نواب غازی خان کے احوال اسی تذکرہ میں جداگانہ لکھے گئے ہیں۔

۲۔ قندز کے محل وقوع کے لئے دیکھئے زادالمعاد پر ہماری تعلیقات: ۹/۵

۳۔ زادالمعاد، طبقاتِ شاہ جہانی: ۱۰/۱۰ ۴۔ ایضاً: ۱۲/۳۹ ۵۔ نزہۃ الخواطر: ۲۱۵/۵

Marfat.com

"(حاجی رمزی)...... باحافظ سلطان علی اوبهی در آن زمان که حافظ صدوده ساله بود مصافحه کردند و قیل حاجی رمزی با مولانا محمد حاجی مصافحه کرده و او باشیخ حاجی محمد خبوشانی و او باشاه علی بیذبازی و او با پیر عبدالله البرزش آبادی و او با امیرحیدر اصفهانی و او با سعید معمر حبشی...... و حضرت خواجه محمد باقی کابلی دهلوی نقشبندی و شیخ تاج سنبهلی خلیفه حضرت خواجه و حضرت میر محمد نعمان بدخشی با حاجی رمزی مصافحة کرد و فقیر مولف ایں سنوات اتقیاء بدرالدین عفی عنه بشرف مصافحه خدمت میر محمد نعمان سلمه الله المنان مستسعد گشته...... [1]

گویا خواجہ حسام الدین احمد کے دل میں درویشی اور خداطلبی کا جذبہ کم سنی سے ہی اس قسم کے بزرگوں کی صحبت کے باعث پیدا ہوا تھا، دوسرے یہ جذبہ آپ کے اجداد مادری سے بھی آپ میں ودیعت ہوا تھا۔[2] حضرت خواجہ کے خلیفہ بزرگ مولانا محمد یوسف مرغینانی سمرقندی کی خدمت میں بھی خواجہ حسام الدین احمد نے کچھ تحصیل کی تھی [3] لیکن یہ غالباً حضرت خواجہ سے بیعت ہونے کے بعد کی ہوگی۔

معاصر مورخ عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے کہ نواب غازی خان کے ساتھ ہمیشہ علماء وصلحاء کی ایک جماعت رہتی تھی۔

"وهمیشه جمعی از اکابر علماء و صلحاء بااو همراهی می بوده اند" [4]

اس لئے خواجہ حسام الدین احمد کی تعلیم وتربیت انہی "علماء وصلحاء" کی نگرانی میں ہوئی، مآثر الامراء میں ہے کہ "آپ علوم رسمیہ میں دست گاہ کامل رکھتے تھے [5] فرید بھکری کا بھی یہی بیان ہے کہ "از علم بهره داشت"[6]

ا۔ سنوات الاتقیاء ورق: ۲۴۳، الف ۲۔ زادالمعاد: ۳۹

۳۔ ایضاً: ۲۸۱ مولانا محمد یوسف حضرت خواجہ کے حکم پر تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں گئے تھے، تعلیقات کتاب حاضر: ۲۸۱/۱۵۔۲۰ ۴۔ مآثر رحیمی: ۱۹/۳

۵۔ مآثر الامراء: ۲۷۲/۳ ۶۔ ذخیرۃ الخوانین: ۲۴۳/۱

Marfat.com

خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے لکھا ہے:

"از صغرِ سن بجودت طبع و حدتِ ذہن و کمال فراست و کیاست در علماء و فضلاء اشتہار داشت"۔[1]

ملازمت

اکبر بادشاہ خواجہ حسام الدین احمد کے والد مولانا نواب غازی خان بدخشی کے تبحر علمی سے بہت متاثر ہوا تھا، پھر ان کی بزرگ شخصیت ایسی تھی کہ اکبر کو ان سے خاص اُنس تھا۔

جب نواب صاحب کا ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو انتقال ہوا تو اکبر نے ان کے فرزند بزرگ خواجہ حسام الدین احمد کو اکبر آباد طلب کیا اور انہیں ملازمت دی۔

معاصر مورخ عبدالباقی نہاوندی نے لکھا ہے کہ نواب غازی خان نے وفات کے وقت اپنے اس فرزند کو میرزا عبدالرحیم خانِ خانان کے سپرد کر دیا تھا:

"چون وداع ایں جہانِ فانی نمود فرزند خلف خود خواجہ حسام الدین احمد (محمد سہو کتابت) را بحمایت لطف و عنایت ایشاں (خانِ خانان) سپرد"۔[2]

خود نواب صاحب خان خانان کے ساتھ ایک عرصہ تک گجرات میں رہے تھے وہ ان کی "دانشمندی، خردمندی اور حال و مسکنت و جمعیت" کا معترف تھا، اکبر بادشاہ نے جب نواب صاحب کی وفات کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کو ملازمت دی تو انہیں خانِ خانان کے ساتھ ہی رہنے دیا، انہیں ہزاری منصب ملا۔[3]

خواجہ حسام الدین احمد اپنی ملازمت ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء سے ترک ملازمت ۹۹۹۔۱۰۰۰ھ/۱۵۹۰۔۱۵۹۱ء خانِ خانان کے ساتھ کہاں کہاں رہے؟

۱۔ طبقات شاہ جہانی: ۱۰/۱۱ ۲۔ مآثر رحیمی ۳/۲۰ (حاشیہ)

۳۔ ذخیرۃ الخوانین: ۱/۲۴۲، مآثر الامراء: ۳/۲۷۲ چونکہ مغلوں کے ہاں یک بارگی بڑا منصب دینے کا طریقہ رائج نہیں تھا اس لئے آپ کو ابتداء میں "سیصدی" کا منصب ملا (طبقات شاہ جہانی: ۱۰/۱۰) جو آٹھ سال کے بعد ہزاری ہوا تھا۔

Marfat.com

اس کی تفصیل معلوم نہیں ہے نہ ہی کتب تاریخ سے اس کی کوئی وضاحت ہوتی ہے، یقیناً اپنی وفات کے قریب جب نواب صاحب نے آپ کو خانِ خانان کے سپرد کیا تو آپ نے اپنے والد کے ساتھ گجرات میں ہوں گے، یہ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء کا واقعہ ہے جب گجرات کی فتح کے لئے اقدام کیا گیا، ۹۹۱ سے ۹۹۹ھ تک کیا آپ خانِ خانان کے ساتھ ہی متعین رہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس دوران کئی مقامات پر رہے، اپنے ایک قیامِ بہار کے دوران آپ نے صلحاء صوفیہ کے لئے بہار کے نواح میں فقر پورہ کے نام سے ایک بستی آباد کی تھی ۱؎ جس میں خانِ خانان کا ذکر نہیں ملتا۔

اکبر بادشاہ نے ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں میرزا عبدالرحیم خانِ خانان کو سندھ فتح کرنے کے لئے بھیجا، اکبر کو اس مہم سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے خود خان خانان کو لاہور سے کثیر فوج کے ساتھ روانہ کیا، مآثر رحیمی ۲؎ اور ذخیرۃ الخوانین ۳؎ میں اس مہم پر جانے والے امراء کی فہرست دی گئی ہے لیکن اس میں خواجہ حسام الدین احمد کا نام شامل نہیں ہے، جس کی وجہ غالباً ان کی کم سنی ہو گی یعنی آپ اس وقت ۲۲ رسالہ جوان تھے (ولادت ۹۷۷+۲۲=۹۹۹) اور منصب بھی صرف سیصدی تھا۔

البتہ اکبر نامہ میں خواجہ حسام الدین اور مرزا حسام الدین آیا ہے، جو فتح سندھ کے بعد دربار اکبری میں حاضر ہونے والوں میں شامل تھے ۴؎ یقیناً یہاں کوئی اور حسام الدین مراد ہے کیوں کہ خواجہ حسام الدین احمد تو آغاز مہم میں ہی ترک ملازمت کرکے دہلی جا کر گوشہ نشین ہو گئے تھے، وہ بھلا فتح سندھ کے بعد دربار اکبری میں کیوں کر حاضر ہوتے؟

زاد المعاد میں جو خواجہ حسام الدین احمد کے پروردہ خواجہ کلاں کی تالیف ہے، لکھا ہے کہ آپ پر مہم سندھ (ٹھٹھہ) کے دوران ''جذبات الٰہی'' کا ورود ہوا اور آپ نے نوکری ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۵؎

۱۔ زاد المعاد ۲۔ مآثر رحیمی: ۲/۳۵۸ ۳۔ ذخیرۃ الخوانین: ۱/۳۴

۴۔ اکبر نامہ: ۳/۶۰۶، ۶۳۳ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اطہر علی نے اکبری عہد کے امراء کی فہرست میں خواجہ حسام الدین احمد کا نام شامل نہیں کیا: M.Athar Ali: Apparatus of Empire

۵۔ زاد المعاد: ۴۰

Marfat.com

تعجب ہے کہ بلوخمان جیسے فارسی کے ماہر مترجم نے یہ کیسے لکھ دیا کہ خواجہ حسام الدین احمد پر یہ جذبہ مہم دکن کے دوران طاری ہوا تھا، [1] انہوں نے اس سلسلہ میں توزک جہانگیری کا حوالہ دیا ہے حالانکہ وہاں تو صاف لکھا ہوا ہے کہ میں (جہانگیر) نے سارنگ دیو اور دوسرے امراء کو مہم دکن کے لئے متعین کیا، پھر نئی بات شروع ہوتی ہے کہ میں نے شیخ حسام الدین بن غازی خان کو جنہوں نے درویشی اختیار کر لی ہے، ایک ہزار روپے نقد اور ایک فرجی شال انعام کے طور پر دی ہے۔[2]

اکبر کی مہم دکن کا تعلق فتح سندھ کے بعد ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء سے ہے جبکہ اس وقت تک خواجہ حسام الدین احمد ملازمت سے علیحدہ ہو کر پہلے دہلی اور پھر مذکورہ سنہ میں لاہور میں ان حضرات میں شامل ہو چکے تھے جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کے منتظر تھے۔

دراصل بلوخمان کی غلط فہمی کا سبب مآثر الامراء کا یہ اندراج معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں کہ وہ دکن میں تعینات تھا تو خانِ خانان میرزا عبدالرحیم کے ساتھ اس کی خوب نبھی اور ان کی مصاحبت کی خوب شہرت ہوئی۔[3]

اس طرح خواجہ حسام الدین احمد ۹۹۱ھ سپردگی بہ خانِ خانان اور ایک سال بعد ۹۹۲ھ کو نواب صاحب کی وفات پر اکبر بادشاہ کی ملازمت سے ترک تعلق ۹۹۹ھ تقریباً سات سال تک ملازمت میں رہے۔

ترکِ ملازمت

جیسا کہ ہم خواجہ حسام الدین احمد کے حصولِ علم کے ضمن میں لکھ آئے ہیں کہ علماء و صلحاء کی ایک جماعت آپ کے والد گرامی کے ساتھ رہتی تھی، جن کی تربیت سے آپ پروان چڑھے، خود آپ کے والد سلسلہ کبرویہ سے تعلق رکھتے تھے اور وسطی ایشیاء کے اکابر اولیاء کے فیض یافتہ تھے، جب انہوں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر "آثارِ ولایت" کا مشاہدہ کیا تو وہ دوسرے فرزندوں سے بڑھ کر آپ کی تعظیم و توقیر کرنے لگے تھے۔[4]

۱۔ آئین اکبری، تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۴۸۸
۲۔ توزک جہانگیری مرتبہ سر سید احمد خان ص: ۸۰
۳۔ مآثر الامراء: ۳/ ۲۷۲
۴۔ طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۱

Marfat.com

ایک اور معاصر خواجہ محمد ہاشم کشمی جنہیں آپ سے کئی مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا تھا، نے لکھا ہے کہ ملازمت کے دوران ہی آپ کی اولیاء سے بہت عقیدت ہوگئی تھی، اور آپ تنہائی کے جویاں رہنے لگے تھے۔[1]

زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کے مولفین کا بیان ہے کہ ترک ملازمت سے قبل ہی آپ متعدد مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملے تھے اور آپ کی توجہات کی برکت سے فقر ونیستی کا شوق آپ پر غالب آیا، جب حضرت خواجہ آخری مرتبہ ماوراء النہر گئے تو آپ پر جذبہ الٰہی کا غلبہ ہوا اور جاہ وحشمت ترک کردی[2] اور بیعت ہونے سے پہلے ہی آپ حضرتِ خواجہ سے اتنا متاثر ہوئے تھے کہ مخلصین کی جو جماعت آپ لاہور میں چھوڑ کر گئے تھے ان کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر لی تھی۔

ترک ملازمت کا ایک سبب تو ''جذبہ الٰہی'' کا ورود تھا لیکن دوسری اہم وجہ یہ بھی تھی کہ آپ نے محسوس کیا کہ میرے والد بزرگوار تو اپنے خاندان کی ذمہ داریوں اور کفالت کے احساس سے اکبر اور اس کے حوزۂ ملحدین سے الگ نہ ہو سکے اور خود کو اس سے وابستہ کئے بغیر چارۂ کار نظر نہ آیا، اگر نواب غازی خان اکبر سے مذہبی روگردانی کرتے تو دوسرے علماء کی طرح انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا، دراصل اس وقت یعنی آغاز ملازمت تا ترکِ تعلق (۹۹۲۔۹۹۹ھ/ ۱۵۸۴۔۱۵۹۰ء) علمائے سوء صوفیہ خام اور مسلمانانِ ہندومزاج کا اکبر کے افکار پر اس قدر تسلط ہو چکا تھا کہ مندرجہ ذیل اقدامات کے سوا اور کوئی راستہ ہی نہیں نظر آتا تھا:

۱۔ خواجہ حسام الدین احمد یا تو اپنے والد کی طرح مصلحتاً اس ماحال سے مطابقت اختیار کر لیتے۔

۲۔ یا اعلانیہ اس کے خلاف اٹھ کر موت کو دعوت دیتے۔

۳۔ یا کسی طور علیحدگی اختیار کر لیتے۔

اکبر کو آپ جیسے امیر زادہ کا ترک ملازمت کرنا بھی قبول نہیں ہو سکتا تھا، اگر حج پر جانے کی اجازت لے کر ہندوستان ہی چھوڑ جاتے تو اس کی بھی اجازت نہیں مل سکتی تھی[3] کیوں کہ وہ اکبر جو ہر سال حج کے

۱۔ زبدۃ المقامات ۸۷ ۲۔ تفصیلات اس سے قبل احوالِ حضرت خواجہ کے تحت دی جا چکی ہیں۔

۳۔ ذخیرۃ الخوانین: ۱۔۲۷

Marfat.com

لئے جانے والے افراد کے اخراجات خود ادا کرتا، قافلۂ حجاج کو رخصت کرنے کے لئے خود احرام بستہ چند منزل تک ساتھ چلتا تھا، اب حج کی رخصت طلب کرنے والے امراء واجب القتل شمار کئے جانے لگے تھے۔ [۱] اس لئے ان حالات میں خواجہ حسام الدین احمد نے اکبری ماحول سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے ''وضع سودائین'' اختیار کرلی جس پر انہیں محاذ سندھ سے دہلی جاکر گوشہ نشینی کی اجازت مل گئی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے خانِ خانان کے پاس ایک محرم خاص کو بھیجا کہ تم میرے ''جنون'' کی اطلاع اکبر بادشاہ کو کردو، پہلے تو اس نے انکار کیا، آخر بادشاہ کو لکھا تو اس نے ''تحقیق احوال'' کے لئے آپ کے برادر نسبتی ابوالفضل کو بھیجا، اس نے پہلے تو آپ کو ''لطف وعنایت'' سے سمجھانے کی کوشش کی پھر اس معاملہ میں سختی سے کام لیا لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور اس نے بادشاہ کو آپ کے ''جنون اور سودازدگی'' کی اطلاع دی تو اس نے آپ کی ملازمت سے علیحدگی تسلیم کرلی، جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکرادا کیا۔ [۲]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی بادشاہ اور ابوالفضل تک برابر خفیہ خبریں پہنچتی رہیں کہ ''جنون اور وضع سودائیان'' آپ نے محض بادشاہ سے گلوخلاصی کے لئے اختیار کی تھی، ابوالفضل آپ کو واپس اکبری ملازمت اور ماحول میں لانے کے لئے اذیتیں پہنچاتا رہا، حضرات القدس کے مولف نے جولاہور میں آپ سے ملے بھی تھے، لکھا ہے:

> ابوالفضل وزیر سلطان (اکبر) حضرت خواجہ (حسام الدین احمد) سے نسبت مصاہرت رکھتا تھا، بادشاہ اور وزیر (ابوالفضل) دونوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ [۳]

زبدۃ المقامات کے مولف نے بھی جو کئی بار آپ سے ملے تھے، لکھا ہے:

> بادشاہ اور اس کے وزیر (ابوالفضل) کو ملتِ احمدی اور اس کے ماننے والوں سے بہت دشمنی تھی اس لئے وہ لوگ چاہتے تھے کہ آپ فقر وفنا سے غنا کی طرف آجائیں، اس سلسلہ میں آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے آپ نے جادۂ استقامت سے

۱۔ منتخب التواریخ: ۲/ ۱۶۵ ۲۔ زادالمعاد ۴۷ ۳۔ حضرات: ۱/ ۴۴۵

Marfat.com

پائے ہمت کو نہیں چھوڑا...... ابوالفضل نے آپ سے بہت مزاحمت کی، اس کی ایذا رسانی کی وجہ سے آپ نے حضرت خواجہ سے اپنی دل تنگی کا اظہار کیا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو جلد ہی اس کا کام درہم برہم ہو جائے گا، چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ [۱]

صاحبِ ''حضرات القدس'' نے ابوالفضل کے قتل کو حضرت خواجہ کی کرامات میں شمار کیا ہے: اور قتل کا مادۂ تاریخ

تیغِ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

لکھا ہے۔ [۲]

یہ مادہ تاریخ اکبر بادشاہ کے رضاعی بھائی خانِ اعظم مرزا محمد عزیز کوکلتاش نے کہا تھا۔ [۳]

گویا اکبر کا یہ امیر الامراء اور رضاعی بھائی بھی ابوالفضل کی بے دینی اور اشاعت الحاد کا معترف تھا۔

خواجہ کلاں نے خواجہ حسام الدین احمد کی اکبر اور مسلمانان ہندو مزاج سے علیحدگی کا سبب واضح الفاظ میں ''ابناء وقت'' سے خلاصی بتایا ہے۔

"از تفرقهاء ابناء وقت خلاص گشتند" [۴]

۱۔ زبدۃ المقامات: ۹۷ ۲۔ حضرات القدس: ۱/ ۴۱۹

۳۔ ذخیرۃ الخوانین: ۱/ ۷۵، مآثر الامراء: ۲/ ۶۱۹ یہ مادہ عجب نوعیت کا ہے ایک مفہوم تو اس کا واضح ہے کہ ابوالفضل، رسول اکرم ﷺ کی شریعت سے اعلانیہ باغی تھا، دوسرا مطلب علم اعداد کا بھی ہے کہ ''سر باغی برید'' میں باغی کا سرب ہے جس کے عدد دو ہوتے ہیں سارے مادہ سے ۱۰۱۳ھ برآمد ہوتا ہے اور اس میں سے دو نکال دیئے جائیں تو قتل کا صحیح سال ۱۰۱۱ھ بنے گا۔

(مستفاد از انگریزی ترجمہ ذخیرۃ الخوانین از ضیاء الدین دیسائی تعلیقہ: ۱۲۰ ص ۱۹۸)

۴۔ زاد المعاد: ۴۰

Marfat.com

حضرت خواجہ کے حضور

خواجہ حسام الدین احمد ترک ملازمت کے بعد ویرانوں میں زندگی بسر کرتے رہے، وہاں یادِ الٰہی اور وظائف آپ کا معمول رہا، آپ لاہور میں حضرت خواجہ سے کئی بار مل چکے تھے، اس دوران حضرت خواجہ، حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے روحانی اشارہ پر سمرقند روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے خلافت یاب ہو کر واپس لاہور تشریف لائے تو خواجہ حسام الدین احمد پہلے ہی آپ کے واپس آنے کی صدق دل سے دعائیں کر رہے تھے کہ آپ کی تشریف آوری کا شہرہ سن کر حاضر خدمت ہوئے، حضرت خواجہ سے آپ کی موانست تو پہلے ہی بہت تھی، اب آپ سے بیعت کے بعد یہ تعلق عشق کی منزل تک پہنچ گیا اور آپ ہمہ وقت حضرت خواجہ کی خدمت میں رہنے لگے۔

حضرت خواجہ کی سمرقند حاضری کے دوران آپ کے متوسلین کی جو جماعت لاہور میں تھی ان کی کفالت کی ذمہ داری بھی خواجہ حسام الدین احمد نے لے لی تھی[1]

حضرت خواجہ نے آپ کو خلافت مطلقہ سے نواز کر مریدین کی تعلیم و تربیت کے لئے فرمایا تو آپ نے معذرت کرتے ہوئے خود کو اس بار عظیم سے جدا کر لیا، حضرت خواجہ نے اس عذر میں آپ کو صادق جان کر معذرت قبول کر لی اور ایک ٹھنڈی آہ بھر کر فرمایا:

تم نے اچھا کیا اور خود کو خلاصی دے دی ''خوب کردو خود اخلاص ساخت''[2]

اس عذر کا ایک سبب اور بھی تھا اور وہ یہ کہ خواجہ حسام الدین احمد نے ''وضع سودائیان'' اختیار کر کے اکبر کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کی تھی، اگر آپ حضرت خواجہ کے حکم پر تربیتِ طالبان میں مستعد ہو جاتے تو اکبر اور آپ کے ملحد برادر نسبتی ابوالفضل کی طرف سے ایسی کاروائی متوقع تھی جو زیادہ نقصان کا سبب بن سکتی تھی، اس خفیہ روحانی مصروفیت کے باوجود ابوالفضل اپنے قتل ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء تک مسلسل آپ کو واپس لانے کے لئے پریشان کرتا رہا۔

ا۔ خود بتایا ہے کہ حضرت خواجہ کے ایام طلب کے دوران میں آپ کی ''ملازمت و مصاحبت'' میں رہتا تھا (زاد المعاد) ۲۔ زبدۃ المقامات: ۸۰

Marfat.com

خواجہ حسام الدین احمد نے اس امر عظیم سے علیحدگی کے باوجود چند قریبی اعزہ کی تربیت بھی کی تھی[1] اور پھر دہلی کی اس مرکزی درگاہ حضرت خواجہ میں آپ کے پروردہ دونوں مخدوم زادگان (خواجہ کلاں اور خواجہ خرد) حضرت مجدد الف ثانی سے خلافت یاب ہو کر تربیت مریدین میں مصروف تھے، آپ طالبوں کو سرہند حاضر ہو کر حضرت مجدد الف ثانی سے فیض یاب ہونے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔

مخدوم زادگان کی تربیت

حضرت خواجہ باقی باللہ کے دو فرزندان گرامی تھے، اول عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں اور دوم محمد عبد اللہ ملقب بہ خواجہ خُرد، جب حضرت خواجہ کا ۱۰۱۲ھ کو وصال ہوا تو خواجہ کلاں دو سال چار ماہ کے تھے اور خواجہ خرد صرف دو سال کے تھے۔

ان دونوں مخدوم زادگان کی تعلیم و تربیت خواجہ حسام الدین احمد کے نصیب میں ہوئی، یہ دونوں صاحبزادگان بہت ہی کم سن تھے تو حضرت خواجہ نے جب حضرت مجدد الف ثانی آپ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تو ان دونوں پر توجہ کرنے کا امر فرمایا، جس کے اثرات کا ظہور بھی ہوا، ساتھ ہی آپ نے حضرت مجدد الف ثانی سے فرمایا کہ دونوں بچوں کا خیال رکھنا، مجھے مزید زندگی کی توقع بہت کم ہے، لیکن حضرت خواجہ کے وصال کے بعد درگاہ حضرت خواجہ میں معتقدین کے درمیان کچھ اختلافات ہوئے، جن کے باعث آپ سرہند سے دہلی آکر اپنے ان مخدومزادوں کی تربیت نہ کر سکے۔

حضرت خواجہ کے سب سے مقرب رفیق خواجہ حسام الدین احمد ہی تھے اس لئے یہ سعادت آپ ہی کو ملی، حضرت خواجہ کے حین حیات کم سنی میں جب خواجہ کلاں آپ کو بابا بابا کہتے ہوئے آپ سے لپٹ گئے تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ تمہیں بابا بابا اس لئے کہہ رہا ہے کہ اس کی تربیت میں نہیں کر سکوں گا یہ تمہارے حصہ میں آئے گی۔

چنانچہ خواجہ حسام الدین احمد نے ابتدائی تعلیم و تربیت کا حق ادا کر دیا، جس کا اعتراف حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے، آپ نے اپنے فرزندوں خواجہ جمال الدین حسین اور خواجہ سراج الدین محمد کے

۱۔ ان حضرات کے احوال زاد المعاد کے لاحقہ کی قسم دوم میں ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر توجہ دی اور تربیت کی، جوان ہو کر دونوں صاحبزادے تکمیل سلوک کے لئے سرہند حاضر ہو کر مرتبہ کمال وتکمیل پر فائز ہوئے اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ کی حیثیت سے خانقاہ حضرت خواجہ میں دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیا۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ حسام الدین احمد

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت مجدد الف ثانی اور خواجہ حسام الدین احمد کے مابین کچھ عرصہ کے لئے اختلافات پیدا ہو گئے تھے، جن کے اسباب معاصر تذکروں میں نہیں بتائے گئے، لیکن مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی اور زاد المعاد وغیرہ سے حسب ذیل وجوہ کا قیاس کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مخالفت

۲۔ کشفی ونظری اختلافات

۳۔ مخالفین کی افواہیں

جیسا کہ ہم حضرت خواجہ کے احوال میں ''حضرت خواجہ کی جانشینی'' کے تحت تفصیل سے ان اسباب کا تجزیہ کر چکے ہیں کہ کس طرح حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے بعد خانقاہِ دہلی کے متوسلین اور حضرت مجدد الف ثانی کے مابین اختلافات ہوئے جو محض وقتی تھے اور وہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔

معاصر مولف خواجہ محمد ہاشم کشمی نے جو خواجہ حسام الدین احمد سے گہری دوستی وموانست رکھتے تھے، لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ کے لئے خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی کے درمیان کسی بات پر کچھ ''ملال'' پیدا ہو گیا تھا لیکن اللہ سبحانہ کی عنایت سے وہ ''غبار ملال'' دور ہو گیا اور دونوں بزرگوں کے ہاں ''صفا اور اخلاص'' پھر سے قائم ہو گیا، یہاں تک کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اپنے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کو تربیت اور تکمیل کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند بھیجا اور آپ اس نور چشم پر نظر عنایت مبذول فرماتے رہے، مولف نے خواجہ حسام الدین احمد کا ایک مکتوب بنام شیخ تاج الدین سنبھلی بھی نقل کیا ہے، جس میں ہے کہ خانقاہ حضرت خواجہ کے مقیموں نے اپنے

۱۔ ان تمام امور کی تمام تر تفصیلات ہم نے مخدوم زادگان کے احوال کے ضمن میں بیان کر دی ہیں۔

Marfat.com

مکشوفات کی بنیاد پر جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بہت زیادہ دوری کا ہے، اسی مکتوب میں خواجہ حسام الدین احمد حضرت مجدد الف ثانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے خاندان (فرزندان یعنی خواجہ کلاں وخواجہ خُرد) کے ساتھ اخلاص کا اظہار جیسا کہ مخدومی شیخ احمد (مجدد الف ثانی) کی طرف سے دیکھا جاتا ہے وہ بہت ہی شکر کا باعث ہے...... اور دین کے ظواہر کی رعایت (پابندی) کی توفیق جس قدر ان کو حاصل ہے ان کے مخالفین اور منکرین بھی اعتراض کی گنجائش نہیں پاتے۔ [۱]

خود خواجہ محمد ہاشم کشمی جب برہان پور سے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سرہند جاتے ہوئے دہلی سے گزرے تو خواجہ حسام الدین احمد سے ملے جب انہیں ان کا سرہند جانے کا ارادہ معلوم ہوا تو بہت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی جیسا طالبانِ حق کی تربیت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ [۲]

پھر حضرت مجدد الف ثانی کے وصال پر خواجہ حسام الدین احمد نے جو تعزیت نامہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کو لکھا ہے وہ انہوں نے نقل کر کے محفوظ کر لیا ہے، [۳] جس سے اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ ان دونوں حضرات کے مابین نزاع مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا۔

معترضین یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی میں کسی کو اپنی مسند مشیخت پر نہیں بٹھایا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی کسی کو اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے اس لئے خانقاہِ دہلی اور سرہند کے درمیان پہلا اختلاف یہی تھا، اس لئے آپ کا خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ اختلاف ہو گیا کیوں کہ حضرت خواجہ کے سب سے زیادہ قریبی رفیق آپ ہی تھے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ ہم تفصیلات بیان کر چکے ہیں کہ حضرت خواجہ نے جب خواجہ حسام الدین احمد کو تربیت مریدین کا حکم دیا تو آپ نے اس سے معذرت کر لی جسے حضرت خواجہ نے قبول فرما لیا، لیکن ان کے علاوہ کون تولیت خانقاہ کے فرائض انجام دیتا؟ وہ بھی خواجہ حسام الدین احمد کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

۱۔ زبدۃ المقامات: ۸۱۔۸۳ ملخصاً ۲۔ ایضاً ۸۳۔۸۴ ۳۔ ایضاً: ۸۴۔۸۵

Marfat.com

جب خواجہ حسام الدین احمد نے اس مقصد کے لئے میاں شیخ اللہ داد کا نام تجویز کیا تو حضرت مجدد الف ثانی نے واضح الفاظ میں اس سے انکار کر دیا، ظاہر ہے کہ اس پر قدرے ملال ان تینوں اصحاب میں پیدا ہوا۔

خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ اور زاد المعاد کے مولف خواجہ کلاں نے لکھا ہے کہ خود خواجہ حسام الدین احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے اور میاں شیخ احمد قدس سرہ (حضرت مجدد الف ثانی) کے مابین بعض متشابہات پر گفت وشنید (مباحث واختلاف) ہوا تھا اور ان امور کے باعث ہمارے ''دل آئینہ مصفا'' میں ''غبار کدورت'' حائل ہو گیا تھا، اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی کے مریدین کی طرف سے اس مسئلہ میں مجھے ''تہمت اور مذمت'' کا بھی سامنا کرنا پڑا اور میرا بھی دل چاہتا تھا کہ ان کے روحانی مشاغل کو غلو سے تشبیہ دوں لیکن میرا دل کسی طرح بھی یہ کرنے کو راضی نہیں ہوتا تھا، میں ہمیشہ ان ''متشابہات'' کی توجیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے کرم کا منتظر رہتا تھا کہ انہی ایام میں حضرت مجدد الف ثانی کی طرف سے ''واضح بیان'' سننے میں آیا جس سے وہ مقام ''کدورت وملالت'' دور ہو گیا اور اب اس کا نشان تک نہیں ہے۔[۱]

ہمیں تو زاد المعاد کے اس جملہ ''کثرت توغل ایشان بہ مشاغل روحانی'' سے واضح اشارہ حضرت مجدد الف ثانی کے مرید حسن افغان کا آپ کی تحریرات میں تحریف کرنے اور پھر ان محرف معارف سے متاثر ہو کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رسالہ اعتراضات لکھنا اور اسے مخالفین کے شہرت دینے کی طرف معلوم ہوتا ہے، جس سے خواجہ حسام الدین احمد سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے، جس کی وجہ یہی ہے کہ آپ حضرت خواجہ کے روحانی مرکز میں تولیت کے فرائض انجام دے رہے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی کی تمام تر روحانیت اسی مرکز سے مقتبس تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مخالفین وحاسدین حسن خان افغان کی قیادت میں ہندوستان کی بڑی بڑی خانقاہوں اور علماء کی خدمت میں وہ محرف مواد لے کر گئے جس سے خانقاہِ حضرت خواجہ اور آپ کے حوزۂ روحانی کے سب سے بڑے عالم ومحدث شیخ عبدالحق محدث متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

۱۔ زاد المعاد: ۹۷

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے آخری ایام حیات میں خواجہ حسام الدین احمد کو جو خطوط لکھے تھے ان میں سے ایک مکتوب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام لئے بغیر یہ برادرانہ شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے مجھے براہِ راست لکھنے کی بجائے محض شبہ (بمجرد اشتباہ) کی بنا پر مجھ پر اعتراضات کر کے مشتہر کیا اور اس کی ''شہر شہر منادی'' کرائی یہ کہاں کی دین داری ہے؟ میں نے کوئی بات بھی ایسی نہیں لکھی جس کی ابتداء و اختراع اس فقیر نے کی ہو...... اس لئے یہ سارا ''شور وغوغا'' کیسا ہے؟ اگر کوئی ایسا لفظ مجھ سے صادر ہو گیا تھا جو ظاہر علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا تو تھوڑی سی توجہ سے اس کی شریعت کے مطابق تاویل کر لیتے، اسی مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی نے لکھا ہے کہ آپ کے مکتوب سے یہ مفہوم بھی ہوتا ہے کہ اس عزیز (مکتوب الیہ مولانا صالح محمد کولابی) سے میرا مکتوب (۳/۸۷) سن کر آپ کے خادموں میں بھی ''اشتباہ و انحراف'' پیدا ہوا...... چاہیے تو یہ تھا کہ مشتبہ مقامات کو آپ خود حل کر لیتے اور اس فقیر پر نہ چھوڑتے اور فتنہ کو ختم کر دیتے، دوسرے دوستوں سے کیا شکایت کی جائے کہ ان میں سے بعض نے شبہ دور کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود ایسا نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کر لی۔[1]

خواجہ حسام الدین احمد

خواجہ جمال الدین حسین (از زوجہ اول) | ماہ بوبو (از زوجۂ اول) | خواجہ سراج الدین محمد (از زوجۂ ثانی) | بی بی سالمہ (از زوجۂ ثانی)

منسوب بہ میر سید ابراہیم حسین (ف ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء)

(زاد المعاد: ۹۳)

[1] مکتوبات: ۳/۱۲۱/۵۶۶، یہ معلومات ''زاد المعاد'' کی پہلی جلد سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

میر نظام الدین احمد غازی خان بدخشی

میر نظام الدین احمد مخاطب بہ غازی خان بدخشی دسویں صدی ہجری/سولہویں صدی عیسوی کے اکابر علماء، مشائخ اور منصب داروں میں سے تھے۔

علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کے دوران بہت سے علماء و اولیاء سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

نواب غازی خان، افغانستان کے مشہور مردم خیز علاقہ بدخشان کے ایک مضافاتی قصبہ جرم [۱] میں رہتے تھے، ان کا سال ولادت معلوم نہیں ہے لیکن بوقت انتقال ان کی عمر ستر سال تھی، موصوف ۴، امرداد ۹۹۲ھ/ ۲۵ جولائی ۱۵۸۴ء کو فوت ہوئے [۲] اس اعتبار سے مرحوم کا سال ولادت ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء قیاسی طور پر متعین ہوتا ہے۔ (یعنی ۹۹۲-۷۰=۹۲۲)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جرم سے بدخشان کے ایک اور مضافاتی قصبہ قندوز میں منتقل ہو گئے تھے، جہاں ان کے معروف فرزند خواجہ حسام الدین احمد کی ۹۷۷ھ کو ولادت ہوئی [۳]

نواب غازی خان کے والد کا نام علی بصری تھا، ان کا نسب ایک طرف امام حسن بصری (۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء) اور دوسری طرف سے امام زاہدی ابوالرجا نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی غزمینی (ف ۶۵۸ھ/ ۱۲۶۰ء) سے واصل ہوتا ہے۔ [۴]

نواب غازی خان کے والد علی بصری کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے، ہمایوں بادشاہ نے جب غازی خان کی کابل آمد پر دربار میں طلب کیا تو لکھا کہ قاضی زادہ ضرور تشریف لائیں (زاد المعادص ۳۰)

۱۔ محمد صادق ہمدانی: کلمات الصادقین ۲۰۰

۲۔ ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/ ۴۳۶، محمد بن رستم حارثی: تاریخ محمدی: ۲/۴/ ۴۴۰

۳۔ زاد المعاد ۱/ ۲۴۷ ۴۔ ایضاً ۲۲/ ۱۶۔۱۷

Marfat.com

جس سے قیاس ہوتا ہے کہ آپ کے والد اور دادا سلاطین بدخشان کے ہاں باقاعدہ قاضی تھے، زادالمعاد کی حکایت سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ سلطان خواجہ آپ کے والد کا لقب تھا یا دادا کا نام، اسی طرح ان کے اجداد میں سے ایک فرد خواجہ مبارک شاہ تھے، جن کے نام امیر تیمور نے ایک فرمان بھی لکھا تھا نہ تو ہمیں اس فرمان کا متن کتب تاریخ ملا ہے اور نہ ہی خواجہ مبارک شاہ کے احوال سے ہم واقف ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے لکھا ہے کہ ''پیش حضرت صاحب قران عزت صوری وآبروی تمام داشت''۔[1]

نواب غازی خان کے آبائی کرام سلاطین تیموریہ کے مصاحب وہم نشین رہے اور ان میں سے بعض امراء ومنصب دار بھی گذرے ہیں ''جولباس دولت مندی ظاہری'' کے ساتھ سعادات اخروی بھی رکھتے تھے۔[2]

آپ نے سات سال کی عمر تک اپنے مستقر علاقہ جرم میں اپنے والدین کے زیر سایہ تربیت پائی اور یہیں ابتدائی کتب مختصرات صرف ونحو کی تحصیل کی، پھر براستہ کشمیر، طالقان پہنچے، جو اس وقت ایک علمی مرکز تھا، جہاں آپ نے مولانا مزید[3] ورسجی کی خدمت میں تحصیل کی جو مولانا محمود سرخ اور سید جمیل بلخی کے تلامذہ میں سے تھے[4] گویا جب آپ طالقان آئے تو حدود ۹۲۹ھ/۱۵۲۲ء کو یہ علماء وہاں مصروف کار تھے۔ (۹۲۲+۷=۹۲۹ھ)

طالقان سے سمرقند گئے جہاں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، اسی دوران واپس اپنے مستقر جانا پڑا جہاں کے ایک عالم قاضی امین اللہ اشکمشی سے علمی مباحثہ میں غالب آئے، لیکن جلد ہی کاشغر سے ہوتے ہوئے پھر سمرقند چلے گئے، یہ حصول علم کے لئے ان کا تیسری بار سمرقند جانا تھا، جہاں انہوں نے زیادہ تر

۱۔طبقات شاہ جہانی: ۱۰/۱۰، کلمات الصادقین ۲۰۰ ۲۔زادالمعاد: ۲۵

۳۔مولانا حکیم محمد مزید بخارا کے افتخار الاطباء تھے (مذکر احباب ۲۹۱۔۲۹۴) ممکن ہے یہی اس وقت طالقان میں ہوں اور نواب غازی خان نے ان سے پڑھا ہو۔ (تعلیقات زادالمعاد ۳/۲۳)

۴۔زادالمعاد ۲۶

Marfat.com

مولانا فریدالدین سعید ترکستانی [۱] اور مولانا وحیدالدین احمد جندی [۲] سے تحصیل کی، یہیں مولانا مصطفیٰ رومی[۳] سے تفسیر وحدیث کی سند حاصل کی اور سمرقند کے اکابر علماء میں آپ کا شمار کیا گیا، وہاں کے سلاطین و امراء بھی کمال ادب وتواضع سے پیش آئے[۴] چونکہ ان دنوں بدخشاں اور ماوراءالنہر کے مابین راستے مسدود تھے، اس لئے آپ جب براستہ کاشغر گئے تو وہاں کے علماء سے بھی خوب مباحث ہوئے، جن میں آپ غالب رہے، جب آپ بلخ گئے تو وہاں مولانا عبدالغفور لاری[۵] (شاگرد ومرید مولانا جامی) کی خدمت میں حاشیہ مطالع، تفرید اور شرح تفرید پڑھیں اور ان کے ایک شاگرد مولانا کمال الدین ابوالخیر[۶] کی خدمت میں ہدایہ کا درس لیا، ہمیشہ اپنے اساتذہ کی خدمت میں معزز رہے، اگرچہ آپ کے پاس وہاں گذر اوقات کے لئے کچھ نہیں تھا پھر بھی آپ امراء کے درِ دولت سے دور ہی رہے۔[۷]

طالب علمی کے زمانہ میں جب آپ تیسری مرتبہ سمرقند گئے تو تحصیل علم کے ساتھ ہی ریاضت ومجاہدہ بھی کرنے لگے اور وہاں کے درویشوں نے بھی آپ کے حال پر توجہ مبذول کرنا شروع کر دی، چنانچہ مولانا فخرالدین علی کاشفی صاحب رشحات جو مولانا جامی کے شاگرد خاص ومرید تھے اور آپ کے فرزند مولانا ضیاءالدین یوسف کی تعلیم وتربیت بھی انہی کے سپرد تھی، نواب غازی خان کے احوال پر خصوصی شفقت فرمانے لگے[۸] تو روحانیت کی طرف راغب ہو گئے اور وہیں اس وقت کے باکمال بزرگ مخدوم اعظم شیخ حسین خوارزمی (ف ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء) سے بیعت کر لی اور انہی کے ہمراہ سمرقند سے بخارا حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[۹]

۱۔ان علماء کے مختصر احوال زادالمعاد کی تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ان علماء کے مختصر احوال زادالمعاد کی تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

۳۔ان علماء کے مختصر احوال زادالمعاد کی تعلیقات میں ملاحظہ کریں۔

۴۔کلمات الصادقین: ۲۰۰، زادالمعاد ۵۔حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات زادالمعاد ۲۶/ ۸۔۹

۶۔ایضاً ۷۔زادالمعاد، کلمات الصادقین: ۲۰۱۔۲۰۲

۸۔زادالمعاد (تعلیقات: ۲۴/ ۷) ۹۔ایضاً، کلمات ۲۰۲

Marfat.com

آپ کے ایک ہم جماعت مولانا رشید الدین حاجی میاں کالے تھے، ان کے کہنے پر آپ پھر مزید حصول علم کی طرف راغب ہو گئے اور زیارت قبور کا بہانہ بنا کر دونوں وہاں سے نکلے، بخارا کے اعلم العلماء مولانا کیبک[۱] کے مدرسہ میں گئے کچھ دیر ان کے درس میں بیٹھے جب علمی مباحث کا آغاز ہوا تو نواب غازی خان کا عرق ملائیت حرکت میں آیا مناظرہ کا آغاز کر دیا، ملا کیبک اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کی تعظیم وتوقیر کی اور مولانا رشید الدین مذکور کی مکرر ترغیب پر دوبارہ حصول علم کے لئے بخارا سے سمرقند چلے گئے اور پھر ایک عرصہ تک وہاں رہ کر تحصیل میں مصروف رہے، لیکن ان پر پھر مخدومی شیخ حسین خوارزمی کی صحبت ومحبت کا جذبہ غالب آیا اور بخارا کی طرف چل دیئے[۲] اس دوران آپ کی علمیت کی شہرت بخارا، سمرقند اور بلخ تک پہنچ چکی تھی۔[۳]

اس وقت بخارا کا حاکم عبدالعزیز خان (۹۴۷-۹۵۶ھ/۱۵۴۰-۱۵۴۹ء) علم وعلماء نواز اور فقراء ومشائخ کا عقیدت مند تھا، اس کا والد عبیداللہ خان بن سلطان محمود (۹۴۰-۹۴۶ھ/۱۵۳۳-۱۵۳۹ء) بھی بخارا کا حاکم تھا، غایت درجہ پابند شرع اور تقویت دین کے لئے اس نے بہت جدوجہد کی تھی، وہ مولانا خواجہ مخدوم اعظم احمد کاسانی (ف ۹۴۹ھ/۱۶۴۲ء) کا مرید تھا، صلوۃ پنج گانہ کی خود امامت کرتا تھا، جب وہ پیدا ہوا تو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کے نام پر اس کا نام عبیداللہ خان رکھا گیا تھا[۴] اسی کے قابل فرزند عبدالعزیز خان نے نواب غازی خان کی شہرت علمیہ سن کر ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور آپ کو دربار میں بلایا اور آپ کی آمد سے قبل بخارا کے بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا گیا، سخت قسم کا علمی مذاکرہ ہوا، جہاں ان کی علمیت کو تسلیم کر لیا گیا[۵] سلطان عبدالعزیز کے اخلاص کے پیش نظر آپ نے کچھ مدت کے لئے بخارا میں قیام کیا، اس دوران وہاں کے اکابر علماء مولانا کیبک، مولانا ناصر، مولانا حسین ترکستانی اور شیخ موید وغیرہ سے مناظرے ہوتے رہے، جن میں آپ کو سبقت حاصل رہی۔[۶]

۱۔ حالات کے لئے دیکھئے زاد المعاد: ۳/۲۸ ۲۔ زاد المعاد: ۲۴-۲۵

۳۔ کلمات الصادقین: ۲۰۲ ۴۔ محمد یوسف منشی: تذکرہ مقیم خانی مرتبہ فرشتہ صرافان: ۸۸-۹۱

۵۔ کلمات: ۲۰۲-۲۰۳ ۶۔ زاد المعاد: ۲۶، ان علماء کے مختصر حالات کے لئے زاد المعاد پر ہماری تعلیقات ملاحظہ کیجئے

Marfat.com

نواب غازی خان، بخارا سے حصول علم کے لئے پھر سمرقند گئے، یہ اس مقصد کے لئے ان کا پانچواں سفر سمرقند تھا، وہاں حضرت احرار کے مزار پر ان کی مولانا علاء الدین محمد لاری شیرازی [۱] سے ملاقات ہوئی اور دونوں کے مابین ایسی اخوت پیدا ہوئی کہ وہ آپ کے ساتھ اپنے مستقر بدخشان آئے، ان دنوں بدخشاں کا حاکم میرزا سلمان شاہ اور اس کا فرزند میرزا ابراہیم تھا، میرزا ابراہیم غایت درجہ رشد و لطافت طبع کا مالک تھا اور ارباب علم کی بہت قدر کرتا تھا، نواب غازی خان کی علمیت کی شہرت ان سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی، اس نے نواب صاحب کو اپنے ساتھ رکھنا چاہا لیکن آپ کو میرزا سلیمان سے زیادہ مناسبت تھی، اس لئے آپ کچھ عرصہ اس کے ساتھ رہے، پھر مولانا علاء الدین محمد لاری مذکور کے تشویق دلانے پر علمائے مغرب سے مستفید ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کابل پہنچے تو اس وقت ہمایوں بادشاہ کو خبر دی تو اس نے امیر شہاب الدین احمد نیشاپوری [۲] کو استقبال کے لئے بھیجا اور اپنے پاس بلایا، مولانا علاء الدین محمد نے ''عذرہای نامقبول'' کیے جس سے بادشاہ ناراض ہوا اور کہا کہ مولانا نہیں آتے تو نہ آئیں البتہ قاضی زادہ بدخشان نواب غازی خان ملاقات کا شرف بخشیں، اس وقت بادشاہ کابل کے باغ میں رونق افروز تھا، آپ کو عز و جاہ سے لایا گیا، انہیں صدر الاہالی'' بنانے کا فیصلہ کیا گیا اس وقت صدارت کے یہ تین درجے تھے:

۱۔ صدر العلماء کہ اکابر و اعاظم علماء را صدارت می کرد

۲۔ صدر الاہالی کہ او واسط ایں طبقہ عظمیٰ را وسیلہ کورنش می شدہ

۳۔ صدر الافاضل کہ در باب شعر و انشاء و سائر فضائل را از نظر می گذرانیدہ [۳]

لیکن اس مردم شناس بادشاہ کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے کہا کہ ان کے لئے ''صدر الاہالی'' کا عہدہ صحیح نہیں بلکہ انہیں صدر العلماء بنایا جائے، بادشاہ نے مزاج پرسی کے بعد کئی قسم کی مہربانی ان پر کی اور پہلی ہی مجلس میں انہیں ''اسپ و سرو پا خاص'' اور ایک ہزار شاہ رخی [۴] عنایت کیے [۵] پھر روز بروز آپ کے اعزاز و

۱۔ تعلیقات: ۲۹/۱۱۔۱۲ ۲۔ ایضاً: ۳۰/۱۱۔۱۲ ۳۔ زاد المعاد: ۲۷

۴۔ شاہ رخی، ایک سکہ ہے جسے خاقانِ سعید شاہ رخ میرزا (۸۰۷۔۸۵۰ھ/۱۴۰۴۔۱۴۴۶ء) بن امیر تیمور نے حکومت سنبھالنے کے بعد شاہ رخی کے نام سے جاری کیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اکرام میں اضافہ ہوتا رہا، بادشاہ ان کی جودت ذہن، حاضر دماغی، حسن تقریر اور سلاست محاورہ سے بہت متاثر ہوا۔

انہی دنوں آپ نے ہمایوں بادشاہ کے ذوق کی خاطر بعض مباحث پر مشتمل ایک کتاب مراصد ہمایونیہ تصنیف کر کے پیش کی،[۱] جس کا موضوع ''مراتب عقول ونفوس وحواس'' تھا [۲] گویا یہ کتاب آپ نے کابل میں تصنیف کی اور وہیں بادشاہ کے حضور پیش کی، اس کتاب کے کسی خطی نسخے کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ اس میں اور کیا مباحث ونکات تھے۔

ہمایوں بادشاہ کو علم نجوم وہیت سے خاص دلچسپی تھی اور اس نے کئی رصدگاہیں اس علم کی تحقیق کے لئے بنائی تھیں، اس کتاب کا تعلق بھی انہی مباحث سے معلوم ہوتا ہے، بادشاہ نے اصطرلاب اور دیگر آلاتِ رصدی بھی ایجاد کئے تھے،[۳] اس علم سے بادشاہ کی دلچسپی کے پیش نظر کئی علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھ کر پیش کی تھیں، جن میں نواب غازی خان کی مراصد ہمایونیہ بھی شامل ہے، وہیں شاہی لشکر کے اعلم العلماء مولانا شیخ حسین بغدادی کے ساتھ آپ کے کئی مناظرے بھی ہوئے جن میں آپ غالب رہے اور مولانا نے انصاف سے انہیں تسلیم بھی کیا۔[۴]

اسی طرح کچھ مدت گزری تھی کہ ہمایوں کو بعض خفیہ امور مملکت اور پیغامات بدخشان بھیجنے کے لئے تردد ہوا کہ کس کا انتخاب کیا جائے تو قرعۂ فال نواب غازی خان کے نام کا نکلا اور آپ کو میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کے پاس بھیجا، ان حضرات نے آپ کی آمد کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے آپ کو روک لیا اور ایک دوسرے امیر علی خان بدخشی کو اپنے جوابات دے کر دربار مغلیہ میں روانہ کیا اور بدخشاں کا نظم وضبط آپ کے

(بقیہ حصہ گذشتہ صفحہ) (مطلع سعدین ۲/۱/۲۳، حبیب السیر: ۳/۵۵۳، لغت نامہ، دھخدا، دانشنامہ زبان و ادب فارسی در افغانستان مرتبہ حسن انوشہ) یہ سکہ اس کی وفات کے بعد بھی ہمایوں کے قیام کابل (۹۶۰ھ/ ۱۵۵۳ء) تک وہاں جاری رہا۔

۱۔ زاد المعاد: ۲۸

۲۔ کلمات: ۲۰۵

۳۔ بزم تیموریہ: ۱/۸۹۔۹۶

۴۔ زاد المعاد: ۳۲

۵۔ کلمات: ۲۰۲۔۲۰۳، زاد المعاد: ۲۷۔۲۸

Marfat.com

سپرد کر کے ''اعظم خاقانی'' کا خطاب دیا، آپ مدتوں بدخشاں میں رہے اور ''عدل و رفاہیت'' سے قوانین پر عمل درآمد کروایا۔[1]

ہمایوں نے اس دوران جو فرامین میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کو بھیجے ان کے حاشیہ پر اپنے قلم سے آپ کے لئے دعائیہ جملوں کا اضافہ کرتا رہا۔[2]

نواب غازی خان ایک عرصہ تک بدخشاں میں رہے وہاں کے حالات سے قدرے دل برداشتہ بھی ہوئے، آپ کا تعلق مشہور شیخ طریقت شیخ خلیل اللہ بدخشی[3] (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) سے تھا، جو سلسلۂ کبرویہ کے شیخ تھے، بدخشان کے حکام بھی ان کے غایت درجہ معتقد تھے لیکن وہاں کے امراء کی سازشوں سے تنگ آ کر موصوف بخارا چلے گئے، جہاں انہیں قبول عام حاصل ہوا۔

اب چونکہ نواب غازی خان کے شیخ بدخشان سے چلے گئے تھے اس لئے انہوں نے بھی وہاں سے روانگی کا فیصلہ کر لیا اور میرزا سلیمان سے سفر حجاز کے لئے رخصت لے کر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے، جب کابل پہنچے تو وہاں کے گورنر میرزا محمد حکیم (ف ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء) بن ہمایوں بادشاہ کی استدعا پر نواب غازی خان نے کابل میں قیام فرمایا، اس نے ان سے کچھ اسباق بھی پڑھے اور ان کی بہت توقیر کی۔[4]

ہمایوں جب ایران سے واپس آ کر ہندوستان فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا تو اس نے میرزا حکیم کی نگرانی میں منعم خان کو کابل میں متعین کیا، حدود ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء کو میرزا سلیمان و میرزا ابراہیم نے کابل فتح کرنے کے لئے کابل پر حملہ کر دیا تو منعم خان قلعہ کابل میں محصور ہو گیا، میرزا سلیمان نے نواب غازی خان کے ذریعہ منعم خان کو پیغام بھیجا کہ تم صرف ایک بار میرے نام کا خطبہ پڑھ دو، منعم خان نے مصلحتاً ایسا ہی کیا، جس سے میرزا سلیمان واپس بدخشان چلا گیا، (منتخب التواریخ: ۲/۱۰) قیاس ہے کہ نواب غازی خان کو میرزا سلیمان بدخشان سے لایا ہوگا۔

۱۔ زاد المعاد: ۲۹، کلمات: ۲۰۳
۲۔ زاد المعاد: ۳۳
۳۔ زاد المعاد، تعلیقات: ۳۲/۳
۴۔ زاد المعاد: ۳۲، کلمات: ۲۰۳

Marfat.com

اس دوران ہندوستان کے بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کو نواب غازی خان جیسے باکمال عالم کی کابل میں آمد اور قیام کا علم ہو جاتا ہے تو وہ آپ کو ہندوستان آنے کی دعوت دیتا ہے اور کئی فرامین آپ کی طلبی کے تاکید کے ساتھ روانہ کرتا ہے، جس پر مجبور ہو کر مرزا حکیم انہیں رخصت دے دیتا ہے۔[۱] کابل میں تین سال تک آپ کا قیام رہا۔[۲]

نواب غازی خان کابل سے روانہ ہو کر ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو ہندوستان پہنچے[۳] اکبر ان دنوں بعض بغاوتوں کے استیصال کے لئے بنگال گیا ہوا تھا، وہ حاجی پور و پٹنہ کے قیام کے بعد خانپور پہنچا تو وہاں نواب غازی خان اس سے ملے[۴] جو یقیناً اس وقت اودھ کے مضافات میں ہوگا کیوں کہ زاد المعاد میں ملاقات کا مقام درج نہیں بلکہ اودھ تحریر ہے۔

بادشاہ پوری بشاشت اور خوشی سے ان سے ملا، بہت سے انعامات سے نوازا، شمشیر مطلاء اور پانچ ہزار روپے نقد پیش کئے، پھر منصب ''پروانچی گری'' عنایت کیا، بادشاہ کی نظر ترحم پر آپ کی زبان پر یہ شعر تھا۔

ایزد چو شمع روی وی افروخت در ازل
بر ما رقم بمنصب پروانگی کشید[۵]

''پروانچی گری'' ایک اہم منصب تھا، پراونچی شاہی احکام لکھتا اور روانہ کرتا تھا[۶] جس سے خوش ہو کر آپ نے ہندوستان میں قیام اور اکبر کی ملازمت کا مصمم ارادہ کر لیا[۷] اگلے ہی سال ۹۸۳ھ/۱۵۷۸ء کو

۱۔ زاد المعاد ۲۔ کلمات ۲۰۳

۳۔ تذکروں خصوصاً کلمات الصادقین ص: ۲۰۳ اور زاد المعاد: ۳۴ میں نواب غازی خان کی ہندوستان آمد کا سنہ ۹۸۱ھ دیا گیا ہے، جو معاصر کتب تاریخ اکبر نامہ اور تاریخ اکبری کے مندرجہ سنہ ۹۸۲ھ سے متفاوت ہے، ہمارے نزدیک کتب تاریخ کے سنہ کو ترجیح حاصل ہے۔

۴۔ تاریخ اکبری، تعلیقات: ۱۹۵/۸، ۳۷۲، منتخب التواریخ: ۱۲۵/۲

۵۔ ایضاً ۱۹۵ ۶۔ ایضاً ۳۷۲ ۷۔ زاد المعاد: ۳۰

Marfat.com

جب والی بدخشان وہاں کے حالات کی دگرگونی سے متاثر ہوکر ہندوستان چلا آیا تو اکبر نے نواب غازی خان کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا، اپنے زمانہ اقتدار میں اس نے غازی خان کو قاضی خان کا خطاب دیا۔[1]

نواب غازی خان کو اکبر نے کئی مہمات سر کرنے کے لئے فوج کے ساتھ روانہ کیا، ان لشکروں میں آپ نے داد شجاعت دی اور فتح مند رہے۔

پہلی مہم، جس کا باقاعدہ کتب تاریخ میں تذکرہ ملتا ہے وہ رانا پرتاب سنگھ (عرف رانا کیکا) ولد راجہ رامساہ گوالیاری کے خلاف ہے، جو اوائل محرم ۹۸۴ھ/ ۱۵۷۶ء کو روانہ کی گئی، یہ رانا کوکندہ اور کونبھل میر کا حاکم تھا، اکبر نے باقاعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار مبارک پر حاضر ہوکر اس مہم میں کامیابی کے لئے دعا کی اور راجہ مان سنگھ ولد راجہ بھگوان داس کی سرکردگی میں ایک زبردست مہم روانہ کی اسے باقاعدہ دارالحرب قرار دے کر بہادروں کی ایک جماعت، جس میں آصف خان میر بخشی، غازی خان بدخشی، شاہ غازی خان تبریزی، مجاہد خان، سید احمد خان، سید ہاشم بارہہ اور مہتر خان خاصہ خیل وغیرہ شامل تھے، یہ بہت ہی شدید معرکہ تھا، جس میں بہادروں نے سرفروشی دکھائی، رانا کیکا اپنے بھائیوں سالباض اور بھاؤ سنگھ اور اپنے والد راجہ رامساہ گوالیاری سمیت قتل ہوا۔[2]

مسلمانوں میں اس مہم پر جانے کا اتنا جوش تھا کہ خود مورخ عبدالقادر بدایونی نے بھی اس مہم میں شرکت کی آرزو کی تھی لیکن وہ شامل نہ ہوسکے۔[3]

نواب غازی خان بدخشی اس معرکہ میں زخمی بھی ہوئے اور غازی خان کا خطاب یہیں ان کو بادشاہ کی طرف سے ملا۔[4]

۱۔ منتخب التواریخ: ۲/ ۱۴۸

۲۔ تاریخ محمدی: ۲/۴/ ۳۹۴، اکبر نامہ ۳/ ۱۶۶۔۱۹۴، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۵۷۔۱۵۸، آئین اکبری (تعلیقات بلوخمان: ۱/ ۴۶۱)، کلمات الصادقین: ۲۰۳۔۲۰۴

۳۔ منتخب التواریخ: ۲/ ۱۵۷ ۴۔ کلمات الصادقین: ۲۰۴

Marfat.com

۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء کو دوسری مہم ایدر کے راجہ کے خلاف بھیجی گئی، خود اکبر اس میں شامل تھا، اس نے نواب غازی خان بدخشی کو ہزاری کا منصب دے کر شریف محمد خان آتکہ، مجاہد خان اور ترک سبحان قلی کو تین ہزار سواروں کے ساتھ تھانہ موہنی میں متعین کیا کہ وہ رانا کے باہر آنے کا خیال رکھیں، بادشاہ مالوہ کی طرف فوج کے ساتھ روانہ ہوا، دوسرے امراء اور اکابر فوجی مہم جو بھی اس لشکر سے آملے اور شدید مقابلہ کے بعد اکبر کو فتح ہوئی۔[1]

گویا نواب غازی خان بدخشی کو ۹۸۶ھ میں ہزاری منصب ملا تھا، اکبر کے امراء آپس میں جھگڑتے رہتے تھے، جس کے باعث ایک بار اکبر نے ان سے ناراض ہو کر ان کو کورنش سے محروم کر دیا ان میں راجہ مان سنگھ اور آصف خان جیسے اکابر بھی شامل تھے لیکن نواب غازی خان کا معاملہ ان سے جداگانہ تھا، اکبر ان سے ناراض نہ ہوا۔[2]

اکبر نواب غازی خان کا احترام کرتا تھا اور ان کی سفارش مانتا تھا، ایک مرتبہ عبدالقادر بدایونی اپنے مستقر بساور میں طویل قیام کے بعد واپس آئے تو ان کا منصب امامت بحال کرنے سے انکار کر دیا لیکن نواب غازی خان کی سفارش پر ان کی زمین (بہ تجویز شیخ عبدالنبی) بطور مدد معاش دے دی، امامت کا منصب اس لئے بھی بحال نہ ہوا کہ دین الٰہی کے اجراء سے دربار میں نماز با جماعت موقوف کر دی گئی تھی۔[3]

اکبر نے ہجرت کے ہزار سال پورے ہونے پر ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء کو علماء کو حکم دیا کہ ہزار سال کی مسلمانوں کی تاریخ لکھیں، اس کام پر بڑے بڑے نامور علماء کو مقرر کیا گیا، عبدالقادر بدایونی بھی اس تالیف میں شریک تھے، انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے بارے میں لکھا، جس میں حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قضیہ بھی لکھا، جس پر اکبر نے گرفت کی، بدایونی کا جان بچانا مشکل ہو گیا لیکن ابوالفضل اور نواب غازی خان بدخشی کی توجیہات کی وجہ سے اکبر کے قہر سے نجات ملی۔[4]

۱۔ اکبر نامہ: ۳/ ۲۳۸، منتخب التواریخ: ۲/ ۱۶۶۔۱۶۷ ۲۔ ایضاً ۲/ ۱۶۶

۳۔ ایضاً ۲/ ۱۹۱ ۴۔ ایضاً ۲/ ۲۲۲

Marfat.com

اکبر نے غازی خان کو اودھ میں جاگیر دی تھی،۱ جس کی تفصیلات کتب تاریخ میں نہیں ملتیں اور نہ ہی تذکروں میں اس جاگیر کا محل وقوع اور رقبہ بتایا گیا ہے، ۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء کو رائے پرکھوتم کی بغاوت کے سلسلہ میں دیگر امراء کے ساتھ اودھ کے جاگیردار نواب غازی خان کو بھی حکم ہوا کہ جب لشکر وہاں سے گزرے تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔۲

اسی سال اکبر بہار کے باغیوں کی گوشمالی کے لئے گیا تو اسے وہاں طویل قیام کرنا پڑا، ایک موقع پر نواب غازی خان کو بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ بہار میں ہی ٹھہرنے کا حکم ملا،۳ پھر ۹۸۹ھ/ ۱۵۹۱ء کو جب اکبر کا لشکر فتح مند ہو کر غیاث پور پہنچا تو عرب بہادر، جس نے شہباز خان سے شکست کھائی تھی مغلوں کے خوف سے سارنگ پور کی طرف نکل گیا، جب فوج اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی تو نواب غازی خان کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ یہیں رہنے دیا کہ اس کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں، غازی خان نے عرب بہادر کو گرفتار کر لیا اور خان اعظم کے پاس حاجی پور بھیج دیا، جس نے اسے زنجیروں میں جکڑ کر اکبر کے حضور پیش کیا۔۴

۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو ایک سفر میں نواب غازی خان، شہزادہ سلیم کے ہمرکاب تھے،۵ اکبر کو نواب غازی خان پر کامل اعتماد تھا اس نے حکم دیا کہ تمام علماء وسادات وقضات وارباب مناصب شرعی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مدد معاش کی دستاویزات کی تحقیق کروائیں اور ان تمام کو آپ کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا، جس پر آپ اپنی مہر تصدیق ثبت کرتے وہی قابل قبول ہوتی،۶ ان کی مہر کا سجع یوں تھا:

''غازی خان میر فراغت''۷

۱۔ اکبر نامہ:۳/ ۲۸۷
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً ۳/ ۳۲۴
۴۔ ایضاً ۳/ ۳۴۴
۵۔ ایضاً ۳/ ۳۹۶
۶۔ کلمات:۲۰۴، زادالمعاد:۳۱
۷۔ کلمات:۲۰۴، زادالمعاد ۳۱

Marfat.com

صوفیہ کے تذکروں میں نواب غازی خان کے زہد، تقویٰ اور اکبری الحاد سے لاتعلقی کا ذکر ملتا ہے کہ باوجود دولت وعظمت و جاہ وشوکت، آپ کو دنیا سے کوئی کام نہیں تھا، آپ کے اوقات مقرر تھے، آخر شب بعداز تہجد گریہ وزاری آپ کی عادت تھی، آخری امراض کے زمانہ میں بھی آپ دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ قرآن خوانی اور اذکار سے لحہ بھر غفلت نہ برتتے تھے۔[۱]

اسی طرح آپ کی مجلس درس کا بھی کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا، کبروی سلسلہ کے اوراد و وظائف آپ کی زندگی کا معمول تھے۔[۲]

نواب غازی خان بدخشی مشہور سنی عالم اور منصب دار نواب قلیچ خان کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے، ایک مجلس افطار کے موقع پر نواب قلیچ خان کے درس میں نواب غازی خان کی شرکت کا تذکرہ بدایونی نے کیا ہے۔[۳]

لیکن اس تقویٰ کے باوجود نواب غازی خان کا اکبر کے محضر نامہ پر اثباتی دستخط کرنا، سجدہ کا جواز پیش کرنا اور اکبر کی مجلس وامور مذہبی میں مددگار و مشیر کے طور پر شامل ہونا[۴] متضاد اقدام نظر آتے ہیں۔[۵]

نواب غازی خان کے فرزند گرامی خواجہ حسام الدین احمد، جنہوں نے اکبر سے بصد دقت خلاصی حاصل کی تھی کا بیان ہے کہ ہمارے والد کا اکبر سے تعلق دو اسباب سے تھا، اول وجہ معاش کا حصول دوم ملازمت کے احکام کی پاسداری کے لئے، مولف زادالمعاد، جو خواجہ حسام الدین احمد کے پروردہ تھے اور کم سنی سے ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے کا بیان ہے کہ اگر نواب غازی خان کی ''حمیت دین اور حمایت مسلمانی''

۱۔ کلمات: ۲۰۴ ۲۔ زادالمعاد: ۳۶۔۳۷

۳۔ منتخب التواریخ: ۲/ ۳۴۰ (طبع کلکتہ) تعجب ہے کہ اطہر عباس رضوی، بدایونی کی عبارت نہیں سمجھ سکے اور خود نواب غازی خان کو درس دیتے ہوئے دکھایا:

Religious and intellectual history.p.441

۴۔ منتخب التواریخ: ۳/ ۱۰۴، ۱۸۶ (ملا علی کابلی اس پر حسرت کرتا تھا کہ اسے سجدہ کا جواز پیش کرنے کی سعادت کیوں حاصل نہ ہوئی (ایضاً: ۳/ ۱۸۶) ۵۔ اکبر نامہ: ۳/ ۴۰۴

Marfat.com

اور اس سلسلہ میں بادشاہ اور ''مصاحبان بادشاہ'' کے ساتھ مکالمات اور اقدامات کا تذکرہ لکھا جائے تو اس کے لئے جداگانہ رسالہ لکھنا ہوگا۔[۱]

تاہم ان کا شمار اکبر کے مخالف امراء میں بھی نہیں کیا جا سکتا، قطب الدین محمد خان اور شہباز خان سے اکبر نے جب دینِ الٰہی قبول کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے نہایت جرأت سے اسے رد کر دیا۔[۲] بعض علماء، جنہوں نے اکبر کے عقائد کے خلاف آواز اٹھائی تھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے، کئی علماء کو ملک بدر کیا بعض کو ان کے مستقر سے اتنا دور بھیج دیا کہ وہ زندگی بھر واپس نہ آ سکے۔[۳]

اگر نواب غازی خان بدخشی بھی مخالفت کرتے تو ان کا انجام بھی یہی ہوتا، تاہم ان کے ''مسلمانان ہندومزاج'' کی طرح اکبر کو راہ راست سے ہٹانے کی کوشش کرنے کا ثبوت نہیں مل سکا، عبدالقادر بدایونی جیسا مجاہد مورخ اس جماعت شوم اور علمائے سوء بے دین کے درمیان رہا اور بلاخوف وخطر اس نے سب کے کردار کو بے نقاب کیا، اگر ان سے بھی نواب غازی خان کے محضر نامہ پر دستخط اور سجدہ کا جواز تراشنے کے سوا ان سے دیگر علمائے سوء کی طرح کچھ اور حرکات سرزد ہوتیں تو کبھی معاف نہ کرتا اور اعلانیہ لکھ دیتا، اکبر سے اتنا قرب رکھنے کے باوجود انہوں نے دین الٰہی میں اکبر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔[۴]

نواب غازی خان آخری عمر میں بیمار رہنے لگے تھے، انہیں خناق کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا، وہ اکبر سے اجازت لے کر اپنی جاگیر پر اودھ چلے گئے، وہیں ۴۔امرداد ۹۹۲ھ/ ۱۵رجولائی ۱۵۸۴ء کو انتقال کیا، عمر ستر سال تھی۔[۵]

۱۔زادالمعاد: ۴۷ (درباب حمیت وحمایت مسلمانی حضرت خان علیہ الرحمۃ وآں مقاومات ومصادماتکہ از ایشاں درباب بادشاہ ومصاحبان پادشاہ در ہر چند گاہی بوقوع آمد شنیدہ، ایں رسالہ گنجائش تحریر آں ندارد و بالجملہ در آں وقت از حامیان اسلام ومتصلبان ملت خیر الانام کامل تر ونافع تر از ایشاں کسی نہ بود)

۲۔منتخب التواریخ: ۲۰۰ ۳۔ایضاً: ۲۰۱۔۲۰۲ ۴۔دین الٰہی میں داخل ہونے والے ۱۸ر افراد کے ناموں میں ان کا نام شامل نہیں (آئین اکبری، حواشی بلوخمان: ۱/ ۲۱۸، ۲۱۹)

۵۔اکبرنامہ: ۳/ ۴۳۶ (متبادل عیسوی تاریخ بیورج کے اکبرنامہ کے انگریزی ترجمہ: ۳/ ۶۵۵ سے ماخوذ ہے) تاریخ محمدی: ۲/۴/ ۴۴۰ میں وفات کا مہینہ رجب، منتخب: ۳/ ۱۰۴، تقویم کے عین مطابق ہے۔

Marfat.com

تذکروں میں صرف سنہ وفات لکھا گیا ہے ۱۔ تاریخ وفات نہیں لکھی گئی، انہیں اودھ میں ہی حضرت شیث اور حضرت صالح علیہما السلام کے روضہ کے جوار میں دفن کیا گیا،۲۔ اودھ کی مقامی کتب تاریخ میں وہاں حضرت شیث اور حضرت ایوب کے مزارات کی نشاندہی کی گئی ہے اور لکھا ہے کہ ان کی حدود میں ہزارہا اکابر کی قبور ہیں اور انبیاء کے مزارات خاصے طویل بنائے گئے ہیں۔۳۔

نواب غازی خان کی نعش کو چند سال اودھ میں رہنے دیا پھر آپ کے فرزند گرامی خواجہ حسام الدین احمد نے وہاں سے تابوت نکال کر دہلی میں قدم گاہ حضرت رسالت پناہ میں اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار کے جوار میں دفن کیا اور جداگانہ عمارت ومقبرہ بنوایا۔۴۔ خواجہ محمد صادق ہمدانی نے قطعۂ تاریخ وفات کہا جو ان کے روضہ پر لکھا ہوا تھا۔۵۔

نواب غازی خان کی نعش کس سنہ میں دہلی منتقل کی گئی؟ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ کلمات الصادقین کی تالیف ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء سے پہلے انہیں دہلی لایا جاچکا تھا۔

حبیب اللہ نے ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء کو جب مدفونین دہلی کا تذکرہ ذکر جمیع اولیاءِ دہلی لکھا تو نواب غازی خان بدخشی کے نام کا کوئی مقبرہ وہاں جداگانہ طور پر نہیں تھا، اسی طرح کتب تاریخ سے نواب غازی خان کے صرف ایک فرزند خواجہ حسام الدین احمد کا پتا چلتا ہے، جن کو اکبر نے ان کی وفات ۹۹۲ھ کے بعد دربار میں بلا کر والد کی بجائے منصب دیا۔۶۔

لیکن زادالمعاد سے نواب غازی خان ک دو فرزندوں اور دو بیٹیوں کا علم ہوتا ہے، وفات کے وقت ان کے ایک فرزند خواجہ علاء الدین حسین کم سن تھے، خواجہ حسام الدین احمد نے اپنی اولاد کی طرح اس کی پرورش کی، وہ جہانگیر کے ملازمین میں شامل تھے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں امراء کی وضع کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔۷۔

۱۔ کلمات الصادقین: ۲۰۴۔۲۰۵، زادالمعاد: ۳۳ ۲۔ کلمات: ۲۰۰

۳۔ آئینہ اودھ: ۲۴۱۔۲۴۲ ۴۔ زادالمعاد: ۱۹۰ ۵۔ کلمات: ۲۰۵

۶۔ رک احوال خواجہ حسام الدین احمد، کتاب ہذا ۷۔ زادالمعاد: ۵۶

Marfat.com

اسی طرح نواب غازی خان کی دو بیٹیاں تھیں، جو یقیناً بڑے امراء سے منسوب ہوئی ہوں گی، ایک دختر اکبرآباد (آگرہ) میں رہتی تھیں، خواجہ حسام الدین احمد جب آخری عمر میں شاہ جہان کے طلب کرنے پر اکبرآباد گئے تو اپنی بہن سے ملنے کے لئے ان کی حویلی میں جایا کرتے تھے،[1] اسی طرح نواب غازی خان کی ایک بیٹی دہلی میں رہتی تھیں، جن کے متعلقین کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی، جن کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد ہی کرتے تھے، ان کا نام خان زادہ ماہ تھا[2] زاد المعاد سے نواب غازی خان کا شجرہ اولاد یوں مرتب کیا جاسکتا ہے:

خواجہ مبارک شاہ (متوسل امیر تیمور)
|
سلطان خواجہ
|
قاضی علی بصری بدخشی
|
ملا نظام الدین احمد (غازی خان بدخشی)

خواجہ حسام الدین احمد — خواجہ علاء الدین حسین (منصب دار جہانگیر) — خانزادہ ماہ (مقیم آگرہ) — دختر (مقیم دہلی)

نواب غازی خان کی اولاد ابتدا میں اودھ میں ہی رہتی تھی، وہیں ان کی جاگیر تھی، وہیں انہیں دفن کیا گیا بعد میں ان کی نعش دہلی لائی گئی، اس سلسلہ میں ہم نے اودھ کے اکابر کے انساب پر لکھی جانے والی کتب آئین اودھ[3] اور پشت نامہ ہسوہ[4] دیکھیں لیکن ان میں ان کی اولاد کا کوئی تذکرہ نہیں ملا، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کے بعد یہ افراد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے ہوں گے یا خواجہ حسام الدین احمد کے قیام دہلی کے باعث دہلی میں آبسے ہوں گے، خواجہ حسام الدین احمد

۱۔ زاد المعاد: ۱۷۸ ۲۔ ایضاً ۳۱۸

۳۔ آئینہ اودھ مولفہ سید محمد ابوالحسن، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور: ۱۳۰۵ھ

۴۔ پشت نامۂ ہسوہ مولفہ سید واحد علی وحید، مطبوعہ مطبع اکلیل، بہرائچ، ۱۹۲۹ء

Marfat.com

کے دو فرزند اور دو بیٹیاں تھیں۔[1]

نواب غازی خان بدخشی کئی کتابوں کے مولف تھے، آپ کے معاصر عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے تصانیف معتبر دارد...... و در تصوف رسائل متعدد تصنیف و تالیف نمودہ [2] ایک اور معاصر خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری، جنہوں نے آپ کے رسائل دیکھے تھے اور ان سے نقل واقتباس بھی دیئے ہیں لکھا ہے: انہا رسائل بسیار است[3] جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ رسالہ دراثبات کلام وبیان ایمان تحقیق وتصدیق[4]

۲۔ حاشیہ برشرح عقائد نسفی [5]

۳۔ تفسیر سورۂ والضحیٰ والم نشرح[6]

۴۔ حاشیہ شرح مولانا جلال الدین دوانی [7]

۵۔ مراصد العنایۃ ہمایونیہ (درمراتب عقول ونفوس وحواس)

یہ کتاب ہمایوں بادشاہ کو اس کے قیام کابل کے دوران لکھ کر پیش کی۔[8]

۶۔ رسالہ بحث کلام[9]

۷۔ رسالہ بحث ایمان [10]

۸۔ رسالہ عدم مطالعہ درتصورات[11]

۹۔ شرح رسالہ احمد جندی [12]

۱۰۔ رسالہ بحث الفاظ[13]

۱۱۔ رسالہ اجوبہ ابحاث میر سید محمد امین کاشانی[14]

۱۲۔ مکتوب درباب نصیحت فرزند ارشد خود حضرت خواجہ حسام الدین احمد [15]

۱۔ کتاب ہذا احوال خواجہ حسام الدین احمد
۲۔ منتخب التواریخ: ۳/۱۰۴
۳۔ کلمات الصادقین: ۲۰۵
۴۔ منتخب: ۳/۱۰۴
۵۔ ایضاً، کلمات الصادقین: ۲۰۵
۶۔ ایضاً ۲۰۰
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً
۹۔ کلمات: ۲۰۵
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ ایضاً
۱۴۔ ایضاً
۱۵۔ ایضاً

Marfat.com

یہ پورا اور طویل مکتوب کلمات الصادقین میں نقل کیا گیا ہے، کلمات ۲۰۶۔۲۱۲

۱۳۔ رسالہ دربیان کلمہ توحید، خطی مخزونہ کتابخانہ البیرونی اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشکند، شمارہ 9027/IX مکتوبہ ۱۰۵۵ھ سال تالیف ۹۴۹ھ/۱۵۴۲ء [1]

مذکورہ کتابخانہ کی فہرست مخطوطات روسی زبان میں ہے، افسوس کہ ہم یہ زبان نہیں جانتے اس لئے اس کی تفصیل بیان کرنے سے قاصر ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے شرح رسالہ توحید مولانا جلال الدین (دوانی) بھی نواب غازی خان کی تالیف بتائی ہے غالباً اس سے مراد یہی رسالہ کلمہ توحید ہے۔

گویا نواب غازی خان بدخشی کی تالیفات مذکورہ میں سے ایک رسالہ کلمہ توحید ہے، جو تاشکند کی مذکورہ لائبریری میں محفوظ ہے، دوسرا رسالہ شرح کمیلیہ ہے جو نواب صاحب نے حدیث ماالحقیقۃ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ اور شرح کی ہے، عربی متن کے جامع علامہ عبدالرزاق کاشانی (ف ۷۳۶ھ/ ۱۳۳۵ء) ہیں، یہ شرح ایک اصل اور دو فصول پر مشتمل ہے، اصل کے تحت نواب صاحب نے ''ترجمہ کلام (حدیث) بے تصرف وتاویل وتغیر'' کیا ہے، اس کے بعد دو فصول ہیں، اول میں ترجمہ وشرح حدیث اور دوم میں تنقیح و توضیح وشرح مطالعہ کارِ علامہ کاشانی ہے، کمیلیہ کا ایک خطی نسخہ کتابخانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے [2]

۱۔ نقشبندیہ طریقتیکا عائدقولیازمتہ اثرلار فہرستی، ماوراء النہر نشریاتی، تاشکند، ۱۹۹۳ء ص ۹۱ (جناب احمد منزوی نے فہرست کتابخانہ (اکادمی علوم جمہوری ازبکستان کے حوالہ سے رسالہ دربیان کلمہ توحید کے ایک نسخہ کا ذکر ہے (فہرستوارہ: ۷/۲۴۷) جو کتابخانہ البیرونی کے نسخے کے علاوہ معلوم ہوتا ہے)

۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک: ۳/۱۸۱۴۔۱۸۱۵، فہرستوارہ: ۷۔۷۷ علامہ کاشانی کے عربی متن کی تفصیل کے لئے دیکھئے مجموعہ رسائل ومصنفات کاشانی، مقدمہ مجید ہادی زادہ ۲۲۸۔۲۲۹

رسالہ کمیلیہ کا آغاز: بداں آیاد کہ اللہ بتوفیق ادراک حقائق الاشیاء مطابق المواقع که بحقه قنای فحوی ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون...... شیخ عبدالرزاق قدس سرہ شرح عربی نوشتہ ایں علیل قلیل البضاعت نظام الدین احمد بن شیخ علی القاضی البدخشی مطالعہ آن نمودہ بعد از امعان نظر بعبارت فارسی ترجمہ کرد تاعموم طالبان بقدر استعداد نفع کردند

Marfat.com

باقی کتابیں امتداد زمانہ سے ضائع ہو چکی ہیں یا تا حال ہمیں ان کے وجود کا علم نہیں ہے۔

نواب غازی خان بدخشی کے ایک شاگرد حاجی غیاث الدین محمد نے نواب صاحب کے احوال و مناقب پر ایک رسالہ لکھا تھا، جس کے کسی خطی نسخہ کا تا حال علم نہیں ہے، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے جب کلمات الصادقین (۱۰۲۳ھ) لکھی تو یہ رسالہ ان کے پیش نظر تھا، انہوں نے اس کی تلخیص کتاب مذکور میں نواب صاحب کے احوال کے ضمن میں پیش کر دی ہے، اس رسالہ کے مولف آپ کے شاگرد تھے اور آخری ایام حیات تک اودھ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔[۱]

۱۔ کلمات: ۲۰۱، ۲۰۲

Marfat.com

مآخذ

۱۔ ابوالفضل علامی: اکبر نامہ، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۳ء۔۱۸۸۷ء

۲۔ ایضاً: آئین اکبری مرتبہ سرسید احمد خان، لکھنؤ، ۱۸۶۹ء

۳۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور

۴۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی مرتبہ محمد اسلم خان، (طبقہ نہم دہم) دہلی

۵۔ ایضاً: کلمات الصادقین مرتبہ محمد سلیم اختر، اسلام آباد

۶۔ نثاری، بہاء الدین حسن بخاری: مذکور احباب، حیدر آباد (دکن) ۱۹۶۹ء

۷۔ خواجہ کلاں: زاد المعاد تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، گوجرانوالہ، تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء

۸۔ ایضاً: مبلغ الرجال تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، پروگریسو بکس، لاہور ۲۰۱۹ء

۹۔ محمد یوسف منشی: تذکرہ مقیم خانی مرتبہ فرشتہ صرافان، تہران

۱۰۔ مطلع سعدین مرتبہ محمد شفیع، لاہور

۱۱۔ خواندامیر: حبیب السیر، تہران

۱۲۔ صباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ، اعظم گڑھ، دارالمصنفین

۱۳۔ عارف قندھاری: تاریخ اکبری مرتبہ حاجی معین الدین ندوی، اظہر علی، امتیاز علی عرشی، رام پور ۱۹۶۲ء

۱۴۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۰ء

۱۵۔ ابوالحسن: آئینہ اودھ، کانپور، مطبع نظامی ۱۳۰۵ھ

۱۶۔ احمد منزوی: فہرست مشترک، اسلام آباد (۱۴ر جلدیں)

۲۰۲۱ء

(ماخوذ از زاد المعاد، مقدمہ)

Marfat.com

میاں شیخ الہ داد

ان کا موطن اصلی بقعۂ منورہ انبروہہ (امروہہ) ہے جو کہ بلدۂ سنبل (سنبھل) کے مضافات میں ہے اور سنبل، ہندوستان کے بڑے شہروں میں سے ہے، اس سرزمین پر اُن کی قوم اور قبیلہ کو تورانی کہتے ہیں، کیوں کہ ان کے اجداد کرام میں سے ایک بزرگ توران سے جو کہ قپچاق وترکستان اور ماوراء النہر کی ایک ولایت ہے، ہندوستان آئے تھے، ان کے قبیلہ کے اکثر اصحاب بقعۂ انبروہہ میں علم، عبادت، اصالت اور نجابت کے باعث مشہور تھے، میاں شیخ اللہ داد نے صرف سات سال کی عمر میں راہ طلب علم میں کمر ہمت باندھ کر اپنے وطن میں ہی وہاں کے علماء کی خدمت میں تحصیل کی، اس کے بعد وہ اپنے وطن مالوف کی محبت کو دل سے نکال کر طلب علم کے جذبہ سے دہلی پہنچے، وہاں انہوں نے شیخ چوہڑ سرہندی اور ملا جمال لاہوری کے تبحر علم کا سنا تو مدتوں سرہند اور لاہور میں رہ کر تحصیل کی، ان دو عظیم علماء کی خدمت میں انہوں نے اکثر علوم منقولہ اسلامیہ پر عبور حاصل کرلیا، اُن طالب علمی کے ایام میں اپنے ہم درس ساتھیوں کے خلاف انہوں نے اطاعت وعبادت میں اپنے اوقات کی تعمیر کر کے ان کے پابند ہوگئے، کتابوں سے تحصیل علم اور قال و قیل کے دوران ہی بلدۂ فاخرہ لاہور میں آپ (حضرت خواجہ حسام الدین احمد) سے واقف ہوگئے تھے، کیونکہ وہاں پر آپ ان دنوں دولت مندی اور دنیا کو ترک کرنے اور امارت کے ملابس اور حلاوت سے علیحدگی کا عزم کئے ہوئے تھے، اس عزیمت کے تقاضہ کے تحت آپ ان دنوں فقراء، صلحاء اور علماء سے ملتے اور ان کی تقلید کرتے تھے، آپ خود ہی حضرت میاں کی توجہ کے اسیر ہوگئے، ان کی طرح طرح سے دلجوئی اور اعزاز کرتے تھے، وہ بھی آپ کی کامل محبت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور وہ اکثر آپ کے ساتھ رہنے لگے، انہوں نے آپ کی رفاقت میں ہی حضرت خواجہ قدس سرہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، پھر انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور بہت کم وقت میں اس سلسلہ علیہ کی کیفیات ان کو نصیب ہوگئیں، یہاں تک کہ ان کو غیبت، ذہول اور استہلاک اس حد تک حاصل

Marfat.com

ہوا کہ ان کی روح منور اپنے بدن کے لئے بہت کم توجہ دیتی تھی، جس کی وجہ سے ان کے قویٰ پر کئی طرح کے ضعف کے علاوہ عوارض بھی لاحق ہو گئے پھر دن بدن ان کا جسم مبارک کاہلی کا شکار ہونے لگا تو تمام اصحاب کو ان کی ہلاکت کا شک ہونے لگا، جس پر حضرت خواجہ قدس سرہ الاقدس نے ان کے مذکورہ استہلاک سے افاقہ کا علاج اس میں دیکھا کہ انہیں ذاتی معاملات اور اہل خانقاہ کی خدمت میں مصروف کرایا، جس پر وہ اس امر عالی کے مطابق خدمات مذکورہ بجا لانے لگے، لیکن وہ پھر بھی ورطۂ استہلاک میں مستغرق رہے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ بعض اوقات ہمارے حضرت خواجہ کھانے کا طبق اٹھانے کا بھی اشارہ فرماتے تھے اور وہ اُسی طرح بادۂ الست سے سرشار طبق اٹھائے ہوئے مخلصین کے حجروں میں جاتے تھے اور اس حالت میں جو کوئی بھی انہیں دیکھتا وہ یہی خیال کرتا کہ ابھی ان کے ہاتھ سے وہ گر جائے گا لیکن اللہ سبحانہ کی مدد سے کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ان ایام میں ہمارے حضرت خواجہ انہیں کچھ نیا کام کرنے کا بھی امر فرماتے تھے، چنانچہ وہ برابر چودہ پندرہ دنوں تک بازار سے لکڑی کے پلے خریدنے جاتے رہے، اس طرح اس کام سے ان کے غلبہ ذہول واستہلاک میں کمی ہوتی رہی، یہاں تک کہ سولہویں دن ان میں قوت آ گئی، پھر حضرت خواجہ قدس سرہ الاقدس کے الطاف وعنایات کا جلد ہی ان پر اضافہ ہونے لگا، ان کو حضرت خواجہ کے کمال قرب، دائمی حاضری اور محرمیت خاص کے باعث نصیبۂ کامل میسر آ گیا۔

یہ انہی دنوں کی بات ہے کہ ابھی وہ اس عالی مقام سے عالم شعور میں نہیں آئے تھے کہ آپ نے ان کے حال کی اصلاح اس امر میں دیکھی کہ اس دریائے شہود کے غوطہ خور کی شادی کر دی جائے تا کہ خانہ داری کے مشاغل میں رہ کر روحانی غلبہ سے بچے رہیں، جس پر آپ نے اپنے حضرت پیر دستگیر (خواجہ باقی باللہ) کے حکم عالی کے مطابق ایک خاتون، جن کا تعلق طبقۂ علیہ جہریہ (ذکر جہر کرنے والی) سے تھا اور آپ کے خانہ مبارک میں بیٹیوں کی طرح پرورش وتربیت پائی تھی کو ان کی زوجیت میں دے دیا اور بطریق احسن ان کا نکاح ان سے کر دیا، اس کے بعد حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس نے انہیں اپنے گھر شریف کے قریب رہنے کے لئے جگہ دی، پھر انہیں اپنے اہل بیت مطہر کے ساتھ امتزاج بخشا۔

Marfat.com

یہ انہی دنوں کی بات ہے جب حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس ضعف دماغ اور قواء میں اختلال کے باعث اکثر بیمار رہنے لگے تھے اور آپ سر، دماغ، فرصت اور فراغت کے ساتھ طلبۂ حق کے لئے وقت نہیں دے سکتے تھے، حضرت خواجہ قدس سرہ نے (خانقاہ کے) درویشوں کی رہنمائی کے لئے شغل باطن اور حلقۂ مشغولی کا کام ان کے سپرد کر دیا، جب تک حضرت خواجہ قدس سرہ بقید حیات رہے وہی عالی جناب وکالت خاص اور راہ اختصاص کی خدمت اور اصحاب صدق واخلاص کے سر حلقہ بھی وہی رہے، اسی طرح حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس کی رحلت کے بعد بھی آپ نے یہ معاملہ پہلے دستور کے مطابق انہی کے حوالہ کئے رکھا، البتہ ان کی تعظیم اور احترام میں اضافہ کر دیا چنانچہ آپ نے ان کی خدمت اور مذکورہ مناصب میں وکالت اور اہل خانقاہ کی حاجت روائی دوسرے عزیزوں کے ساتھ ان کے حوالہ کئے رکھی، بلکہ انہیں حلقہ نشینی میں صدر کا جو منصب ان کے پاس تھا اُسے مستقل کر دیا، ان کے اہل خانہ کو اپنے مسکن شریف کے قریب جگہ دی اور حضرت خواجہ قدس سرہ کی سنت سنیہ کے مطابق ان کے فرزندوں اور خواتین عزت مآب کو کامل امتزاج بخش کر حضرت امّ الکرام یعنی اپنی زوجۂ محترمہ والدۂ مخدوم زادۂ بزرگ بی بی فاطمہ نور اللہ مرقدہا کو ان کے فرزندوں کے احوال کی پرسش اور ان کے حرم معلیٰ کی اکثر ضروریات پوری کرنے پر مامور کیا، ان کے احوال کی بلندی کے لئے نہایت درجہ کوشش بھی کرتے رہے اور آپ نے ان کی منزلت، طریقۂ دعوت اور ان کے مرتبۂ مشیخت کو مزید ترقی دینے کے لئے اپنی مساعی جمیلہ کو جاری رکھا، آپ ان کی غیر موجودگی اور مفارقت پر کسی طرح بھی راضی نہیں ہوتے تھے، چنانچہ حضرت بادشاہ مغفور جنت مکانی (جہانگیر) کے عہد میں اپنے سفر حجاز کے عزم کے دوران جب آپ اکبر آباد (آگرہ) تک گئے تھے اور اس سفر کے لئے ارواح طیبہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے پر واپس آ گئے تھے، آپ ان عالی جناب کے اہل خانہ اور عزیز واقارت کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے تھے اور اس کے باوجود کہ حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کی خانقاہ کے لئے ان کے وجود شریف کی انتہائی ضرورت تھی، ان کی جدائی پر راضی نہ ہوئے، یہ واقعہ حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ کی اس سرگزشت کے عین مطابق ہے کہ جب وہ حرمین شریفین جانے لگے تو ان کو حضرت خواجہ علاء الدین (عبدالخالق) غجدوانی سے جدائی کی تاب نہیں تھی جیسا کہ اس قصہ کی تفصیل

Marfat.com

رشحات میں درج ہے۔

مختصر یہ کہ وہ عالی جناب آپ کی تائیدات سے اصحاب کرام میں معزز ومحترم ہوکر مشیخت کی رسوم جاری کیے رہے اور جو کوئی بھی نو وارد آپ سے ارادت کا اظہار کرتا تو آپ اس کو ان کی خدمت میں جانے کا اُمر فرماتے جب تک وہ عالی جناب صحت بدنی کے ساتھ مسجد میں آکر اصحاب کے ساتھ نشست و برخاست کے قابل رہے آپ کسی بھی طالب کو کسی دوسرے شیخ کے پاس جانے کے لئے نہیں کہتے تھے، آخر کار اس حکم کے تحت کہ ''یہ دنیا مومن کے لئے قید ہے'' ان کے مبارک بدن میں کئی قسم کے شدید امراض دَر آئے تھے، خاص طور پر بواسیر کے عارضہ نے دوسرے امراض پر حاوی ہوکر ان کو بے حال کر کے رکھ دیا تھا، اس مرض نے ان کو پوری قوت اور تسلسل کے ساتھ اس طرح جکڑ لیا تھا کہ اس کی تفصیل بیان کرنا ہماری طاقت بیان سے باہر ہے، مختصر یہ کہ کوئی دن ایسا نہیں تھا کہ وہ دوپہر، سہ پہر اور اس سے بھی زیادہ مرتبہ طہارت خانہ اس تکلیف کے باعث نہ جاتے ہوں، جس سے ان کے کھانا کھانے کی طلب بھی بتدریج کم ہوتی چلی گئی، چنانچہ دو روز کے بعد وہ اپنی بھوک کا اثر ظاہر کرتے تھے، اس وقت وہ صرف دو تین سیر گوشت کے شاہی شوربے میں آدھے نان کے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کر تناول فرماتے تھے، پھر چند دنوں تک وہ کسی قسم کا کھانا اپنے لبوں کے قریب نہیں لاتے تھے، اسی عارضۂ مذکورہ کے سبب ان میں اپنے گھر سے باہر آنے کی طاقت نہیں تھی، گویا کئی سالوں سے وہ محض مفقود ہوگئے تھے، آپ نے ان دنوں میں پوری توجہ اور اہتمام سے ان کی تیمارداری اور معیشت میں آسودگی کے لئے کوششیں جاری رکھیں، ان کی بھوک کو بڑھانے کے لئے آپ نے انواع واقسام کے لطائف اور حیلے اختیار کئے اور ان کے وقت کے مطابق ان کو کھانا پہنچانے کی پوری کوشش فرماتے رہے۔

عہد میمنت مہد حضرت خلیفۂ زمان صاحب قران ثانی (شاہ جہاں) زبدہ عمرہ میں آپ نے ان کے لئے بہترین مواقع پیدا کرنے کے لئے سعی کی، بہت اچھے طریقہ سے اس بادشاہ دین پناہ تک ان کے کمالات پہنچائے، آپ کی وکالت کی برکت اور سعی جمیلہ کی بدولت ان کو ایسا مناسب وظیفہ بادشاہ سے مل گیا جو ان کے متعلقین کے لئے کافی ووافی تھا، جو شاہ کی درگاہ معلیٰ سے ان کے فرزندوں کے نام (اب تک)

Marfat.com

مقرر ہے اور اگر ارادۂ الٰہی نے ساتھ دیا تو ان کو عمر دراز تک وہ وظیفہ ان کی اولاد کو ملتا رہے گا۔

اس وقت سنہ ایک ہزار چوالیس (۱۰۴۴ھ) کا وسط ہے، ان کی عمر مبارک تہتر سال پورے کر چکی ہے، جس پر اللہ سبحانہ کی حمد ہے اور وہ زندہ افراد کے زمرہ میں داخل ہیں، ان کا وجود شریف ان درویشوں کے لئے برکتوں کا خزانہ ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ان کی طبعی عمر تک پہنچائے اور یہ فقراء ان کے جوار کی برکت سے آخر زمان کی سختیوں اور فتنوں سے محفوظ رہیں اور اس کے حقدار کو اس کا حق ملے، ان کے اوضاع و اطوارِ شریفہ جو کہ واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں اور وہ تواضع، نیستی، خاکساری اور شکستگی سے مشہود ہیں، اس کے علاوہ ان کا دائمی مراقبہ اور جناب احدیت سے دل کا مسلسل ربط، بری خصلتوں سے اجتناب اور ان سے بچنے کی تلقین کرنا، ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کسی کی طرف سے بھی کوئی نامناسب کلمہ سنتے تو کمال تحمل اور درگزر سے کام لیتے۔

ان کی زوجہ محترمہ کو تقریباً چالیس سال ہوئے کہ ان کی عقل میں فتور، خیال میں ناہمواری اور جنون کے عارضہ میں مبتلا ہیں، وہ ہر دم اور ہر موقع پر الا ماشاء اللہ سبحانہ ان کی بے عزتی، بے عقلی اور بے ادبی کرتی رہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ہی اس جفا پیشہ کی زیادتی کو اپنی تقصیر شمار کر کے ان کی دلجوئی کرتے پھر بھی ثابت قدم رہتے اور ان کی طرف سے تنگی اور ملالت کا اثر ظاہر نہ کرتے، اس خوبی و خصلت کے ملکہ کے حصول سے ان کو بڑی بڑی ترقیاں حاصل ہوئیں، حضرت زنگی آتا علیہ الرحمۃ کے بعد جنہوں نے اپنی جفا پیشہ زوجہ کی زیادتیوں کو تحمل سے برداشت کیا اور اس دنیا کی جبین پر امتیاز کا نشان پایا وہ انہی میاں شیخ اللہ داد کی ذات منقبت شعار تھی۔

ان اوراق کی تحریر کے دوران اس فقیر (خواجہ کلاں) کے دل میں آپ کے کلمات قدسیہ میں سے صرف یہ تین کلمات آئے ہیں، جو یہ ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ خلق خدا پر شفقت کے دوران اور اس طریقہ کے طالبوں کے لئے یہ نصیحت مکرر فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی بھی اپنے اندر اس راہ کی طلب کا احساس کرے تو وہ خود کو اذکار میں سے کسی ذکر کے لئے وقف کر لے اس جوانمرد (طالب) کو چاہیے کہ کتاب سے شغل اور اس کے مطالعہ میں غلو کو

Marfat.com

لذات اور شہوات جسمانی کی مانند جانے جو احکامِ طریقت کے منافی ہے، اسے ذکر و مراقبہ میں ہمیشہ مشغول رہنا چاہیے، مشاغل حسنہ کے دوران اُسے شیطان کے بہکاوے میں نہیں آنا چاہیے، اس کوشش سے یقینی طور پر اُسے جلدی بکثرت فتوحات نصیب ہوں گی۔ (آیۃ شریفہ ہے) اس طرح کا معاملہ مشکوک اور مکدر ہو سکتا ہے۔

دوسری بات وہ فرمایا کرتے ہیں کہ (ان آخری) بیس سالوں میں مجھ پر ناقابل علاج امراض کا شدت سے غلبہ ہے، میں نے چند مرتبہ خواب میں دیکھا ہے کہ اس فقیر کی وفات ایک ہفتہ کی مدت کے بعد ہو جائے گی یا ایک ماہ بعد یا پھر چالیس روز کے بعد ہو گی اور اسی طرح کی دوسری امثال بھی ہیں گویا اس کا وقت قریب ہے جس پر ہر مرتبہ وہ اپنے سفر آخرت کے لئے آمادہ نظر آئے اور وہ وصیت کرنے اور ضروری حقوق کی ادائیگی میں مصروف بھی ہو گئے، جب اس کی میعاد گزر جاتی اور اس خواب کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوتا تو انہیں تامل ہوتا کہ کیا اس خواب کو مکر حقیہ اور رحمانیہ حلیہ سے عاری تھا؟ کہ اس طرح بغیر کسی نتیجہ کے ظاہر ہوئیں، آخر انہیں اللہ سبحانہ کے کرم سے یہ معلوم ہوا کہ ان اموات سے جو نمودار ہوئیں وہ دراصل طبیعت میں سے ایک اثر کی موت تھی اور وہ عدام شیون جسمانیت میں سے ایک شان تھی، اب اس حکم کے تحت کہ اور ''تم اس کی نعمت کا تذکرہ کرو'' یہ کہنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ کئی سال ہوئے کہ اس فقیر کے جسم کے پیکر نے مثالی بدن کا روپ اختیار کر لیا ہے اور طبیعت کے مزاحمات اور اس کے اثرات عنصریہ میرے مزاج میں بہت ہی کم رہ گئے ہیں، جس پر اللہ سبحانہ کی حمد ہے۔

(تیسرے) آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سب سے بڑی عنایت اس فقیر کے حق میں یہ ہے کہ طلب کی ابتداء اور راہ سلوک میں اللہ کریم نے حضرت خواجہ آفاق خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کو اس فقیر کا مربی بنا دیا کہ ان عالی حضرت کی حفظ و حمایت میں اس راہ کے نشیب و فراز اور آفات و خطرات طریقت سے سالم پر امن سیر و سلوک میں مشغول کر دیا۔ اسی طرح اواخر حال اور مشیخت کے دنوں میں حضرات کے حکم پر حلقۂ مشغولی کی خدمت بھی اس فقیر کے سپرد ہوئی تو اف فقیر کے نگران و مربی آپ ہی کو بنایا، جس میں آپ کی رہنمائی سے مشیخت کے اکثر عقبات و خطرات سے محفوظ رہا۔

Marfat.com

تعلیقات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ شیخ الہ داد کا مسکن انبروہہ تھا، اس کا تلفظ ابتداء میں انبروہہ ہی رہا، بعد میں کثرت استعمال سے امروہہ ہو گیا چنانچہ تاریخ فیروز شاہی برنی (ص ۳۲۰) سے آئین اکبری (ترجمہ بلوخمان ۱/۲۱۲، ۴۲۴، ۴۸۵) امروہہ ہی استعمال ہوا ہے، ابن بطوطہ نے بھی ''امروہا'' لکھا ہے، رحلۃ ابن بطوطہ، قاہرہ ص ۳۵۰، البتہ جہاں بادشاہ کے حکم پر دس ہزار من غلہ لے جانے کا حکم ہے وہاں اس فرمان کے ساتھ کہ باقی ایک ہزار من غلہ امروہہ لے جایا جائے اسے ''ہزار امروہا'' لکھ دیا ہے، وہ محض انتظامی اصطلاح ہے جبکہ جہاں کہیں ابن بطوطہ اسے جداگانہ لکھتا ہے وہ اسے امروہا ہی لکھتا ہے۔ (رحلۃ: ۳۴۹)

(Mahdi: Husain: Rehla of Ibin Battuta, p.144)

امروہہ، مراد آباد کی حدود میں ہے۔ (امپریل گزیٹیئر آف انڈیا)

تُوران: ماوراء النہر کے بلاد کو توران کہا جاتا ہے (معجم البلدان: ۲/ ۵۸)، قبچاق کو مورخین نے قدیم سغناق ہی شمار کیا ہے جو کہ شمال میں ۲۴ فرسخ در کنار رود سیحون واقع تھا، جہاں مسلمانوں کی آبادی تھی منگولوں نے اسے تباہ کر دیا، (جغرافیہ تاریخی سرزمین خلافت شرقی ۵۱۷۔۵۱۸) ترکستان، قدیم و دور وسطیٰ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

Barthold, W: Turkistan, down to the Mangol invasion

شیخ الہ داد جب دہلی میں تحصیل علم میں مصروف تھے تو انہیں شیخ چوہڑ سرہندی اور شیخ جمال لاہوری کے تبحر علم کا پتا چلا تو وہ ان کی خدمت میں تحصیل کے لئے گئے اور سرہند و لاہور میں ایک مدت تک رہ کر ان حضرات کی خدمت میں تکمیل کی، شیخ چوہڑ سرہندی ایک ذی علم بزرگ تھے، معاصر مولف امین احمد رازی نے مولانا جوہر اور مولانا بایزید کا مشترکہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

در فنون فضائل سرآمد عشایر و قبائل اند و همواره بلوازم درس و بحث پرداخته نقش افاده برالواح خواطر طلبه می نگارند (ہفت اقلیم ۲/ ۲۵۸)

شیخ چوہڑ کا انتقال ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء کو ہوا، پروفیسر پریہار نے مجمع الاولیاء کے حوالہ سے ان کا یہی سال

Marfat.com

انتقال دیا ہے۔

History and Architectural Remains of Sirhind, p.34

معارج الولایت (خطی، ورق ۶۰۴) میں بھی شیخ جوہڑ کا مختصر سا تذکرہ ہے، یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان کا اصل نام جوہر نہیں بلکہ چوہڑ ہے، چوہڑ کے معنی ہندی میں شکار کو تدبیر سے قابو میں لانے کے ہیں، چونکہ علماء وصوفیہ اپنے نفس کو مجاہدہ وریاضت سے خدا کی بندگی کے پابند ہوتے ہیں مثلاً شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگی لاہوری (ف ۹۱۰ھ) (حدیقۃ الاولیاء، حواشی ۱۶۰۔۱۶۱)

شیخ الہ داد کے دوسرے استاد ملا جمال لاہوری تھے، جو لاہور کے ایک محلہ تلہ میں رہتے تھے، جو اعیان مشائخ میں بھی شمار کئے جاتے تھے وہ لاہور کے اعلم علماء میں سے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ سے بہت عقیدت تھی، ان کا ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء کو وصال ہوا (طبقات شاہ جہانی ۹/ ۴۹) تاریخ محمدی (۲/ ۵/ ۹۴) میں ان کا سال وفت ۱۰۱۶ھ درج ہے، بدایونی نے لکھا ہے کہ مولانا جمال اپنے وقت کے اعلم العلماء تھے، انہوں نے فیضی کی تفسیر بے نقط کی اصلاح کر کے مربوط بنایا۔ (منتخب ۳/ ۷۲)

حضرت مجدد الف ثانی سے بھی ملا جمال لاہوری بہت عقیدت رکھتے تھے، متعدد مرتبہ ملاقات کا ذکر ملتا ہے (زبدۃ المقامات ۱۵۸) خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات کا مسودہ شیخ الہداد کی خدمت میں بھیجا کہ وہ حضرت خواجہ کے قریب ترین اصحاب میں سے ہیں اسے بنظر اصلاح دیکھیں تو انہوں نے اس پر بعض ''دقائق وحقائق'' تحریر کئے۔ (ص ۸۷)

خواجہ حسام الدین احمد جن دنوں ''ترک دولت مندی'' کی فکر میں تھے اور ہندوستان کے مختلف خطوں میں ''فقراء، صلحاء اور علماء'' کی تلاش میں پھرتے تھے، انہی دنوں (حدود ۹۹۹۔۱۰۰۰ھ) لاہور میں آپ کی ملاقات جب میاں شیخ الہ داد سے ہوئی تو وہ حضرت میاں کے ''صید'' دام میں پھنس گئے، اور ان کا بہت ہی اعزاز واکرام کیا......

اس اشارہ سے اس نتیجہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ مہم سندھ کے دوران خواجہ حسام الدین احمد پر اچانک جذبہ الٰہی کا ورود نہیں ہوا تھا، بلکہ باقاعدہ آپ اس سے قبل اس کی تیاری کر رہے تھے اور جونہی موقع ملا

Marfat.com

''اکبر اور مسلمانانِ ہندومزاج'' سے چھٹکارا حاصل کیا۔ (رک مقدمہ کتاب زادالمعاد)

میاں شیخ اللہ داد اپنے قیام لاہور کے زمانہ میں جب کہ خود حضرت خواجہ باقی باللہ ''تلاشِ صلحاء'' میں پھرتے تھے اور حضرت خواجہ احرار سے اویسی طور پر فیض یافتہ تھے اصحاب سے باقاعدہ بیعت بھی لیتے تھے، انہی دنوں میاں شیخ اللہ داد بھی آپ سے بیعت ہوئے۔

میاں شیخ اللہ داد جب سلوک کی مشق کے دوران سکر سے سہو میں آگئے تو حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے فرمایا کہ اب ان کا نکاح کر دو، چنانچہ انہوں نے ایک ایسی خاتون سے جس کی تربیت اپنی بیٹیوں کی طرح کی تھی کے ساتھ ان کا عقد کر دیا، اور ان کو اپنے گھر کے قریب ہی رہنے کے لئے بھی جگہ دی۔

خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ محترمہ بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری خود میاں شیخ اللہ داد کے فرزندوں کے احوال دریافت کرتیں اور اپنے ذاتی وگھریلو معاملات بھی ان کے سپرد کر رکھے تھے۔

Marfat.com

میاں شیخ رفیع الدین محمد عباسی چشتی نقشبندی

ان کے خاندان کے افراد خود کو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سمجھتے ہیں اور حق بھی یہی ہے کہ اس خانوادہ کے تمام اشخاص کے (اطوار) سے نجابت، نیک ذاتی، طہارت اور علوفطرت ہویدا ہے، ان خصائص کا ظہور اس مدعا کی قوی دلیل ہے، ایک سو پچاس سال سے ان کے آباء کرام نے طریقہ علیہ چشتیہ وقادریہ کی تجدید اور دہلی میں اس سلسلہ کے کمالات کی اشاعت میں ایک شان اور بلند مقام رکھتے ہیں، خاص طور پر حضرت شیخ محمد خیالی اور حضرت شیخ عبدالعزیز قدس سرہما متاخر مشائخ ہند میں کثرت کمال، فضل اور صدق حال میں کامل امتیاز رکھتے ہیں۔ ان کے خاندان سے ایک دنیا بلند مقامات پر فائز ہوئی ہے، ان کے والد بزرگوار جناب مرجع طالبین وملجاء سالکین شیخ قطب الدین محمد مشہور بہ قطب العالم رحمہ اللہ سبحانہ اپنے عہد میں ہدایت وترویج سلسلۂ بزرگان میں اپنے دوسرے بھائیوں سے ممتاز تھے، حضرت خواجہ آفاق بیرنگ (باقی باللہ) قدس اللہ سرہ الاقدس اپنے ایام طلب (تردد) میں جب کہ آپ مختلف مشائخ کے پاس جایا کرتے تھے اور حضرت خواجۂ عالم خواجہ احرار کی روح منور سے نسبت حاصل کرنے سے پہلے کچھ عرصہ کے لئے حضرت شیخ مذکور (قطب العالم) کی خانقاہ میں رہ کر ان کے سلسلہ کے بعض اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے، انہی دنوں جب حضرت خواجہ قدس سرہ وہاں تھے تو میاں شیخ رفیع الدین محمد رفع اللہ سبحانہ کو آپ سے خاص محبت کی نسبت اور دلی تعلق پیدا ہو گیا تھا اور جناب رفعت ایاب چونکہ کم سنی سے ہی اپنے حضرت شیخ (قطب العالم) اور حضرت خواجۂ آفاق قدس سرہ کے ساتھ دوستی کی برکات سے عمدہ اخلاق، مؤدب، اور سنجیدگی کے ماحول میں بڑے ہوئے تھے، اس کے بعد جب حضرت خواجہ، آفاق قدس سرہ حضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہ الاقدس کی عنایت جذب کر کے دہلی سے ماوراء النہر کے لئے عازم ہوئے تو جناب رفع المکانی نے حضرت خواجہ آفاق کی غیر موجودگی میں نواب مرتضوی انتساب منعم امام مرتضٰی خان (نواب مرتضٰی بخاری) برد اللہ مضجعہ کی ہمراہی اختیار فرمائی اور اپنے

Marfat.com

والد بزرگوار سے کچھ عرصہ کے لئے مہاجرت کر کے بلدۂ مبارکہ لاہور میں آنحضرت یعنی ہمارے حضرت خواجہ ابرار (خواجہ حسام الدین احمد) سے آشنا ہو گئے، آپ نے بھی ان کی بزرگ زادگی اوران کے اطوار و اوضاع سے آراستہ ہونے کا مشاہدہ کر کے ان سے اُخوت ومحبت کا تعلق استوار کرلیا اور جناب رفیع المکان جب تک لاہور میں مقیم رہے تو وہ اکثر آپ کی صحبت میں رہنے لگے یہاں تک کہ حضرت خواجہ آفاق قدس اللہ سرہ الاقدس حضرت مولانا بزرگ (مولانا خواجگی املنگی) ادام اللہ ذکرہ سے خلافت یاب ہو کر رخصت ہوئے اور ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی تو جناب رفیع المکان حضرت خواجہ کی صحبت کی برکات کے باعث امراء وسلاطین کی ہمراہی ترک کر کے اپنے اصل مقام اور موروثی منزل پر واپس (دہلی) آگئے، جہاں انہیں اپنے باطن کے آئینہ میں حضرت خواجہ کے جمال حال کا عکس نظر آیا تو انہوں نے اپنی موروثی رشد وترقی کو خیر باد کہا اور کمال درجہ کی عقیدت اور صدق اخلاص کے ساتھ اپنا دست ارادت حضرت خواجہ قدس سرہ کے ہاتھ میں دے دیا اور طریقۂ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے، حضرت خواجہ ان کے حق میں کمال توجہ مبذول فرماتے تھے، بہر حال آپ ان کی مرضی وتمنا کے مطابق ان کی تربیت کرتے تھے چنانچہ ان کی خاطر آپ نے تصوف کی بعض کتابوں کا درس بھی دیا، اس درس میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد بھی ان کے ہم سبق تھے۔

مختصر یہ کہ ان کی تربیت مخدوم زادوں کی روش کے مطابق کی گئی، کسی قسم کی ان کے حق میں مریدی کی مذلت ان کے پُر اَمن حال میں اختیار نہیں کی گئی، حضرت خواجہ قدس سرہ کے عہد میں حضرت رفیع المکان کی سلسلۂ علیہ نقشبندیہ کی مشق کے دوران ان کی ان کے بھائیوں کے ساتھ دگرگونی پیدا ہوگئی تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ رہنا چھوڑ کر اپنے محلّہ کی سکونت ترک کر کے وہاں سے دور جا کر گھر بنالیا اور وہاں سکونت اختیار کرلی اور انہوں نے ساری عمر اپنے کسی موروثی وغیر موروثی معاملہ میں شرکت نہیں کی، چنانچہ ان کے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد تیسرے روز حضرت دہلی کے اہالی وموالی ان کی خانقاہ میں جمع ہوئے اور چاہا کہ وہ لباس سجادگی زیب تن کر کے سجادہ پر بیٹھیں، اپنے والد بزرگوار کی دستار بھی پہنیں، جس پر وہ رفیع المکان کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے بلکہ انہی مقبول نظروں کے ساتھ جو انہیں اپنے والد گرامی کی زندگی میں میسر

Marfat.com

تھیں اور حضرت خواجہ قدس سرہ کی انہی برکات وثمرات پر اکتفا کیا، انہوں نے (اپنے تمام خاندانی) تبرکات اپنے سے چھوٹے بھائیوں پر نثار کر دیئے، اپنے آباء کرام کے سلسلہ کے اوراد و وظائف پر کمر ہمت باندھی پھر ذکر اور مراقبہ سے اپنے دل کا رابطہ جناب احدیت سے اس طرح استوار کر لیا، جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مخصوص احکام واشغال کے مطابق ہے۔

اگر کوئی طالب بڑے اصرار سے طریقہ کی تلقین کی خواہش کرتا تو وہ اکابر نقشبندیہ کے طریقہ کے مطابق اُسے تعلیم دیتے، انہوں نے زندگی کی آخری سانس تک حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے سوا اہل دہلی میں سے کسی کے ساتھ حقیقی آشنائی پیدا ہی نہ کی، دہلی میں جتنا عرصہ مقیم رہے وہ ہر ماہ دو تین مرتبہ آپ کے دیدار پُر انوار کے لئے آتے رہے، آپ کی صحبت سے مشرف ہوتے اور آپ بھی ان کی صحبت سے انشراح محسوس کرتے۔

مختصر یہ کہ انہوں نے احسن وضع اور بہترین طریقہ سے اپنی زندگی کے تمام اوقات بسر کئے، پھر مسافرت اور تنہائی کے عالم میں برہانپور میں انتقال کیا، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کے والد گرامی کے مریدوں میں سے ایک نے، جو اس سلسلہ کی ترقیاں بھی حاصل کر چکے تھے، روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت رفیع المکان برہانپور کے سفر کا ارادہ پختہ کر چکے اور سفر کے لئے پابرکاب تھے تو یہ بندہ ان کی خدمت میں پہنچا، فاتحہ رخصت کے لئے کہا، اس دوران انہوں نے اپنا رُوئے سخن میری طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میاں! میں گیا اور بس گیا اور پھر اس سفر سے واپس نہیں آؤں گا۔

ان رفیع المکان کی وضع، روش اور اطوار، جو ہم جیسے کوتاہ نظروں (خواجہ کلاں) نے مشاہدہ کئے اور محسوس ہوئے وہ تکلفات، رسوم اہل ظاہر، اطراف سے عدم توجہ، عبادت کی خصلتوں اور پست قدوں سے عدم التفات کرنا، اسی طرح خیالی نمود اور مثالی کشوف سے بچ کر اپنے اوقات کو توجہ اور دائمی نگرانی پر مرکوز کر لیا تھا، غمی اور خوشی کے تمام معاملات سے بے نیاز ہو کر خود کو ہر حال میں خوش وقت رکھنا تھا اور اسی قسم کے دیگر مناسبات بھی۔

Marfat.com

تعلیقات

شیخ میاں رفیع الدین محمد نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی ہندوستان سے غیر حاضری کے ایام میں اس سلسلہ کے معتقد ورکن خاص نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کی مصاحبت اختیار کر لی اور لاہور آ کر حضرت خواجہ کی واپس ہندوستان آمد کے منتظر تھے کہ ان کی وہاں خواجہ حسام الدین احمد سے ملاقات ہوئی اور ان دونوں کے مابین دوستی ہوگئی۔

میاں شیخ رفیع الدین محمد اپنے قیام لاہور کے دوران اپنا زیادہ وقت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ گذارتے تھے، جب حضرت خواجہ سمرقند سے حضرت خواجگی امکنگی سے اجازت مطلقہ حاصل کر کے واپس آئے تو میاں شیخ رفیع الدین امراء وملوک کی ہمراہی و رفاقت ترک کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں باریاب ہوئے آپ سے بیعت کی اور چند کتب تصوف حضرت خواجہ سے پڑھیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت خواجہ روحانی اشارہ پر سمرقند گئے تو متعلقین کی وہ جماعت جو آپ میاں شیخ الہ داد کی نگرانی میں چھوڑ گئے تھے بے چینی سے منتظر تھی، جن میں میاں شیخ الہ داد، خواجہ حسام الدین احمد، میاں شیخ رفیع الدین محمد اور نواب مرتضیٰ فرید بخاری وغیرہ قابل ذکر ہیں، شامل تھے......

شیخ رفیع الدین محمد نے جب اپنی آبائی خانقاہ اور طریقہ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت اختیار کی تو ان کے والد گرامی شیخ قطب العالم بقید حیات تھے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے اپنے والد شیخ قطب العالم کی ترغیب پر حضرت خواجہ کی صحبت اختیار کی اور پھر حضرت خواجہ کی نسبت ان پر غالب آ گئی اور وہ حضرت خواجہ کے معشوق بن گئے۔ (انفاس العارفین: ۱۷۳)

شیخ قطب العالم نے اپنی موروثی خلافت ترک کر دی تو ان کے برادر اصغر میاں شیخ عالم (ف ۱۰۲۹ھ) جانشین بنے جو دعوت وارشاد کے ساتھ درس وتدریس میں بھی مشغول رہے۔

(طبقات شاہ جہانی: ۹/۴۷)

شیخ رفیع الدین محمد اپنی آخری عمر میں برہانپور (دکن کے مشہور شہروں میں سے ایک شہر) گئے وہیں ان کا انتقال ہو گیا، معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد صادق ہمدانی نے ان کا سال وصال ۱۰۲۹ھ/ ۱۶۱۹ء تحریر کیا

Marfat.com

(طبقات شاہ جہانی: ۹/۴۴) ایک اور معاصر شیخ کمال محمد سنبھلی (مرید خواجہ خرد) نے بھی ان کا یہی سال وفات درج کیا ہے، (اسراریہ: ۸۶) ان دونوں نے لکھا ہے کہ ان کی نعش برہانپور سے لا کر دہلی میں دفن کی گئی۔

مولف اسراریہ نے لکھا ہے کہ میرے والد سید لعل بن سید بدہ، شیخ رفیع الدین محمد کے مرید تھے اور ان پر بڑی مہربانی فرماتے تھے۔ (اسراریہ: ۸۶)

شیخ رفیع الدین محمد کی زوجہ محترمہ کا جب انتقال ہو گیا تو انہوں نے شیخ محمد عارف بن شیخ عبدالغفور اعظم پوری کی دختر سے عقد ثانی کیا اور ان کے اصرار پر حضرت خواجہ باقی باللہ بھی اعظم پور تشریف لے گئے اور نکاح میں شرکت کی، اس خاتون کے بطن سے ایک صاحبزادی متولد ہوئیں، جن کا نکاح شاہ ولی اللہ کے دادا شیخ وجیہ الدین سے ہوا، جن کے بطن سے تین فرزند شیخ ابوالرضا محمد، شیخ عبدالرحیم (والد شاہ ولی اللہ) اور شیخ عبدالحکیم متولد ہوئے (انفاس العارفین: ۱۶۷۔۱۷۳)، النبذة الابريزية فى اللطيفة العزيزية مولفہ شاہ ولی اللہ محدث (مشمولہ انفاس العارفین)

شیخ رفیع الدین محمد کی اولاد کا سلسلہ اس طرح ہے:

شیخ عبدالعزیز چشتی کے کئی فرزند تھے (کلمات الصادقین: ۱۳۷)، لیکن صرف دو نام ملتے ہیں یعنی میاں شیخ عالم (ف ۱۰۲۹ھ) اور میاں شیخ قطب عالم (۱۰۲۴ھ) ان کے علاوہ تین نبیروں کے احوال بھی ملے ہیں، ممکن ہے یہ ان کے فرزندوں کی بجائے صاحبزادیوں کی اولاد میں سے ہوں۔

Marfat.com

شیخ طاہر ملتانی

- شیخ حسن (مرید شیخ راجی حامد شاہ)
  - شیخ محمد حسن خیالی
    - شیخ رفیع الدین محمد (خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ) (ف ۱۰۲۹ھ) (طبقات ۹/۴۴)
    - شیخ علاء الدین (بنگالہ چلے گئے) (اسراریہ ۸۷)
      - شیخ لطف اللہ (مرید خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ) ف ۱۰۵۰ھ (اسراریہ ۸۷)
      - شیخ عبدالحی (ف ۱۰۶۰ھ) (اسراریہ ۱۰۶)
      - دختر (منسوب بہ شیخ وجیہ الدین) (شاہ ولی اللہ کے دادا (انفاس العارفین ۶۷/۷۲)
        - شیخ ابوالرضا محمد
        - شیخ عبدالرحیم
          - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
        - شیخ عبدالحکیم
  - شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی
    - شیخ قطب العالم (ف ۱۰۳۴ھ) (طبقات ۹/۴۱)
    - شیخ عالم (ف ۱۰۳۹ھ) (طبقات شاہ جہانی ۹/۴۸)
      - میاں شیخ اسماعیل رشدی (جامع ملفوظات حضرت خواجہ) (ف ۱۰۶۳ھ)
        - ابوالرضا
    - دختر (منسوب بہ شیخ وجیہ الدین)
      - مولانا شاکر محمد (ف ۱۰۶۳ھ) (اسراریہ ص ۱۳۳، طبقات ۱۰/۴۱)
    - دختر
      - عبدالرشید (اسراریہ ۲۸۸)
    - دختر (منسوب بہ شیخ اسماعیل)
      - ابورضا بریلوی (اسراریہ ۲۷، نزہۃ ۵/۹) (ف ۱۰۶۳ھ، مفتاح)
    - دختر (منسوب بہ شیر محمد)
      - شیخ جلال خلیفہ وداماد شیخ چائیلدہ (اسراریہ ۱۷۰)

Marfat.com

بی بی دولت قرشیہ

ان کے کمالات شریفہ اتنے زیادہ ہیں کہ قوت بیان ان کا احاطہ نہیں کرسکتی، ان کے مختصر ظاہری احوال یہ ہیں کہ وہ قریش کے نسب سے متصف ہیں، وہ کم عمری سے ہی حضرت شیخ بہلول، جناب شیخ حاجی محمد اور شیخ عبدالغنی بیابانی کی برکات فیض سے مستفیض ہوئی تھیں، انہوں نے مخدومی میاں شیخ اللہ دیہ سے علم وعمل کے انوار سے اپنی روح شریف کو فیض یاب کیا۔ وہ صلاح وعفت اور اطاعت وعبادت کے زیور سے آراستہ ہو کر معزز ومحترم ہوئیں، پھر مرشد طریقت کی طلب اور جستجو میں مدد کی آمد کا انتظار اور تائید الٰہی کے اشتیاق میں ان حضرات کے ساتھ شریک، منسلک اور ہم داستان بھی تھیں، جب حضرت خواجہ آفاق خواجہ بیرنگ (باقی باللہ) قدس اللہ سرہ الاقدس سمرقند سے خلافت مطلقہ سے سرفراز ہو کر واپس دہلی پہنچے تو اس راہ کے طالبوں نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور ملاقات کی، آپ کی بزرگی اور دستگیری کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

اب وہ بارعۃ الدہر اس خبر جاں بخش سے خوش ہو کر اپنے شوہر (میاں شیخ اللہ دیا) کی وساطت سے اپنے عرصہ دراز کے اخلاص ونیاز مندی کا ذکر کر کے تعلیم طریقہ کی درخواست کی، حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس ان کی بلند فطرتی اور اعلیٰ استعداد سے متاثر ہوئے اور اپنے پائے ملکوت سے خود چل کر ان کے گھر جو تقریباً آدھے میل کی مسافت پر تھا، تشریف لے گئے، انہیں تلقین فرمائی اور پہلی ہی نشست میں ان پر عجیب کیفیات اور عالی شان فتوحات کا ورود ہوا، جو اکثر اشخاص کو سالہا دراز کے بعد جا کر حاصل ہوتا ہے، وہ ان بارعۃ الدہر کے نصیب میں ہوا اور ان کی آناً فاناً ترقی ہونے لگی، حضرت خواجہ قدس سرہ نے چند مرتبہ ان کے احوال دریافت کئے اور ان کے وقائع (مکشوفات) کے بارے میں استفسار کیا، آپ ہر دوسرے روز بذات شریف خود ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ان کی تربیت پر کمال ونہایت درجہ کا التفات فرماتے، آپ نے ارشاد کا حق ادا فرما دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے ان کے گھر سے بعد اور طے مسافت کی کوفت کے باعث ان

Marfat.com

بارعۃ الدہر کو محلّہ سرائے شیخ کو چاندہ میں قلعہ فیروز آباد، جو کہ اس سلسلہ کے درویشوں کا مسکن ہے، اپنے مستقر شریف کے قریب جگہ دے دی، پھر آپ ہر روز چند مرتبہ وقت مقررہ پر ان کے ہاں تشریف لے جاتے، احوال کی باز پرس فرماتے، پھر بہت ہی کم عرصہ میں ان بارعۃ الدہر کو ارشاد کی اجازت مطلقہ سے نواز کر طلب طریقہ کے لئے جو خواتین آپ کے پاس حاضر ہوتی تھیں اور طریقہ کی طلب کی درخواست کرتی تھیں تو انہیں انہی بارعۃ الدہر کے پاس جانے کے لئے فرماتے تھے، آپ نے ان کے گھر کی ایک دیوار میں ایک چھوٹا سا دریچہ بنوا دیا جو کہ آپ کے اہل بیت مطہر کے گھر میں کھلتا تھا، آپ اپنی حضرت والدہ ماجدہ اور ازواج محترمات کو ہر روز ان کے حلقۂ مشغولی میں بھیجتے تھے، بہت ہی کم وقت میں طبقہ خواتین کی بڑی تعداد نے ان کی صحبت میں فتوحات حاصل کیں، ان کی صحبت کے حلقہ کو اکثر معاصر مشائخ کی مجالس پر ترجیح دی جاتی تھی، حضرت خواجہ ان کی توصیف اور اعلاشان کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ وہ صفاء وقت اور حال کی بلندی جو ان کے نصیب میں ہے وہ مردوں کے لئے حسد کا باعث ہے، اس اُمت مرحومہ میں طبقۂ نساء میں بہت کم کسی کو میسر ہوگی، اگر رابعہ بصریہ زندہ ہوتیں تو ان کی اتباع کرتیں۔

مختصر یہ کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ ان کے اعزاز اور تعظیم کی پوری کوشش کرتے تھے اور پیش کرنے والے تمام معاملات میں ان کے استخارہ کو اپنے دوسرے مخلصین کے استخاروں پر ترجیح دیتے تھے اور ان کے استخارہ میں جو اشارہ ہوتا تھا اس پر عمل کرتے تھے۔

حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ کے وصال کے بعد آپ (خواجہ حسام الدین احمد) بھی ان کا غایت درجہ احترام و اعزاز کرتے تھے، ان کے احوال کی ترقی اور ضروریات میں بھی بہت توجہ فرماتے تھے، جس طرح مردوں کی حلقہ نشینی کی صدارت حضرت میاں شیخ الہ داد زید عمرہٗ سے مسلم تھی، اسی طرح طائفہ نسواں کی مقتدائی، ارشاد اور رہنمائی ان بارعۃ الدہر سے وابستہ تھی، حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کی سنت سنیہ کے مطابق حرم معلی کی خواتین اور اس طریقہ کی تمام طالبات کو آپ انہی کے حوالہ کرتے تھے، حضرت اُمّ الکرام (بی بی فاطمہ) والدۂ حضرت مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت امّ العارفین والدۂ حضرت مخدوم زادۂ خرد خواجہ سراج الدین حسین، جو انہی کی ذرّیت فاخرہ کے بطن منورہ کا

گوہر تھے سے اپنی مواسلت (نکاح) اختیار کی تھی۔

اس مہم (مواصلت) کے بعد آپ نے حضرت اُمّ الکرام کے گھر کے علاوہ ان بارعۃ الدہر کے قریب ہی اپنے لئے مکان تعمیر کروایا، اس طرح آپ ان کی ہمسائیگی میں رہ کران کے نگران، عبرت پذیر اور حامی و ناصر رہے، ان کے لطائف احوال اور شرائف اطوار سے جو کچھ مترشح ہوتا تھا، آپ تمام امور ان کے اشارہ اور استخارہ کے مطابق کرتے تھے اور حضرت خواجہ قدس سرہ کے طریقہ سلوک کی طرح آپ بھی ان کے مکشوفات سے تجاوز نہیں فرماتے تھے۔

اس وقت سنہ ایک ہزار چوالیس کا وسط ہے، وہ بارعۃ الدہر بقید حیات ہیں اور اپنے معینہ اوقات کے مطابق طبقۂ نساء صالحات کے ارشاد میں سرگرم عمل ہیں۔

یارب! ان کے وجود بخشش وسخا اور عالی جناب حضرت شیخ میاں اللہ داد کو، جو حضرت خواجہ آفاق اور ہمارے حضرت (خواجہ حسام الدین احمد) کے عہد کی برکات کے جڑواں سبب ہیں کو تادیر باقی اور پائندہ رکھ کر پوری قوم کے لئے ہدایت کا وسیلہ بنا۔

اس رسالہ (زادالمعاد) میں ان کے جو اوضاع اور احوالِ خاصہ کا اندراج ہوا ہے، ان کا اس بارعۃ الدہر سے خاص تعلق ہے، سنیہ الٰہیہ کے مواہب اور مرادات کے حصول اور اللہ سبحانہ کے برگزیدہ حضرات کے ساتھ منسلک رکھنا، صفاء وقت اور کامل قدرت کے ساتھ اہل نیاز کے باطن کو منور، ان کو عظیم واردات علیہ کے تحمل کی نصرت، عجب وغرور کے بغیر ان کو عالی شان مقامات وغیرہ پر فائز فرما۔

آپ فرماتے تھے جہاں تک ہم نے ان کے بعض مکالمات رسمیہ، جو ہم نے بات چیت کے دوران سنے ہیں وہ اس زبان دان مشائخ کے طبقہ کے کلمات متانت جوصحت، لطافت اور پاکیزگی کے حامل ہیں وہ اس بارعۃ الدہر سے بغیر کسی غلطی کے سنے ہیں جس سے قدرت الٰہیہ تامہ پر ہمارا ایمان تازہ ہوا ہے، اس کے باوجود کہ انہوں نے کہیں بھی نہیں پڑھا ہے ان کو سخن کی یہ متانت اور کلام کی یہ شائستگی کہاں سے عطا ہوئی ہے؟

آپ فرماتے تھے کہ ہمیں ابتداء میں وقت کے سلاطین وامراء سے تعارف تھا اور اکثر عزیز واقارب،

Marfat.com

جن کا تعلق علم وصلاح سے تھا، اپنی بعض ضروریات کے لئے (امراء) کے نام سفارشی خطوط لکھنے کے لئے کہا کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ اس کے برعکس یہ بارعۃ الدہر کہ جن سے چند نسبتیں رشتہ داری (آپ کی ساس تھیں) محبت، ہم پیرگی اور ہمسائیگی رکھتا ہوں ان کے فرزندوں اوراعزہ سے اس قسم کی ارادت کا ظہور نہیں ہوا، میں نے ہر چند اس قسم کی ارادت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، ان سے اجازت طلب کی تو برا یہی کہا کہ اللہ سبحانہ نے تو اس ارادت کا مجھ سے نام ونشان تک محو کردیا ہے، جس سے مجھے بڑی خجالت محسوس ہوئی۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ان سے جو مزید عجیب امور سرزد ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خود سراج الدین محمد کی والدہ (دختر بی بی دولت) جب آشناؤں اور بیگانوں کی امداد واعانت کے لئے آمادہ ہوئیں تو وہ ان کی طرف سے اکثر لاتعلق ہی رہیں اور اب تک ہیں، اگرچہ میں نے انہیں ہر طرح سے اس کی ترغیب بھی دی، تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، ان کا وہی جمال خوشی اور حسن معنوی دیکھنے والوں کو ان کی بے نیازی معلوم ہوتا تھا۔

تعلیقات

علامہ عبدالکریم سمعانی نے نسبت قرشی اور قریشی دونوں طرح سے دی ہے اور دونوں نسبتوں سے منسوب اعیان علماء وصلحاء کا ذکر کیا ہے:

القرشی بضم القاف و فتح الراء وفی آخرها الشین المعجمة هذه النسبة الی قریش (الانساب:۱۰/ ۳۲۹)

بی بی دولت حضرت خواجہ سے منسلک ہونے سے پہلے ان تینوں بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کر چکی تھیں۔

ان میں سے شیخ بہلول دہلوی کو علم حدیث پر کامل عبور تھا اور روحانیت میں بھی کامل تھے (منتخب التواریخ:۳/ ۷۶)، شاہ قمیص قادری کے مرید تھے (تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۴۹) شیخ بہلول کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب ہوا تھا، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے دو اقتباسات دیئے ہیں (کلمات الصادقین: ۱۵۶) اہلی

Marfat.com

میں ۱۴؍رجب (۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹) کو فوت ہوئے (کلمات، تاریخ محمدی) ان کے ایک فرزند بھی دہلی میں مدرس اور ماہر فن استاد تھے، جن کا نام شیخ محمد مدرس تھا۔ (طبقات شاہ جہانی: ۱۰/۴۲) شیخ حاجی محمد دہلوی کا تعلق بھی سلسلۂ قادریہ سے تھا، ابتداء میں ان کا شمار امراء میں تھا پھر ترک وتجرید اختیار کی، نہایت پابند شرع تھے، خلاف شرع اصحاب پر سخت جرح کرتے تھے، ان کا وصال بھی ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کو ہوا، شیخ بہلول مذکور کے ساتھ کامل موانست تھی، انہی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (کلمات الصادقین ۱۵۶)

تیسری شخصیت شیخ عبدالغنی بیابانی کی ہے جن سے بی بی دولت نے روحانی فیض پایا، جن کے والد گرامی شیخ ولی محمد دہلوی (ف ۱۸ر جمادی الآخر ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء) چشتی سلسلہ کے اکابر میں سے تھے، شیخ عبدالغنی ابتداء میں لشکر میں ملازم تھے، جب شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی صحبت میں آئے تو سب کچھ ترک کردیا اور مسجد فیروزی میں شب وروز گذارنے لگے یہیں ۹ر جمادی الثانی ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء کو وصال ہوا۔

(تاریخ محمدی ۲/ ۵/ ۹۹، کلمات الصادقین: ۱۵۷، طبقات شاہ جہانی ۹/ ۴۳)

شیخ عبدالغنی بیابانی قدم گاہ رسالت پناہ میں دفن ہیں۔ (مفتاح العارفین ب ۲۲۹)

عبدالقادر بدایونی نے شیخ عبدالغنی کو بدایونی لکھا ہے اور بتایا ہے کہ وہ شیخ عبدالعزیز چشتی کے معتقد خاص تھے (منتخب التواریخ: ۳/ ۷۵-۷۶) یہی بات شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی تحریر کی ہے (اخبار الاخیار: ۵۶۴) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف اور خواجہ محمد صادق ہمدانی مذکور کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے کہ انہوں نے انہیں ''بیابانی'' سمجھ لیا۔

بی بی دولت، جو عرصہ دراز سے حضرت خواجہ کی سمرقند سے واپسی کا انتظار کر رہی تھیں، جب حضرت خواجہ واپس تشریف لائے اور دہلی میں قیام فرمایا تو بی بی دولت نے اپنے شوہر کے ذریعہ حضرت خواجہ کی خدمت میں طلب طریقہ کی درخواست کی، یہاں بی بی دولت کے شوہر کا نام نہیں بتایا گیا جبکہ ''زاد المعاد'' اور ''اسراریہ'' میں انہیں حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ اللہ دیا کی زوجہ لکھا گیا ہے (ص: ۲۴۱) پھر اس امر کی وضاحت بھی موجود ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ اول کے انتقال کے بعد انہوں نے بی بی دولت کی دختر سے نکاح ثانی کیا، (ص: ۳۱۶) گویا یہ واضح ہو گیا ہے کہ بی بی دولت کے شوہر میاں شیخ الہ دیا ہی تھے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نے بی بی دولت کی روحانی تربیت کے بعد انہیں اجازت مطلقہ (خلافت) دے کر خواتین کی تربیت کے لئے امر فرمایا:

خواجہ خرد بن حضرت خواجہ کی روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ بی بی دولت کو خلافت عطا کرنے لگے تو آپ کے خلیفہ خاص میاں شیخ تاج الدین سنبھلی نے عرض کیا کہ پہلے ان کا امتحان لے لیں چنانچہ انہیں کسی پر توجہ کرنے کے لئے فرمایا تو وہ شخص ان کی توجہ سے بے خود ہو گیا جس پر حضرت خواجہ نے انہیں اجازت مطلقہ عنایت کی اور ان کی سعی سے بہت سی خواتین مرتبہ اخلاص پر فائز ہو کر رشد و ہدایت میں مصروف ہوئیں۔

(اسراریہ:٦٦)

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد مریدوں کی تربیت کا کام میاں شیخ الہ داد کرتے تھے اور ان کی زوجہ محترمہ بی بی دولت خواتین کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیتی تھیں۔

خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ اول کے انتقال کے بعد ان کا دوسرا نکاح بی بی دولت کی صاحبزادی سے ہوا تھا، جن کے بطن سے مخدوم زادۂ خرد خواجہ سراج الدین محمد تولد ہوئے۔

Marfat.com

حضرت بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری

وہ مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کی والدہ تھیں، ان کے مناقب میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ جلیلۃ القدر آپ کے ابتداء احوال سے کمال کی انتہا تک معاون و مددگار رہیں، وہ طریقت کے تمام مقامات و منازل میں قدم بقدم آپ کے ساتھ رہیں، جس کا کس زبان سے بیان کیا جائے لیکن چونکہ رسالہ زادالمعاد میں ان کا نام مبارک چند مرتبہ آیا ہے اگر ان کے بعض بڑے بڑے کمالات اور احوال کا مختصر طور پر اشارہ کر دیا جائے تو اس کی البتہ گنجائش ہے۔

اسی بنا پر یہ عرض کی جا رہی ہے کہ وہ جلیلۃ القدر اپنے حسب و نسب سے ملوک و امراء عالی شان کی بیٹیوں میں سے ہیں اور بادشاہ (اکبر) کے حکم پر ان کی آپ سے مواصلت (نکاح) ہوئی تھی، جب آپ کے باطن حق موطن میں ترک و تجرید کا داعیہ پیدا ہوا تو اس جلیلۃ القدر نے آپ کے ارادہ کے مطابق اپنے بھائی اور بہنوں سے ترک تعلق کر لیا، پھر دنیاداری کی ساری عظیم حشمتوں کو چھوڑ دیا، (ان کے بھائی) تاج سلطنت کے وکیل اور نیابت خاص سے ممتاز تھے، انہوں نے دل سے اپنی کامل رغبت سے فقر و ناداری کی اس خوفناک راہ پر مردانہ وار قدم رکھا اور حضرت خواجۂ آفاق قدس اللہ سرہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہونے کے بعد ان کو بھی ان کے شوہر (خواجہ حسام الدین احمد) جیسا کامل اعتقاد اور بے مثال ارادت حاصل ہو گئی اور وہ بندگی و ارادت مندی کے تمام لوازم میں آپ کی ہمدم اور ہم قدم بن گئیں، انہوں نے اپنی املاک، موروثی و مکتسبی مال جو کچھ بھی تھا وہ آپ کی خدمت گاری اور حضرت خواجہ قدس سرہ کے درویشوں کی ترقی کے لئے نثار کر دیا۔

دراصل ان عزیزوں کی معیشت کا انتظام اور آپ کے اوائل ظہور کے زمانہ میں اس کارِ خیر میں اس جماعت کی رُکن اوّل صفیۃ الملت والدین حضرت آغا جیو یعنی والدۂ حضرت خواجہ اور دوسری رُکن وہ جلیلۃ القدر تھیں، جن کو آپ کے ارادہ کی سمجھ میں عجیب قسم کا ادراک اور بہت اچھی بصیرت حاصل تھی، وہ

Marfat.com

آپ کی تمام خواہشات اور مضمرات باطن میں اور آپ کی تمام حرکات وسکنات کے مطابق کام کرتی تھیں اور آپ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتی تھیں، چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے بالکل یاد نہیں ہے کہ کبھی انہیں کسی کام میں میری طرف سے تفہیم وتعلیم کی ضرورت پڑی ہو، وہ تمام کام اپنی فہم کے مطابق بطریق احسن انجام دیتی تھیں۔

مختصر یہ کہ اس جلیلۃ القدر نے اپنی تمام عمر شریف آپ کی مرضی کے مطابق، جو کہ خدا اور رسول (ﷺ) کے رضا کے موافق ہے، بسر کی۔

آخر کار انہوں نے سنہ ۱۰۲۲ھ کو بحکم ''اے اطمینان پانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی'' لبیک کہا اور ارواح طیبہ کے ساتھ منسلک ہوگئیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، آپ ان کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ ان ایام فقر وناداری میں اس جلیلۃ القدر نے جس ضبط، ربط کے ساتھ منتسبان اور متعلقان کی جس طرح دلجوئی کی تھی وہ جاگیرداری کے دنوں میں بھی کبھی نہیں دیکھی تھی، ان کا وہ کمال درجہ کا تحمل، چشم پوشی، تنگ دلی سے اجتناب اور متعلقین کے ساتھ خشونت کے برابر بھی بے دماغی کا ان سے ظہور ہونے کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔

تعلیقات

خواجہ حسام الدین احمد کی زوجہ محترمہ بی بی فاطمہ کا نسب ملوک وامراء سے ملتا تھا، بی بی فاطمہ، اکبر کے مشہور منصب دار ومقرب ملا مبارک ناگوری کی بیٹی اور ابوالفضل وفیضی کی بہن تھی۔ (تعلیقات زادالمعاد: ۶۴/ ۱۷۔۱۸) خود اکبر بادشاہ کے حکم سے ان کی شادی خواجہ حسام الدین احمد سے ہوئی تھی، معاصر کتب تاریخ میں اکبر کے اس حکم کا ذکر نہیں ملتا لیکن قریب العہد کتاب ذخیرۃ الخوانین (تالیف: ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء) میں انہیں ابوالفضل کی ہمشیرہ لکھا گیا ہے۔ (۲۴۳/۱) مآثر الامراء: ۲/ ۸۵۷ میں بھی یہی درج ہے۔

جب خواجہ حسام الدین احمد نے امارت ترک کردی تو آپ کی وفا شعار بیوی نے بھی اپنے بھائیوں اور بہنوں سے ترک تعلق کرلیا، ذخیرۃ الخوانین سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے، لکھا ہے:

Marfat.com

منکوحہ ایشان کہ ھمشیرۂ شیخ ابوالفضل بود بزرگی برادر را بی وقردانستہ با شوھر خود ساخت و ترک اختلاط برادران نمود (۲۴۳/۱)

یعنی خواجہ حسام الدین احمد کی زوجۂ محترمہ نے جو شیخ ابوالفضل کی بہن تھی، اپنے بھائی کی بزرگی اور وقار کی کوئی پروانہ کی اور اپنے شوہر سے تعلق رکھا اس نے اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلقات بھی منقطع کر لئے۔

ابوالفضل کے سات بھائی تھے، جن میں سے ابوالفیض فیضی، اکبر کا ملک الشعراء تھا، ان کے سنین ولادت اس نے آئین اکبری میں لکھے ہیں، یہ سب صاحب ثروت و جاہ تھے (آئین اکبری: ۲۶۶/۳۔۲۶۷ مطبع اسماعیلی ۱۸۵۵ء) ان کے علاوہ ابوالفضل کی چار بہنیں تھیں بی بی فاطمہ دوسری بہن تھیں ان کی بڑی بہن کی شادی اکبر کے حکم سے خداوند خان دکھنی (ف ۹۹۸ھ) سے ہوئی جو رافضی تھا اور گجرات کا قصبہ کری اسے بطور جاگیر ملا تھا (منتخب التواریخ: ۲۶۰/۲) گویا یہ ایک بدعقیدہ کی بیوی بن چکی تھی، اس لئے بی بی فاطمہ نے ان سے بھی تعلقات نہ رکھے، زادالمعاد کے متن میں لفظ "اخوان واخوات" دونوں سے قطع تعلق کا ذکر اسی لئے کیا گیا ہے۔

حضرت بی بی فاطمہ کے پاس جس قدر موروثی وکسبی مال وجاگیرات تھیں وہ سب کی سب انہوں نے اپنے شوہر اور حضرت خواجہ کے مریدین کے لئے نثار کر دی تھیں، ذخیرۃ الخوانین میں ہے:

ھرچہ زیور نقد و جنس در بساط داشت بہ فرمودہ شاہ حسام الدین خیرات بدرویشان دھلی کردہ، المفلس فی امان اللّٰہ ماند ھر دو در گذشتند (۲۴۳/۱)

بی بی فاطمہ نے حضرت خواجہ کے مریدین کے لئے اپنے شوہر کے اوائل ترک امارت کے دوران گذر بسر کا تمام انتظام انہی بی بی فاطمہ نے اپنے املاک سے کیا تھا پھر انہوں نے بھی کامل ترک وتجرید کی زندگی اختیار کر لی جیسا کہ ذخیرۃ الخوانین کے مندرجہ بالا اقتباس کے آخر میں ہے کہ دونوں مفلسی کی حالت میں فوت ہوئے، زادالمعاد کے اس جملہ کی محترمہ نے اوائل ظہور خواجہ حسام الدین احمد کے دوران وجہ معیشت درویشوں کے لئے مقرر کی تھی کی وضاحت مآثرالامراء (۸۵۸/۲) سے بھی ہوتی ہے لکھا ہے کہ

Marfat.com

''وہ ہر سال بارہ ہزار روپیہ شاہ حسام الدین کی خانقاہ کے خرچ کے واسطے بھیجتی تھیں''۔

جیسا کہ زاد المعاد کے تعلیقات (۶۴/۶۔۹) میں لکھا گیا ہے کہ مولف مآثر رحیمی نے سہواً ابو الفضل کی بہن کے عقد کا نواب غازی خان سے ہونے کا ذکر کیا ہے، لیکن اس غلط فہمی کے باوجود یہ معاصر بیان اس امر کا شاہد ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد کی یہ شان ان کی کم عمری میں اپنے والد کی حین حیات (قبل وفات نواب غازی خان ۹۹۲ھ) ہوئی۔

بی بی فاطمہ کا انتقال ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء کو ہوا، خواجہ حسام الدین احمد کی اس زوجہ محترمہ، ان کے بھائیوں اور بہنوں اور خاندانی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب زاد المعاد پر ہمارا مقدمہ۔

Marfat.com

شیخ عبدالواحد اجودھنی

ان کا نسب شریف حضرت شیخ کبیر گنج شکر شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی قدس سرہ سے ملتا ہے، ان کے آباء کرام ملک کامل عادل سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں حضرت، دہلی میں پوری جلالت شان اور رفعت مقام کے ساتھ فقراء چشتی کے مرجع خلائق تھے، شیخ عبدالواحد، حضرت خواجۂ آفاق قدس سرہ کے ظہور سے پہلے اپنے خاندان کے اعلیٰ درجہ کی مشیخت کے منصب پر فائز تھے اور ارشاد و تعلیم طریقہ، وظائف و اوزاد کا شغل بھی فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے ظہور کے بعد وہ کمال انصاف اور نہایت طلب جو کہ ان کی سرشت میں تھی، اس سے قطع نظر کہ ان کے اکابر کی ناموس و مقتدائی اور پھر سن رسیدگی کے باوجود انہوں نے حضرت خواجہ کی علو قدر اور نظارگی جمال سے متاثر ہو کر آپ کے پاس آمد و رفت شروع کر دی، حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ ابتداء میں جب شیخ ہمارے حضرت خواجہ کے دیدار منور کے لئے آتے تو وہ اپنی مشیخت کی پوری شان کے ساتھ آتے اور اس کے لوازم بھی ہمراہ لاتے تھے چنانچہ ان کی مسند جو بڑی اعلیٰ قسم کی تھی اور جائے نماز بھی اسی میں لپٹا ہوتا تھا، جو ان کا خادم ان کے پاؤں کے نیچے بچھا دیتا تھا اور وہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مقابل اس مسند پر بیٹھتے تھے اور حضرت خواجہ پوری تواضع اور انکساری کے ساتھ ان کے سامنے قالینچہ پر بیٹھتے اور ان کے ساتھ صحبت رہتی تھی لیکن بہت کم عرصہ میں ہی ایک ایک کر کے وہ مسند (اور دیگر لوازم) غائب ہونا شروع ہو گئے، دو ماہ کے اندر ہی اس مسند کا نشان تک باقی نہ رہا اور ان میں بڑی عجیب سی طلب کی کیفیت پیدا ہو گئی چنانچہ انہوں نے شیخی کی اپنی رسم کو ختم کر کے باقی سارے فقراء کی طرح تواضع سے کام لینا شروع کر دیا، پھر طریقہ کی تعلیم حاصل فرمائی اور نہایت درجہ کی ترقیاں حاصل کیں۔

میاں شیخ مرتضیٰ، جو کہ اطوارِ نجیب کے مالک، حضرت خواجہ کے مخصوص اصحاب اور آپ کے بڑے احباب میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ فقیر حضرت خواجہ سے مشرف ہو چکا تھا اور جو شغل آپ

Marfat.com

نے فرمایا تھا میں اس میں مصروف رہتا تھا، شیخ چند مرتبہ میرے حجرہ میں آئے اور انہوں نے مجھ سے یہ کلمۂ خیر کہا: اے بابا! اس وقت سے پناہ مانگو اور اگر رابطہ میں فتور واقع ہوا اور حضرت خواجہ نے پناہ نہ دی تو وہ وقت ضائع ہو جائے گا اور تم محض برہنہ اور تہی دست ہو کر رہ جاؤ گے، خود شیخ بھی اپنی بے نیازی کے دنوں میں یہی صدمہ برداشت کر چکے تھے اور ان کی آرزو ہے کہ وہ اصحاب اور احباب کو اس امر سے آگاہ رکھیں۔

الغرض جب تک حضرت خواجہ بقید حیات رہے وہ آپ کی برکات صحبت سے مستفید ہوتے رہے اور اپنے ظاہر و باطن سے آپ کی محبت پر فدا ہوتے رہے، حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت خواجہ بعض اوقات کسی سے کسی صاحب جمال خاتون کی طرف متوجہ ہونے کے لئے فرماتے تھے، اتفاق سے شیخ علیہ الرحمۃ کو اس بات کا علم ہو گیا تو وہ فوراً حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی کہ اس فقیر کی اہلیہ کمال صورت سے آراستہ ہے، میں اُسے اپنے سے جدا کر دیتا ہوں، اُسے آپ اپنے نکاح میں لے آئیں، حضرت خواجہ نے ان سے تواضع کی اور شیخ کو اس ارادہ سے منع کیا۔

یہ اَمر مخفی نہ رہے کہ ہندوستان کے اکابر اور مشائخ میں اپنی اہلیہ سے مفارقت ان کے انتہائی اشتیاق اور بے عزتی کے باعث ہوتی ہے، شیخ کا یہ ارادہ ان کے کمال درجہ کی فدویت کی طرف اشارہ کرتا ہے اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ شیخ کو اپنی اس اہلیہ سے عشق و محبت کا کمال تعلق تھا، ان کے خاندان میں شیخ کا اس مستورہ سے عشق مشہور ہے لہٰذا شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ پیشکش ان کے ظاہر و باطن میں صدق کی قوی دلیل ہے۔

حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد ان کی آپ سے کمال محبت و اخلاص کی نسبت قائم رہی، وہ اپنے تمام اسرار و رموز اور وصیتوں میں آپ کو شریک کیا کرتے تھے، جب انہوں نے اس دارِ غرور (دنیا) سے سرائے سرور کی طرف رحلت کی تو آپ بڑے اہتمام سے ان کی اولاد کے احوال کی بہتری اور مشکلات دور کرنے کی کوشش کرتے رہے، آپ نے اپنے طریقہ مختار کے خلاف ان کی اولاد کے لئے ان کے متروکات کی اسناد پر اپنی مہر لگا کر اپنے دستخط خاص سے مزین فرمایا، اس موقع کے علاوہ آپ نے کبھی کسی وثیقہ و توقیع پر اپنی مہر اور دستخط شریف ثبت نہیں کئے۔

Marfat.com

تعلیقات

شیخ عبدالواحد اجودھنی کے اجداد سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں دہلی میں بڑی شان وشوکت سے رہتے اور سلسلہ چشتیہ کے مریدین کی تربیت بھی کرتے تھے، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے فرزندوں کی اولاد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہو گئی تھی، جن میں سے آپ کے فرزند ثانی خواجہ شہاب الدین کے بیٹے دہلی آئے اور وہاں قیام کیا، پھر آپ کے تیسرے فرزند شیخ بدرالدین سلیمان کے بیٹے شیخ علاء الدین کے فرزند شیخ عالم الدین کو سلطان محمد بن تغلق نے دہلی بلا کر ''شیخ الاسلام ہندوستان'' کے عہدہ پر متعین کیا، اسی طرح دیگر بزرگان خانوادہ کا بھی بڑے جلال واحترام کے ساتھ دہلی اور دیگر مقامات پر قیام کے شواہد معاصر اور قریب العہد تذکروں میں ملتے ہیں۔

(Nizami, K.A: Life and Times ofSh. Farid-ul-Din, pp.60-64)

ہاں! تذکروں سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شیخ عبدالواحد اجودھنی، حضرت شیخ گنج شکر کے کس فرزند کی اولاد میں سے تھے؟

حضرت خواجہ باقی باللہ، شیخ عبدالواحد اجودھنی کا بہت ہی احترام کرتے تھے، وہ اپنا سجادۂ اجداد ساتھ لاتے اور اسی پر بیٹھتے تھے، اور حضرت خواجہ بہت ہی انکسار کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ کر ''تواضع وفروتنی'' کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد صادق ہمدانی لکھتے ہیں:

> آنحضرت نیز در رعایت خاطر شیخ می کوشیدند و غایت التفات و مرحمت داشتند (کلمات الصادقین:۱۵۸)...... حضرت خواجه نیز رعایت خاطر وی تعظیم و توقیر بسیار می کردند (طبقات شاہ جہانی:۹/۴۰)

شیخ عبدالواحد کی وفات کے بعد ان کی اولاد کی تربیت بھی خواجہ حسام الدین احمد نے کی تھی اور ان کی جائیداد واملاک کی تقسیم پر آپ نے خلاف معمول اپنی مہر لگا کر دستخط بھی کئے تھے......ہمیں ان کی اولاد کی تفصیلات مروجہ تذکروں میں نہیں مل سکیں......شیخ عبدالواحد اجودھنی کا وصال دہلی میں خواجہ حسام الدین احمد کے حین حیات ۱۰۱۹ھ/ ۱۶۱۰ء کو ہوا (کلمات الصادقین:۱۵۸، طبقات شاہ جہانی:۹/ ۴۰، تاریخ محمدی:۲/۴/۱۰۸)

Marfat.com

میاں شیخ ولی محمد بن شیخ عبدالواحد نے خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی۔

(زادالمعاد ۳/۲۹۲)

انہوں نے بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا تھا لیکن آخر میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں گئے تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ (کلمات الصادقین: ۱۵۸) انہیں شیخ سلیم چشتی فتح پوری (ف ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) سے باقاعدہ خلافت بھی حاصل تھی۔

(طبقات شاہ جہانی: ۹/۴۰)

Marfat.com

شیخ نورالدین محمد مشہور بہ نورالحق

شیخ نورالحق سلمہ اللہ سبحانہ حضرت وارث مواریث نبوی، صاحب ناموس مصطفوی، مقتداء فریقین، راہنمائے طریقین، عنصر المعالی، انوار الحالی حضرت کمال الملت والدین ابوالبرکات شیخنا شیخ عبدالحق دہلوی حنفی قادری نقشبندی کے فرزند نجیب اور ولد رشید ہیں، کم سنی سے ہی حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کے ساتھ اخلاص واحترام سے مشرف تھے، وہ آپ کے عزیز ترین اصحاب میں شامل تھے، ان کے والد بزرگوار حضرت شیخنا سلمہ اللہ سبحانہ بھی حضرت خواجہ کے اصحاب بزرگ اور صاحب نسبت احباب میں سے ہیں، ہم (خواجہ کلاں) نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس لاحقہ میں ان کا ذکر نہیں کیا، یہ زبدۃ الاذکیا مذکور عالیشان علماء اور اتقیاء بزرگ کے طور پر ہندوستان کی پہچان ہیں، حضرت شیخ (عبدالحق) کی برکات صحبت اور ملازمت کے باعث حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کی نظر عنایت میں مقبول تھے ان کی وجہ سے درویشوں میں علمی حلاوت جمع ہوگئی ہے، وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں ہمیشہ ادب اور اخلاص کی صفت سے متصف رہے کہ علماء ومشائخ کے طبقہ میں اس کی بہت ہی کم مثال ملے گی چنانچہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ میاں شیخ نورالحق جب کبھی ہمارے حضرت خواجہ کی خدمت میں آتے تو وہ نہایت ادب، سکون، حضور اور کامل آگاہی کے ساتھ بیٹھتے تھے، حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ مجھے ادب اور وقار میں اس مخدوم پر رشک آتا ہے، وہ اپنے طلب کے ایام میں حضرات مشائخ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے تھے۔

وہ زبدۃ الاذکیا (شیخ نورالحق) اپنی حضرت خواجہ قدس سرہ کے ساتھ صحبت کی سرگزشتیں اس طرح خود بیان کرتے تھے کہ میں نواب جلیل القدر مرتضٰی خان علیہ الرضوان کے ہمراہ لاہور میں رہتا تھا اور حضرت خواجہ قدس سرہ بھی ان دنوں اسی شہر میں مقیم تھے کہ دہلی سے میری عمہ محترمہ کے انتقال کی خبر آئی چونکہ اس مغفورہ کی اس فقیر پر عظیم مہربانیاں تھیں، جس کی وجہ سے ان کی رحلت پر انواع واقسام کے غم اور دکھ لاحق ہوئے، جس سے تسلی اور سکون حاصل کرنے کے لئے میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا

Marfat.com

اور آپ کے دیدار مبارک کے ہوتے ہی میرا اضطراب جاتا رہا، ان عالی حضرت نے میرے ضمیر میں جو کچھ تھا، کو جان کر تسلی قلبی کے لئے کچھ بیان فرمایا اور اس کے بعد گفتگو کا یہ سلسلہ تہذیب اخلاق اور خصال کو اعتدال پر رکھنے پر ختم ہوا۔

چونکہ ان دنوں اس فقیر (شیخ نور الحق) نے اس فن کے رسائل پر عبور حاصل کر لیا تھا یہ اس لئے اس موضوع پر اس کے اعلیٰ مطالب عمدہ طریقہ سے عرض کئے، فرماتے تھے کہ اصل کار اس باب میں یہ ہے کہ ایک مہذب اخلاق مرد کو جب وہ محض ایک آدمی ہوتا ہے وہ بہتر اطوار کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ یہ بات سننے کے بعد آپ کی طرف سے مجھے کامل انتباہ نصیب ہوا، جس سے ان میں ایک عظیم کیفیت کا ظہور ہوا، جس پر اللہ سبحانہ کی حمد ہے۔

ان زبدۃ الاذکیا (شیخ نور الحق) کو خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ فرزندی اور نیاز مندی کا تعلق تھا، وہ فرصت کے ہر لمحہ میں آپ کی خدمت میں آتے اور آپ کی مجلس عالی کے فوائد عظیمہ سے محظوظ اور لذت افروز ہوتے اور پیش آنے والے امور کے موانع اور مکشوفات کے خصائص آپ کی خدمت میں عرض کرتے اور وہ آپ کے اشارہ کے مطابق عمل کرتے، آپ حضرت شیخ (عبد الحق محدث) اور ان زبدۃ الاذکیا (شیخ نور الحق) کے ساتھ کمال درجہ کا احترام، دوستداری، معاونت اور امداد کا سلوک کرتے تھے، چنانچہ شیخ سلمہ اللہ سبحانہ نے آپ کو جو اخلاص نامے لکھے ہیں وہ کتاب شواہد الاخلاص میں جمع کر دیئے گئے ہیں، ان سے یہی واضح ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے وجود مبارک اور ان زبدۃ الاذکیاء کو اس دنیا میں آفاتِ زمانہ سے سالم اور محفوظ رکھے۔

Marfat.com

تعلیقات

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کم سنی سے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ سے منسلک ہو گئے تھے، دیگر معاصر تذکرے اس امر سے خالی ہیں بلکہ ان کے حضرت خواجہ سے انسلاک کا ذکر صرف زادالمعاد میں ہی ملتا ہے۔

شیخ نورالحق کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت خواجہ کے صاحبِ نسبت خلفاء میں سے تھے، خود خواجہ کلاں نے انہیں ''شیخنا'' لکھا ہے اور کتاب زادالمعاد میں انہیں ''مخدومی'' (ص:۲۳۸) بھی بتایا ہے۔ جو اس امر کا مظہر ہے کہ مولف خواجہ کلاں آپ کے شاگرد تھے اور علم ظاہری کی تحصیل شیخ محدث کی خدمت میں کی تھی، ان کے چھوٹے بھائی خواجہ خرد نے اسراریہ کے مولف سے خود بیان کیا تھا کہ میں نے اوائل میں علوم ظاہری میں حضرت شیخ سے استفادہ کیا تھا (اسراریہ:۱۲۸) اس لئے یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ خواجہ کلاں نے بھی انہی ایام میں آپ ہی کی خدمت میں تحصیل کی ہوگی۔

زادالمعاد میں حضرت شیخ محدث کو حضرت خواجہ کے صاحب نسبت خلفاء میں بتایا گیا ہے جس کی تفصیل اس طرح سے ہے:

جب حضرت خواجہ سمرقند سے خلافت یاب ہو کر ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں قیام فرمایا تو حضرت شیخ، حجاز مقدس سے فیض یاب ہو کر واپس دہلی آ چکے تھے اور اکبری بدعات وفتنوں کے باعث سخت مغموم تھے کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے عالم رویا میں ان پر نزول فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں جا کر اخذ فیض کریں، شیخ محدث کے شاگرد خواجہ محمد صادق ہمدانی اس کے راوی ہیں، انہوں نے بڑی عقیدت سے اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی ہیں کہ کس عقیدت و احترام کے ساتھ آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپ سے خلافت کی نعمت پائی۔ (کلمات الصادقین ۱۴۹، طبقات شاہ جہانی: ۴/۱۰)

شیخ نورالحق، حضرت خواجہ کے ساتھ اپنی ملاقات اور ارادات کا حال خود مولف زادالمعاد سے بیان کرتے ہیں کہ میں جن دنوں نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے ہمراہ رہتا تھا تو میرا لاہور میں قیام تھا کہ

Marfat.com

حضرت خواجہ بھی ان دنوں وہیں قیام فرماتھے کہ میں خدمت عالی میں حاضر ہوا......

حضرت مجدد الف ثانی کے جہانگیر کے لشکر میں رہنے کی پابندی کے دوران شیخ نورالحق آگرہ میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملے تھے، زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ شیخ نورالحق امراء وخوانین کی صحبت میں آمدورفت رکھتے ہیں (زبدہ:۲۲۶) غالباً اسی صحبت نواب مرتضیٰ خان کی طرف اشارہ ہے، شاہ جہان زمانہ شہزادگی سے ہی شیخ نورالحق سے متاثر تھا، تخت نشین ہوا تو اصرار کر کے آگرہ کی قضاء ان کے سپرد کی، شیخ محدث اس منصب کے ملنے اور قبول کرنے پر ان سے قدرے ناراض بھی ہوئے تھے، لیکن جلد ہی انہوں نے یہ منصب ترک کردیا اور اپنے والد گرامی کے وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۳ء کے بعد والد کے قائم مقام کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ (مرآۃ الحقائق ۱۱۲۔۱۱۳)، شیخ نورالحق، شیخ عاشق محمد نبیرۂ بندگی خواجہ شاہ نظام نارنولی سے بھی بیعت ہوئے تھے۔ (ایضاً ۱۱۳)

شیخ نورالحق لاہور میں تھے کہ وہاں انہیں دہلی سے ان کی کسی عزیزہ کی وفات کی خبر ملی تو وہ دہلی کے لئے روانہ ہوگئے، ہمیں اس عزیزہ کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

شیخ نورالحق نے خواجہ حسام الدین احمد کو جو خطوط تحریر کئے ہیں، ان سے ان دونوں حضرات کے مابین موانست کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وہ مکاتیب کتاب شواہد الاخلاص میں درج ہیں۔

افسوس کہ ہمیں اس وقت تک کتاب شواہد الاخلاص کے کسی خطی نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے، مختلف فہارس کی مدد سے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے شیخ نورالحق کی آٹھ تصانیف کے نام درج کئے ہیں (حیات شیخ عبدالحق:۲۵۹۔۲۶۰)، شیخ نورالحق بھی اپنے والد گرامی کی طرح درس وتدریس سے مناسبت کامل رکھتے تھے، انہوں نے صحیح بخاری کی شرح فارسی میں چھ جلدوں میں تالیف کی، جو تیسیر القاری کے نام سے طبع ہو چکی ہے، جسے آپ نے اورنگزیب عالمگیر کے نام معنون کیا ہے، اس کے علاوہ شرح شمائل ترمذی، تفسیر سورۂ فاتحہ، حاشیہ علی شرح الجامی، شرح عضدی، شرح قران السعدین، رسالہ در بیان رویا، محی القلوب (ایضا:۲۶۰) حاشیہ بر حاشیہ میر (اسراریہ:۱۶۴) اور زبدۃ التواریخ (اس میں سلطان محمد غوری سے لے کر جہانگیر کے عہد تک کے واقعات درج ہیں، نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں اور انہی کا

Marfat.com

فرمائش سے آپ نے یہ کتاب تالیف کی تھی)، اس کے خطی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، ابھی تک اس کا فارسی متن طبع نہیں ہوا۔

شیخ نورالحق شاعر بھی تھے اور مشرقی تخلص کرتے تھے، ان کی ایک مثنوی تحفۃ العراقین اور ایک دیوان پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ (حیات شیخ عبدالحق:۲۵۹) اسرایہ (ص:۱۶۴) میں شیخ نورالحق کے اشعار کا انتخاب بھی درج ہے، آپ نے فقہ حنفی کی تقویت کے لئے بہت جدوجہد کی۔

(مرآۃ العالم:۲/ ۴۴۹، فرحۃ الناظرین:۶۸)

مرأۃ العالم (۲/ ۴۴۹) میں ہے کہ شیخ نورالحق ۱۰۸۳ھ/ ۱۶۷۲ء کو فوت ہوئے جبکہ فرحۃ الناظرین ۶۹ اور تاریخ محمدی:۲/ ۵/ ۳۳۰ میں ان کا سال وفات ۱۰۷۳ھ درج ہے۔

گویا زادالمعاد پہلا معاصر تذکرہ ہے جس میں شیخ نورالحق کے حضرت خواجہ باقی باللہ اور خواجہ حسام الدین احمد سے فیض یاب ہونے کا ذکر ہے، حضرت مجدد الف ثانی کا ایک طویل مکتوب (۳/ ۱۰۰) شیخ نورالحق کے نام ہے جو کشف سرگرفتاری حضرت یعقوب بحضرت یوسف علیہما السلام کے موضوع پر ہے، جب شیخ نورالحق آگرہ میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملے تو آپ نے ان سے یہی سوال دریافت کیا تھا جس کے جواب میں حضرت مجدد الف ثانی نے مکاشفہ کا انتظار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ (زبدۃ المقامات:۲۲۶)، شیخ نورالحق، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے بھی بیعت تھے۔ (تذکرہ علماء ہند:۵۴۴) مولوی سید احمد قادری نے اس بیعت سے انکار کیا ہے لیکن کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ (تذکرہ شیخ عبدالحق ص:۲۱۱۔۲۱۳)

نقشبندی سلسلہ کے ساتھ شیخ نورالحق کی یہ عقیدت اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ ان دونوں حضرات یعنی حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق کے مابین جو وقتی اختلاف تھا وہ دور ہو چکا تھا پھر شیخ محدث کے اپنے خیالات سے رجوع کے راوی بھی شیخ نورالحق ہی ہیں۔ (مناقب العارفین بحوالہ سیرت امام ربانی:۱۹۸)

Marfat.com

میاں شیخ اللہ دیا انصاری

یہ حضرت مخدوم زادۂ خرد خواجہ سراج الدین محمد کے جد مادری (نانا) ہیں، اپنے آغاز شعور سے ہی اس راہ (طریقت) کے رفیق اور جوانمردوں مثلاً حضرت میاں شیخ بہلول، شیخ حاجی محمد اور شیخ محمود حصاری رحمہم اللہ سبحانہ کے رفیق ومصاحب رہے اور مختلف سلسلوں کے اشغال کی مشق کرتے رہے، جس سے ان کے اندر ''العطش'' کی فریاد پیدا ہوگئی کہ اسی دوران حضرت خواجہ آفاق خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کے ظہور کی خبر نے ارباب نیاز کے کانوں کو نوازا اور حضرت میاں کو بھی اس خوشخبری نے شادمان کیا، وہ آپ کی ملاقات سے فائز ہوئے اور انہوں نے بڑی عاجزی اور التجا سے اپنا مدعا عرض کیا اور طریقہ کی طلب کی درخواست کی لیکن حضرت خواجہ وقت کی مصلحت کے تحت انہیں قبول کرنے میں متردد تھے یہاں تک کہ ان کا اصرار اور مبالغہ حد سے زیادہ ہوگیا پھر بھی ان کی التجا کے اثر کا ظہور نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک روز حضرت خواجہ کے بعض کامل اصحاب کی ان کو صحبت میسر آئی، ان حضرات نے زبان مبارک سے کہا کہ تم خواہ مخواہ تکلیف کیوں اٹھاتے ہو اور وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ کیونکہ ہم نے حضرت خواجہ سے سنا ہے کہ آپ تیرے بارے میں فرماتے ہیں کہ فلاں کی ہمارے طریقہ سے مناسبت کا ظہور نہیں ہوا، انہیں دوسرے سلاسل کے مشائخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، جونہی ان کے کانوں تک یہ افسوسناک خبر پہنچی، وہ ان کی مجلس سے الگ ہوئے ہی تھے کہ ان میں عجیب تغیر پیدا ہوا اور انہیں جنون لاحق ہوگیا، وہ اُسی وقت وہاں سے اٹھے اور پورے جوش وخروش سے بے لگام ہو کر حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچے، اتفاق سے اس وقت حضرت خواجہ اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جونہی ان کی نظر آپ پر پڑی، انہوں نے ایک جست لگا کر آپ کے جسم نازنین کو اپنے قابو میں کرلیا، تڑپتے ہوئے آپ کے جسم ملک رشک اور لباس کے کسی حصہ کو پکڑ لیا، جس سے حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ کا پیکر انور درماندہ ہوگیا، اس وقت حاضر خدمت دوستوں اور درویشوں نے آپ کو ان سے خلاصی دلوانے (چھڑانے) کی ہر طرح کوشش کی لیکن میاں کی کمال دقت اور

Marfat.com

تنومندی کے باعث یہ ممکن نہ ہوسکا، اس وقت حضرت خواجہ نے فرمایا: اے میاں! تمہیں مجھ سے کوئی کام بھی ہے یا نہیں؟ انہوں نے ہندی زبان میں کہا کہ مجھے بس آپ ہی سے کام ہے، تو حضرت خواجہ نے فرمایا: اے میاں! تم میرے دونوں ابروؤں کے درمیان دیکھو، جونہی انہوں نے اپنی آنکھیں عالی حضرت کی جبین کی طرف کھولیں تو اُسی وقت دیوانگی جاتی رہی اور پورے ادب وشرمساری سے اپنے ہاتھ آپ سے ہٹالئے، اس کے بعد کمال خواہش اور حیا کے ساتھ خدمت بجالاتے اور آپ کی صحبت کی برکات سے مستفید ہوتے رہے، انہیں دنیا کے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اہل دنیا کے اطوار سے بیگانگی میں تمام اصحاب سے مستثنیٰ ہیں، اسی طرح انہیں آخرت کے غوامض کا پورا فہم اور عبودیت کے مصالح کی کامل شناخت ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت میاں اس مکمل سادگی اور معیشت کے اطوار سے بیگانگی کے باوجود خانگی اُمور کے انتظام اور زندگی کے مصالح کی تدبیر کا عجیب وغریب ملکہ رکھتے تھے کہ اس سے بہتر اس دنیا کے کام میں بد اور نیک کی تمیز مشکل ہے، ایسا بہت مرتبہ ہوا ہے کہ وہ شہر کے حاکم کا نام اور بازار کے بھاؤ تک نہیں جانتے تھے، انہیں دنیا کی صرف اس قدر خبر تھی کہ وضو کے لئے گرم پانی مہیا کرنا چاہیے اور مہمان ومسافر کے لئے زاید کھانا حاضر رکھنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ حضرت میاں اس وقت کے نیک اور برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں اور اس وقت کہ وہ بوڑھے ہوچکے ہیں اور ان کی نظر میں مکمل طور پر فتور پیدا ہوچکا ہے، تلاوت قرآن مجید کو، جو ان کی عادت ہے، کی بجائے ہر روز خانقاہ میں موجود بعض صلحاء میں سے کسی سے کلام پاک کی سماعت اپنا وظیفہ بنا چکے ہیں اور وہ یہ کارِ خیر بلاناغہ انجام دیتے ہیں، (ذکر واذکار) میں مصروف اور مراقبات اس کے علاوہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے، حق دار کو اس کا حق ملے۔

Marfat.com

تعلیقات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ میاں شیخ اللہ دیا، خواجہ حسام الدین احمد کے چھوٹے فرزند سراج الدین محمد کے نانا تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ خواجہ حسام الدین احمد نے اپنی زوجہ اول بی بی فاطمہ کے فوت (۱۰۲۲ھ) ہونے کے بعد میاں شیخ اللہ دیا مذکور کی بیٹی سے نکاح کرلیا تھا، بی بی دولت انہی کی زوجہ اور اس صاحبزادی کی والدہ تھیں، جو حضرت خواجہ کی اجازت یافتہ تھیں اور خواتین کی تعلیم وتربیت پر مامور تھیں۔ (تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے)۔

میاں شیخ اللہ دیا آغاز شباب سے ہی میاں شیخ بہلول، حاجی محمد اور شیخ محمود حصاری کی صحبت میں رہتے تھے، یہ دہلی کے اکابر بزرگوں میں سے تھے، ان میں سے میاں شیخ بہلول قادری (ف ۱۴ر رجب ۱۰۰۷ھ/ ۱۶۱۱ء) ایک ذی علم بزرگ تھے (کلمات الصادقین ۱۵۶)، ان کی وفات کے بعد میاں شیخ اللہ دیا، حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اسراریہ کے مولف نے میاں شیخ بہلول کا سال وصال ۱۰۲۰ھ لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ان کی وفات کے بعد شیخ اللہ دیا، حضرت خواجہ سے منسلک ہوئے تھے، جو ان کا سہو صریح ہے، وہ خود ہی کئی مقامات پر اسراریہ میں حضرت خواجہ کا سال وصال ۱۰۱۲ھ لکھ چکے ہیں۔

میاں شیخ اللہ دیا کی جن دوسرے بزرگ سے صحبت رہی وہ حاجی شیخ محمد دہلوی تھے، شیخ بہلول اور حاجی محمد، دونوں آپس میں گہرے دوست بھی تھے، حاجی محمد کا انتقال رمضان، ۱۰۰۷ھ کو ہوا، دونوں کی قبور ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ہیں (کلمات ۱۵۶ تا ۱۵۷)، تیسری بزرگ شخصیت شیخ محمود حصاری، جن سے شیخ اللہ دیا کی صحبت رہی کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں، دہلی کے ایک بزرگ شیخ محمد حصاری کا ذکر اسراریہ میں ہے، خواجہ خرد نے انہیں ایک بار حدود ۱۰۳۰ھ کو دیکھا تھا، وہ بزرگ تھے (اسراریہ: ۲۷۲) ممکن ہے کہ وہ یہی شیخ محمود حصاری ہوں اور اسراریہ میں سہو کتابت سے محمود کو محمد لکھا گیا ہو۔

کتاب اسراریہ کے مولف شیخ کمال محمد سنبھلی نے لکھا ہے کہ میں نے میاں شیخ اللہ دیا کو بارہا مسجد فیروزی میں دیکھا ہے اور ان کی مبارک صحبت سے مستفید ہوا ہوں، موصوف ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۷۰ء کو فوت ہوئے اور ان کی زوجہ محترمہ بی بی دولت ۱۰۵۸ھ/ ۱۶۴۸ء کو فوت ہوئیں۔ (اسراریہ: ۶۶)

Marfat.com

میاں شیخ مرتضٰی سنبھلی

حضرت میاں شیخ مرتضٰی قوم بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے قبیلہ کے افراد دوآب و دہلی کے درمیان علم وفضل اور اطاعت وعبادت اور فہم وفراست کے باعث جانے جاتے تھے، خاص طور پر ان کے والد گرامی جناب میاں شیخ مصطفٰی علیہ الرحمۃ، جو کہ صفا، لطافت حال اور بلند مشربی کی وجہ سے ہندوستان کے متاخر مشائخ میں ممتاز و مستثنٰی تھے۔

مخدومی میاں شیخ مرتضٰی کہتے تھے میرے والد بزرگوار کے ظاہر و باطن کا حسن اور زندگی کی پاکیزگی میری آنکھوں اور ذہن میں اپنا مقام بنا چکی تھی اس لئے میں ان کے سوا کسی کو درویشی کے مقام کے لئے مسلم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، میں نے اپنی عقیدت و ارادت کا رشتہ ان کے ساتھ قائم کر لیا اور پھر دوسرے مشائخ سے بے نیاز ہو گیا، لیکن ان کی رحلت کے بعد میرے دل میں مایوسی اور ناامیدی پیدا ہو گئی اور میں نے رشد وترقی سے منہ موڑ کر نوکری کر لی اور نواب سعید خان اور مخصوص خان کی مصاحبت میں رہنے لگا، یہاں تک کہ ایک سفر میں مجھے حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی، اس پہلی نظر میں ہی میں آپ کی محبت کا شکار اور جمال باکمال پر فریفتہ ہو گیا اور والد گرامی کے وصال کے بعد جو غلط زعم میرے دل نشین ہو گیا تھا وہ رفع ہوا لیکن اس موقع پر بعض موانع کے باعث میں حضرت خواجہ کی خدمت کا التزام نہ کر سکا۔

آخر کار میں نے بہت جلد امراء کی صحبت منقطع کر دی اور آپ کی صحبت اختیار کرنے کا احرام باندھا، آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت خواجہ قدس سرہ نے اس نامراد کی حاضری کو حسن التفات بخشا اور شغل رابطہ کی تلقین فرمائی، بہت کم وقت میں ہی مذکورہ شغل نے اس طور پر غلبہ اختیار کیا کہ میں جس طرف نظر اٹھاتا تو میں صرف آپ کی صورت مبارک ہی دیکھتا تھا اور دن رات وہی صورت لطیف اس فقیر کے شامل حال ہو

Marfat.com

گئی، جب اس طرز پر ایک مدت گزر گئی تو مجھ میں یکا یک ایک تبدیلی واقع ہوئی اور اس فقیر سے وہ صورت شریف جدا ہوگئی، جس سے اس فقیر کے باطن کو اس قسم کے غم نے گھیر لیا کہ میں کامل اضطراب کے عالم میں آپ کی خدمت میں پہنچا، وہاں اللہ پاک کی کبریائی کے مشاہدہ کے بعد اس نازک وقت میں زبان گنگ ہو گئی تھی اور میں وہاں بالکل خشک (بے بس) ہو کر کھڑا رہا، اس دوران حضرت خواجہ قدس سرہ نے مہربانی فرماتے ہوئے اس نازک وقت میں میری حاضری کا سبب دریافت فرمایا، تو اس فقیر نے اپنی شکستہ زبان اور بے قابو دل سے آپ کی صورت مبارک کے جدا ہونے کا حال عرض کیا، جس پر آپ نے آہستہ اور نازک اُدا کے ساتھ فرمایا کہ جدا نہ ہوتی تو اور کیا کرتی؟ اس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔

الغرض اس وقت آپ نے اس فقیر کے کام پر نظر فرمائی اور مشغولی کا دوسرا سبق اس فقیر کو دیا، جہاں تک کہ اُن مخدوم کی روایت تھی۔

مختصر یہ کہ حضرت میاں، حضرت خواجہ کے اکابر اصحاب میں سے ہیں اور آپ کے نزدیک ان کی پوری قدر و منزلت ہے، حضرت خواجہ بیرنگ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان کے لئے خلعت و خلافت کا ارادہ فرمایا کہ آپ نے داعیٔ حق کو لبیک کہا، اس فقیر (خواجہ کلاں) نے ایک معتمد علیہ سے یہ سنا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے ان کے لئے دوائر مقامات و تکمیل تک اپنے خط خاص میں تحریر فرمایا ہے، اپنے بعض اکابر اصحاب اور اکمل خلفاء کے مقامات اس میں درج فرمائے ہیں، ان اصحاب سے مراد حضرت میاں اور ان جیسے احباب ہیں۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی رحلت کے بعد ان عالی قدر نے اپنی نسبت سے الگ ہو کر نامرادی کے گوشہ میں قابل تعریف خمول (خاموشی) میں بسر کی اور تسلیم و رضا کے مقام پر مضبوطی سے قدم جما لئے، حوادث اور صدمات و مصائب ان کے وقت شریف میں فتور نہیں ڈال سکتے وہ ساری عمر کبھی وظیفہ خوار نہ ہوئے، ان پر عجیب قسم کی غربت اور ایسے بڑے بڑے مصائب آئے کہ جن سے اکثر بنی نوع انسان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں لیکن وہ تسلیم و رضا کے ساتھ ہی خوش رہے، انہیں حضرت خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کے اکابر خلفاء سے دوستی راس آگئی تھی، ان کی تمام تر صحبت حضرت خواجہ

Marfat.com

حسام الدین احمد سے تھی، وہ ہر سال یا دو تین سال بعد حضرت خواجہ کی تربت مطہر کی زیارت اور آپ کے دیدار انور کا اقتباس کرنے کے لئے دہلی آتے تو انہیں آپ کی صحبتوں اور خلوتوں میں بیٹھنا نصیب ہوتا، پھر رخصت ہو جاتے۔

ان کی آپ کے ساتھ محبت کی یہ دلیل ہے کہ جب آپ آخری مرتبہ اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے اور اُسی شہر میں آپ نے عالم قدس کی طرف انتقال فرمایا تو وہ عالی منقبت آپ کے دیدار کے شوق سے مغلوب ہو کر اپنے وطن مالوف سے اکبر آباد تشریف لے گئے، وہ چند روز آپ کی خدمت میں رہے، جہاں وہ آپ کے ضعف قواء اور بدن مبارک کی نحافت سے متاثر ہو کر بیمار ہو گئے، اُسی مرض میں انہوں نے آپ سے اجازت لی اور اپنے وطن (سنبھل) کی طرف رجوع کیا، گویا وہ آپ کی رحلت کے وقت کی قربت سے آگاہ ہو گئے تھے، اور مفارقت کے خیال سے انہوں نے یہ سفر اختیار کیا، اللہ سبحانہ کی اس پر حمد اور احسان ہے کہ وہ عالی منقبت کہ اس وقت سنہ ایک ہزار چوالیس کا وسط ہے، زندہ سلامت ہیں، وہ شخص خوش نصیب ہے جو آپ کی خدمت میں باریاب ہوا اور آپ کی نظر میں مقبول ہو کر اخلاص مند ہوا۔

تعلیقات

میاں شیخ مرتضٰی کے والد میاں شیخ مصطفٰی بھی ایک صوفی باصفا بزرگ تھے، مولفِ کتاب زاد المعاد کے برادر اصغر خواجہ خرد سے روایت ہے کہ میاں شیخ مصطفٰی ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہو گئے، اس نے اسلام قبول کر لیا تو ان سے نکاح کر لیا، میاں شیخ مرتضٰی اسی خاتون کے بطن سے متولد ہوئے تھے۔

(اسراریہ:۷۲)

میاں شیخ مرتضٰی نے اپنے والد میاں شیخ مصطفٰی کی رحلت کے بعد پریشانی کے عالم میں نواب سعید خان اور مخصوص خان کی نوکری کر لی اور بطور ان کے مصاحب ان کے ہمراہ رہنے لگے......

سعید خان چغتا کے اجداد بھی سلاطین مغلیہ کے ہاں معزز عہدوں پر فائز رہے، سرکار سنبھل، جو کہ میاں مرتضٰی سنبھلی کا مستقر تھا نواب سعید خان کو بطور جاگیر اکبر کی طرف سے ملا تھا، یہ واقعہ ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء

Marfat.com

سے پہلے کا ہے کیوں نکہ مذکورہ سنہ میں وہ نظامت بنگالہ کے لئے روانہ ہوا تھا، گویا میاں شیخ مرتضیٰ کے والد میاں مصطفیٰ حدود ۹۹۴ھ کو فوت ہوئے، یہ محض قیاس ہے، سعید خان چغتا ۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء کو مرزا غازی بیگ ترخان کی تنبیہ کے لئے بھی مقرر ہوا تھا۔

(مآثر الامراء ۲/ ۴۰۸۔۴۱۴، مرزا غازی بیگ ترخان اور اس کی بزم ادب مولفہ سید حسام الدین راشدی، بامداد اشاریہ)

اس طرح میاں شیخ مرتضیٰ، نواب مخصوص خان کے بھی مصاحب رہے تھے، مخصوص خان، سعید خان چغتا کا چھوٹا بھائی تھا، وہ بھی کئی مہمات میں شریک رہا، اس کا منصب تین ہزاری تھا۔

(مآثر الامراء ۳/ ۲۷۳، ۲۷۴)

میاں شیخ مرتضیٰ نے یہ ملازمت جلد ہی ترک کر دی اور حضرت خواجہ کی مبارک صحبت اختیار کر لی، سنبھل میں ہی حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی کی صحبت میں بھی رہے۔ (اسراریہ: ۷۱)

کتاب زاد المعاد کی تالیف ۱۰۴۴ھ کے دوران شیخ مرتضیٰ بقید حیات تھے، لیکن آپ اس کے صرف دو سال بعد ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۳۶ء کو فوت ہو گئے، خواجہ محمد صادق ہمدانی نے قطعہ تاریخ وصال لکھا (طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۰) اسی طرح ایک اور معاصر شیخ کمال محمد سنبھلی نے بھی قطعات تاریخ لکھے (اسراریہ: ۷۴) میاں شیخ مرتضیٰ سنبھلی، حضرت خواجہ کے خلیفہ خاص تھے لیکن انہوں نے نہایت انکسار سے کام لیتے ہوئے کہا کہ طالبوں کی تربیت کے قابل نہیں ہوں اس کام کے لئے آپ شیخ تاج الدین سے یا شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) سے فرمائیے (ایضاً) حضرت خواجہ کے وصال کے بعد زیادہ تر گوشہ نشین ہی رہے۔

Marfat.com

میاں شیخ نعمت اللہ

میاں شیخ نعمت اللہ، ہندوستان کے بڑے مخدوم زادوں میں سے ہیں، ان کے آباء کرام نسل در نسل مملکت پورب میں مشیخت کی مسند پر آراستہ اور خلق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہیں، میاں شیخ، حضرت شیخ قطب عالم دہلوی کے خاندان کی ایک عفیفہ کے نکاح کے موقع پر (دہلی) آئے اور وہ اس وقت کم سن تھے اور محض اس تقریب میں شرکت کے لئے دہلی پہنچے تھے اور اس مہم کے انعقاد سے پہلے ہی وہ دہلی میں موجود تھے، اس دوران وہ حضرت شیخ رفیع الدین کی رفاقت میں حضرت خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو آپ کے دیدار کے انوار ان کی آنکھوں میں سما گئے اور آپ کی محبت ان کے ضمیر مطہر کے بقیع (قابل کاشت) میں جڑ پکڑ گئی، حضرت خواجہ حسام الدین فرماتے ہیں کہ اس حال کی ابتداء میں جب میاں شیخ نے ہمارے حضرت خواجہ کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی تو وہ عمدہ لباس، دستار اور عبا شانہ جامہ زیب تن کئے ہوئے، عطر میں معطر ہو کر سرسبز اور رنگین لباس میں آتے تھے، مجھ سے خود کہتے تھے کہ آج یا کل کی بات ہوگی کہ اس بزرگ زادہ کی ساری رعنائی اور نازنینی دُور ہو جائے گی اور وہ عریاں و بریاں ہو جائیں گے، چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ وہ رنگِ شکستہ میں ظاہر ہوئے اور ان کے شوخ لباس نے دوسری شکل اختیار کر لی، پھر انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیا اور آپ کے اصحاب میں داخل ہو گئے جس پر اللہ سبحانہ کی حمد ہے۔

حضرت خواجہ آفاق، خواجہ بیرنگ قدس سرہ کے بہت سے تصرفات انفسی میں سے ایک یہ ہے جو راقم حروف (خواجہ کلاں) نے میاں شیخ نعمت اللہ سے سنا ہے، وہ یہ ہے، وہ کہتے تھے کہ حضرت خواجہ کی ملازمت کے زمانہ میں اس فقیر پر ایک عجیب قسم کی قبض طاری ہوئی، جو دوسری قبضوں کے مقابلہ میں زیادہ طویل ہو گئی کہ اس اثناء میں حضرت خواجہ قدس سرہ نے اس مخلص کو ایک خدمت کے لئے

Marfat.com

آنسرور ﷺ کی قدم گاہ شریف میں بھیجا اور اس روز اس قبض نے مجھ پر اس حد تک غلبہ کیا کہ میری حالت میں ایک مخمصہ پیدا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہا، یہاں تک کہ میں ایک کنویں کے قریب پہنچا اور اس میں کود جانا چاہا کہ اسی اثناء میں عالی حضرت کی صورت منور نے اس فقیر پر اپنا سایہ التفات فرمایا تو آپ کے چہرۂ مبارک کے مشاہدہ سے ایک طرح کا اطمینان حاصل ہوا، پھر میں اس کام سے واپس آ گیا، اس کے بعد میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں انواع واقسام کے التفات اور اختصاص سے مشرف ہوتا رہا۔

مختصر یہ کہ وہ آپ کے ان اکابر اصحاب میں سے ہیں، جنہوں نے آپ سے خلافت حاصل کرنے کی ایک قسم کی اہلیت پیدا کر لی تھی لیکن حالات کی عدم موافقت کے باعث ایسا نہ ہو سکا پھر حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس کے وصال کے بعد انہیں حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے بڑی عجیب قسم کی محبت اور تعلق پیدا ہو گیا، اس طرح وہ دائمی طور پر آپ کے ہم راز، ہم زبان، ہم وضع اور ہم مشرب ہو کر تمام اختیارات شاقہ میں آپ کی موافقت کرنے لگے اور آپ کو بھی ان سے بڑی محبت واُلفت ہو گئی، پھر وہ اس اَمر سے وابستہ ہو گئے، طریقت کے طالبوں کے لئے ارشاد ورہنمائی کے لئے خود کو پابند کر لیا، اس سے ان کی خلق خدا کے ساتھ کم آمیزی اور مشیخت کے مراسم سے بے سروبرگ ان کی سرشت میں مرکوز ہو گئی، جسے انہوں نے قبول نہ کیا، اس کے صرف چند سال بعد ہی وہ اپنے والدین کریمین اور دیگر اعزہ سے ملاقات کی غرض سے اپنے وطن تشریف لے گئے، آپ نے انہیں اس جدائی اور مفارقت میں خطوط لکھے جن میں آپ نے انہیں محبوبیت سے یاد کیا اور خود کو ان کا شائق اور محبّ ظاہر کیا، چنانچہ آپ نے انہیں جو مکاتیب لکھے ان میں یہ شعر بھی درج فرمایا تھا۔

منم عاشق مرا غم ساز وار ست
تو معشوقی ترا غم چکار است

مختصر یہ کہ حضرت میاں نے ایک عرصہ تک مملکت پورب کی سیر وسیاحت اور قدیم مشائخ کے مزارات کی زیارت کی، انہوں نے اس سفر کے دوران بعض صادقین ومخلصین کو اس طریقہ کی تعلیم سے بھی مشرف

Marfat.com

کیا، موصوف آپ کی رحلت کے سال (۱۰۴۴ھ) اس افسوسناک واقعہ پر اکبرآباد تشریف لائے، وہاں آپ کا دیدار کیا، اس کے چندروز بعد وہ اپنے اعزہ کے مستقر اصلی یعنی دہلی تشریف لے آئے اور وہ ہر ہفتہ میں چند مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے آستانۂ منورہ کی زیارت کے لئے آتے اور اس محلۂ مبارک اور اس کے ساکنین کی صحبت کی برکات سے مستفید ہوتے اور وہاں کے درویشوں سے بھی مشرف ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر شریف میں برکت عطا کرے، اور اس فقیر کو بھی ان کے متبرک جوار میں محفوظ و مامون رکھے، بمنه و کمال کرمه

تعلیقات

میاں شیخ نعمت اللہ کے اجداد دیار پورب میں مسند مشیخت کی زینت تھے۔

ہندوستان کے مسلم دور حکومت میں دہلی کے مشرق میں صوبہ الٰہ آباد، صوبہ اودھ اور صوبہ عظیم آباد پر مشتمل جو خطہ ہے اس کو ''مملکت پورب'' کہتے تھے۔ (سبحۃ المرجان، دیار پورب میں علم اور علماء ۲۱)

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے بزرگوں میں سے کون جونپور یا پورب میں رہتے تھے، معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی کا بیان ہے کہ شیخ نعمت اللہ مشہور شیخ خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے تھے اور ۱۰۰۸ھ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے تھے۔ (اسراریہ:۷۹)

جونپور سے خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے جو فرد دہلی آئے اور پھر حملہ تیمور کے وقت واپس چلے گئے، وہ مخدوم شیخ رکن الدین سہروردی (ف ۸۷۴ھ/ ۱۴۶۹ء) تھے (تذکرہ مشائخ شیراز ہند: ۲۶۲۔۲۶۴) قیاس ہے کہ اگر اسراریہ میں مذکور یہی میاں شیخ نعمت اللہ ہیں تو وہ انہی کی اولاد میں سے ہوں گے۔

میاں شیخ نعمت اللہ کے خاندان کا اتصال شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز دہلوی سے تھا، ان دونوں کے احوال تعلیقات کتاب زادالمعاد (۲۲۳/ ۱۵۔۱۶) میں ملاحظہ کریں، میاں شیخ، حضرت شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب العالم کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے تھے۔

Marfat.com

میاں شیخ نعمت اللہ، خواجہ حسام الدین احمد جب اپنے آخری ایام حیات میں اکبرآباد (آگرہ) میں مقیم تھے تو وہ آپ سے ملاقات کے لئے وہاں گئے تھے اور وہ وہ اپنے مستقر یعنی دہلی واپس آ گئے۔

کتاب زادالمعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ) کے دوران میاں شیخ نعمت اللہ بقید حیات تھے، معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد نے ان کا سال وفات ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء لکھا ہے اور اس موقع پر انہوں نے ایک قطعۂ تاریخ بھی کہا تھا جسے انہوں نے نقل کر دیا ہے۔ (اسراریہ: ۸۰)

Marfat.com

میر سید احمد

میر سید احمد، ہندوستان کے بڑے مخدوم زادوں میں سے ہیں، ان کے اکابر واجداد مملکت پورب خصوصاً بلاد لکھنو، جو کہ سلاطین شرقیہ کا دارالملک رہا تھا، میں مشیخت ومقتدائی کے مرتبہ پر فائز رہے تھے، موصوف اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کی غرض سے اپنے وطن مالوف کی اُلفت کو چھوڑ کر ظاہری و باطنی سعادت حاصل کرنے کے لئے دہلی پہنچے، یہاں آکر وہ حضرت شیخ قطب عالم کی خدمت میں رہ کر تحصیل میں مشغول ہو گئے، ان کے انہی ایام میں حضرت خواجہ نے دہلی میں ورود فرمایا اور حضرت شیخ مذکور کی خانقاہ میں کچھ عرصہ قیام کیا، ان دنوں حضرت میر کو حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ سے محبت کا رابطہ قائم ہوا، اس کے بعد کہ جب حضرت خواجہ عالم، خواجہ احرار قدس سرہ کی روح مطہر کے اشارہ سے سمرقند کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضرت میر مخدوم زادہ عالی نژاد، میاں شیخ رفیع الدین علیہ الرحمۃ کہ جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور میرزا (نواب مرتضٰی خان فرید بخاری) کے ساتھ نسبت و اُلفت پیدا کر کے لاہور تشریف لائے اور جہاں وہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے آشنا ہوئے چونکہ آپ اس وقت تک حضرت خواجہ سے عقیدت و اخلاص سے مملو ہو چکے تھے اس لئے حضرت میر بھی آپ کے ساتھ ہی ان حضرات میں شامل ہو گئے، جو حضرت خواجہ قدس سرہ کے قدم میمنت لزوم کے منتظر اور لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ قدس سرہ (خلافت یاب ہو کر) اشارات غیبیہ کے تحت واپس ہندوستان آگئے اور اپنے لقاء مبارک سے تشنگان کو سیراب کیا، اس وقت حضرت میر کے دل سے علم کی طلب کا خیال محو ہو گیا اور وہ حضرت خواجہ کے دامن صحبت کو مضبوطی سے تھام کر اس طریقہ میں داخل ہو گئے، انہیں عجیب وغریب احوال و کیفیات میسر آئیں، انہیں تمام اصحاب میں سے حضرت خواجہ کی محرمیت، ندیمی اور ہم کلامی کا اختصاص حاصل ہوا اور حضرت خواجہ کی عنایت کی برکات سے ان کے باطن کی آنکھیں اتنی کھل گئیں کہ بہت تھوڑی سی توجہ سے کافۂ اصحاب کے

Marfat.com

اسرار اور پوشیدہ احوال سے مطلع ہو جاتے تھے، انہیں قدیم مشائخ کی ارواح طیبہ کا کشف بھی حاصل ہو گیا تھا۔

مجھے ثقہ راویوں سے یہ بات سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کبھی کبھی انہیں امر فرماتے تھے کہ خانقاہ جا کر وہاں کے اصحاب کے فرداً فرداً احوال معلوم کر کے مجھے بتاؤ، وہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے حکم پر خانقاہ جاتے اور تھوڑی دیر اصحاب کے حلقہ میں بیٹھتے، اصحاب کے احوال کو اپنے ادراک میں جمع کر کے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے۔

یہ بھی تواتر کے ساتھ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب حضرت خواجہ اپنے ضعف کے باعث حضرت قطب الاولیاء خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ (کے مزار) کی زیارت کے لئے نہیں جا سکتے تھے تو آپ اپنے بعض پیغامات حضرت میر مذکور کے حوالہ فرما کر انہیں بھیجا کرتے تھے، وہ اس مرقد منور کی زیارت سے مشرف ہوتے، کچھ دیر وہاں مراقب بیٹھتے اور ان پیغامات کے جواب حاصل کر کے حضرت خواجہ تک پہنچاتے، مختصر یہ کہ حضرت میر کے بارے میں یہ اتفاق ہے کہ وہ حضرت خواجہ کے صاحب اسرار ہیں اور آپ کی خاص خلوتوں میں جہاں کسی کو حاضر ہونے کی مجال نہیں تھی وہ بلا اجازت جا سکتے تھے، آپ کے اصحاب کی اکثر پریشانیاں اور مشکلات انہی کی وساطت سے آپ کے سمع عالی تک پہنچتی تھیں، حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد حضرت میر نے ایک عرصہ تک حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت میں گزارا، پھر انہوں نے اپنے وطن شریف کی طرف رجوع کیا، وہاں جا کر انہوں نے سنت پر عمل کرتے ہوئے نکاح کیا اور صاحب اولاد ہوئے، آج ۳۲ رسال ہوئے ہیں کہ حضرت خواجہ کی رحلت کے الم ماتم زدگی سے زندگی گزار رہے ہیں جیسا کہ ان کی طبیعت کا جز تھا ان میں سے خوشی ختم ہو چکی ہے، صرف آپ سے ملاقات کے موقع پر کبھی ان سے مسرت کا اظہار ہوتا ہے۔

موصوف ہر دو تین سال بعد اپنے وطن مالوف سے جو دہلی سے اڑھائی سو میل کی مسافت پر ہے آتے اور حضرت خواجہ کے مشہد منور کا طواف اور آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں، کچھ عرصہ آپ کے دیدار کو دواء المسک کی مانند اپنے خفقان کو تسکین دے کر اپنے وطن کی طرف رجوع فرماتے ہیں، وہ ہمیشہ آپ کی

Marfat.com

توصیف اور مدح میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

اس فقیر (خواجہ کلاں) نے حضرت میر کی زبان حق ترجمان سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نے بارہا یہ فرمایا تھا کہ ہم نے خود کو مشیخت کے احکام کا چند روز کے لئے صرف اس بدخشی (خواجہ حسام الدین احمد) کے لئے پابند کیا تھا اور یہ سارا دردِسر ہم نے اس جوان آدمی کے لئے اختیار کیا ہے، ورنہ ہمیں تو دوسرے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔''

یہ بات بھی حضرت میر کی زبانی سنی ہے کہ حضرت خواجہ نے اپنی زندگی کے اواخر حال میں خواجہ حسام الدین احمد کو پیغام بھیجا تھا کہ ہمارے ناقابل علاج امراض نے ہمارے سر، دماغ، فرصت اور فراغت کو صحبت سے دور کر دیا ہے لیکن ان کی سرشت میں جو بیج بو دیا ہے، اس تخم کی تربیت اور آبیاری کے لئے میری آنکھیں تمہاری منتظر ہیں تم خود اس امر سے دریغ نہ کرنا، جس پر آپ نے بہت تواضع کے ساتھ اس کام سے معذرت کی اور اس حکم سے معذوری ظاہر کر دی، ظاہری طور پر اس بات سے حضرت خواجہ کی خاطر اقدس پر قدرے ملال ہوا، اسی روز آپ کو پیچش، دردِ شکم اور اسہال خون وبلغم کا عارضہ ہوا، آپ دس بارہ روز تک اس تکلیف میں مبتلا رہے اور آپ نے اس حال کی کسی کو اطلاع نہ دی، مذکورہ مدت گزرنے کے بعد جب اس مخلص (حضرت میر) کو اس کی خبر ہوئی تو میں نے آپ کے مذکورہ ضعف کی خبر حضرت خواجہ کو دی، حضرت بہت متوجہ ہوئے، آپ کو طلب فرمایا اور ان کے بارے میں بڑی مسرت کا اظہار کیا، آپ کے سامنے کا نسہ جوغرات رکھا اور کھانے کا حکم دیا، آپ حکم بجالائے اور اسے کھانا شروع کر دیا، پھر اس ضمن میں آپ پر بڑی عنایات فرمائیں اور فرمانے لگے بہت اچھا کیا کہ خود کو اس عظیم دردِسر سے بچالیا، حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس زینہ پر قدم نہیں رکھا تھا، اس سے اور کیا بہتر ہے کہ کسی کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دو اگر کسی کو فائدہ پہنچانا ہو تو پہنچاؤ۔ (الحدیث)

یہ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت میر نے اپنی آنکھیں پُرنم کر لیں اور فرمانے لگے کہ اس دور میں پیرومرشدی کے کامل وصف سے متصف حضرت خواجہ جیسا کوئی نہیں ہے اور اسی طرح مریدی میں بھی حضرت خواجہ حسام الدین کی طرح اور کوئی نہیں ہے۔

Marfat.com

الغرض حضرت میر جیسا کہ وہ حضرت خواجہ کے عہد میں صاحب سِر اور محرم خاص تھے، اسی طرح آپ کے زمانہ میں بھی جہاں کہیں آپ تشریف لے جاتے تو وہ ندیم اور ساتھی کے طور پر ہمراہ ہوتے تھے، آپ کی رحلت کے سال (۱۰۴۳ھ) جب انہیں اس ہولناک واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ طویل مسافت طے کر کے لکھنو سے اکبر آباد پہنچے، چند روز آپ کی صحبت گرامی میں رہے اور پھر آخری مرض کے لاحق ہونے سے پہلے آپ سے اجازت لے کر رُخصت ہو گئے۔

آپ کے وصال کے ایک سال اور چند ماہ بعد وہ دوبارہ ان حضرات یعنی حضرت خواجہ اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے مرقدین منورین کے طواف کی نیت سے دوسو پچاس کروہ کی مسافت کا فاصلہ شدید بیماری مثلاً دائمی بخار، دردِ کمر اور آنکھوں کے ضعف کے باوجود طے کیا اور دہلی تشریف لائے اور ان سعدین سعیدین کی تعزیت کی، دو تین ماہ ہوئے ہیں کہ انہوں نے اپنے وطن کی طرف مراجعت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان فقراء کو دوبارہ ان کے دیدار کی سعادت سے مشرف فرمائے اور ان کا وجود شریف اس دنیا میں تادیر رہے، بحرمتِ النبی وآلہ الامجاد۔

تعلیقات

جونپور اس خطے کا مرکز رہا ہے، جونپور کے شرقی سلاطین مشہور ہوئے ہیں، ان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو Muhammad Saeed: Sharqi Sultante of Jounpur

میر سید احمد، لکھنو سے تحصیل علم کے لئے شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی کی خدمت میں دہلی آئے اور حصول علم میں مصروف ہو گئے، پھر شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب عالم مذکور سے رفاقت والفت پیدا ہو گئی تو وہ ''خدمت مرزا'' میں لاہور میں رہ کر حضرت خواجہ کے سمرقند سے واپس آنے کا انتظار کرنے لگے۔

میر صاحب، خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں آتے اور حضرت خواجہ کے مزار پر معتکف رہتے تھے، جب خواجہ حسام الدین احمد آخری ایام حیات میں اکبر آباد (آگرہ) میں مقیم تھے تو موصوف آپ سے ملاقات کے لئے وہاں حاضر ہوئے اور آپ کے عوارض دیکھ کر خود بھی بیمار ہو گئے۔ (زادالمعاد)

میاں شیخ مرتضیٰ سنبھلی شعری ذوق بھی رکھتے تھے، کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے، ایک قصیدہ حضرت خواجہ

Marfat.com

کی خدمت میں لکھا جس میں ''تربیت طالبان'' سے معذرت کی، حضرت خواجہ کو یہ قصیدہ پسند آیا اور ان کی ''شکستگی و نیاز مندی'' سے متاثر ہوئے، خواجہ محمد صادق نے اس قصیدہ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

(طبقات شاہ جہانی: ۱۰/ ۱۵)

میاں شیخ مرتضٰی کے ایک قابل فرزند شیخ نجم الدین بھی تھے، جو جواں سال ہونے کے باوجود ''حقیقت پژوہ'' تھے وہ بھی شاعر تھے، والد کے وصال کے بعد انہوں نے ایک تازہ غزل کہی جو شیخ کمال محمد سنبھلی نے نقل کی ہے۔ (اسراریہ: ۷۵)

یہاں خدمت مرزا سے مراد مرزا شیخ فرید مرتضٰی بخاری ہیں جو ایک بڑے منصب دار اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کی اولاد میں سے تھے، گویا میر سید احمد اور میاں شیخ رفیع الدین مذکور بھی شیخ مرتضٰی بخاری کی صحبت میں رہتے تھا اور دیگر صوفیہ کی طرح یہ بھی حضرت خواجہ کے واپس ہندوستان آنے کے منتظر تھے۔

خواجہ کلاں نے میر سید احمد کی اولاد کی تفصیل بیان نہیں کی ہے البتہ دوسرے معاصر مولف شیخ کمال محمد سنبھلی نے ان کے ایک فرزند شیخ سلیم دہلوی کا ذکر کیا ہے کہ وہ بخاری سید تھے اور حاجی عبدالوہاب بخاری کے نبائر میں سے تھے، شیخ سلیم کی وفات حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو ہوئی اور خواجہ کلاں کو کئی مرتبہ ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔

(اسراریہ: ۱۶۸)

اس سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ میر سید احمد بخاری سید تھے۔

۲۔ انہوں نے حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا۔

۳۔ شیخ سلیم اسی صاحبزادی کے بطن سے لکھنو میں تولد ہوئے تھے۔

۴۔ اسی نسبی تعلق کی بنا پر غالباً میر سید احمد کا تعلق نواب مرتضٰی خان فرید بخاری سے تھا اور وہ وجہ معیشت کے طور پر نواب کی مصاحبت میں رہے تھے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی یہ بات خواجہ کلاں نے کئی بار میر سید احمد کی زبانی سنی ہے کہ میں نے مشیخت کا سلسلہ محض اس جواں سال بدخشی یعنی خواجہ حسام الدین احمد کی خاطر اختیار کیا ہے ورنہ مجھے دوسرے امر کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی احیاء دین متین کے لئے۔

آخری ایام میں جب آپ شاہ جہان کی طلب پر اکبر آباد (آگرہ) تشریف لے گئے تو میر سید احمد اپنے مستقر لکھنو سے بعد مسافت کا خیال کئے بغیر آپ کی صحبت گرامی میں حاضر ہوئے عیادت کے ساتھ کچھ عرصہ وہاں قیام بھی کیا۔

زادالمعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ) کے دوران میر سید احمد بقید حیات تھے، معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد نے لکھا ہے کہ میر سید احمد حدود ۱۰۵۰ھ کو فوت ہوئے، نیز مولف نے حضرت خواجہ کے کئی معارف میر سید احمد کی زبانی بروایت خواجہ خرد نقل کئے ہیں۔ (اسراریہ: ۷۶۔۷۷) جہانگیر نے میر سید احمد قادری کو ۱۴ر جلوس ۱۰۲۸ھ میں ۸۰۰/۶۰ کا منصب دیا تھا (توزک ۲۶۷) وہ صدارتِ کل کے منصب پر تھے (مآثر الامراء ۲/۴۵۹) ان کا ایک فرزند سید ہدایت اللہ بھی شاہ جہان کے عہد میں اسی منصب پر تھا۔ (ایضاً)

Marfat.com

میر محمد زاہد ہروی

ان کے بزرگ خطۂ پاک ہرات میں نیک ذاتی، جوانمردی اور علم وفضل کے باعث پہچانے جاتے تھے، ان کے جد شریف، حضرت بادشاہ مغفور جنت آشانی (ہمایوں) کے لشکر کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے تھے اور اس معظم بادشاہ کی محفل عالی میں اور امراء کامگار کے ہاں اپنے علم وفضل کے لئے معزز اور جلیل تھے۔

حضرت عرش آستانی (اکبر) کے عہد میں ان کے والد اور چچا فضائل اور سنجیدگی سے آراستہ تھے، وہ نواب منعم خان کے مصاحب تھے، ان کا خاندان اپنے عہد میں علماء وفضلاء کا پشت پناہ اور صلحاء وفقراء کو نوازنے والا تھا، وہ عزت واحترام کی زندگی بسر کرتے تھے اور اس خانِ عالیشان کی وفات کے بعد انہوں نے نواب زین خان کوکلتاش کی صحبت اختیار کر لی اور فضیلت ودانائی سے آشنا ہیں۔

جناب میر کو صرف پندرہ سال کی عمر میں لشکر کی ملازمت ترک کرنے کی توفیق ہوئی اور وہ حضرت خواجہ کی صحبت مبارک میں پہنچے، حضرت خواجہ قدس سرہ ان پر خاص نظر عنایت اور التفات فرماتے تھے، اپنے انتہائی ذوق انقطاع اور اس معاملہ میں بہت اہتمام وکوشش کے باعث انہیں اس کم سنی میں ہی تصفیہ وتزکیہ حاصل ہو گیا تھا۔

ان کے جملہ اوصاف میں سب سے بڑی منقبت یہ ہے کہ انہیں حضرت خواجہ کی رُخصت (بسوی سمرقند) کے دوران آپ سے چند ساعت کا حضور میسر آیا تھا، اس دوران انہوں نے اپنے ہاتھ حضرت خواجہ کے قدم کی طرف بڑھائے تاکہ وہ آپ کے پاؤں مبارک کی مالش کریں، حضرت خواجہ نے ان کی سیادت کے احترام سے اپنا پاؤں شریف کھینچ لیا، پھر اپنا دست حق پرست ان کے ہاتھ میں دے دیا، وہ اس نیک ساعت میں آپ کا ہاتھ مل رہے تھے، اس وقت جس نسبت کا ظہور ہو رہا تھا وہ دوسری تمام نسبتوں کے مقابلہ

Marfat.com

میں عنایات کے اعتبار سے خاص امتیاز رکھتی ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی رحلت کے بعد حضرت میر مدت دراز تک حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے مصاحب، ہم نشین اور آپ کی صحبت نور آگیں میں رہے، اور طریقۂ علیہ (نقشبندیہ) کی مشق جاری رکھی، آپ کے اصحاب میں سے وہ سب سے زیادہ عیال دار تھے، اس طرح سخت قسم کے فقر اور شدید محنتوں کے باوجود ان کے وقت شریف میں کسی قسم کا فتور اور خلل ہرگز واقع نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ ہمیشہ قناعت کی صفت کے ساتھ استقامت کے مقام پر رہ کر اپنے کام میں مشغول رہتے تھے۔

ان کی ایک معمر والدہ ماجدہ، چند جوان بیٹے جو بیویاں اور بچے بھی رکھتے تھے ان کے چند چھوٹے بچے، زوجہ اور کنیز بھی تھیں، جو بہت کم معیشت میں گزر اوقات کرتے تھے۔

جناب میر آپ کی خدمت میں عجیب ناز برداری اور اپنی منفرد تنگ دماغی کا بھی اظہار کرتے تھے، وہ اکثر بغیر کسی وجہ بلکہ بغیر کسی سبب کے آپ سے آزردہ رہتے تھے، یہ بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اپنے معاصر مشائخ میں سے آپ کے سوا کسی کے سامنے سر نیاز نہیں جھکاتے تھے۔

اب ایک ماہ ہوا ہے کہ وہ سفر حجاز کے ارادہ سے دہلی سے اکبر آباد کے لئے روانہ ہوئے ہیں، اس کا آخر کیا انجام ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہر حال میں ان کا معاون و مددگار ہو۔

تعلیقات

میر زاہد ہروی کے اجداد کا تعلق ہرات سے تھا، ان کے جد اعلیٰ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے۔

یہاں بیان میں تضاد پایا جاتا ہے، اول یہ بتایا ہے کہ میر زاہد کے اجداد اصلاً ہرات کے تھے، دوسرے یہ کہ ان کے جد اعلیٰ ہمایوں کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے، یہاں ان کے اس دادا کا نام نہیں بتایا گیا، دوسرے مولف شیخ کمال سنبھلی جنہوں نے میر محمد زاہد کو دیکھا تھا اور ان کا وہ بہت احترام کرتے تھے نے لکھا ہے کہ میر محمد زاہد کے والد محمد صالح ہندوستان آئے اور یہیں توطن اختیار کرلیا۔ (اسراریہ: ۸۷)

تذکرۂ ہمایوں و اکبر (۱۸۱) میں ہمایوں کے ساتھ ایران و افغانستان سے ہندوستان آنے والے بعض

Marfat.com

اصحاب کی فہرست موجود ہے، جس میں خواجہ محمد صالح برادر خواجہ عبداللہ مروارید کا ذکر بھی ہے، ممکن ہے کہ یہی خواجہ محمد صالح، میر محمد زاہد ہروی کے والد ہوں۔

میر محمد زاہد ہروی کے والد پہلے نواب منعم خان اور اس کے بعد نواب زین خان کوکلتاش کے مصاحب رہے تھے، منعم خان ہمایوں کے دربار کے اکابر میں سے تھا، اس کے بھائی فاضل بیگ کو بھی قرب حاصل تھا، جب ہمایوں، ایران سے واپس ہندوستان آیا تو منعم خان اس سے وابستہ ہوا، ۹۶۱ھ/۱۵۵۳ء کو اسے شہزادہ اکبر کا اتالیق بنایا گیا، جب ہمایوں نے ہندوستان فتح کر لیا تو اسے کابل کا گورنر بنا کر وہیں رہنے دیا گیا، وہ اکبر بادشاہ سے لدھیانہ کے مقام پر ۹۶۷ھ/ ۱۵۵۹ء کو منسلک ہوا، بیرم خان کے خلاف اقدام کے دوران اسے خانِ خانان اور وکیل بنایا گیا، اس کے بعد وہ کئی اہم مہمات میں شریک رہا، جونپور میں اسے جاگیریں بھی ملی تھیں اس کے بعد اسے بہار کا گورنر بھی بنایا گیا، ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کے بعد بھی وہ بنگال میں سخت مصروف رہا، وہیں بخار کی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔ (آئین اکبری: ۳۳۱-۳۳۴ تعلیقات بلوخمان)

منعم خان کے انتقال (بعد ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء) کے بعد خواجہ صالح نواب زین خان کوکلتاش سے منسلک ہو گیا، وہ اکبر کا رضاعی بھائی تھا، بہت سی اہم مہمات میں شریک رہا اور مغل سلطنت کے وسعت واستحکام کے لئے خدمات انجام دیں، اس کی بیٹی شہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کے عقد میں تھی، ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء کو فوت ہوا، وہ شاعر اور علماء نواز تھا۔

(مآثر الامراء ۲/ ۳۶۶-۳۷۳، آئین اکبری: ۱/ ۳۶۷-۳۶۹ تعلیقاتِ بلوخمان)

اس وقت ۱۰۴۴ھ ہے اور میر سید محمد زاہد ہروی حج کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے ہیں اور اکبر آباد کی طرف چل پڑے ہیں، لیکن ہمیں دیگر مآخذ سے ان کے سفر حج کی کوئی معلومات نہیں ملتی ہیں۔

دوسرے معاصر بزرگ شیخ کمال محمد نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ میر سید محمد زاہد ہروی کے والد محمد صالح نے ہندوستان آ کر سکونت اختیار کر لی، کہتے ہیں کہ میر سید زاہد، حضرت خواجہ کی صحبت اختیار کرنے والے پہلے فرد تھے، حضرت خواجہ نے ان پر بہت ہی عنایات فرمائی تھیں، خواجہ خرد کی روایت ہے کہ حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ انہوں نے ''فنای ذاتی'' حاصل کر لی ہے، میر محمد زاہد شاعر بھی تھے اور کبھی کبھی شعر بھی

Marfat.com

کہتے تھے، ان کے اشعار سن کر خواجہ حسام الدین احمد خوش ہوتے تھے، ان کا وصال حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو ہوا، مجھے چند مرتبہ ان سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی میں نے ان کا بے حد ادب و احترام کیا (اسراریہ: ۸۷۔۸۸) لیکن بادشاہ نامہ میں عبدالحمید لاہوری نے ان کا سال وفات ۳ر جلوس شاہ جہانی (۱۰۴۰ھ) لکھا ہے (۲/۳۴۳) جسے اسرایہ پر ترجیح حاصل ہے۔

یہاں یہ امر یاد رہے کہ میرزاہد ہروی نام کے ایک اور عالم بھی تھے، جن کے والد کا نام قاضی محمد اسلم تھا، یہ میر محمد زاہد، اورنگ زیب کی خواہش پر کابل کی صدارت پر فائز ہوئے تھے، ان کا انتقال ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء کو ہوا (تذکرہ علمائے ہند ۴۲۹، نزہۃ الخواطر ۶/ ۳۰۶، سبحۃ المرجان ۱/ ۱۷۳۔۱۹۴، مآثر الکرام: ۲۰۶ وغیرہ) گویا زمانہ اور ولدیت کے اعتبار سے دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

Marfat.com

میاں شیخ یعقوب

موصوف قصبہ تھانہ، جو کہ دوآب کے آباد علاقوں میں سے ہے، کے شیخ زادہ ہیں، ابتدائی عمر میں طالب علمی کے ارادہ سے اپنے وطن سے ہجرت کر کے لاہور پہنچ گئے اور اس بلدۂ معظمہ میں مخدوم معظم شیخ جمال تلوی کے حوزۂ درس میں شامل ہوگئے، بہت ہی کم عرصہ میں مولویت کے درجہ عالی پر پہنچ گئے اور اُسی بلدۂ مبارک میں حضرت خواجہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا، پھر طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے بلند احوال اور مقامات ارجمند پر فائز ہوئے، اس طرح اپنی اعلیٰ استعداد کے باعث حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ کے مشرب خاص سے بہرہ مند ہوئے، وہ کبھی کبھی آپ کی ظاہری معیشت، جس کا تعلق صرف آپ کی ذات شریف سے ہوتا تھا کی خدمت پر بھی مامور کئے جاتے تھے چنانچہ آپ کے اواخر حال میں باورچی خانہ میں کھانا پکانے کی خدمت جو ہمیشہ سے ولی نعمت والدۂ ماجدہ حضرت خواجہ انجام دیتی تھیں، ان کی کوفت کو قدرے کم کرتے کے لئے یہ کام میاں شیخ یعقوب کے سپرد کیا گیا لیکن چند روز کے بعد حضرت والدہ سے یہ خدمت واپس لے لینے کے باعث ان کے رنجور اور غمزدہ ہونے کی وجہ سے انہیں یہ خدمت پھر سونپ دی گئی۔

میاں شیخ اپنی ذکاوت فہم اور متانت ادراک کے وصف سے تمام اصحاب میں منفرد تھے اور تمام احباب میں وہ سب سے زیادہ فہیم وذکی تصور کئے جاتے تھے، حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ ایک تقریب میں ان کے کمال فہم اور رسائی عقل کی تعریف کر رہے تھے، حاضرین مجلس میں سے بعض حضرات نے مبالغہ سے کام لیا، حضرت خواجہ فرمانے لگے اور انہیں اُسی وقت بلایا تا کہ ان کے فہم کی آپ کو بھی خبر ہو سکے، پس آپ نے طلب فرما کر فرمایا کہ اے ملا! جاؤ کہ فلاں شخص کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سورۂ یوسف ہے وہ لے آؤ، وہ فوراً چل پڑے، حضرت خواجہ نے اُنہیں کہ

Marfat.com

ابھی وہ تھوڑا ہی چلے ہوں گے واپس بلا لیا اور فرمانے لگے کہ اے ملا! تم نہیں سمجھ سکتے کہ سورۂ یوسف کے حضرت یوسف کے خط میں ہونا محالاتِ عقل میں سے ہے کہ حضرت یوسف تو فرقان مجید کے نزول سے چند ہزار سال قبل فوت ہو گئے تھے، سورۂ یوسف بھلا ان کے خط میں کیسے ہو سکتی ہے؟ انہوں نے سر جھکا لیا اور عرض پرداز ہوئے کہ ہم جیسے بندوں کو جناب کے احکام کی بجا آوری کی غرض ہے ہمیں چون و چرا کی مجال کہاں ہے؟ جو حکم عالی صادر ہوتا ہے ہمیں عقل کے دخل کے بغیر ہی اُسے انجام دینا چاہیے، اس پر حضرت خواجہ نے تبسم فرمایا، اصحاب کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ ''ملا کی عقل کا کمال معلوم ہو گیا ہے''۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد موصوف حضرت ولی نعمت والدۂ عالی حضرت کے اس قصبہ پر جو کہ انہیں مدد معاش کے طور پر ملا تھا کے اہتمام پر مقرر کیا گیا تھا، وہاں رہے، پھر حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر وہ تدریس اور افادۂ علمی کی طرف متوجہ ہوئے جس سے درویش آباد قلعۂ فیروزی کے اکثر عالی فطرت نوجوان اہلیت کے درجہ تک پہنچے، وہ اپنے وقت کا کچھ حصہ علمی افادہ میں بھی بسر کرتے تھے، دن اور رات کے اکثر اوقات وہ شغل باطن میں گزارتے تھے، وہ اکثر راتوں کو عشاء کی نماز کے بعد فجر تک خانقاہ کے مختلف طبقوں کا مُدور چکر لگاتے ہوئے پروردگار کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، وہ سفر و حضر میں آپ کے ہمرکاب رہتے تھے، انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی جدائی میں قرار نہیں ملتا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت خواجہ کے وصال کے ساتویں سال آپ سے اپنے وطن (تھانہ) جانے کی اجازت لی، پھر اُسی سال وہ اپنے وطن میں ہی جوار رحمت ربّ کریم کی طرف انتقال کر گئے، علیه الرحمة و الغفران۔

تعلیقات

شیخ یعقوب کے اجداد کا تعلق قصبہ تھانہ سے تھا، جو کہ دوآب کے مابین واقع ہے، ہمارے پاس اس امر کی تحقیق کا اب کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ شیخ یعقوب کے بزرگ کون تھے، جو تھانہ میں شیخ طریقت تھے۔

حضرت خواجہ کے باورچی خانہ میں کھانا پکانے کا کام حضرت خواجہ کی والدہ انجام دیتی تھیں، حضرت خواجہ کے ملفوظات میں ہے یہ خدمت حضرت خواجہ کی والدۂ محترمہ نے اپنے ذمہ لے لی تھی لیکن بڑھاپے

Marfat.com

کے باعث آپ نے ان سے یہ کام لے کر بی بی بانو زن محمد صادق خسرو پورہ اور زنِ شیخ محمد صدیق کشمی (کشمیری سہو کتابت) کے سپرد کر دیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس کا بڑا رنج ہوا، جس پر آپ نے یہ خدمت پھر ان کے سپرد کر دی تاہم مذکورہ دونوں بیگمات خمیر بنانے میں معاون رہیں، جب یہ کام میاں شیخ یعقوب کے سپرد کیا گیا تو وہ یہی موقع ہوگا۔

میاں شیخ یعقوب، حضرت خواجہ کے وصال کے ساتویں سال یعنی ۱۰۱۹ = (۱۰۱۲ + ۷) کو خواجہ حسام الدین احمد سے اجازت لے کر اپنے مستقر تھانہ کے لئے رخصت ہوئے اور اسی سال وہیں فوت ہو گئے۔

یہاں سماعتِ روایت میں حضرت مولف سے سہو ہوا ہے، دوسرے معاصر تذکرہ نویس خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد میاں شیخ یعقوب کچھ عرصہ آپ کے فرزندان گرامی کی خدمت میں رہے اور پھر ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء کو اپنے وطن کے لئے رخصت ہوئے اور اسی سال جو وبا پھوٹی ہوئی تھی میں انتقال کیا۔ (طبقاتِ شاہ جہانی ۹/ ۶۰۔ ۶۱)

یہ وہی طاعون کی وبا ہے، جو ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء کو پنجاب اور اس کے نواح میں پھیلی تھی اور اس سے بہت سے افراد شہید ہوئے تھے، خود حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق کا اسی سال اسی وباء میں وصال ہوا تھا، جس کی تفصیلات اس سلسلہ کی تمام کتب میں ملتی ہیں۔

Marfat.com

بی بی قطب

(بی بی صاحبہ) حضرت خلافت مآب عمادالدین میاں شیخ رستم کی والدۂ محترمہ ہیں، وہ وقت کی عارفات اور زمانہ کی کاملات میں سے تھیں، ابتداء میں انہوں نے انتہائی اصرار کر کے درویشوں، فقراء اور مسافروں کے لئے کھانا پکانے کی ذمہ داری لی اور وہ یہ خدمت بڑے احسن طریقہ اور کامل استغراق سے انجام دیتی تھیں، حضرت خواجہ کے اواخر حال میں وہ اجازت ارشاد سے مشرف ہوئی تھیں کہ اپنے دید قصور کے باعث جو کمال صفا کا وصف خاص ہے اس منصب سے علیحدگی اختیار کر لی۔

حضرت خواجہ بیرنگ کے حین حیات اس امر شریف پر عمل نہ کیا اور حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے حکم شریف کی بجا آوری کے طور پر اگر کوئی طالبہ صدقِ اخلاص سے اصرار والتجا کرتی تو اُسے ذکر میں مشغول کر دیتی تھیں۔

خاص طور پر نواب سپاہ سالار بزرگ خان خانان مغفور کے خاندانِ عالی کی خواتین کو حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حکم کے مطابق اپنا کچھ وقت ان خاندان کے افراد کے باطنوں کو منور کرنے کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں، انہوں نے اس خان عالی شان کے محرم معلیٰ کی اکثر بنات وخواتین کو اپنی صحبت کی برکات سے مستفید کیا، انہیں معنوی اشغال اور عبادات اطاعات صوری کے ذریعہ راہِ راست پر ڈالا، (بی بی قطب) کو ارواح طیبہ کو حاضر کرنے اور عالم ملکوت کے کشف پر عجیب قسم کی قدرت حاصل تھی، چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت خواجہ کی روح مقدس ان کے حال پر دائمی طور پر مہربان ہے اور وہ عزیزہ کوئی کام بھی حضرت خواجہ قدس سرہ کی اجازت کے بغیر شروع ہی نہیں کرتی تھیں......ان کے کمال

Marfat.com

حال کے صادق ترین شواہد میں سے خلافت مآب عماد الدین حضرت میاں شیخ رستم کا وجود فائز جود ہے، انہوں نے اصحاب بصیرت کے مقررہ حکم پر بہت سی ماؤں کے فرزندوں اور ان کے قبیلۂ مادری میں سے ان کے مثل کوئی فرزند جو ظاہری و باطنی آراستگی سے منور نہیں ہوا، زمانہ کے اکثر فرزندوں کو تقدم اور فوقیت دلائی اور ان کے باطن کو بھی منور کیا، اور وہ عزیزہ (بی بی قطب) ہمیشہ ان پر نظر عنایت، توجہ خاص اور اپنی محبت مخصوص سے انہیں نوازتی تھیں، ان کی ظاہری ومعنوی ترقی کا سبب حضرت خواجہ سے شرف صحبت اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے انتہائی لطف کی وجہ اس عزیزہ کی تربیت بھی تھی، ان کی سعی پر اللہ سبحانہ کا شکر ہے اور وہ عزیزہ آپ کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے صرف تین ماہ بعد اس دارِ ملال سے حضرت ذی الجلال کے قرب میں انتقال کر گئیں۔

تعلیقات

حضرت خواجہ کے متوسلین کے لئے کھانا پکانے کی خدمت بی بی قطب نے اپنے ذمے لے لی تھی، اس سے قبل آپ کے باورچی خانہ میں شامل معاون بزرگ خواتین کا ذکر کیا جا چکا ہے، یہ خاتون ولیہ بھی ان میں شامل تھیں۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر بی بی قطب نے خواتین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کیا، خاص طور پر میرزا عبد الرحیم خانِ خانان، جو کہ حضرت خواجہ کا معتقد خاص اور آپ کی خانقاہ کا کفیل بھی تھا کے محل کی خواتین کی تربیت کے لئے بی بی قطب کو مقرر کیا تھا، خانِ خانان کے خاندان کی خواتین خصوصاً اس کی بیٹی جانِ جانان بیگم صوفیہ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتی تھی، وہ حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت تھی اور اپنے مکاشفات آپ کی خدمت میں لکھ کر اُن کی تعبیر وحقیقت معلوم کرتی رہتی تھی۔

(مقاماتِ معصومی: ۱/۱۹۶)

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے وصال صفر ۱۰۴۳ھ کے تین ماہ بعد جمادی الاول ۱۰۴۳ھ کو بی بی قطب کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

خواجہ خرد کا مکاشفہ ہے کہ وصال کے بعد انہوں نے بی بی قطب کو ایک شیر کی مانند بیٹھے ہوئے دیکھا تھا، گویا وہ حضرت خواجہ کی محبت سے مغلوب تھیں (اسراریہ:٦٧) بی بی قطب، حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ رستم کی والدہ محترمہ تھیں۔

خواجہ حسام الدین احمد نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے ایام رحلت کے واقعات پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا، افسوس کہ آج ہم اس اہم رسالہ کے وجود سے بے خبر ہیں، گویا خواجہ کلاں کے پیش نظر یہ مبارک رسالہ تھا، اس سے پیشتر خواجہ حسام الدین احمد کے ایک اور رسالہ شواہد الاخلاص کی تالیف کا بھی پہلی بار کتاب زاد المعاد سے علم ہوا ہے، اس کے وجود کی بھی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ہے۔

Marfat.com

مولانا احمد لاہوری

مولانا، حضرت خواجہ کے خاص اصحاب میں سے ہیں، انہیں حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ کی نسبت سے بہرۂ کامل نصیب ہوا ہے، انہوں نے جناب احدیت میں ہمہ وقت ربط قلب صحیح رکھا ہوا ہے، اس جہان کی ہر وہ چیز جو بے قرار کرنے والی ہے، سے وہ بے نیاز ہو چکے ہیں، البتہ جب وہ حضرت خواجہ کے ہاں خاص خدمات بجالاتے ہیں تو ان کی توجہ جسمانیات کی طرف ہوتی ہے تاکہ وہ خدمت کا حق ادا کرسکیں، گویا زیر آسمان وہ صرف عبودیت اور حضرت خواجہ سے ارادت کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتے اور حضرت خواجہ قدس سرہ کی رحلت کے بعد وہ اُسی پہلی صفت سے متصف ہو کر اُسی آفتاب احدیت کی شعاعوں میں فنا ہو گئے تھے، یہ حالت حضرت خواجہ کی نسبت خاص اور مشرب مخصوص کا ظل ہے اور انعکاس کے طور پر آپ کے بعض اصحاب پر سایہ فگن رہتا تھا ان میں حضرت مولانا بھی شامل ہیں۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے اپنے اس رسالہ میں جو آپ نے اپنے قلم خاص سے حضرت خواجہ کے مرض رحلت کے بعض احوال پر لکھا ہے، میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ہمارے حضرت خواجہ اپنی رحلت کے زمانہ میں عالم سکرات میں اللہ سبحانہ کی رضا کے منتظر تھے، اس وقت حضرت مولانا مذکور اس گھر کے صحن میں خوش وخرم گھوم رہے تھے کہ اتفاق سے حضرت خواجہ کی نظر مولانا پر پڑ گئی، آپ نے تبسم فرمایا اور گویا ہوئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری یہ گائے، کس قدر سرخوش اور شاداب ہے کہ گویا آج رات کو ہماری شادی کی دعوت ہو۔

مختصر یہ کہ مولانا، حضرت خواجہ کی رحلت کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح کہ آپ حضرت پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ (منورہ) میں رہنے کی تاب نہ رکھتے ہوئے ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے، اسی طرح دہلی سے لاہور تشریف لے گئے، وہ اسی طرح مجرد حالت میں ہی لاتعلق طور پر گمنامی

Marfat.com

کے گوشوں میں زندگی بسر کرتے رہے، وہ اپنی ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ حضرت خواجہ کے مزار کے طواف اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے ملاقات کے لئے دہلی تشریف لائے تھے، پھر کبھی نہ آئے، ان کا یہ عمل بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح ہے کہ جب سے انہوں نے شام میں اقامت اختیار کی ایک دو مرتبہ سے زیادہ مدینہ منورہ نہیں گئے۔

الغرض اسی طرح حضرت مولانا نے لاہور، سلطان پور اور سرہند کے مضافات میں مجرد حالت میں اپنی زندگی کے اوقات بسر کر کے عالم بالا کی طرف کوچ کیا اور اپنے حبیب حضرت خواجہ سے ملاقی ہوئے۔

تعلیقات

حضرت خواجہ کے خلیفہ مولانا احمد لاہوری کو حضرت خواجہ سے اتنا انس تھا کہ وہ حضرت خواجہ کی رحلت و جدائی برداشت نہ کر سکے اور دہلی میں قیام ان کی محبت کے باعث ممکن نہ ہوا تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح جو محبت رسول ﷺ میں مدینہ میں قیام نہیں کر سکتے تھے، وہاں سے شام کی طرف چلے گئے اور دمشق میں ۲۰ھ کو وصال ہوا۔

(تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر ۱۰/۴۳۳، حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۱۴۷۔۱۵۱، سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۳۴۷، ۳۶۵)

مولانا احمد لاهوری، سنامی مرد سیاح بود...... مرید شیخ میر لاهوری و بصحبت حاجی عبدالله سیاح رسیده و از صحبت حضرت خواجه باقی بالله بهره تمام گرفته و بکمال رسیده...... بمسجد شیخ عبدالغنی (نبی) سکونت گرفت در سن هزار و شصت (۱۰۶۰ھ) وفات کرد قبرش در جوار قدمگاه حضرت نبی (ﷺ)

(مفتاح العارفین ۲۴۷)

Marfat.com

میر سید زید

میر سید زید، ہندوستان کے اکابر مخدوم زادوں میں سے ہیں، ان کے اعزہ میان دوآب کی ولایت میں صاحب بزرگی وکرامات تھے، وہ سلسلہ علیہ قادریہ میں عظمت اور رفعت سے متصف تھے، حضرت خواجہ خلافت یاب ہونے کے لئے ماوراء النہر جاتے ہوئے دوآبہ کے قصبات میں گزرے تو انہیں وہاں حضرت خواجہ قدس سرہ کا دیدار مبارک نصیب ہوا اور پھر وہ آپ کے دوبارہ ہندوستان واپس آنے پر آپ کے دیدار کے اشتیاق میں منتظر تھے، اس انتظار کے دوران انہوں نے آپ کے کمالات حضرت میاں شیخ بہلول قدس سرہ، شیخ حاجی محمد اور جناب شیخ اللہ دیا سے سنے، جو کہ ان کے وطن شریف یعنی ساڈھورہ میں آمدورفت رکھنے کے باعث ان سے تعلق رکھتے تھے اور ان اعزہ کو بھی ان کے خاندان عالی شان سے ارادت تھی اور استفادہ بھی کیا تھا۔

الغرض حضرت خواجہ کے (لاہور سے) دہلی تشریف لانے کے بعد وہ سیادت مآب شوق اور طلب طریقہ کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچے، آپ کے طریقہ میں داخل ہوئے اور اس سلسلہ علیہ کی عالی شان نسبتیں حاصل کر کے اپنے وطن کی طرف رجوع فرمایا۔

ان دنوں موصوف اپنے اعزہ جو کہ تمام طبقۂ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں، کے برعکس اپنے تمام متعلقین، فرزندوں اور دو تین صادق احوال درویشوں کے ساتھ طریقۂ نقشبندیہ کی مشق میں سرگرم عمل ہیں اور اپنے زمانہ کے آسودہ حال افراد میں شامل ہیں۔

ہر دو تین سال کے بعد موصوف حضرت خواجہ کے عرس کے موقع پر (دہلی) آتے اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں چند روز بسر کرتے، دیگر مخلصین کی طرح وہ بھی آپ کے وصال کے سال (۱۰۴۳ھ) آپ سے ملاقات کا عزم لئے اکبر آباد (آگرہ) جا کر آپ کے دیدار شریف سے مشرف

Marfat.com

ہوتے پھر آپ سے واپس جانے کی اجازت لے کر اپنے وطن کی طرف مراجعت کرتے اوران اوراق کی تحریر کے سال (۱۰۴۴ھ) کہ ابھی اس کے چند مقامات ہی لکھے گئے ہیں، موصوف صحیح اور سلامت (زندہ) ہیں۔

تعلیقات

میر سید زید کے اجداد ولایت میان دوآب کے مشائخ میں سے تھے، مولف زادالمعاد نے وضاحت کی ہے کہ ان کا وطن قصبہ ساڈھورہ تھا، اس سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ میر سید زید قادری سلسلہ کے مشہور بزرگ شاہ قمیص قادری حسنی (ف ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء) کی اولاد میں سے تھے، جن کا نسب حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک اس طرح واصل ہوتا ہے:

شاہ قمیص بن سید ابی الحیات گیلانی بن تاج الدین محمود بن بہاء الدین محمد بن جلال الدین احمد بن شاہ داؤد بن جمال الدین علی بن ابی صالح نصر بن شاہ عبدالرزاق بن غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی۔

(خزینۃ الاصفیاء: ۱/ ۱۳۵، تاریخ محمدی: ۲/۴/۴۰)

میر سید زید نے میاں شیخ بہلول، حاجی محمد اور شیخ اللہ دیا سے حضرت خواجہ کے اوصاف ومناقب سنے تو وہ مشتاق دیدار ہوئے۔

ہمیں دیگر متعارف تذکروں میں میر سید زید کے حالات نہیں مل سکے، کتاب حاضر سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کی خواجہ حسام الدین احمد سے بھی گہری وابستگی تھی جب آپ شدید علیل اور اکبر آباد میں مقیم تھے تو وہ آپ کی عیادت کے لئے وہاں گئے تھے۔

Marfat.com

میاں شیخ موسیٰ

حضرت میاں، حضرت خواجہ کے برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں، جو خاص جذبہ سے مشرف تھے، حضرت خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کے وصال کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی عنایت کا دامن مضبوطی سے تھام لیا اور آپ کے جوار سے الگ نہ ہوئے، آپ کی تربیت اور حمایت کے سایہ میں دائمی شغل میں مقید ہو کر نیم لحہ کے لئے بھی ذکر و مراقبہ سے فارغ نہیں رہے، اول سحر سے لے کر آدھے دن تک قبلہ کی طرف رُخ کر کے خانقاہ معلیٰ میں زانوئے ادب سے ساکت اور مراقب حالت میں بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہتے تھے چنانچہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو نہیں بدلتے تھے، پھر عصر کی نماز سے فراغت تک اُسی مذکورہ حالت میں خانقاہ میں بیٹھے رہتے، انہوں نے اسی طریقہ پر اپنی زندگی کے دس سال بغیر کسی ناغہ کے گزارے، اس مدت مذکور کے بعد موصوف رب غفور کی رحمت کے جوار میں چلے گئے۔ (فوت ہوگئے)

ان کی سرشت شریف میں جو خصائص ودیعت ہوئے تھے ان میں امر معروف اور نہی منکر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، وہ اس سلسلہ میں اس درجہ غلو سے کام لیتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جب تک موصوف بقید حیات رہے اس مسجد اور خانقاہ میں کسی کو کوئی امر مکروہ یا منکر بجالانے کی مجال نہیں تھی، نغمہ کی آواز، صداء شعر، مجلس گپ اور دُنیا کی کوئی بات اس موضع شریف (حدود قلعۂ فیروزی) میں پنپ ہی نہیں سکتی تھی یا اس قسم کی کوئی دوسری بات، یا کوئی لایعنی اُمر جوان کی طبع عالی کو مس کرتا تو موصوف پوری سختی اور درشتی کے ساتھ منع فرماتے تھے، اللہ سبحانہ اس کی انہیں جزائے خیر دے۔

Marfat.com

مولانا شیر محمد لاہوری

انہوں نے اپنی جوانی کے ماہ وسال مملکت پنجاب کے اکابر علماء کی خدمت میں گزارے اور مولویت کی عظیم کیفیات اور اکمل علمی فضیلت کے ساتھ حضرت خواجہ کی بارگاہ میں پہنچے اور آپ کی خدمت میں طریقہ حاصل کر کے مشرف ہوئے، پھر بہت ہی کم عرصہ میں جذبہ کے قہر سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ ان میں اور مجانین میں کوئی فرق نہ رہا اور عرصہ تک ان پر جنون اور دیوانگی کا دور دورہ رہا۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ ان دنوں میں جب مولانا پر انتہائی جنون اور بے خبری طاری تھی تو ان کے حال پر ترس آتا تھا، ان کے ہاتھ میں طب کی کتاب دے دی جاتی وہ اس میں جستجو کر کے اپنے مرض کی فصل نکال کر دے دیتے، جس پر ہمیں بڑا تعجب ہوتا، نیز آپ یہ فرماتے تھے کہ انہی دنوں کی بات ہے کہ میں دوسرے درویشوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ملا مذکور (شیر محمد) وضع سودائیانہ میں آئے اور مجمع میں آکر ہمارے قریب ہوئے پھر آہستہ سے یہ کہنے لگے کہ مجھے یہ بتاؤ کہ اس بات کا کیا سبب ہے کہ حضرت (خواجہ) ''الوہیت'' کا دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر ہم میں سے ہر ایک حیران رہ گیا، میں نے اس بات پر انہیں تنبیہ کی، لیکن ملا اُسی طرح اپنی اس بات پر اصرار کرتے رہے اور ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، آخر میں نے اس کا علاج اسی میں دیکھا کہ ملا کو اُس کی حالت پر رہنے دیں اور خود وہاں سے چلتا بنا۔

الغرض اس طرح عرصہ دراز تک ملا اسی مذکورہ عارضہ میں مبتلا رہے یہاں تک کہ انہیں ہوش آگیا، انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق خود کو درس اور افادہ کا پابند کر لیا اور اس منصب کا حق ادا کر دیا، ان کی اعظم اور سب سے زیادہ نفع بخش ایجاد مفردات ومزیدات صرف کی گردان ہے اور آپ کے ارشاد کے مطابق انہوں نے قواعد تعلیلات معتلات کو فن لغات کے مطابق اس طرح مرتب کیا کہ طالبوں کو عربی کتب کے مطالعہ میں اس سے کامل معاونت ملے۔

Marfat.com

آپ درویش آباد قلعہ فیروزی میں طالب علموں کے لئے سب سے پہلے اسی میزان اور تعلیلات کی مشق کرنے کا پابند کرتے تھے، اس کے بعد آپ شرح ملا اور شرح وقایہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے، ملا مذکور کا یہ ارادہ بھی تھا کہ فن نحو، معانی، بیان اور منطق کے قوانین بھی گردان کی طرح مرتب کریں کہ اس دوران انہیں دکن کا سفر کرنا پڑا اور اس سفر میں وہ ایسے غائب ہوئے ہیں کہ اب تک ان کا کوئی نشان یا خبر نہیں ملی۔

تعلیقات

میاں شیر محمد لاہوری کی اس تالیف (ترتیب گردان مفردات ومزیدات) کے وجود کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب (۳/۵۱) میاں ملا شیر محمد لاہوری کے نام ہے جو در بیان ''فرق بیان تصدیق قلب ویقین آں'' کے موضوع پر ہے۔

Marfat.com

میاں شیخ رستم

مجھے بعض قابل اعتماد اصحاب سے یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ جناب خلافت مآب اور حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ کے اجداد کرام ایک ہی نسب کی شاخیں ہیں اور ان عزیزوں کا نسب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، ان کی قوم کو یہ افتخار حاصل ہے کہ قریش کے قبیلہ میں سے ان سے قدیم کوئی قوم ہندوستان میں نہیں آئی۔

اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بعض افراد بنو اُمیہ کے عہد میں محمد بن قاسم بن یوسف ثقفی برادر زادۂ حجاج کی سربراہی میں جو لشکر فیروز اثر سندھ، ملتان اور پنجاب کی فتح کے لئے آیا تھا، کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے اور آسمان کے ستاروں کی مانند جاہ و جلال کے مالک ان اصحاب کے ساتھ آنے والے سیالکوٹ کے مضافات تک پہنچے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک عزیز نے ملک پنجاب میں اقامت اختیار کر لی تھی، یہ تمام اعزہ اُسی عزیز کی نسل سے ہیں، اللہ سبحانہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب خلافت مآب (میاں شیخ رستم) ابھی صرف بارہ سال کے تھے کہ حضرت میر عالی منقبت، متعالی مرتبت ارشاد دستگاہی، میر محمد نعمان سلمہ اللہ سبحانہ کے ہمراہ آ کر حضرت خواجۂ بیرنگ قدس سرہ کی صحبت سے فائز ہوئے تھے اور اس حکم کے تحت کہ "خوش قسمت صرف وہ ہے جو والدہ کے بطن سے نیک بخت ہو" اور اُسی عمر سے ہی انہیں حضرت خواجہ کے ساتھ عجیب محبت کا تعلق پیدا ہو گیا تھا، آپ کے جمال باکمال کے نظارہ پر ہی فریفتہ ہو گئے، پوری کوشش اور مساعی جمیلہ سے آپ کی خدمت میں اپنی طلب کے جوہر کی عرضداشت پیش کی اور پھر طریقہ اخذ کیا، بڑے اُمور اور عظیم احوال پر اپنی نظر ہمت مرکوز کئے رکھی اور اس راہ کے پختہ میوں پر فریفتہ نہیں ہوئے۔

Marfat.com

آپ فرماتے تھے کہ ان ایام میں میاں شیخ رستم سے عجیب معاملات ظہور میں آئے تھے، جنہیں دیکھ کر ہم حیران اور متعجب ہو جاتے تھے، وہ اپنی کم سنی اور چھوٹے قد کے باوجود بڑے اصحاب، معمر اور بلند مقامات کے مالک اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے، انہوں نے اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ قطع تعلق کر لیا تھا، بس جہاں کہیں حضرت میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) قدس سرہ، حضرت میاں شیخ تاج اور حضرت میاں شیخ الہ داد سلمہما اللہ سبحانہ ہوتے وہ وہیں دیکھے جاتے تھے، ان کی حسن طلب اور بلند استعداد کے مشاہدہ کے باعث حضرت خواجہ قدس اللہ سرہ الاقدس ان پر کمال توجہ وعنایت مبذول فرماتے تھے، آپ کے ساتھ ان کی چند عجیب (خاص) صحبتوں نے ہی انہیں اس طائفہ (طبقہ اولیاء) کے بلند مقامات سے مشرف کر دیا تھا۔

مختصر یہ کہ جب تک حضرت خواجہ بقید حیات رہے، موصوف آپ کی عنایت کی نظروں اور توجہات خاص کے ساتھ مخصوص رہے، آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے انہوں نے خاص ربط اور عجیب خصوصیت پیدا کر لی اور دن رات آپ کی خدمت گرامی میں رہنے لگے، پھر آپ کی خلوت اور جلوت میں ہر وقت حاضر رہنے لگے، وہ ہر کام، ہر مسئلہ، ہر حرکت، ہر سکون میں وہ آپ کے انواع واقسام کے فوائد اور مختلف معارف وحکم سے استفادہ کرتے رہے، وہ خاص نسبت جوان کو آپ سے حاصل تھی کوئی دوسرا فرد نہ تو اس میں شریک رہا اور نہ ہی اس سے مماثلت رکھتا ہے، وہ آپ کے فرزند معنوی ہونے کے باوجود فرزندان صوری کی طرح آپ کے حوزۂ تربیت میں پروان چڑھ کر بڑے ہوئے ہیں، تمام امور اور واقعات میں اگرچہ مرضی مختار آپ کی ہوتی تھی انہیں آپ کے ارادوں میں اتنا عمل دخل ہو گیا تھا کہ آہستہ آہستہ انہوں نے اتنی ترقی کی کہ ان کا وجود شریف آپ کا دل اور زبان بن گیا، آپ اپنی نیابت خاص اور تمام امور میں انہیں اجازت مطلقہ دے کر تمام امور میں صاحب اختیار کر کے خود ان معاملات سے الگ اور دور ہو گئے۔

بالجملہ جناب خلافت مآب آپ کی عبادات ثلاثہ کے مظاہر میں سے ایک تھے، اول یہ کہ موصوف کا دل منور ذکر ومراقبہ کے وظیفہ کا مظہر ومعین تھا، دوم ان کی زبان حق ترجمان تلاوت قرآن اور صدیقین واہل ضلال کے لئے نصائح سے عبارت تھی، سوم جناب خلافت مآب مذکور کا خلق خدا کی اعانت اور مفسدین کی

Marfat.com

اصلاح کرنا زندگی کا مقصد تھا۔

انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق حضرت بادشاہ دین پناہ (شاہ جہان) خلد اللہ ملکہ کی مرکز سے غیر حاضری اور موجودگی کے زمانہ میں ان کے لئے فتح ونصرت کی دُعا، فاتحہ اور ختم خواجگان کے لئے دن رات التزام کرنا اس کی مشکلات میں کشائش اور اس کی بادشاہت کے لئے دعا کرنا اور پھر اس کے برسر اقتدار آنے کی دُعا دراصل آپ کے نزدیک اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی مدد کے مترادف تھا، کے لئے میاں شیخ رستم نے خود کو پابند کرلیا تھا۔

یہ وہی تھے، جنہوں نے نواب مغفور سید جلیل منعم انامی مرتضٰی خان کی سنجیدہ صحبتوں کا خود کو مقید کرلیا تھا اور انہیں طبقہ مشائخ وعلماء کی قدر دانی اور ان کے رتبہ کے فہم کی طرف متوجہ کیا، یہ وہی تھے، جنہوں نے نواب خانِ خانان بزرگ (عبدالرحیم) اور نواب خواجہ عبداللہ خان کے مابین پیدا ہونے والی دشمنی کو دور کرکے ان کو صلح وآشتی سے ہمکنار کیا اور ان کو محبت وصدق کی راہ دکھائی، یہ وہی تھے کہ جنہوں نے اکابر ہندوستان کی بڑی شکستوں اور زخموں پر مرہم لگائی اور ان کے تردد سے انہیں سکون ملا اور قدیم خانوادوں کے اختلاف اور فتور ان کی توجہ سے دُور ہوگئے۔

مختصر یہ کہ آپ (میاں شیخ رستم) اسم رؤف ورحیم، خبیر وحکیم کے مظہر ہیں اور وہ ایسے تصحیح شدہ ومقابلہ یافتہ نسخہ کی مانند آپ کے اکثر خصائص وخصائل کے حامل ہیں، انہوں نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر بعض مواقع اور اشخاص پر توجہ کی تو اس مقام اور شخص سے عجیب آثار اور کیفیات کا ظہور ہوا۔

ان خصائص کی مثالیں تفصیل طلب اور شرح خاصی طویل ہے، عاقل کے لئے صرف اشارہ ہی کافی ہے اور سمجھ دار کے لئے اس کے بعد کسی قسم کے تردد کی ضرورت نہیں ہوتی۔

میاں شیخ رستم کے فرزند شیخ شیدا صحیح اطوار کے مالک اور حضرت خواجہ کے دلدادہ اور آپ کے جمال باکمال کے مشتاقین سے ہیں، جو بہتر وضع اور حسن کردار کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں، ان کی ذات نیک اور ان کی سرشت پاک ہے، اللہ تعالیٰ جناب خلافت مآب (میاں شیخ رستم) کو ان فقراء میں ہمیشہ معزز اور قابل احترام رکھے۔ بمنہ وکرمہ

Marfat.com

تعلیقات

محمد بن قاسم نے ۹۴ھ/۷۱۲ء کو سندھ فتح کیا، اس لشکر کے ساتھ بہت سے اکابر آئے اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں آباد ہو گئے ان میں سے حضرت عباس کی اولاد کے سیالکوٹ میں آباد ہونے کی اطلاع بھی اس کتاب سے ملی ہے، سیالکوٹ کی تاریخ پر لکھی جانے والی جدید کتب اس قسم کی معلومات سے خالی ہیں۔

میاں شیخ رستم بارہ سال کی عمر میں حضرت میر محمد نعمان بدخشی (ف ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء) کے ہمراہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

میاں شیخ رستم کی کم سنی میں اکابر معمر بزرگوں مثلاً حضرت میاں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، میاں شیخ تاج الدین سنبھلی مکی اور میاں شیخ الہ داد کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے۔

ان دنوں جب شہزادہ شاہ جہان نے دربار جہانگیری کی سیاست سے گھبرا کر اپنے باپ جہانگیر کے خلاف بغاوت کی تو خواجہ حسام الدین احمد نے، جن کے شاہ جہان سے پرانے مراسم تھے کی فتح مندی کے لئے دعا و ختم خواجگان کا سلسلہ شروع کروایا، جب مخالفین نے جہانگیر کے کان بھرے تو اس نے آپ کو حاضر ہونے کا حکم دیا، اس کی تفصیلات زاد المعاد کے تعلیقات (۶۰/ ۷-۱۴، ۶۸/ ۱-۸) میں ملاحظہ کریں۔

اس کام کے لئے آپ نے میاں شیخ رستم کو مقرر کیا، جنہوں نے دعا، فاتحہ اور ختم کا اہتمام کیا اور آخری سطر میں بتایا گیا ہے کہ یہ محض ''خدمت اسلام و مہم سازی مسلمین'' کے تحت کیا گیا تھا، بادشاہ بننے کے بعد شاہ جہان ان سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ (اسراریہ: ۶۷)

میاں شیخ رستم حضرت خواجہ کے عقیدت مند امراء نواب مرتضٰی خان فرید بخاری، عبدالرحیم خان خانان اور نواب خواجہ عبداللہ کی مصاحبت میں بھی رہے تھے۔ اول الذکر دونوں امراء کے احوال زاد المعاد کے تعلیقات میں جا بجا آئے ہیں لیکن خواجہ عبداللہ خان کے بارے میں مآثر الامراء (۲/ ۷۷۱-۷۸۳) میں درج ہے کہ عبداللہ خان فیروز جنگ، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی اولاد اور خواجہ حسن نقشبندی کا بھانجا تھا، وہ بہت سی ملکی مہمات میں شریک رہا، مذہب سے گہری وابستگی تھی، ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء کو انتقال ہوا، جب خانِ

Marfat.com

خانان اور خواجہ عبداللہ خان کے مابین کچھ رنجش پیدا ہوئی تو میاں رستم نے صلح کروائی۔(زادالمعاد)

میاں شیخ رستم کی والدہ بی بی قطب بھی ولیہ اور حضرت خواجہ کی اجازت یافتہ تھیں۔(رک صفحات گذشتہ)

میاں شیخ رستم کا ۱۰۷۲ھ/ ۱۶۶۱ء کو وصال ہوا، صفۂ حضرت خواجہ پر دفن کئے گئے، شیخ کمال محمد سنبھلی نے قطعہ تاریخ وفات کہا۔(اسراریہ:۶۸)

میاں شیخ رستم کے ایک فرزند شیخ محمد قلی بھی تھے، جو خواجہ حسام الدین احمد کے منظور نظر اور خواجہ کلاں کے مقبول خاطر، مصاحب اور مزاج شناس تھے، انہوں نے شرح مشکوۃ (فارسی) مولف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک بہت عمدہ لغت تیار کی تھی اور سراج المشکوۃ اس کا نام رکھا تھا، جس سے اس کا سال تالیف (۱۰۶۱ھ) برآمد ہوتا ہے، جو درست معلوم نہیں ہوتا، شیخ محمد قلی کا ۱۰۷۳ھ کو انتقال ہوا۔

(اسراریہ:۶۸)

Marfat.com

میاں شیخ اسماعیل رشدی

موصوف جناب رفیع المکانی حضرت میاں شیخ رفیع الدین محمد کے چچا کے فرزند ہیں، انہیں کم سنی میں ہی حضرت خواجہ کی صحبت کی توفیق ہو گئی تھی، انہوں نے کمال محبت اور صدق اخلاص کے ساتھ آپ کی خدمت میں آمد و رفت شروع کر دی تھی، حضرت خواجہ بھی ان کے ساتھ لطف و مہربانی، اعزاز اور تعظیم سے پیش آتے تھے اور ان کی طلب کے مطابق انہیں طریقہ کی تعلیم سے مشرف کیا، بہت ہی کم وقت میں اس طریقہ کی نسبت کے ثمرات کا اسی وقت ظہور ہوا اور حضرت خواجہ کا ان کے حق میں کامل التفات پیدا ہوا۔

ان کے مناقب میں خاص ترین بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ نے اپنی عمر شریف کے آخری سالوں میں مشیخت ترک کر دی تھی اور خلوت و تنہائی اختیار کر لی تھی، آپ اپنے ارادت مندوں کو ارشاد و ہدایت کے لئے بالکل یاد نہیں کرتے تھے لیکن آپ اس اختیار شدہ طریقہ کے خلاف آپ نے انہیں چند مرتبہ یاد فرمایا کہ میاں شیخ اسماعیل لطیف نسبت رکھتے ہیں، انہیں کچھ عرصہ خود کو اس کا پابند کر کے کوشش کرنی چاہیے اور انہیں ہمارے پاس آمد و رفت رکھنی چاہیے۔ (روایت)

مختصر یہ کہ (میاں شیخ اسماعیل) حضرت خواجہ کے برگزیدہ مقبولوں میں سے ہیں، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خواہش کے مطابق انہوں نے حضرت خواجہ کے تمام رسائل (تحریرات) نظم و نثر اور رقعات جمع کیے، اس مجموعہ کے آخر میں انہوں نے اپنے مسموعات (ملفوظاتِ حضرت خواجہ) بھی یکجا کر کے آپ کے کچھ خصائص احوال'' بھی لکھے ہیں اور آج تک وہ مجموعہ اس خاندان کے اصحاب، احباب اور تمام مخلصین میں مشہور اور مروج ہے۔

میاں شیخ اسماعیل نے حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے ایک عرصہ بعد اپنے متعلقین کی کثیر تعداد

Marfat.com

کے باعث زیر بار ہو کر مجبوری سے سلاطین (امراء) وقت کے ہاں ملازمت کر لی اور اسی حالت میں دنیا سے رحلت فرمائی، اللہ سبحانہ انہیں روضہ جنان میں جگہ دے۔

تعلیقات

میاں شیخ اسماعیل، شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے ''ابن عم'' تھے، (رک تعلیقات زادالمعاد: ۲۲۳/ ۱۶۔۱۷) گویا میاں شیخ اسماعیل کا آبائی طور پر سلسلہ چشتیہ سے تعلق تھا، اس لئے حضرت خواجہ نے شب برأت کی رات ان سے یہ دریافت فرمایا کہ تمہارے سلسلہ چشتیہ میں اس رات کو جو نماز پڑھی جاتی ہے اس میں کتنی رکعت ہوتی ہیں؟ (ملفوظات خواجہ باقی باللہ مشمولہ کلیات: ۶۳) یہ ۱۰۰۷ھ کا واقعہ ہے گویا میاں شیخ اسماعیل حضرت خواجہ کے خلافت یاب ہو کر سمرقند سے واپس آتے ہی منسلک ہو گئے تھے، زادالمعاد کا یہ جملہ ''از صغرسن توفیق ملازمت حضرت خواجہ یافتہ'' کی ملفوظاتِ مذکورہ سے تصدیق ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خواہش کے مطابق میاں شیخ اسماعیل نے حضرت خواجہ کے تمام نظم ونثر کے رسائل اور مکتوبات جمع کئے اور اس مجموعہ کے آخر میں انہوں نے اپنے مسموعات (ملفوظاتِ حضرت خواجہ) بھی لکھے اور پھر آپ کے چند خصائص بھی تحریر کئے۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ کے تمام منظوم ومنثور رسائل آپ کے خلیفہ میاں شیخ اسماعیل نے جمع کئے تھے۔
۲۔ آپ کے مکتوبات بھی اسی میں شامل کر لئے گئے ہیں۔
۳۔ مجموعہ کے آخر میں انہوں نے وہ فرمودات بھی جمع کر دیئے جو انہوں نے خود سنے تھے۔
۴۔ یہی مجموعہ رسائل وملفوظات ومکتوبات آج آپ کے اصحاب واحباب میں مروج ہے۔

دوسرے معاصر تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی نے، جو خواجہ خرد بن خواجہ باقی باللہ کے مرید خاص تھے لکھا ہے:

Marfat.com

ایک روز میاں شیخ اسماعیل نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجالس مبارک میں جو کچھ سنوں وہ لکھ لوں آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو، اس پر میں نے اس سے پہلے جو کچھ بلا اجازت لکھا تھا پیش کیا تو سن کر فرمایا کہ اس قسم کی باتیں بزرگوں کی کتابوں میں بہت سی درج ہیں تم یہ لکھ کر کیا کرو گے؟ گویا منع فرما دیا پھر ایک مجلس میں جس میں شیخ احمد سرہندی (حضرت مجدد الف ثانی) اور دوسرے مقربین حاضر تھے میں نے مکرر یہی درخواست کی تو فرمایا کہ صرف وہ امور جن کا تعلق طریقت سے ہے لکھ لیا کرو (اسراریہ: ۲۷۰) یہی امر جامع نے ملفوظات حضرت خواجہ میں پنجشنبہ ششم صفر ۱۰۰۹ھ کے تحت لکھا ہے (کلیات ۲۵۔۲۸) جس سے واضح ہے کہ یہ ملفوظات حضرت خواجہ کے حین حیات ہی جمع کر لئے گئے تھے اور زاد المعاد کے اندراج کے مطابق آپ کے وصال کے بعد جب تمام رسائل کی جمع آوری ہوئی تو اس کے آخر میں آپ کے بعض خصائص بھی تحریر کئے گئے اس مروجہ مجموعہ کلیات کے جامع نے انکساری سے اپنا نام نہیں لکھا، بلکہ بتایا ہے:

ایں ذرۂ احقر کہ نام خود را از غایت بے اعتباری شائستہ اندراج ایں نامۂ بلند قدر نمی بیند از جملہ باریافتگان درگاہ خواجہ جہاں پناہ شد (کلیات:۱۹)

جامع ملفوظات و مولفاتِ حضرت خواجہ، میاں شیخ اسماعیل نے حضرت خواجہ کے وصال کے ایک عرصہ بعد خاندان کی معاشی ذمہ داریوں کے باعث اس وقت کے سلاطین کے ہاں ملازمت کر لی تھی اور وہ اسی حالت میں فوت ہو گئے۔

اب ہمیں اس امر کی جستجو ہوئی کہ میاں شیخ اسماعیل نے کس سلطان کی ملازمت اختیار کی ہوگی؟ اکبر کی مذہبی پالیسی تو ہمارے حضرات کے سراسر خلاف تھی بلکہ خواجہ حسام الدین احمد نے جس طرح اکبر سے گلوخلاصی کروائی وہ تو ان پر بھی واضح ہی تھا، قیاس ہوا کہ انہوں نے یا تو مرزا عبدالرحیم خان خانان کے ہاں ملازمت کی ہوگی یا میر مرتضٰی فرید بخاری کی مصاحبت اختیار کر لی ہوگی، اسی قیاس آرائی کے دوران خانِ خانان کے حالات پر ضخیم و جسیم کتاب ''مآثر رحیمی'' کی ورق گردانی شروع کی تو ایک متوسل شاعر مولانا رشدی کے

Marfat.com

حالات اور کلام کا سراغ ملا، ہمیں گمان گذرا کہ یہی بزرگ ہوں گے کیوں کہ انہوں نے ملفوظات مذکورہ کے آخر میں صاف الفاظ میں اپنا تخلص رشدی لکھا ہے، جو آپ کے وصال پر مرثیہ کے طور پر لکھا گیا ہے اور اس سے قبل اس نظم کو انہوں نے اپنی تصنیف بھی واضح طور پر بتایا ہے:

محرر سطور در مرثیه حضرت ایشاں ایں ابیات مرقوم قلم خونین رقم گردانیده

رشدی ازاں نفس که رخ خود نهفت دوست

ساز طرب شکست و نوائ تو ترانه مرد

(کلیات:۶۷)

مآثر رحیمی میں مولانا رشدی کے جو حالات ملا عبدالباقی نہاوندی نے لکھے ہیں ان سے بھی ان کے اپنے حالات بیان کرنے سے گریز اور گمنامی کا صاف اندازہ ہوتا ہے، لکھا ہے:

مولانا رشدی از غایت رشد و رشاد باآنکه مدتی در دربار فیض آثار این عالی شان چاکر و ملازم بوده هیچ کس از مقام و مکان و نام و نشان او خبرنمی دهد و اطلاعی بر احوال او ندارد که قابل تحریر و تقریر بوده باشد، ایں قدر ظاهر شد که صاحب طبیعت و خوش سلیقه بوده، واز مداحان قدیم ایں سپه سالار (خانِ خانان) است و مدتی ملازم و جاگیردار بود و حکیم رشدی قمی که از فحول اطباء و شعرای ایران بود رشدی تخلص می فرمود و مشار الیه بهندوستان نه رسیده و ایں اشعار و ایں طرز و روش بزادهای طبع آں حکمت پناه آشنائی ندارد که نسبت باو توان داد (مآثر رحیمی:۳/۱۱۱۹۔۱۲۱۱)،

مولف نے مولانا رشدی کا ایک قصیدہ اور ایک ساقی نامہ بھی نقل کیا ہے۔

اس معاصر اقتباس سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ مولانا رشدی نہایت رشد و رشاد پر فائز تھے۔

۲۔ وہ مدت دراز سے خانِ خانان کے دربار سے وابستہ تھے۔

Marfat.com

۳۔ کوئی بھی ان کے نام ومقام سکونت سے واقف نہیں ہے کہ لکھا جا سکے۔

۴۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ وہ خانِ خانان کے قدیم مدح سرا تھے۔

۵۔ رشدی قدیم ملازم اور جاگیردار تھے۔

۶۔ حکیم رشدی قمی، جو ایک بڑا طبیب اور ایران کے شعراء میں سے تھا اس کا تخلص بھی رشدی تھا لیکن وہ کبھی ہندوستان نہیں آیا۔

۷۔ لیکن جو اشعار، طرز اور روشِ شعری مولانا رشدی ہندوستانی کی ہے، رشدی قمی اس سے آشنا ہی نہیں تھا کہ ان اشعار کو اس سے منسوب کیا جا سکے۔

یاد رہے کہ مولانا رشدی اور حکیم رشدی قمی ایرانی کی اہلیت شعری کا موازنہ کسی ہندوستانی نے نہیں بلکہ ایران کے ایک مردم خیز خطہ نہاوند کا رہنے والا اور خانِ خانان سے متوسل مورخ ملا عبدالباقی نہاوندی نے کیا ہے۔

گویا میاں شیخ اسماعیل رشدی نقشبندی نے مرزا عبدالرحیم خان خاناں سے وابستگی کے دوران بھی خود کو مخفی ہی رکھا اور محض اپنا تخلص رشدی ہی اپنائے رکھا، اس طرح کتاب زاد المعاد کے ذریعہ علمی دنیا کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا ہے کہ مآثر رحیمی میں مذکور جس مولانا رشدی کا قصیدہ اور ساقی نامہ درج ہوا ہے، وہ کوئی ایرانی نہیں بلکہ ایک ہندی نژاد مولانا اسماعیل رشدی دہلوی ہیں، اس امر کی ایک اور قوی دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے دیگر فرزندان واہل خاندان سلاطین وامراء کے ہاں ملازم رہے ہیں، جن میں سے بعض اشارات کتاب زاد المعاد کے تعلیقات میں ذکر کیے جا چکے ہیں، پھر حضرت خواجہ نے جامع سے جس طرح ان کے سلسلہ چشتیہ سے انسلاک کا ذکر کیا ہے وہ بھی اس امر کا موید ہے کہ جامع شاہ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی اولاد میں سے تھے۔

ہمیں یہ طویل بحث اور دلائل اس لئے دینے پڑے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے بغیر کسی قطعی دلیل کے ملفوظات حضرت خواجہ کے جامع مولانا محمد صدیق ہدایت کشمی کو فرض کر لیا ہے، باقیاتِ باقی ۴۷۔۵۱)، اس سلسلہ میں مرحوم کی دلیل یہ ہے کہ موصوف حضرت خواجہ کے احوال سے سب سے زیادہ

Marfat.com

واقف تھے اور صاحبِ حضرات القدس نے حضرت خواجہ کے احوال انہی سے دریافت کر کے داخل کتاب کئے تھے، مذکورہ دلائل کی روشنی میں مرحوم کے تمام نکات بے وزن ثابت ہو جاتے ہیں۔

ہم نے زادالمعاد پر تحقیق و تعلیق سے قبل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم کے ان دلائل پر بلا تحقیق اعتماد کرتے ہوئے اپنے ایک مقالہ (بعنوان بدخشی، محمد صدیق ہدایت کشمی، مشمولہ دانشنامۂ زبان وادب فارسی درشبہ قارہ:۲/ ۸۱۷) میں لکھا دیا ہے کہ حضرت خواہ محمد صدیق ہدایت ہی حضرت خواجہ کے ملفوظات ورسائل کے جامع تھے، اب معاصر شہادتوں سے حقائق کے سامنے آنے پر ہم اپنی اس غلطی سے رجوع کرتے ہیں۔

لیکن مذکورہ دانشنامہ (۲/ ۷۷۹) میں ہم نے اپنے ایک اور مقالہ (بعنوان باقی باللہ) میں زادالمعاد ہی کی بنیاد پر اس مجموعہ کے جامع کا نام شیخ اسماعیل رشدی لکھا ہے۔

میاں شیخ اسماعیل رشدی نے مکتوبات حضرت خواجہ کے آخر میں بھی اس کی وضاحت کر دی ہے کہ درگاہ میں میں کبھی کبھی آتا تھا، میرے عزیزوں اور فرزندوں میں فقر برداشت کرنے کا تحمل نہیں تھا، اس لئے میں کسب معیشت کے لئے چلا جاتا تھا۔ (کلیات:۱۴۲)

(تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارا تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند کی جلد سوم)

Marfat.com

خواجہ محمد قلیج خان

راقم الحروف (خواجہ کلاں) احقر عبید اللہ کے ماموں ہیں، ان کے اجداد کرام کو حضرت خواجہ کے پدری خاندان سے ہم قومی وہم جدی کا شرف حاصل ہے، ان کے والد گرامی میر محمد جان مدعو بہ خلج بہادر بادشاہ معظم اکبر کے عہد حکومت کے وسط میں علاقہ قرشی سے کہ جو قبیلہ اخلاج قتلمشیہ کا مسکن ہے، اپنے بھائیوں کی معیت میں سوداگری کرتے ہوئے ہندوستان آئے تھے، واپس ولایت جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائیوں کے ساتھ (خلج بہادر) کو کچھ رنجش پیدا ہوگئی، اس وجہ سے انہوں نے اپنے بھائیوں کی صحبت ترک کردی اور پھر ہندوستان میں ہی مقیم ہوگئے، انہوں نے سلیمان خان کررانی (حاکم بنگال) کی بیٹیوں میں سے ایک عفیفہ کے ساتھ عقد ازدواج کرکے صاحب اولاد ہوئے، بہت سعی وکوشش کے بعد انہیں بادشاہ کے ہاں نوکری ملی، پھر وہ منصب اور جاگیر سے سرفراز ہوئے۔

ان کی وفات کے بعد میرے ماموں (خواجہ محمد قلیج خان) نے کچھ عرصہ فوج میں ملازمت کرکے گزارا اور بعض بلند درجہ کے اصحاب سیف وسنان کے مشرف ومقرب بھی رہے اوران دنوں سعادت مندی اور سابقہ ہم قومی کے باعث ان کی حضرت خواجہ کے ساتھ معرفت، آشنائی بلکہ اخلاص و بندگی بھی رہی، کبھی کبھار حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ محتاجوں اور مستحق افراد کے لئے ان کو خطوط بھی لکھا کرتے تھے اور وہ آپ کا حکم بجالاتے ہوئے نواب مرتضیٰ (فرید بخاری) برد اللہ مضجعہ کے ہاں اس کی سفارش بشرطِ ملازمت کیا کرتے تھے، آخر انہوں نے اپنی نوکری ترک کرکے حضرت خواجہ کی صحبت اختیار کرلی، اسی دوران انہوں نے اپنی خوش نصیبی اور سعادت مندی سے اپنی ہمشیرہ، جو کہ اس فقیر (خواجہ کلاں) کی والدہ ہیں کا نکاح حضرت خواجہ قدس سرہ سے کردیا، انہی دنوں انہوں نے سپاہ گری کے بندھن اور ذمہ داری سے بھی خلاصی حاصل کرلی پھر وہ حضرت خواجہ سے وابستہ ہوگئے چونکہ اس سے پہلے انہوں نے سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ

Marfat.com

بہلول کے ہاتھ میں اپنی ارادت کا ہاتھ دے رکھا تھا اور اس سلسلہ شریفہ کے اشغال کا ورد بھی کرتے تھے اس لئے ان کے دل میں ایک قسم کا تردد پیدا ہوا کہ آیا ہمیں وہ اشغال ترک کر دینے چاہئیں یا نہیں؟ جب ان ترددات کا حضرت خواجہ قدس سرہ کو علم ہوا تو آپ نے تقریر اور تسلیہ سے ان مشاغل کے جاری رکھنے کا اشارہ فرمایا، اس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ نے انہیں سلسلۂ نقشبندیہ کے شغل کی تعلیم دی، پھر دونوں اشغال کو ایک ساتھ جاری رکھنے کا حکم دیا، جس کی مشق کی برکت سے ان کو اس طریقہ کی بعض کیفیات حاصل ہوئیں۔

اس دوران حضرت خواجہ کا افسوسناک واقعہ (وفات) پیش آیا جس پر انہوں نے اس خاندانِ عالی کی خدمات پر کمر ہمت باندھی، انہوں نے اس سلسلہ کی تمام خدمات حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے اشارہ پر انجام دینا شروع کیں، ان کی بڑی خدمات میں سے یہ قابل ذکر ہے کہ انہوں نے آپ کا صفۂ منورہ تعمیر کروایا اور اس آستانۂ متبرکہ میں باغ چہار چمن کی تقطیع کروائی اور اس بقعۂ شریفہ میں بلند و پختہ حجروں کی تعمیر میں بھی آپ کے فرمان کے مطابق بڑے اہتمام سے خدمات انجام دیں، ان کی بہترین خدمات میں سے یہ بھی قابل توجہ ہے کہ انہوں نے دہلی کے بعض علماء اور سرہند کے بعض صلحاء کے لئے وظائف مقرر کروائے، آپ کی سفارش سے انہوں نے نواب مرتضٰی (فرید بخاری) علیہ الرحمۃ کو اس کی ترغیب دی، (ان خدمات میں سے) یہ بھی ہے کہ انہوں نے نواب مرتضوی انتساب (نواب خان مذکور برداللہ مضجعہ) کی وفات کے بعد ان فقراء کے لئے مدد معاش کے جاری رکھنے کی وکالت اور نیابت کی جو آپ کی سفارشات اور توجہات کی بدولت ممکن ہوئی۔

مختصر یہ کہ انہوں نے اپنی فہم و دانش سے مطابق اس سلسلہ علیہ کے فقراء کی خدمت میں اپنی عمر بسر کی، اس وقت ان کی عمر شریف ستر سال کے قریب ہو گئی ہے، ان کے قواء میں ضعف اور نقائص پیدا ہو گئے ہیں لیکن اب بھی فقراء کی بے قرار ہو کر کامل قرار کے ساتھ خدمت کرتے ہیں، اُمید ہے کہ دار جزا میں انہیں جزائے خیر ان خدمات کے عوض مالا مال کرے۔

Marfat.com

تعلیقات

نواب خواجہ محمد قلیج خان، مولف زاد المعاد خواجہ کلاں کے طغائی تھے، طغائی ترکی زبان کا لفظ ہے، جو تغائی اور طغائی دونوں طرح مستعمل ہے، لغات فیروزی میں تغائی بمعنی ماموں، والدہ کا بھائی بتایا گیا ہے، جو یہاں معنوی اعتبار سے درست ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو ازواج محترمات تھیں، اول نواب محمد قلیج خان (قلیج محمد خان) کی بہن تھیں، جو نواب محمد جان مدعو بہ خلیج بہادر کی صاحبزادی تھیں، جن کے بطن سے حضرت خواجہ کے صاحبزادے عبیداللہ تولد ہوئے، دوسری زوجہ محترمہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری دہلوی کی بہن تھیں، جن کے بطن سے خواجہ عبداللہ تولد ہوئے، یہ اپنے بھائی سے چار ماہ چھوٹے تھے، اس لئے یہ خواجہ خرد کہلائے اور بڑے صاحبزادے خواجہ کلاں کے عرف سے معروف ہوئے۔

حضرات القدس (۲/۵۱) میں بھی مولانا محمد قلیج خان کو ''خسر پورہ حضرت خواجہ'' لکھا گیا ہے۔

نواب قلیج خان کے والد گرامی میر محمد جان مدعو بہ خلیج بہادر کی اپنے بڑے بھائیوں سے قدرے رنجش پیدا ہوگئی اور وہ اپنے وطن قرشی جانے کی بجائے ہندوستان میں ہی مقیم ہو گئے اور سلطان سلیمان کررانی کی ایک عفت مآب بیٹی سے شادی کر لی، جن سے اولاد پیدا ہوئی۔

سلیمان خان کررانی (۹۷۱-۹۸۰ھ/۱۵۶۴-۱۵۷۲ء) بنگال کا حاکم تھا، اس نے بادشاہ یا سلطان کا لقب اختیار نہیں کیا بلکہ اعلیٰ حضرت کہلواتا تھا، معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ سلیمان خان کررانی اتنا دین دار حاکم تھا کہ وہ ہر روز ایک سو پچاس مشائخ وعلماء کے ساتھ تہجد کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا، فجر کی نماز تک ان کی صحبت میں رہتا، ان سے ''تفسیر وتذکرہ'' سنتا اور پھر ملکی مہمات میں مصروف ہو جاتا تھا۔ (منتخب التواریخ:۲/ ۱۳۸)

یقیناً اس کے مصاحبین میں میر محمد خان مدعو بہ خلیج بہادر بھی ہوں گے، جن کے تقویٰ سے متاثر ہو کر سلیمان کررانی نے اپنی بیٹی کا عقد کیا ہوگا، ان کی اس عفیفہ کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ اتنی پاک دامن تھی کہ ان کی صاحبزادی سے حضرت خواجہ جیسے متقی، ولی اور عالم کا عقد مسنون ہوا، اور ان کے فرزند، جنہیں حضرات القدس میں مولانا محمد قلیج خان لکھا گیا ہے، بھی درجہ اول کے عالم اور صوفی بزرگ تھے، انہیں اکبری

Marfat.com

اور پھر جہانگیری دور میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا گیا، وہ دو مرتبہ لاہور کے صوبہ دار بنائے گئے، قریب العہد مولف فرید بھکری نے لکھا ہے کہ وہ اپنی صوبہ داری لاہور کے دوران فقہ، تفسیر اور حدیث کا درس دیتے تھے اور خلائق اس درس میں بکثرت شریک ہوتی تھی، وہ مذہب اہل سنت میں متصلب تھے، زہد، ریاضت اور تقویٰ ان کی زندگی کا شعار تھا:

در مذهب اهل سنت تعصب بسیار داشت و در زهد و ریاضت و تقویٰ می کوشید (ذخیرۃ الخوانین: ۱/۱۷۳، مآثر الامراء: ۳/۶۴)

گویا وہ اکبر کی پالیسی صلح کل اور دینِ الٰہی سے ہرگز متاثر نہیں ہوئے اور اتنے بڑے بڑے منصب رکھنے کے باوجود ''مسلمانان ہندو مزاج'' کے گروہ سے الگ رہے، حضرت مجدد الف ثانی کے کئی مکاتیب انہی قلیچ خان کے نام ہیں، ایک مکتوب (۱/۶/۷۰ا) میں فرماتے ہیں کہ لاہور میں ان کا وجود بہت ہی غنیمت ہے، ان کی کوششوں سے یہاں احکام شرعیہ کو بہت رواج ہوا ہے، جس سے دین کو تقویت ملی اور ملت اسلامیہ ہند کو ترویج ہوئی، یہ شہر میرے نزدیک ''قطب ارشاد'' کی مانند ہے......اگر یہاں دین اسلام کی ترویج ہو جائے تو سمجھئے کہ سارے ہندوستان میں دین کو استحکام حاصل ہوا......

نواب خواجہ محمد قلیچ خان کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ کے والد قاضی عبدالسلام کی ''ہم قومی اور ہم آلوسی'' تھی، ان کے والد میر محمد جان خلج بہادر اپنے مستقر علاقہ قرشی سے، جو کہ خلجیوں کا مسکن ہے، اکبر کے عہد کے وسط میں ہندوستان آ گئے تھے۔

دیگر معاصر مآخذ یعنی زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کی طرف مراجعت کی گئی تو زبدۃ المقامات میں آپ کے والد گرامی کا صرف نام ہی درج ہے (ص ۵)، جبکہ حضرات القدس: ۱/۳۵۱ قلمی میں ان کے نام کے ساتھ ان کی نسبت بھی درج ہے یعنی ''قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی''

حضرات القدس کے اردو ترجمہ نظر ثانی از مولانا احمد حسین خان امروہوی میں جہاں سے حضرت خواجہ کے احوال کا آغاز ہوا ہے (۱/۲۱۳) مترجم نے متن فارسی پر اضافہ کرتے ہوئے آپ کا نام ''حضرت سید رضی الدین معروف بہ خواجہ محمد باقی قدس سرہ'' لکھا ہے، جو متن سے مطابقت نہیں رکھتا اور اس سے حضرت خواجہ کو

Marfat.com

سید بنا دیا گیا، لیکن جہاں آپ کے والد کا نام آیا ہے وہاں ''قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی'' لکھا ہے (۱/۲۱۵)، جو مولانا ابوالحسن زید فاروقی مرحوم کے نزدیک تحریف ہے۔ (کلیات خواجہ باقی باللہ، مقدمہ ص ۱۲)

مولانا زید نے حضرت خواجہ کے مبارک منظوم کلام سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت خواجہ خود کو ترک کہتے ہیں، ایک شعر یہ نقل کیا ہے:

اے صبح بروں میا کہ ترکان مستند
وی شب بنشین کہ فتنہ برخاستہ است

دوسرے شعر جس میں آپ نے اپنے فرزند خرد خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت نظم کی ہے، کا یہ شعر:

گل شکری بوالعجبی دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد

آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گل شکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہندی ہو اور پھول ترک کا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدر بزرگوار ترک ہیں۔ (ایضاً: ۱۲)

گویا صاحب حضرات القدس نے بہت واضح الفاظ میں حضرت خواجہ کے والد گرامی کو ''خلجی سمرقندی قریشی'' لکھا ہے، جو کتاب زاد المعاد کے عین مطابق ہے، پھر زاد المعاد بھی مولف حضرات القدس کے پیش نظر تھی (۱/۴۵۲)، جسے نہ صرف تقدم زمانی حاصل ہے بلکہ اسے براہ راست خاندانی روایت کی حیثیت سے سب تذکروں پر ترجیح حاصل ہے کہ مولف حضرت خواجہ کے فرزند عزیز تھے۔

اب یہی کتاب حاضر میں درج نسبت قرشی جسے مولف نے واضح الفاظ میں اسے قبائل اخلاج قتلمشیہ کا مستقر بھی بتایا ہے یعنی حضرت خواجہ نسباً خلجی اور متوطناً قرشی تھے، ہندوستان میں لکھے جانے والے تذکروں میں قریشی تحریف ہے۔

ظفر نامہ یزدی میں ہے:

سبب اشتہا آں شہر بہ قرشی آں شد کہ کبک خان در دو فرسخی و نخشب قصری بنا نمود و مغول قصر را قرشی خواند (۱/۸۵)

Marfat.com

علاقہ قرشی پر مختلف حملوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مطلع سعدین ۱/۳۳۳، ۳۳۴، ۳۷۵، ۳۷۷،

کبک خان دو مرتبہ حکمران بنا، اول ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹ء، دوسری مرتبہ ۷۱۸۔۷۲۶ھ/ ۱۳۱۸۔۱۳۲۶ء

(زامبادر: معجم الانساب ۳۷۰)

شهر قرشی (نخشب پیش از اسلام و نسف بعد از اسلام) نام کنونی خود را آن کاخ اخذ کرده (قرشی در مغولی ترکی به معنی کاخ است)

(گزیدۂ مقالات تحقیقی بارٹولڈ ترجمہ کریم کشاورز ص: ۱۳۰)

بخارا و کش (شهرسبز) و نسف (قرشی) را هم جز سغد می شمارند

(ایضاً بحوالہ استخری: ۳۱۶، بارٹولڈ ۴۴۴)

گویا حضرت خواجہ نسباً خلجی تھے اور ان کے اجداد کا مسکن قرشی تھا اس لئے آپ کی نسبت ''خلجی قرشی'' قرار پائے گی۔

اب دوسری بحث کی طرف آیئے کہ آپ نے خود کو اپنے اشعار میں ترک لکھا ہے، اسے جدید تحقیقات کے مطابق تُرک (ت کی پیش) نہیں پڑھیں گے بلکہ حضرت خواجہ کا جن علاقوں سے تعلق تھا وہاں تُرکان (باشندگان ترکی) آباد نہیں تھے بلکہ وہ خالصتاً افغان تھے، جو تَرَک (ت اور ر پر زبر) یہ اشتباہ عرب مورخین کو اس خالص افغانی نسبت پر اعراب نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، گویا خلجی تُرک نہیں تَرَک تھے، مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

عبدالحی حبیبی "رفع یك اشتباه قدیم دربارۂ ترك و ترك واصل خلجیان افغانی"

(مقالہ مشمولہ یادنامہ مینورسکی: ۶۰۔۷۶)

گویا اب آپ کا پورا نام نامی اس طرح ہوگا:

''خواجہ باقی باللہ بن قاضی عبدالسلام خلجی تَرَکی قرشی سمرقندی کابلی دہلوی'' اب ایک اور اہم نکتہ کی طرف توجہ فرمایئے کہ مولف ''زادالمعاد'' نے اپنی ایک اور کتاب مبلغ الرجال میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے۔

"خانه زاد خواجه آفاق سبط آل النبی مویدالملة والدین الرضی ابوالوقت خواجه محمد الباقی قدس سره احقر عبیدالله...... (کلیات باقی باللہ، مقدمہ: ۱۳)

Marfat.com

اس سے عام قاری یہی خیال کرے گا کہ حضرت خواجہ نسباً سید تھے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ عربی میں سبط صرف نواسہ کو کہتے ہیں، زبدۃ المقامات (ص:۸) میں ہے کہ حضرت خواجہ کی والدہ ماجدہ ''از دودمانِ سیادت بود''یعنی آپ کی والدہ سادات میں سے تھیں، حضرات القدس (۱/۳۵۱) میں ہے کہ آپ کا نسب والدہ کی طرف سے حضرت شیخ عمر باغستانی تک پہنچتا ہے، جو حضرت خواجہ احرار کے جد مادری تھے اور یہ کہ حضرت خواجہ کی نانی بھی سیدہ تھیں:

والدۂ ایشاں از جانب والدہ از دودمان سیادت بودہ اند

گویا اسی مولف بزرگ خواجہ کلاں نے اپنی دوسری مذکورہ کتاب میں اپنی نانی کے نسب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ سادات میں سے تھیں اس لئے میں مادی نسبت سے ''سبط آل النبی''یعنی سید ہوں۔

غالباً اسی غلط فہمی کی بنیاد پر حضرت خواجہ کی اولاد نے ۱۹/۱۳ء میں اپنے آپ کو سید لکھنا شروع کر دیا تھا، حضرت خواجہ کی قبر مبارک پر جو کتبہ ہے اس میں آپ کو سید ہی لکھا ہوا ہے، جو بالکل غلط ہے، مولانا قاضی عالم الدین نے مکتوبات حضرت خواجہ کا جو اردو ترجمہ لاہور سے شائع کیا تھا اس میں شامل شجرۂ نسب میں آپ کی اولاد کو سید ہی لکھا گیا ہے۔

نواب قلیچ خان اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت خواجہ کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے ''سابقہ ہم قومی'' کے باعث آپ بھی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، آپ انہی کی وساطت سے نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو محتاجوں کے لئے رقعات سفارش بھی لکھا کرتے تھے، انہی ایام میں نواب قلیچ خان نے اپنی ہمشیرہ کا عقد حضرت خواجہ سے کیا، جو اس فقیر (خواجہ کلاں) کی والدہ ہیں اور انہی ایام میں نواب نے سپاہ گری (ملازمت) سے بھی سبکدوشی اختیار کر لی۔

کتب تاریخ سے قلیچ خان کے والد میر محمد جان خلج بہادر کے سال وفات کا علم نہیں ہوتا لیکن قیاسی سنہ متعین کیا جا سکتا ہے، مولف نے لکھا ہے کہ والد کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی بہن کا نکاح حضرت خواجہ سے کیا، جس کے بطن سے خواجہ کلاں کی ولادت ہوئی، خواجہ محمد عبید اللہ ملقب بہ خواجہ کلاں کا سال ولادت خود حضرت خواجہ نے نظم کیا تھا یعنی وہ یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو تولد ہوئے تھے، (کلیات خواجہ باقی باللہ

Marfat.com

ص ۲۴۳۔۲۴۴) اور حضرت خواجہ کا اس کے دو سال بعد ۲۵ ر جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ کو وصال ہو گیا گویا والد بزرگوار کے وصال کے وقت خواجہ کلاں ۲ سال چار ماہ کے تھے، خواجہ کلاں کی ولادت ۱۰۱۰ھ سے حدود دو سال پہلے یعنی ۱۰۰۸ھ یا ۱۰۰۷ھ میں حضرت خواجہ کا یہ عقد ہوا ہو گا اور حدود یہی سال وفات میر محمد جان کا قرار پائے گا، آپ حضرت خواجہ املکنگی (من مضافات سمرقند) سے خلافت یاب ہو کر واپس دہلی آئے تھے، پہلے ایک سال لاہور میں قیام فرمایا آپ کی والدہ محترمہ بقید حیات تھیں، سمرقند روانگی سے قبل آپ کا نکاح نہیں ہوا تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کی والدہ آپ کی بے قراری اور روحانی رہنما کے لئے آپ کی سخت کوشی پر اللہ تعالیٰ کے حضور جو دعا کیا کرتی تھیں اس مین ایک جملہ یہ بھی تھا کہ میرے اس فرزند نے از لذات جوانی دست شستہ برآوردہ'' (حضرات القدس: ۱/۳۵۴) یعنی آپ نے روحانیت کی تسکین کے لئے جوانی کی لذات سے بھی علیحدگی اختیار کر رکھی ہے، جس کا مطلب بہت واضح ہے کہ آپ نے خلافت یاب ہو کر اور واپس ہندوستان آ کر یہ نکاح کیا اور آپ کی والدہ محترمہ اس وقت بقید حیات تھیں، نواب قلیچ خان کے والد کا نام ہمیں معاصر کتب تاریخ میں نہیں مل سکا، زاد المعاد ہی معاصر تذکرہ ہے، جس میں خاندانی روایت کے مطابق اس کے مولف خواجہ کلاں نے جو نواب قلیچ خان کے بھانجے اور نواب کے والد کے نواسے تھے اپنے نانا کا نام میر محمد جان مدعو بہ خلیج خلیج بہادر لکھا ہے، لیکن ایک متاخر کتاب تاریخ محمدی (تالیف بسال ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) میں ان کا نام امیر تنکری بردی آقا بن امیر خدا بردی اویرات جانی قربانی حاشیہ پر درج ہے۔

(تاریخ محمدی ۲/۵/۱۲۰، تاریخ اکبری، تعلیقات بحوالہ تاریخ محمدی: ۳۵۴)

معاصر تذکرہ نویس امین احمد رازی نے لکھا ہے کہ قلیچ خان کے اجداد سلاطین چغتائی کے ہاں ''صاحب نسبت'' تھے، ان کے دادا (امیر خدا بردی اویرات) ابو الغازی سلطان حسین مرزا کے ہاں ''مرتبہ قوی'' رکھتے تھے (ہفت اقلیم ۱/۴۸۱) اسی مولف نے ان کے دائمی درس و تدریس کے شغل کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قلیچ خان فارسی میں شعر بھی کہتے اور الفتی تخلص کرتے تھے۔ (ایضاً)

دوسرے معاصر مورخ عبد القادر بدایونی نے قلیچ خان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ''دین پر پاک اعتقاد'' رکھتے تھے، ان کا تخلص الفتی تھا، چار فارسی اشعار بھی نقل کئے ہیں (منتخب التواریخ: ۲/۱۳۱) ان کا

Marfat.com

تعلق قبیلہ جان قربانی (جانی قربانی) سے بھی بتایا ہے، یہ قلیچ خان ابتداء میں الفتی تخلص کرتے تھے لیکن بعد میں اسے بدل کر لامعی رکھ لیا تھا۔ (کاروانِ ہند: ۱/۴۲)

جانی، بخارا، سمرقند، فرغانہ، بلخ و بدخشان کے حکمران امراء کا خاندان تھا، جو ۱۰۰۷ تا ۱۲۰۰ھ/ ۱۵۹۸۔۱۷۸۵ء حاکم رہا، ایک امیر یار محمد خان اور اس کا فرزند جان حاکم بخارا سکندر شیبانی کی پناہ میں چلا گیا تو سکندر نے اپنی دختر زہرا خانم کا نکاح ان سے کر دیا جس کے بطن سے باقی محمد تولد ہوا، جو اس خانوادہ کا پہلا حکمران تھا (لغت نامہ دھخدا، طبقاتِ سلاطین اسلام، معجم الانساب زمباور) چونکہ یہ جان کی اولاد سے تھے اس لئے جانی کہلائے۔

کتب تاریخ اور تذکروں میں نواب قلیچ خان کے ذی علم عالم و مدرس ہونے کا ذکر ملتا ہے لیکن ان کی روحانیت سے گہری دلچسپی کا تذکرہ نہیں کیا گیا، کتاب زاد المعاد میں ان کا تذکرہ حضرت خواجہ کے خلفاء میں کیا گیا ہے، ان کے معاصر غزالی مشہدی نے ان کی جو ہجو کی ہے اس سے ان کے باقاعدہ خرقہ یافتہ (خلیفۂ مجاز) ہونے پر بھی پھبتی اڑائی ہے۔

- صوفی زرهی ز خرقه در بردارد (ایضاً ۱/۴۰۲ حاشیہ)

جو ان کے صوفی باصفا ہونے کی معاصر دلیل ہے، غزالی مشہدی ایک ملحد تھا۔ (منتخب التواریخ: ۳/۱۱۹)

نواب قلیچ خان کی ایک خاندانی نسبت اندجانی بھی ہے (مآثر الامراء: ۳/۶۱، ذخیرۃ الخوانین: ۱/۱۷۳) میں ہے کہ وطن ایشاں از نواحی کابل است، اندجان تو کابل کے نواح میں نہیں بلکہ فرغانہ کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے معجم البلدان، کلمہ اندکان، اندگان ۱/ ۲۶۱، اندجان، اندیجان، کے قدیم تلفظ اور دیگر اختلافات کے لئے ملاحظہ ہو: گزیدۂ مقالات تحقیقی بارٹولڈ ترجمہ کریم کشاورز ۵۶ و بہ بعد بامداد راہنما، نواب قلیچ خان ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۲ء کو اکبر کے زمرۂ ملازمین میں داخل ہوئے اور اہم ترین ملکی مہمات و امور ان کے سپرد کئے گئے وزیر کے درجہ پر فائز رہے دو مرتبہ لاہور کے ناظم بھی مقرر ہوئے، بہت سی خدمات انجام دینے کے بعد پشاور میں ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء کو انتقال ہوا (مآثر الامراء ۳/ ۶۴) دیگر تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

Athar Ali: Apparatus of Empire (index)

نواب قلیچ محمد خان کے نام میں مورخین اور تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے، قدیم ترین ماخذ تاریخ اکبری

Marfat.com

عارف قندھاری (۱۷۲) میں عمدۃ الملک قلیج محمد خان، ہفت اقلیم ۱/۴۸۱ میں بھی یہی ہے، دیگر کتب تاریخ منتخب التواریخ (۳/۴۲، ۸۰، ۱۳۰ و بہ بعد) اکبرنامہ، آئین اکبری، ذخیرۃ الخوانین اور مآثر الامراء ۳/۶۲ میں بھی اسی طرح ہے، حضرات القدس ۲/۵۱ مولانا محمد قلیج خان، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی (۱/۷۶، ۱۴۱ وغیرہ میں بھی محمد قلیج خان ہے، اسی طرح تاریخ محمدی: ۲/۵/۱۲۰ میں بھی محمد قلیج خان ہی درج ہوا ہے۔

نواب قلیج خان کے کئی فرزند تھے (مآثر الامراء ۳/۳۰۰، ۶۶ و بہ بعد) ان میں سے قلیج اللہ، جو حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب الیہ (۱/۷۳، ۱۵۹، ۱۸۴/ ۲۹۷، ۲/۳۲/۷۱) اور اپنے والد کی طرح متقی تھا، اپنے خانوادہ کے احوال پر ایک کتاب لکھی تھی، جس کے تاریخ محمدی کے مولف نے جا بجا حوالے دیئے ہیں لیکن ہمیں اب تک اس رسالہ قلیج اللہ کے وجود کا علم نہیں ہے گویا یہ رسالہ تاریخ محمدی کی تالیف ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء تک موجود اور اُس کے مولف کے پیش نظر تھا، اگر یہ رسالہ مل جاتا تو ہمیں نواب قلیج خان اور ان کے خاندان سے متعلق جا بجا قیاسات کا سہارا نہ لینا پڑتا، قلیج اللہ کئی رسائل کے مولف تھے، انہوں نے اپنا ایک رسالہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھی بھیجا تھا، جس کے مطالب پڑھ کر آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا تھا، لکھا ہے:

......رسالہ کہ فرستادہ بودند رسید جاہا کہ خواندہ شد در نظر خوب درآمد......

(مکتوبات: ۱/۱۸۴/۲۹۸)

نواب قلیج خان نے ملازمت سے علیحدگی اختیار کر کے حضرت خواجہ سے تعلق خاطر پیدا کر لیا، کتب تاریخ سے ان کی قطع نوکری کا ثبوت نہیں ملتا، اس پر ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے، کتاب زاد المعاد کے مولف نواب کے بھانجے اور یہ ان کی گھر کی روایت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بہن کا عقد حضرت خواجہ سے کرنے کے بعد کچھ عرصہ وہ ترک علائق کئے رہے پھر حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے بعد ملازمت کا نئے سرے سے آغاز کیا۔

نواب قلیج خان، حضرت خواجہ کی خدمت میں آنے سے قبل سلسلہ قادریہ میں شیخ بہلول دہلوی (ف ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۹ء) کے مرید تھے، جو شاہ قمیص قادری کے خلیفہ تھے۔

(تاریخ محمدی: ۲/۵/۴۹، کلمات الصادقین ۱۵۵-۱۵۶، رک تعلیقات زاد المعاد ۲۲۸......۹-۱۰)

Marfat.com

نواب قلیج خان کی خانوادۂ حضرت خواجہ کے لئے خدمات جلیلہ میں سے اہم ترین خدمت حضرت خواجہ کے مزار پر صفہ اور اس روضہ مبارک سے منسلک باغ چہار چمن کی تقطیع ہے، جو انہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کے ایماپر کی اور وہاں بلند اور سنگین پختہ حجروں کی تعمیر کی خدمت بھی انہوں نے ہی انجام دی، زاد المعاد کے ذریعہ روحانی دنیا میں یہ بات پہلی بار منظر عام پر آرہی ہے کہ حضرت خواجہ کے مزار کا صفہ (چبوترہ) نواب قلیج خان کی کوشش اور مالی تعاون سے تعمیر ہوا تھا، یہ صفہ مبارکہ نواب کے انتقال ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء سے پہلے بن چکا تھا۔

آپ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے فوراً بعد آپ کے ملفوظات وکلیات کا جو مجموعہ مرتبہ ہوا تھا اس میں آپ کے مدفن پر کسی صفہ کا ذکر نہیں ہے۔ (کلیات: ٦٥)

اسی طرح ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء تک کے مدفونین دہلی کے تذکرہ کلمات الصادقین (ص: ۱۶۳) میں بھی کسی چبوترہ یا صفہ کا ذکر نہیں ہے تاہم مذکورہ کتاب کی تالیف سے قبل اور نواب کی وفات ۱۰۲۲ھ سے پہلے یہ مبارک صفہ تعمیر ہو چکا تھا، دہلی کی عمارات کی تاریخ پر لکھی جانے والی کتب سیر المنازل، آثار الصنادید اور واقعات الحکومت میں اس تعمیر اور تعمیر کنندہ کا نام تک درج نہیں ہے۔

نواب مذکور کی دوسری اہم خدمت اس خانوادہ کے لئے یہ بھی ہے کہ انہوں نے علمائے دہلی اور حضرت مجدد الف ثانی سے وابستہ بعض اصحاب کے لئے حکومت وقت جہانگیر سے وظائف منظور کروائے، حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب میں کئی مقامات پر اس امر کا ذکر ملے گا۔

نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری جو کہ خانوادۂ نقشبندیہ کے سب سے بڑے معاون اور مددگار تھے اور بہت سے فقراء کے لئے مدد معاش کے طور پر جاگیریں دے رکھی تھیں کی وفات (۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) کے بعد بھی ان حضرات کی وکالت کرتے ہوئے وہ بحال کروائیں۔

یہاں حضرت خواجہ کلاں کو سہو ہوا ہے یعنی وہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس وقت (۱۰۴۴ھ) نواب قلیج خان کی عمر ستر سال ہو چکی ہے، جیسا کہ اس سے قبل ہم معاصر کتب تاریخ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ وہ ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء کو پشاور میں فوت ہو گئے تھے، وفات کے وقت ان کی عمر ۸۲ سال تھی۔ (تاریخ محمدی: ۲/۵/۱۲۰)

Marfat.com

اس خانوادہ کے بعض اسماء کتب تاریخ سے معلوم ہوئے ہیں، جو بصورت شجرہ اس طرح ہیں:

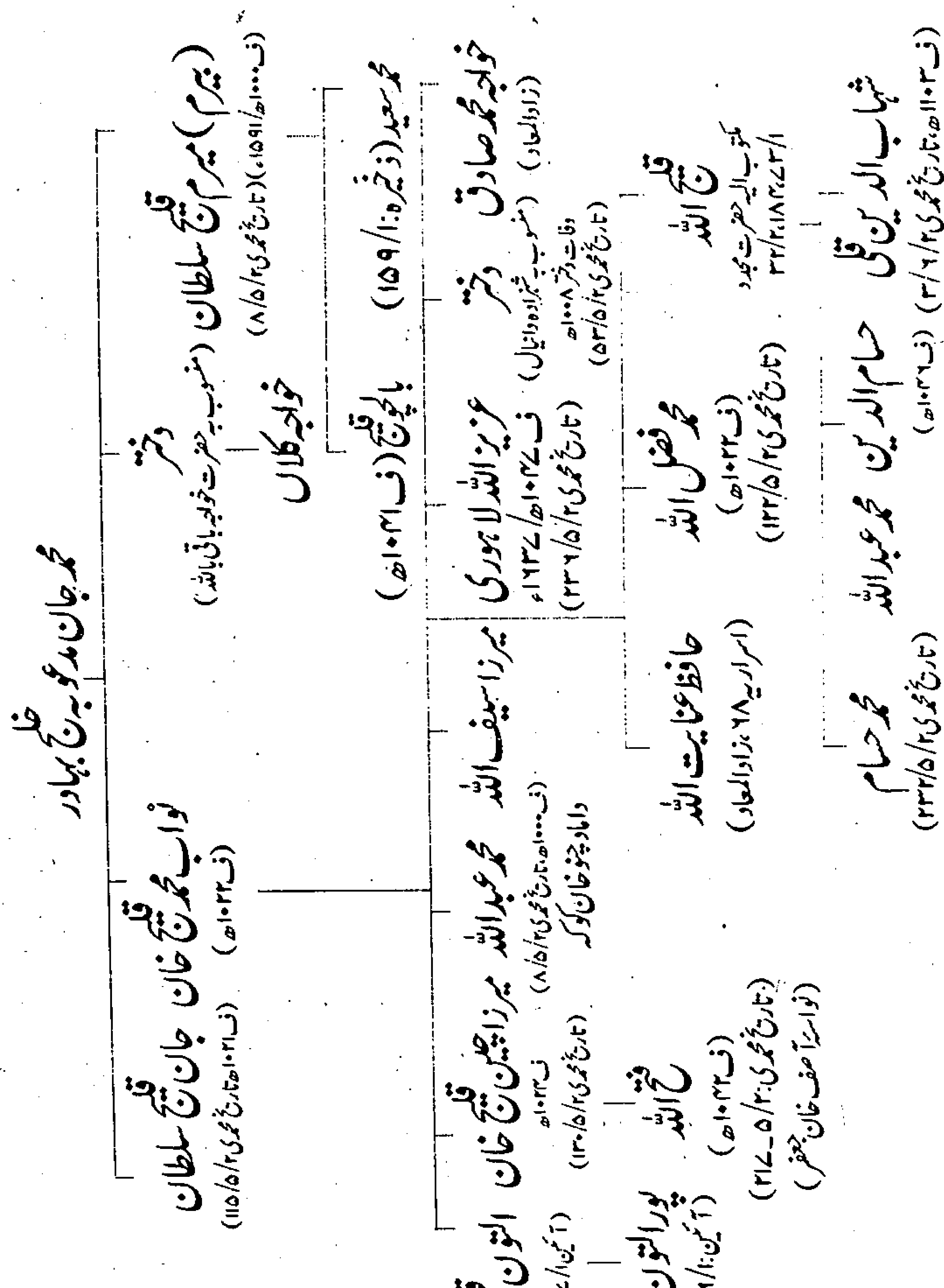

Marfat.com

قلیج اللہ (مولف رسالہ دراحوال خانوادۂ خود) بالجو قلیج خان بن بیرم قلیج خان اور جان قلیج کے نام بھی کتب تاریخ میں ملتے ہیں۔

(مآثر الامراء ۳/۳۰۰، تاریخ محمدی: ۲/۵/۲۰۶ وبہ بعد و بامداد اشاریہ)

خواجہ خرد نے لکھا ہے:

مولانا محمدقلیج، ایشان طغائی حضرت اخوی اعظمی خواجه عبیداللّٰه اند، بعد از وقوع نسبت ترك تعلق و نوکری کرده در خدمت حضرت خواجه دادند وضع صلاح تمام داشتند و تقید عبادات و اوراد و فضائل و کمالات حضرت اخوی بیش از حوصله بیان است...... فقیر در بیماری اخیرهم خدمت مولانا محمدقلیج را دیده بود، در نظر بسیار خوب نمودند بذکر اشتغال داشتند

(شرح رباعیات ۲۸ب، ۲۹۔الف)

مرزا محمدسعید بن میرم قلیج برادر زاده، قلیج محمد خان ایشان شش صدی سی صد سوار منصب داشت و در ریاضت و سخاوت و حق گوئی مشهور آفاق بود (ذخیرة الخوانین: ۱/۱۷۳، ۱۷۵، ۱۵۹)

Marfat.com

خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری

موصوف میرے (خواجہ کلاں) برادر عزیز خواجہ محمد عبداللہ کے ماموں ہوتے ہیں، ان کے بزرگ (اکابر) نجابت اور ذاتی نیکی کے باعث ہمدان عراق میں متعین تھے، ان کے اجداد میں سے قریب ترین بزرگ اپنے اعزہ کے ہمراہ ولایت کشمیر حضرت سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے تھے اور اُسی خطہ میں فضیلت اور دانش حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کر کے کمالات کاملہ سے واصل ہوئے، ان کے قبیلہ (خاندان) میں سے جو رئیس سب سے پہلے دہلی آئے وہ صاحب کمالات ارجمند مولانا حاجی محمد ہیں، جو حضرت جنت آستانی (اکبر بادشاہ) کی وفات (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے قریب مولانا کمال کشمیری کے ساتھ علوم غریبہ کی تحصیل کے لئے کشمیر سے نکلے اور کچھ عرصہ سیالکوٹ میں رہے، پھر وہاں سے دہلی پہنچے اور وہاں طرح اقامت ڈال دی، اس عظیم شہر کے بعض اکابر علماء کی خدمت میں مولویت کی تمام بڑی کتب کی تکمیل کی، شہر کے وسط میں واقع مدرسۂ معلیٰ حضرت بیگم میں مدرسین کے صدر بن گئے، تمام علوم منقولہ ومعقولہ میں تبحر کامل رکھنے کے باوجود فن طبابت، ہیئت اور نجوم میں بھی عجیب قسم کی قابلیت پیدا کر لی۔

انہی دنوں ولایت جون پور سے ایک شیخ زادہ دہلی آئے اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مولانا حاجی محمد سے کر دیا اور ان کی اس زوجہ سے صالح اولاد تولد ہوئی، جن میں سب سے زیادہ نجیب اور افضل مخدومی تاج الملت والدین مولانا حسن دہلوی ہیں، جو کہ ہند میں دانش اور اعلیٰ معرفت، محکم فضائل اور عالی شان سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور وہ حضرت شیخ عبدالعزیز چشتی قدس سرہ کے اکبر خلیفہ حاجی شیخ چیلدہ [1] کی خدمت میں رہے اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں آمد ورفت جاری رکھ کر ان کے سلسلہ کے اوراد و اشغال میں مصروف رہے۔

---

[1] چیلدہ، ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں شہزادہ

Marfat.com

اس کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ سے بھی محبت وعقیدت کا تعلق قائم کرلیا اور آپ کی صحبت کے ابتدائی فوائد سے مستفید ہوئے، ان کی ایک رُباعی جسے کمال درجہ کی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، انہی دنوں لکھ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔

الغرض حضرت مخدومی مذکور دیار ہندوستان کے خوبان وقت اور بزرگ منش ہیں، ان کی زندگی اور کردار ہمیشہ عقل اور معرفت پر مبنی رہا، حضرت سیّد کائنات ﷺ کی رُوح منور کے ساتھ کامل التجا اور عجیب تعلق رکھتے تھے، آپ ﷺ کا کامل التفات ان کے حال سے وابستہ ہے۔

مخدومی خواجہ محمد صادق ان (مولانا حسن دہلوی) کے ہمشیرہ زادہ ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ ان کا خاندانی شرف دہلی میں معزز اور جلیل القدر ہے۔

اس خاندان کے بڑے مفاخر میں سے حضرت خواجہ کے ساتھ مواصلت (نکاح) ہے یعنی خواجہ محمد صادق کی والدہ کے بطن سے جو ذروہ فاخرہ (صاحبزادی) تولد ہوئیں (یعنی خواجہ محمد صادق کی بہن) جب حضرت خواجہ دوسری مرتبہ دہلی آئے تو ان کا عقد ازدواج آپ کے ساتھ عمل میں آیا، اس وقت مخدومی خواجہ محمد صادق صرف پندرہ سال کے تھے، انہوں نے اُسی کم سنی میں ہی اپنی جائے سابقہ سکونت ترک کر کے اپنے خاندان کے اقربا کے پاس جگہ لے لی اور حضرت خواجہ کے جوار میں اقامت اختیار کی، انہوں نے آپ سے وابستہ رہ کر آپ کی نظر عنایت کے منظور نظر اور مقبول خاطر حقائق ہوکر آپ کی نظروں کے سامنے صوری و معنوی سعادتوں کے حصول کے لئے کمر ہمت باندھی۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ مجھے اپنے حضرت خواجہ کی زبان مقدس سے بارہا یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ خواجہ محمد صادق کے جمال حال، لطافت فطرت اور سلامت وضع ہی ان کی جانب ہماری توجہ کے ازدیاد کا سبب بنی ہے، ان کے خاندان کے تمام افراد میں ان کی ہمشیرہ کے احوال کی ترقی ان کی اعلیٰ استعداد اور ان کی سرشت کی طہارت ہے۔

الغرض مخدومی خواجہ محمد صادق آپ کے چھوٹے بھائی بلکہ فرزند حقیقی کی طرح آپ کی خدمت میں تربیت پاکر بڑے ہوئے اور انہیں سعادتیں اور فضائل نصیب ہوئے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد انہوں نے آپ کے تمام خلفاء سے اپنے نصیب کے مطابق استفادہ کیا، خاص طور پر حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت میں وہ کمال درجہ کے تعلق اور نہایت اخلاص کے ساتھ فائز رہے اور عظیم ترقیاں حاصل کیں اور آپ نے بھی ان پر وہ تمام شفقت جو ایک باپ اپنے بیٹے پر کرتا ہے مبذول کیے رکھی، آپ کے شفقت ولطف سے بھرپور عنایت نامے جو آپ کے نام لکھے گئے اور اسی طرح دوسرے خلفاء حضرت خواجہ کے مکاتیب بھی ان پر آپ کی کامل توجہ کا ثبوت ہیں۔

وہ خطوط آپ کے مجموعہ کلمات الصادقین، جو کہ آپ کی تالیف ہے، میں مندرج ہیں، جن سے ان بزرگوں کی ان پر شفقت وعنایت کا اظہار ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ مخدومی مذکور مقبول الٰہی اور مقبول مقبولانِ الٰہی ہیں اور ان دنوں انہوں نے اپنے اوقات حسنات واطاعات سے منضبط کر لئے ہیں، وہ اپنا ظاہر و باطن بہت مسرور اور معمور طور پر گزارتے ہیں، خاص طور پر درودِ نبوی ﷺ جو کہ ان کا شب وروز کا وظیفہ ہے، مذکورہ درود کے بعد موصوف تصنیف وتالیف وفوائد اور نکات شریفہ پر توجہ کرتے ہیں، ان کے رسائل اور مجموعے ہر موضوع پر ان کے قلم کے نتائج ہیں، جو کہ صفحۂ روزگار پر ثبت ہیں۔

ان کے اعظم حسنات میں سے ایک یہ ہے کہ میرے برادر عزیز خواجہ محمد عبداللہ کی ان کی خدمت میں متداولہ علوم کی تحصیل انہی کے دست و بازو ہمت سے ظہور پذیر ہوئی ہے، ان کی جدوجہد سے برادر عزیز مولویت کی اہلیت میں ایسے درجہ عالیہ پر فائز ہوئے ہیں کہ ان سے فوق کا تصور احاطۂ امکان سے باہر ہے، اللہ سبحانہ انہیں جزائے خیر دے۔

Marfat.com

تعلیقات

خواجہ محمد صادق میرے (خواجہ کلاں) کے چھوٹے بھائی خواجہ محمد عبداللہ کے ماموں ہوتے ہیں، خود خواجہ خرد نے وضاحت کی ہے:

"مخدومی خواجہ محمدصادق طغائی ایں فقیر بودند" (شرح رباعیات:۲۹۔الف)

خواجہ محمد صادق ہمدانی کے اجداد میں سید علی ہمدانی (ف ۷۸۶ھ/ ۱۳۸۵ء) کے ہمراہ ہمدان سے کشمیر آئے اور ان سے منسلک رہے، آج ان اصحاب کے اسماء کسی ذریعہ سے بھی معلوم نہیں ہوسکتے۔

خواجہ محمد صادق کے خانوادہ میں سے جو صاحب سب سے پہلے دہلی تشریف لائے وہ مولانا حاجی محمد کشمیری تھے، جو مولانا کمال کشمیری کے ہمراہ حصول علم کے لئے کشمیر سے روانہ ہوئے تھے۔

خود خواجہ محمد صادق ہمدانی لکھتے ہیں:

جدِمادری کاتب حروف است واصل وی از همدان است، یك از آبای کرام وی همراه میرسیدعلی همدانی بشکمیر آمد و آں جا متوطن شد...... مولانا تخمینا در سن سی و سه سالگی به نیت تحصیل علوم تجارت را که شیوهٔ چندی از آبائ کرام وی بود قباب خود ساخته بدهلی تشریف آورد چنانکه ایں خدمت مغفرت پناه...... مولانا کشمیری که بسیالکوتی شهرت دارند و جامع بودند میان علوم ظاهری و باطنی، منقول است که ما و خدمت مولانا حاجی محمد و...... ما در سیالکوت ماندیم و ایشان بجانب دهلی تشریف بردند و تحصیل علم و فضائل و کمالات را آنجا تمام گردید...... در مدرسه دهلی بدرس افاده مشغول بوده و گاه گاهی طبع شریف وی میلی بجانب شعر نیز فرمودی و ایں دو بیت جمله از اشعار بلاغت و آثار اوست...... چون سن شریفش هفتاد و شش رسید...... روز پنج شنبه نوزدهم ماه صفر سنه هزار و شش ازیں سپنج سرای ظلمانی بعالم جاودانی روآورد و خدمت مخدومی ولی نعمی

Marfat.com

مولانا حسن کہ ولد ارشد مولانا است...... ایں قطعہ در تاریخ وفاتش نوشت...... (کلمات ۱۵۹۔۱۶۱)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ مولانا محمد کشمیری مولف خواجہ محمد صادق کے جد مادری یعنی نانا تھے۔

۲۔ مولانا حاجی محمد کشمیری اصلاً ہمدان کے تھے، ان کے اجداد میر سید علی ہمدانی کے ساتھ ہمدان سے کشمیر آئے اور وہاں سکونت اختیار کرلی۔

۳۔ وہ ۳۳ سال کی عمر میں دہلی گئے یعنی حدود ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۵ء (۳۳-۱۰۰۶=۹۶۳ھ)

۴۔ ان کے ہمراہ ایک اور متعلم مولانا کمال کشمیری بھی تھے، جو سیالکوٹ حصول علم کے لئے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔

۵۔ لیکن مولانا محمد کشمیری، دہلی چلے گئے، وہاں تحصیل و تکمیل کے بعد مدرسہ دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔

۶۔ مولانا محمد کشمیری کبھی کبھار شعر بھی کہتے تھے، مولف نے ان کے دو اشعار نقل کئے ہیں، جو فارسی میں ہیں۔

۷۔ موصوف ۷۶ سال کی عمر میں ۱۹ر صفر ۱۰۰۶ کو فوت ہوئے تو ان کے فرزند مولانا حسن نے قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

مولانا حاجی محمد کشمیری کے ہم سبق و ہم سفر مولانا کمال کشمیری بن قاضی موسیٰ حنفی، جو سیالکوٹ جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، موصوف سیالکوٹ اور لاہور دونوں مقامات پر درس دیتے تھے، ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء کو لاہور میں فوت ہو کر یہیں دفن ہوئے، اخوند ملا جمال الدین انہی کے بھائی تھے، حضرت مجدد الف ثانی اور علامی عبدالحکیم سیالکوٹی انہی ملا کمال کشمیری کے شاگرد تھے (روضۃ الابرار:۴۶) خواجہ عبدالشہید احراری نقشبندی (ف ۹۸۲ھ) بن خواجکا بن خواجہ احرار (احوال و سخنان خواجہ احرار ۰۷) سے بیعت ارادت تھی۔ (تحائف الابرار:۷۷)

Marfat.com

مولانا محمد کشمیری دہلی کے مدرسہ حضرت بیگم میں پڑھاتے تھے، جو شہر کے وسط میں واقع ہے۔......
خواجہ محمد صادق نے اسے ''مدرسہ دہلی'' لکھا ہے۔(کلمات:۱۶۰)

جن دنوں مولانا حاجی محمد کشمیری دہلی میں مدرس تھے تو جونپور کے ایک شیخ زادہ دہلی آئے اور ان کے تقویٰ سے متاثر ہو کر انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا، زادالمعاد کے نسخۂ انڈیا آفس کے فلم میں کوشش کے باوجود اس شیخ زادہ کا نام نہیں پڑھا جا سکا، حاجی محمد کشمیری کے ہاں دو اولادیں ہوئیں، اول خواجہ مولانا حسن دہلوی یہ وہی بزرگ ہیں جن سے حج پر جاتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی کی ملاقات ہوئی تھی اور وہ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں لے گئے تھے، خود حضرت مجدد الف ثانی ان کے اس احسان کا ذکر کرتے ہیں (مکتوبات ۱/۲۷۹)، مولانا حاجی محمد کشمیری کے ہاں ایک بیٹی بھی متولد ہوئی تھیں، ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس صاحبزادی کا عقد کن سے ہوا تھا، بہر حال ان سے بھی دو اولادیں ہوئیں، اول یہی صاحب ترجمہ خواجہ محمد صادق ہمدانی اور ایک صاحبزادی، خواجہ محمد صادق کی دو تصانیف تک ہماری رسائی ہوئی ہے، اول کلمات الصادقین اور دوم طبقاتِ شاہ جہانی، دونوں کے آغاز میں مولف نے اپنے والد کا نام نہیں لکھا اور نہ آج ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے دوسرے خسر کا نام کیا تھا؟ کیوں کہ اس صاحبزادی کے بطن سے جو بیٹی تولد ہوئی تھیں ان کا عقد مسنون حضرت خواجہ باقی باللہ سے ہوا تھا، خواجہ خرد انہی کے بطن سے تھے، انہوں نے شرح رباعیات میں بھی اپنے نانا کا نام نہیں لکھا۔

ہمیں تعجب ہے کہ مولانا زوار حسین مرحوم نے خواجہ محمد صادق کے والد کا نام کمال الدین کشمیری کیسے فرض کر لیا (حضرت مجدد الف ثانی ۸۰۷) جب ہم نے ان کی محولہ کتاب نزہۃ الخواطر (۵/۳۷۸) کی طرف رجوع کیا تو وہاں سرے سے ان کے والد گرامی کا نام ہی درج نہیں ہے، مزید افسوس یہ ہوا کہ ان کے مرید اس سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف محقق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم نے بغیر تحقیق کے اپنے شیخ کا بیان باقیات باقی (ص ۲۶) میں نقل کر دیا۔

ہمارا قیاس ہے کہ ان دونوں حضرات کو مولوی فقیر محمد جہلمی کے تذکرہ حدائق الحنفیہ (ص ۴۴۷) سے التباس ہوا ہے، جہاں ملا محمد صادق حکیم دانا بن ملا کمال الدین سیالکوٹی کے حالات لکھے گئے ہیں، یہ خواجہ

Marfat.com

محمد صادق کشمیری زیر بحث سے مختلف شخصیت ہیں اور ملا کمال الدین سیالکوٹی (ف ۱۰۱۷ھ) مذکور کے فرزند ہیں، مولانا کمال کشمیری سیالکوٹی، بابا فتح اللہ ثانی کے داماد تھے۔ (تحائف الابرار: ۱۷۷)

حاجی شیخ محمد کشمیری، شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کے خلیفہ چائیلدہ (ف ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء) کے مرید تھے، شیخ مشہور وحدت الوجودی مکتب فکر کے نمائندہ اور فصوص ونقد نصوص کا درس دیتے تھے، آخری عمر میں اکبر بادشاہ ان سے متاثر ہوا اور ''عبادت خانہ میں محل خاص'' کے قریب انہیں جگہ دی اور وہ رات کو خلوت میں ان سے باتیں کرتا تھا۔ (منتخب التواریخ: ۳/۷۴-۷۵)

مخدومی خواجہ محمد صادق ہمدانی مخدومی مولانا حسن دہلوی کے ہمشیرہ زادہ یعنی بھانجے تھے، وہ اس طرح کہ مولانا حسن کی بہن خواجہ محمد صادق کی والدہ تھیں، ان کا خانوادہ دہلی کے چند شرفا میں سے تھا۔

اس خاندان کے قابل افتخار اقدام میں سے سب سے اہم وہ مواصلت ہے، جو اس خاندان کی ایک دختر نیک اختر کا عقد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے ہوا، وہ دختر خواجہ محمد صادق کی والدہ کے بطن سے تولد ہوئی تھیں یعنی خواجہ محمد صادق کی بہن تھیں اور ان ایام میں جب کہ یہ نکاح ہوا خواجہ محمد صادق صرف پندرہ سال کے تھے، اس مواصلت ومناکحت کے بعد یہ خانوادہ اپنی پرانی سکونت ترک کر کے حضرت خواجہ کے جوار قلعہ فیروزی میں آباد ہو گیا۔

خواجہ محمد صادق کا سال ولادت معلوم نہیں ہے ورنہ اس سے بآسانی اس نکاح کا سال معلوم ہو جاتا، تاہم قیاسی سال مناکحت ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء اس طرح متعین کیا جاسکتا ہے کہ اس زوجہ محترمہ سے جو فرزند یعنی خواجہ خرد تولد ہوئے ان کا سال ولادت خود حضرت خواجہ نے ۶ رجب ۱۰۱۰ھ پر قطعہ تاریخ کہا تھا، (کلیات ص: ۲۴۸) یقیناً یہ نکاح ولادت سے ایک سال قبل ۱۰۰۹ھ کو ہوا وہ گا، اور اس زوجہ محترمہ کے بھائی خواجہ محمد صادق اس وقت پندرہ سال کے تھے یعنی ۱۰۰۹-۱۵=۹۹۴ھ) یعنی خواجہ محمد صادق کا سال ولادت ۹۹۴ھ قیاس کیا جاسکتا ہے۔

گویا حضرت خواجہ کی یہ دوسری زوجۂ محترمہ اصلاً کشمیری تھیں، جن کے بطن سے خواجہ خرد تولد ہوئے تھے، اپنے نوشتہ قطعہ تاریخ ولادت میں لکھا ہے:

Marfat.com

گل شکری بوالعجبی دست داد

شکرِ ہندی و گل ترک زاد

یعنی اپنے اس فرزند کو حضرت خواجہ نے ایسا گل شکر یعنی گلقند بتایا ہے، جس کی شکر ہندی کی ہو اور پھول ترک کا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند کی والدہ کشمیری تھیں اور پدر بزرگوار ترک ہیں۔

(کلیات، مقدمہ نوشتہ مولانا ابوالحسن زید ص ۱۲)

خواجہ محمد صادق ہمدانی کی تالیف کلمات الصادقین ہے، یہ کتاب ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء تک کے مدفونین دہلی کا تذکرہ ہے، جس میں دہلی اور اس کے مضافات میں دفن ہونے والے علماء، مشائخ اور شعراء کے مفصل حالات مع ذکر محل وقوع مدفن درج کیے گئے ہیں، یہ کتاب ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے کئی خطی نسخوں کی بنیاد پر ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ ایڈٹ کر کے مرکزِ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد سے ۱۹۸۸ء کو طبع کروائی۔

خواجہ محمد صادق ہمدانی اوراد و اذکار کے بعد تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے اور ان کے قلم سے کئی رسائل اور مجموعے مرتب ہو کر یادگار بن چکے ہیں، خواجہ محمد صادق ہمدانی کی اب تک حسب ذیل تالیفات ہمارے علم میں ہیں:

۱۔ کلمات الصادقین (تعلیقات زاد المعاد: ۲۸۱/۹)

۲۔ طبقاتِ شاہ جہانی، اس کتاب میں مولف نے امیر تیمور (۷۷۰۔۸۰۷ھ/ ۱۳۶۹۔۱۴۰۵ء) سے لے کر شاہ جہاں بادشاہ کے آغاز حکومت ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء سے سال تالیف ۱۰۴۶ھ/ ۱۶۴۶ء تک کے اکابر و اعیان کا تذکرہ کیا ہے، یہ کتاب دس طبقات پر مشتمل ہے، ہر طبقہ کے تین ابواب ہیں، باب اول میں سادات، علماء و اصفیاء کے احوال ہیں، باب دوم میں علماء و حکماء کے اور باب سوم ہر عہد کے شعراء کے حالات و نمونہ کلام کے لئے مخصوص ہے۔

یہ کتاب محمد احتشام الدین کی تصحیح سے علی گڑھ سے دو جلدوں میں طبع ہو گئی ہے، اس کے صرف طبقات نہم و دہم بھی شائع ہوئے ہیں، جنہیں ڈاکٹر محمد اسلم خان نے مرتب کر کے شعبہ فارسی دہلی یونیورسٹی سے شائع کیا ہے، طبقات کے خطی نسخے کتابخانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن، انڈیا آفس لائبریری، لندن اور

Marfat.com

برٹش میوزیم، لندن وغیرہ میں ملتے ہیں۔

1- Storey C.A: Persian literature, vol.i, part ii, p.1172.

2- M. Saleem Akhtar: Kalimat-ul-Saddiqin, introduction, pp.76.77

۳۔ آثار شاہ جہانی، اس کا ایک نسخہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں ہے، جو نا تمام ہے، اس میں جہانگیر کے عہد تک کے مختصر واقعات درج ہیں لیکن اس میں شاہ جہان کے عہد کا تذکرہ نہیں ہے (مقدمہ ڈاکٹر محمد سلیم اختر بر کلمات الصادقین)۔ سٹوری نے اس کے ایک اور نسخہ ذخیرۂ براؤن کا ذکر کیا ہے۔ (۵۶۸/۱/۱)

۴۔ سلسلۃ الصادقین، قیاس ہے کہ اس میں مولف نے اپنے مشائخ کا مفصل تذکرہ لکھا ہوگا، لیکن یہ کتاب اب کہیں نہیں ملتی (سٹوری ۱/۲/۱۱۷۱)

۵۔ اسماء الرجال مشکوۃ، موضوع نام سے عیاں ہے اس کے بھی کسی خطی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، خواجہ خرد نے شرح رباعیات (ورق ۲۹۔الف) میں اس کا ذکر کیا ہے، نیز ملاحظہ ہو اسراریہ: ۸۱

۶۔ حکایات الراشدین، کتاب کے نام سے سال تالیف برآمد ہوتا ہے۔

مولف اسراریہ خواجہ کمال محمد سنبھلی، جن کے ساتھ خواجہ محمد صادق کی نشست رہتی تھی اس میں سے ایک رباعی بھی نقل کی ہے (اسراریہ: ۸۱)، حکایات الراشدین کے کسی خطی نسخے کا تا حال ہمیں علم نہیں ہے۔

خواجہ خرد (خواجہ محمد عبداللہ) مولف زاد العاد کے برادر اصغر کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری خواجہ محمد صادق ہمدانی نے قبول کر لی تھی، جو خواجہ حسام الدین احمد کی نگرانی میں ہوئی تھی، خود خواجہ خرد نے انہیں مخدومی لکھا ہے۔ (شرح رباعیات ورق: ۲۹۔الف)

مخدومی خواجہ محمدصادق طغائی ایں فقیر بودند بعد ازاں کہ ایں نسبت واقع شد بخدمت شرف شدند باوالدۂ خود همانگی آنحضرت جا گرفتند، حضرت بایشاں بسایر التفات داشتند و توجہات می فرمودند...... مخدومی را فضائل و کمالات بسیار بود تالیفات لطیفہ از قلم ایشاں ظاہر شدہ مانند

Marfat.com

اسماء الرجال مشکوۃ و کلمات الصادقین و غیرہ آں در اوائل رمضان ایں سال که سال پنجاه و دویم بعد الالف است بهوش تمام ذکر گویاں از عالم رفتند

(شرح رباعیات:۹۲۔الف)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱۔ خواجہ محمد صادق کشمیری ہمدانی کی بہن حضرت خواجہ باقی باللہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۲۔ شرح رباعیات کے مولف خواجہ خرد انہی کے بطن سے تھے اسی لئے خواجہ محمد صادق کو اپنا ماموں بتایا ہے۔

۳۔ خواجہ محمد صادق اس نسبت از دواجگی کے بعد حضرت خواجہ کے حلقۂ مریدین میں شامل ہوئے۔

۴۔ خواجہ محمد صادق کتاب اسماء الرجال مشکوۃ اور کلمات الصادقین کے مولف تھے۔

۵۔ خواجہ محمد صادق ہمدانی کا سال وفات رمضان ۱۰۵۲ھ ہے۔

۶۔ یہی سال شرح رباعیات کا سال تالیف ہے۔

خواجہ محمد صادق، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلی کے شاگرد بھی تھے، انہوں نے خود انہیں جابجا ''حضرت مخدوم'' لکھا ہے (کلمات ۱۴۹، طبقات ۱۰/۴) ان کے علاوہ شیخ فرید دہلوی (ف ۱۰۲۲ھ/ ۱۶۱۳ء) کی خدمت میں بھی مطول پڑھی تھی۔ (کلمات بحوالہ مقدمہ:۱۸)

اسراریہ کے معاصر مولف خواجہ کمال محمد سنبھلی نے، جو خواجہ خرد کے مرید خاص تھے خواجہ خرد کی زبانی خواجہ محمد صادق کے متعلق بعض روایات بیان کی ہیں اور لکھا ہے کہ وہ میرے گہرے دوست تھے، میرے شیخ خواجہ خرد کی خدمت میں اکثر آیا کرتے تھے، انہوں نے مولف سے حضرت خواجہ باقی باللہ سے متعلق کئی روایات بیان کیں، انہوں نے وضاحت کی ہے کہ خواجہ محمد صادق ہمدانی کے ایک فرزند خواجہ محمد صدیق تھے، جو خواجہ خرد کے خاص شاگرد تھے اور انہی کے صحبت یافتہ مرید بھی تھے، وہ عالم فاضل تھے اور جامع مسجد فیروزی، دہلی میں علومہ دینیہ کا درس دیتے تھے، وہ ۱۰۷۱ھ/ ۱۶۶۰ء کو فوت ہوئے اور متصل صفۂ حضرت خواجہ باقی باللہ میں دفن کئے گئے۔ (اسراریہ:۸۱۔۸۲)

خواجہ محمد صادق ہمدانی کا اوائل رمضان ۱۰۵۲ھ کو انتقال ہوا (ایضاً ۸۱)، خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری

Marfat.com

دہلوی کے خانوادہ کے اسماء بصورت شجرہ اس طرح ہیں:

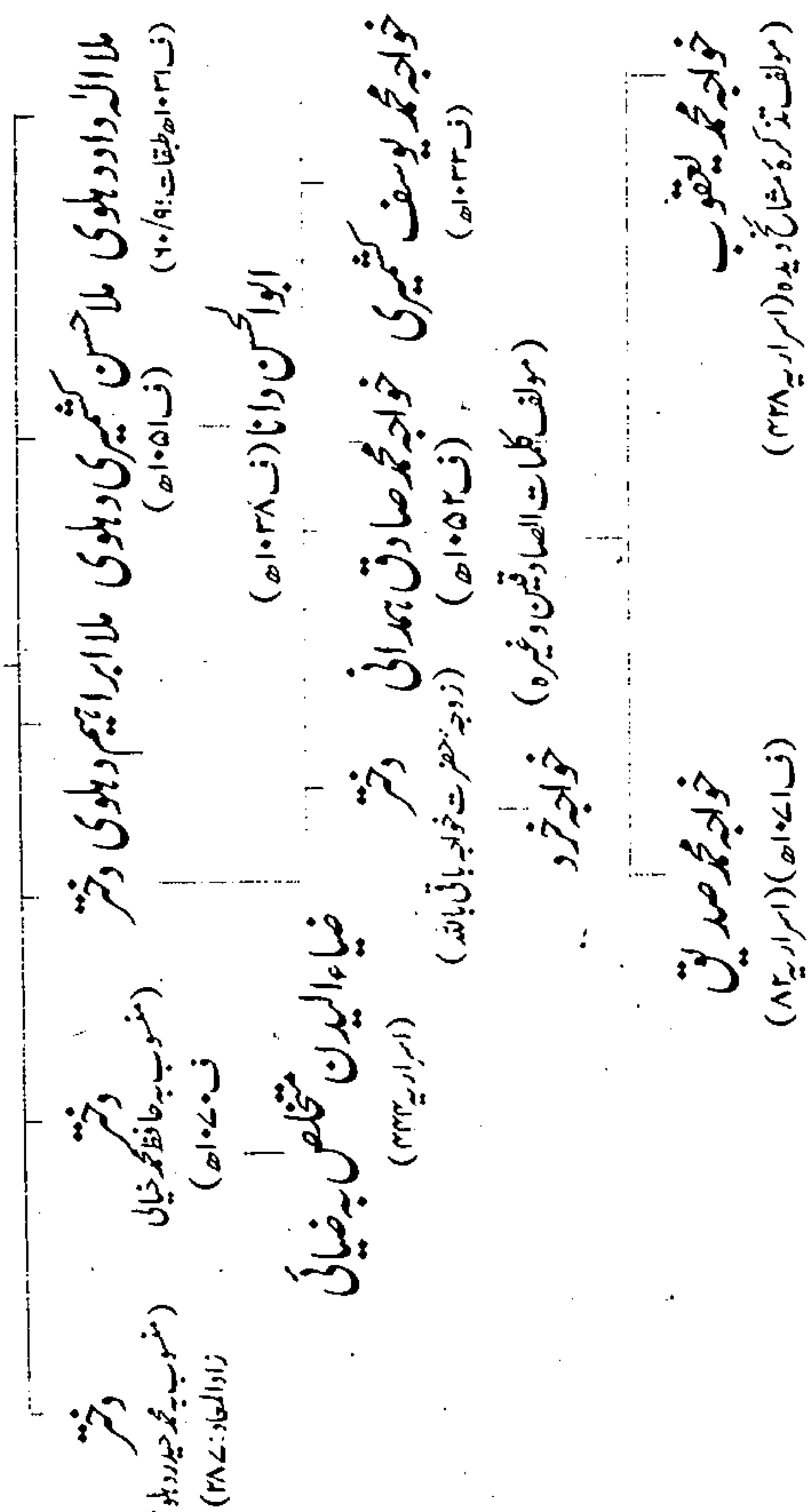

Marfat.com

میاں شیخ جعفر دہلوی

موصوف خطہ دہلی کے نیک نہاد مخدوم زادوں میں سے ہیں، ان کے جد بزرگوار مخدوم اجل اکمل شیخ یوسف قتال رحمۃ اللہ علیہ افغانوں کے عہد حکومت میں ولایت کے صاحب مسند مشیخت اور مظہر آیات کامل تھے، وہ حضرت شیخ کے وصال کے بعد اپنے آبا و اعزہ کرام، جو کہ علم، صلاح اور استقامت سے آراستہ تھے اپنی مشیخت سے ناخوش ہو کر دہلی آئے اور وہاں کے اکابر مشائخ میں ان کا شمار ہوا۔

میاں شیخ جعفر، حضرت خواجہ کے روحانی ظہور کے وقت کم سن ہونے کے باوجود کہ وہ سلسلہ سے ہم رنگی اور موانست نہیں رکھتے تھے، آپ سے ارادت اور طریقہ کی تعلیم سے مشرف ہوئے، انہیں اس طریقہ کی خاص کیفیات میں کامل نصیبہ حاصل ہوا۔

جناب مکرمت آیات میاں شیخ مرتضیٰ (سنبھلی) روایت کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ کے حین حیات میاں شیخ جعفر کی شادی ہوئی، حضرت خواجہ کا طریقہ یہ تھا کہ جس عزیز کی شادی ہوتی تو آپ نوکدخدا کو اپنے پاس بلاتے اور اس سے سہاگ رات کی سرگزشت کے بارے میں پوچھتے، جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے شرم اور حجاب سے کام لیتے ہوئے بتانے سے گریز کیا، جس پر حضرت خواجہ کے دل میں ان کے بارے میں قدرے ملال نے راہ پالی اور انہیں بغیر کسی التفات کے رُخصت کر دیا، جونہی وہ باہر آئے اُسی وقت ان کے پیٹ میں عجیب قسم کا درد شروع ہو گیا کہ انہیں اس سے کسی طرح بھی سکون نہیں ہوتا تھا اور وہ نیم بسمل مرغ کی طرح تڑپتے رہے، ان کی یہ حالت چند گھڑیوں تک جاری رہی پھر حضرت خواجہ کو ان پر ترس آیا اور ان پر توجہ کی اور انہیں اس بلا سے نجات ملی۔

مختصر یہ کہ موصوف حضرت خواجہ کے مقبول اصحاب میں سے ہیں، آخر کار انہوں نے حضرت خواجہ کے حکم پر چند عزیزوں کو شغل طریقہ میں مصروف کیا اور ان کی توجہ کا ان اعزہ پر اثر ظاہر ہوا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد ان کی وضع میں کچھ تغیر ہوا لیکن وہ جلد ہی رفع ہو گیا۔
اب کئی سالوں سے بحمد اللہ سبحانہ انہیں صفاءِ وقت میں ازدیاد اور کیفیات میں رسوخ حاصل ہو چکا ہے، اب وہ اپنے وقت کے نیک اور برگزیدہ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

تعلیقات

میاں شیخ جعفر کے جد اعلیٰ مخدوم شیخ یوسف قتال دہلی کے اکابر میں سے تھے۔

شیخ یوسف قتال دہلوی، قاضی جلال الدین لاہوری کے مرید و داماد تھے، دہلی میں بہت ریاضت کی تھی، ۹۳۳ھ/ ۱۵۲۶ء کو دہلی میں انتقال ہوا، وہیں پل سلطان تغلق کے قریب ان کا مزار ہے (اخبار الاخیار ۱۴۵) شیخ علاء الدین بن نور الدین اجودھنی نے شیخ یوسف کی زندگی میں ۹۰۳ھ/ ۱۴۹۷ء کو ان کا خوبصورت مقبرہ بنوایا تھا (نزہۃ الخواطر: ۴/ ۳۹۸) خواجہ محمد صادق ہمدانی نے شیخ یوسف قتال کی کسی کتاب میں سے ان کے چار اقوال نقل کئے ہیں۔ (کلمات الصادقین: ۱۲۰۔۱۲۱)

خواجہ کلاں کے برادر اصغر خواجہ خرد سے بھی یہی روایت ہے کہ حضرت خواجہ نے اپنے حین حیات شیخ جعفر کو اپنے بعض مریدوں پر توجہ کے لئے فرمایا تو اس کے اثرات ظاہر ہوئے۔ (اسراریہ: ۸۸)

زاد المعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ) کے دوران شیخ جعفر بقید حیات تھے، معاصر مولف شیخ کمال محمد کا بیان ہے کہ وہ ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو فوت ہوئے، شیخ یوسف قتال کی اولاد میں سے ایک اور فرد شیخ ہاشم بھی تھے، جو شیخ جعفر کے ماموں تھے، وہ بھی حضرت خواجہ سے منسلک تھے ان کا انتقال ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء کو ہوا۔ (اسراریہ: ۸۸)

ایک جعفر بیگ تھانی کے حالات طبقات شاہ جہانی (۹/ ۶۳) میں ہیں، جو ۱۰۲۶ھ کو فوت ہوئے جو زیر نظر شیخ جعفر سے مختلف ہیں۔

Marfat.com

میاں شیخ (سید مصطفیٰ) باغ پتی

موصوف، حضرت خواجہ کے روحانی ظہور سے پہلے سلسلۂ قادریہ میں مجاز اور مرخص ہو کر اس سلسلۂ جلیلہ کی مشیخت کی اقامت مراسم میں سرگرم تھے، پھر ایک تقریب سے وہ دہلی تشریف لائے، آپ کی بزرگی کا سن کر آپ سے ملاقات کے لئے آئے، اتفاق سے اس وقت حضرت خواجہ ظہر کی نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے، موصوف اُسی حالت میں اطمینان کے ساتھ جماعت کی صف میں داخل ہو کر حضرت خواجہ کے قریب بلا فاصلہ کھڑے ہو گئے، اثناء قیام وقعود میں آپ کا مبارک ہاتھ ان کی آستین کو چھو گیا جس سے ان پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی، چنانچہ اس کا اثر ان کی ظاہری حالت پر بھی ہوا، انہی سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جونہی حضرت خواجہ کا دست حق پرست میری آستین کو لگا، تو ایک بہت عالی کیفیت میری انگلیوں کے سروں سے داخل ہو کر میری رگوں اور عصبات کے ذریعہ میرے دل میں چلی گئی اور مجھے مجھ سے غائب کر دیا۔

الغرض اس واقعہ کے بعد موصوف نے اپنی مشیخت سے صرف نظر کر لیا اور پھر کامل صدق اور اخلاص کے ساتھ طریقۂ (نقشبندیہ) میں داخل ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے کوشش اور پورے اہتمام کے ساتھ اس طریقہ کی مشق شروع کر دی۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے مستقر اور مسکن کی طرف چلے گئے اور پھر حضرت خواجہ کے وصال سے ساری زندگی اسی طریقہ سے وابستہ رہے اور طالبوں کو اسی سلسلہ میں رہنمائی کرتے رہے۔

اب ان کے بزرگ فرزند میاں شیخ فرخ نے اپنے والد سے طریقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود تجدید بیعت کے طور پر اپنا ہاتھ حضرت میاں شیخ اللہ داد کے ہاتھ میں دے دیا ہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ خود بھی ان کی صحبت میں پہنچے اور فوائد حاصل کئے۔

Marfat.com

تعلیقات

معاصر مولف خواجہ محمد صادق ہمدانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

......سالها بر مسند مشیخت قیام داشت و صاحب سجاده پدران خود بوده و مردم را هدایت می کرده ازاں جا که صدق و راستی تمام داشت، چون آوازه ارشاد و هدایت حضرت خواجه ما شنید ترك مشیخت داده پیش آنحضرت آمده و طلب طریقه نمود و در اندك مدت طریقه نقشبندیه در وی در گرفت و رخصت یافته و در سن هزار و سی و هفت وفات یافت...... (طبقات شاہجہانی: ۹/۴۲-۴۳)

خواجہ محمد صادق نے سید مصطفیٰ کی وفات (۱۰۳۷ھ) پر ایک قطعہ تاریخ بھی لکھا تھا جو انہوں نے طبقات میں نقل کیا ہے۔

Marfat.com

شیخ عمر بنوڑی

موصوف کا تعلق افغان قوم سے ہے، سن شعور سے ہی انہوں نے علوم کی تحصیل اور درجۂ مولویت حاصل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ لی اور دانشمندی کے کمال تک پہنچے، اس دوران وہ بعض اکابر مشائخ سے بھی ملے، ان سے فنون دعوات وعزائم بھی حاصل کئے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کے دنوں میں ان کی عمر شریف تقریباً ستر سال کی ہوگئی تھی، اس عمر میں موصوف فضل وکمال کے ساتھ اپنے وطن میں درس اور تعمیر اوقات میں مصروف تھے۔

حضرت خواجہ کے کمالات بے اندازہ کا شہرہ سن کر اپنے درس اور قدیم اشغال کو طاق نسیان پر رکھ کر بنوڑ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور انواع واقسام کے کمالات میں ترقی کی۔

کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں گزارا اور پھر اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی، جب وہ اپنے وطن پہنچے تو حضرت خواجہ کی محبت واخلاص کی نسبت ان کے قبیلہ کے تمام افراد میں سرایت کر گئی اور وہاں کے ہر گھر اور سرائے میں آپ کی محبت کا چراغ روشن ہوگیا، ان کے گھرانے کے اکثر اشخاص اس طریقہ میں داخل ہو گئے، وہ خصائص شریفہ، جو جناب شیخ عمر نے اختیار کئے یعنی اعمال شاقہ اور ریاضات بھی ایسی کیں، جوان کی قوت سے زیادہ تھیں، جس میں شب بیداری، کثرت نوافل، کبھی کبھی تو اشراق کی ہر رکعت میں پچاس پچاس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتے تھے، طویل قیام کے باعث ان کے مبارک پاؤں میں زخم ہوگئے، مختصر یہ کہ موصوف عبادت واطاعت اور ذکر ومراقبہ میں اپنا سارا وقت صرف کرنے لگے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد موصوف چند مرتبہ آپ کے آستانہ متبرکہ کے طواف کے لئے دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت مبارکہ سے بھی مشرف ہوئے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ کی رحلت کے چھ سات سال بعد وہ عالم بالا کی طرف انتقال کر گئے، ان کی قبر بنوڑ میں زیارت گاہِ متبرک ہے۔

تعلیقات

شیخ عمر بنوری جب اپنے مستقر بنور (من مضافات سرہند) سے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی عمر تقریباً ستر سال تھی، اگر موصوف ۱۰۱۰ھ کو حاضر ہوئے ہوں تو اس اعتبار سے شیخ عمر بنوری کا سال ولادت قیاسی طور پر ۹۴۰ھ (۱۰۱۰-۷۰=۹۴۰ھ) متعین کیا جاسکتا ہے۔

شیخ عمر بنوری، حضرت خواجہ کے وصال ۱۰۱۲ھ کے چھ سات سال بعد فوت ہوئے، یہاں بھی قیاس سے کام لیتے ہوئے شیخ عمر کا سال وفات حدود ۱۰۱۸ھ (۱۰۱۲+۶=۱۰۱۸) فرض کیا جا سکتا ہے، شیخ عمر بنوری کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے، یقیناً یہ مشہور شیخ آدم بنوڑی (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) سے پہلے کی شخصیت ہیں اور زاد المعاد کے مندرجات سے ان کے آبائی سلسلہ تصوف کا اظہار نہیں ہوتا۔

حاجی عبید اللہ سندھی، جو کہ حضرت خواجہ کے مزار مبارک کی دیکھ بھال کرتے تھے، کی شہادت کے بعد خواجہ حسام الدین احمد کے حکم سے شیخ عمر بنوری کے برادرزادہ شیخ عبدالرحمٰن بنوری دہلی آئے اور اپنے خاندان سمیت بارہ سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، خواجہ حسام الدین احمد کے وصال ۱۰۴۳ھ کے بعد وہ واپس بنور چلے گئے اور ان کی بجائے یہ خدمت شیخ عالم نے اپنے ذمہ لے لی (زاد المعاد ۳۰۵-۳۰۶)

یہاں پھر قیاس کا سہارا لیا جا رہا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن، خواجہ حسام الدین احمد کے وصال ۱۰۴۳ھ سے پہلے بارہ سال تک حضرت خواجہ کے مزار کے متولی رہے یعنی ۱۰۴۳-۱۲=۱۰۳۱ھ کو دہلی آئے اسی سال حاجی عبید اللہ سندھی شہید ہوئے ہوں گے۔

Marfat.com

شیخ ابوبکر سنبھلی

موصوف بھی قوم افغان کے اکابر میں سے ہیں، انہیں بھی کم سنی میں ایک جذبہ حاصل ہوا، اپنی قوم کے افراد سے لاتعلق ہو کر حضرت شیخ ابن انبروھی، جو کہ کشف اسرار اور مشائخ ہند میں نمایاں و عجیب تصرفات سے ممتاز تھے، کی خدمت میں جا پہنچے، ان کے پاس رہ کر انہوں نے شدید ریاضتیں کیں، ان کے اشغال و اعمال اپنا لئے، اس وضع پر انہوں نے عرصہ دراز تک زندگی گزاری اور اپنے نصیب کے مطابق ان سے جس قدر مستفید ہو سکتے تھے ہوئے۔

بالآخر انہیں جناب شیخ (ابن) علیہ الرحمۃ نے حضرت خواجہ کی تشریف آوری کی بشارت دی چنانچہ ہمیں میاں شیخ ابا بکر سے یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ ہم نے جو انواع و اقسام کی محنتیں اور ریاضتیں جناب شیخ کی خدمت میں رہ کر کی تھیں ان سے دل و ہمت کو جو کچھ حاصل ہوا، میں اس پر غالب نہ آسکا۔

ایک روز جب جناب شیخ (ابن) وضو کر رہے تھے تو انہوں نے ان کا دامن تھام لیا اور بڑی عاجزی و نیازمندی سے عرض کیا کہ آپ کو حق جل وعلاء کے ساتھ جو دوستی ہے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے خدا تک پہنچائیں، جس پر جناب شیخ فرمانے لگے کہ قریب ہے کہ ولایت بالا (سمرقند) سے ایک نور اور سر عظیم ہندوستان آئے گا، تمہاری (روحانیت) کی کشادگی ان کی خدمت عالی میں ہوگی۔

مختصر یہ کہ یہ بشارت سننے کے بعد شیخ ابا بکر نے اس سلسلہ میں کوشش شروع کر دی اور وہ لاہور پہنچ گئے اور پھر وہ لاہور میں حضرت خواجہ کے دیدار سے مشرف ہوئے، اس طرح ان کا شمار سابقین اوّلین میں ہوا۔

شیخ ابوبکر کی حضرت خواجہ سے عجیب نسبت تھی وہ حضرت خواجہ کی خدمت میں ہمیشہ ناز برداری کے ساتھ رہے، ان سے اس سے پہلے جو بھی غلطی یا بے قاعدگی ہوئی تو آپ وہ معاف فرماتے ہوئے ان سے ملاقات کرتے تھے اور بالکل مواخذہ نہیں فرماتے تھے، اس طرح ان سے جب بھی کوئی ایسا قول یا فعل سرزد

Marfat.com

ہوتا تو احباب بھی ان کو معاف کرتے ہوئے چشم پوشی سے کام لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ شیخ مذکور کے بڑے مناقب میں سے یہ منقبت قابل ذکر ہے کہ انہیں حضرت خواجہ کی طرف سے جنت میں داخل ہونے کی بشارت ملی تھی چنانچہ شیخ مذکورہ کی زبان سے مجھے یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ نے اس بندہ پر مسرت اور مہربانی فرماتے ہوئے کہا کہ تم بہشتی ہو، بندہ نے عرض کیا کہ حضرت کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ میں بہشتی ہوں؟ فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم اہل جنت میں سے ہو اور آپ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے مکشوفات عالیہ کی خواب یا کتاب میں تعبیر فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے بھی اِن کے ساتھ وہی درگزر اور تحمل کا سلوک جاری رکھا، ان کی غیر سنجیدہ مجذوبانہ بلکہ محبوبانہ غفلتوں سے آپ رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے تھے بلکہ آپ کی زبان شریف سے متعدد مرتبہ یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ اگر چہ لوگوں کو خوش جمال چہروں کو دیکھنے سے خوشی ہوتی ہے، مجھے صرف شیخ ابوبکر کو دیکھنے سے سرور ملتا ہے لیکن ان سے آشنائی کی راہ محض انہیں دیکھنے سے نہیں کھلتی ہے۔

الغرض شیخ مذکور جہاں تک جاسکتے تھے وہ یہی تھا، اس سے آگے انہیں رسائی نہیں ہے۔

اس وقت کہ ان کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہوگئی ہے وہ اپنی اُسی وضع قطع سے معروف ہیں۔

تعلیقات

حضرت خواجہ سے منسلک ہونے سے پہلے شیخ ابوبکر سنبھلی امروہہ کے مشہور شیخ طریقت شیخ ابن سے وابستہ تھے۔

شیخ ابوالفتح عبداللہ ملقب بہ بدر چشتی معروف بہ ابن امروہوی کے سال وفات میں اختلاف ہے، معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے، جوان سے ملے بھی تھے ۹۸۷ھ درج کیا ہے (منتخب التواریخ: ۳/۲۸)، اگر یہ سنہ درست تسلیم کرلیا جائے تو حضرت خواجہ باقی باللہ کی عمر اس وقت صرف پندرہ سال بنتی ہے (ولادت ۹۷۲۔۹۸۷=۱۵) شیخ ابن، شیخ علاء الدین چشتی کے خلیفہ تھے۔ (اسراریہ: ۸۹)

گویا شیخ ابن نے نور باطن سے یہ جان لیا تھا کہ حضرت خواجہ ولایت سمرقند سے خلافت یاب ہوکر

Marfat.com

آئے تو شیخ ابو بکر کو ان سے روحانی فیض حاصل ہوگا، یا ممکن ہے کہ ان کے فرزندوں میں سے کسی سے ان کا اتصال رہا ہو، شیخ ابن کے چھ بیٹے تھے تفصیل کے لئے دیکھئے: محمود احمد عباسی: تاریخ امروہہ: ۲/۴۵ (خورشید مصطفیٰ رضوی: تذکرہ بدر چشت، مطبوعہ: ۱۹۷۵ء، اخبار الاخیار: ۴۶۴، نزہۃ الخواطر: ۴/۲۰۳، مآثر الکرام: ۱۴۷)

شیخ ابن سے یہ بشارت حاصل کرنے کے بعد شیخ ابو بکر حضرت خواجہ کی آمد کی خبر سن کر ملاقات و زیارت کے لئے لاہور حاضر ہوئے اور حلقہ ارادت میں شامل ہونے والوں میں آپ سرفہرست تھے۔

زاد المعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ) کے دوران شیخ ابو بکر بقید حیات تھے، شیخ ابو بکر کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی (اسراریہ: ۹۰) ان کی وفات حدود ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو ہوئی اور باغ آستانہ حضرت خواجہ میں دفن ہوئے۔ (اسراریہ: ۹۲)

اسراریہ کے مولف کمال محمد نے، جو ان کے ہم وطن اور عزیز ترین دوست تھے ان کے بارے میں خواجہ خرد کی بہت اہم روایات نقل کی ہیں، جن میں بعض کا خلاصہ یہ ہے:

انہوں نے شیخ جعفر کی علاقائی نسبت سنبھلی لکھی ہے گویا وہ سنبھل کے رہنے والے تھے۔

خواجہ خرد فرماتے ہیں کہ ایک بار شیخ تاج الدین سنبھلی نے اہل سنبھل کی شکایات حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھیں، جن میں شیخ جعفر کا ذکر بھی تھا، حضرت خواجہ نے اس شکایت کو ناپسند کیا، مولف اسراریہ کے والد (سید لعل) کے ساتھ شیخ جعفر کی ہم وطنی کے باعث خوب دوستی تھی، دونوں نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کے ہاں ملازم تھے اور سرائے کڑہ شیخ فرید (فرید آباد، دہلی) میں مقیم رہے، ایک بار شیخ جعفر ان کے گھر مقیم تھے کہ بیمار ہو گئے، حضرت خواجہ عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لائے تھے، مولف کے ساتھ ان کی کم سنی سے بہت دوستی تھی، شیخ جعفر کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی تھی، وہ حضرت خواجہ کا سفارشی رقعہ لے کر برہانپور میں بیرم خان سے بھی ملے تھے۔ (اسراریہ: ۸۹-۹۲)

Marfat.com

اخوند ملا قاسم علی

موصوف کی حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے خاندان عالی شان کے ساتھ قدیم زمانہ سے پیوستگی اور عزیزداری تھی، آپ کی ابتدائی طلب اور ترک (ملازمت) کے زمانہ سے ہی آپ کے ساتھ رفاقت تھی اور آپ کی اعلیٰ درجہ پر خدمت بھی بجالاتے تھے، وہ ابتداء میں مشائخ وقت کی خدمت میں آپ کے پیغام گزار اور خبر پہنچانے والے تھے اور آخر میں جنہوں نے حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کی خدمت میں آپ کا پیغام پہنچایا وہ وہی تھے، ان کی جبلی سعادت اور ان اطوار کے مشاہدہ کی برکت نے آپ کو انہیں اس بہترین کام (خبر رسانی) کے قابل سمجھا، موصوف حضرت خواجہ کے سابقین اوّلین اصحاب میں سے بھی تھے اور آپ کی نظر عنایت سے وہ اس طریقہ کے عالی ترین مقامات پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال سے پہلے موصوف آپ کے حکم کے مطابق ایک عرصہ تک قدوۃ المحققین، تبصرۃ المبصرین، ناقد العلوم والمعارف، قطب الاسلام حضرت میاں شیخ احمد قدس سرہ، جو کہ حضرت خواجہ کے سب سے بڑے خلفاء میں سے ہیں کی خدمت میں رہے اور وہاں بعض مقامات طے کئے، اس کے بعد وہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں آگئے اور پھر آخری سانس تک آپ سے جدا نہ ہوئے، انہوں نے آپ کے حکم پر ہم دونوں بھائیوں (خواجہ کلاں اور خواجہ خرد) اور مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین اور مخدوم زادی مستورۂ عزت واجلال عاجزۂ بزرگ کو فرقان مجید پڑھایا، موصوف اس خدمت کی بجا آوری کے بعد قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہو کر جمعیت اور تلاوت سے وقت گزارتے تھے۔

اخوند صاحب کے عجیب امور میں سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ کلام اللہ کے حافظ نہ ہونے کے باوجود وہ دائمی طور پر قرآن شریف کی اکثر مقامات سے تلاوت کرتے رہتے تھے، سوتے ہوئے اور بخار کے غلبہ کے دوران بھی وہ دو تین پارے زبانی پڑھ لیتے تھے، صحت یابی اور بیداری کی حالت میں ان سے اس قابلیت کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔

Marfat.com

موصوف حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے اکبر آباد کے آخری سفر کے دوران آپ کے ہمرکاب تھے، ان کی خوابگاہ آپ کے آرام کرنے والے بستر کی قریب ہوتی تھی، انہیں آپ نے نماز کی جماعت کا پیش امام بھی مقرر کیا تھا، موصوف اسی سفر میں آپ کی رحلت (۱۰۴۳ھ) سے آٹھ ماہ پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

تعلیقات

حضرت خواجہ کے حکم کے مطابق ملا قاسم علی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہے تھے، معاصر ماخذ زبدۃ المقامات میں ہے کہ:

تربیت او (ملاقاسم علی) حوالہ بحضرت ایشان (مجددالف ثانی) شدہ بود (ص ۳۷۸)

حضرت مجدد الف ثانی اپنے ایک عریضہ بنام حضرت خواجہ میں ملا قاسم علی کی استعداد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے اس پر استغراق و استہلاک کا غلبہ ہے اور اس نے جذبہ کے تمام مقامات سے فوق کی طرف قدم بڑھایا ہے اور صفات کو، جو پہلے وہ اصل میں سے دیکھتا تھا اب وہ باوجود اس کے صفات کو خود سے جدا دیکھتا ہے اور خود کو اس نور سے جس سے صفات قائم ہیں الگ پاتا ہے۔ (مکتوبات:۱/۱/۸)

اسی طرح دفتر اول کے مکتوب نمبر ۱۱ر اور پھر ۱۴ر میں بھی ملا قاسم علی کی روحانی ترقی کا ذکر ملتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے بعد ملا قاسم علی واپس دہلی حاضر ہو کر خواجہ حسام الدین احمد سے منسلک ہو گئے تھے اور تادم حیات آپ سے وابستہ رہے۔

خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر ملا قاسم علی ہم دونوں بھائیوں یعنی خواجہ کلاں اور خواجہ خرد اور ساتھ ہی خواجہ حسام الدین احمد کے بڑے بیٹے خواجہ جمال الدین حسین اور آپ کی بڑی بیٹی کی تعلیم و تربیت پر مامور ہوئے۔

ملا قاسم علی اسی سفر آکبر آباد کے دوران خواجہ حسام الدین احمد کے وصال صفر ۱۰۴۳ھ سے آٹھ مال قبل یعنی حدود جمادی الثانی ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء کو فوت ہوئے، ظاہر ہے کہ وہیں اکبر آباد میں صوفی آباد جہاں حضرت خواجہ حسام الدین احمد کو امانتاً دفن کیا گیا تھا، وہیں دفن ہوئے ہوں گے۔

Marfat.com

حافظ میر جلال الدین محمد طبینتی سمرقندی

موصوف حافظ کلاں میر حافظ باقی کے کمالات کے وارث ہیں، دہلی کی دوسری فتح کے آغاز سے ہی حافظ کلاں مصلی عید، جامع مسجد قلعہ دین پناہ اور جامع قلعۂ فیروز شاہ میں خطابت کے منصب اور تدریس کی مسند پر رونق افروز تھے۔

حضرت خواجہ کے (روحانی) ظہور سے پہلے قلعۂ فیروزی کے درویش آباد میں وہ علوم کے افاضہ اور خیرات ومبرات کے فضائل واشاعت کے باعث پہچانے جاتے تھے۔

حافظ کلاں کی رحلت کے بعد جناب حافظ میر جلال الدین ان کے قائم مقام اور وارث قرار پائے، حضرت خواجہ کے ظہور سے پہلے انہیں حضرت قدسی آیات خواجہ عبدالشہید کی زیارت اور بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا، پھر حضرت خواجہ کے ظہور کے بعد آپ کے طریقہ میں داخل ہوئے تو ان پر عجیب واردات اور قوی قسم کا وجد طاری ہوا۔

حافظ کلاں کے وصال کے بعد جناب حافظ میر جلال الدین ان کے قائم مقام اور ان کے مقامات کے وارث بنے اور نماز میں پیش امام کا منصب بدستور سابق ان کے لئے بحال رہا، نماز میں ان کی دل شگاف قرأت اور اس میں ان کا ہوش رُبا آہنگ بھی قائم رہا۔

حضرت خواجہ بھی کبھی کبھی ان کی ان کے بھائی میر بابا کی (قرأت) کی آواز کامل تاثیر کے ساتھ سنتے تھے اور اس دوران آپ کی روح مبارک کو بدن سے کمال درجہ کی لاتعلقی حاصل ہوتی تھی، اسی لئے آپ ان حضرات کو آواز کی اس قدر لطافت اور آہنگ کے تسویہ سے منع فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک رمضان میں حضرت خواجہ قدس سرہ نے حافظ میر جلال الدین کو قرآن مجید

Marfat.com

سنانے کا امر فرمایا اور ان سے قرار کیا کہ وہ ہر روز ایک پارے سے زیادہ نہ پڑھیں اور الحان کی رعایت پر بھی توجہ دیں، حافظ مذکور نے ان دونوں معاہدوں سے تجاوز کیا، ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے مخلصین میں سے ایک کو یہ فرمایا کہ حافظ صاحب کو ایک پارہ سے زیادہ پڑھنے اور خوش الحانی سے منع کیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی، اگلے روز حضرت خواجہ فرمانے لگے کہ ان کے ساتھ جو شرط طے ہوئی تھی اور حافظ صاحب سے جو کچھ کہا گیا تھا اگر انہوں نے میرا کہا ہوا اب بھی نہ سنا تو میں دیکھوں گا کہ وہ کل کیسے پڑھتے ہیں؟ قضائے الٰہی سے اگلے روز ان کے پیٹ میں درد ہوا اور اتنا بخار ہوا کہ ساری رات صبح ہونے تک وہ بستر پر تڑپتے رہے یہاں تک کہ انہیں ماہ رمضان کے آخر تک وہ عارضہ لاحق رہا، تحقیق یہ ہوا کہ ان کو یہ عوارض حضرت خواجہ کی نارضامندی کے باعث لاحق ہوئے تھے۔

مختصر یہ حافظ صاحب وقت کے نیک افراد میں سے تھے، انہوں نے خطابت وامامت کے منصب کو بطریق احسن ادا کیا، ان میں رقت قلب اور تاثیر کی سرعت کی صفت بہت زیادہ تھی کہ مناصب مذکورہ کی ادائیگی کے دوران اپنی ہی اچھی آواز کی تاثیر سے منبر سے نیچے گر کر زمین پر تڑپنے لگتے تھے یا محراب میں ہی مرگی زدہ اور نیم ذبح مرغ کی طرح بے جان ہو جاتے تھے، ان کی دیر تک یہ حالت رہتی تھی، جب ان کی یہ حالت انتہا کو پہنچ جاتی تھی تو ان کی نہادِ شریف سے ایسی آواز نکلتی تھی جو ''حق حق'' کی آواز کی طرح ہوتی تھی، جو مسلسل آتی رہتی تھی، رحمہ اللہ سبحانہ۔

Marfat.com

تعلیقات

حافظ میر جلال الدین محمد سمرقندی دہلوی مولانا حافظ کلاں کے وصال کے بعد حضرت خواجہ عبدالشہید احراری (ف ۹۸۲ھ/ ۱۵۷۴ء) سے بیعت ہوئے اور آخر میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ (اسراریہ: ۷۰)

حافظ میر جلال الدین سمرقندی کو حسن قرأت کا اتنا ملکہ تھا کہ سامعین محظوظ بھی ہوتے تھے اور ان پر اتنی رقت طاری ہو جاتی تھی کہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے، خود مولف اسراریہ نے کم سنی میں ان کا ایک خطبہ سنا تھا۔ (اسراریہ: ۷۱)

حضرت خواجہ کی بہت سی خوارق وکرامات ان کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئیں، حافظ جلال الدین کا انتقال ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء کو دہلی میں ہوا۔ (ایضاً ۷۶)

یہاں حافظ میر جلال الدین سے مراد میر جلال الدین محمد بن میر شمس الدین محمد ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی میر عبدالفتاح سے کہا کہ جس طرح میں حضرت خواجہ کا مرید ہوں میرے بھائی میر محمد نعمان بدخشی بھی ترک علائق کر کے داخل طریقہ ہو جائیں (مفتاح ۲۴۴ ب)

Marfat.com

مولانا عبدالغفور سنبھلی

موصوف بلدۂ معظم سنبھل کے مخدوموں میں سے ہیں اور اس معمورہ (علاقہ) کی جامع مسجد کی خطابت کے فرائض ان کے ہاں موروثی طور پر چلے آرہے ہیں، (انہیں موروثی طور پر یہ منصب ملا تھا) حضرت خواجہ قدس سرہ جناب شیخ رفیع الدین بن حضرت قطب عالم کی شادی میں شرکت کے لئے قصبہ اعظم پور جاتے ہوئے سنبھل سے گزرے تھے وہاں ان کو حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے حسن اخلاص اور نیازمندی سے طریقہ کی تعلیم کے لئے درخواست کی اور وہ آپ کے اصحاب میں داخل ہوگئے، وہ طریقت کے اکثر مقامات میں حضرت میاں شیخ مرتضیٰ (سنبھلی) طال لقاہ کے رفیق اور قریب تھے اور وہ بظاہر ایک دوسرے کے مصاحب بھی تھے، گمنامی، فقر اور دوام ذکر کے خصائص سے متصف تھے۔

تعلیقات

جب حضرت خواجہ شیخ رفیع الدین بن شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی دہلوی کی شادی میں شرکت کے لئے دہلی سے اعظم پور تشریف لے گئے تو راستہ میں سنبھل بھی گئے، جہاں مولانا عبدالغفور سنبھلی آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے، اخلاص ومحبت کے ساتھ تعلیم سلوک کی درخواست کی، جسے آپ نے قبول فرمایا اور انہیں اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرلیا۔

مولانا عبدالغفور اور میاں شیخ مرتضیٰ سنبھلی کے مابین مصاحبت ودوستی کا گہرا رشتہ تھا وہ کئی بار ایک ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وصال حضرت خواجہ کے بعد بھی آتے رہے۔ (اسراریہ: ۷۸)

مولانا عبدالغفور سنبھلی کتاب زادالمعاد کی تالیف (۱۰۴۴ھ) کے دوران بقید حیات تھے، اسراریہ کے

Marfat.com

مولف خواجہ کمال محمد سنبھلی ان کے ہم وطن اور دوست تھے، انہوں نے اپنے شیخ خواجہ خرد کی کئی روایات ان سے متعلق نقل کی ہیں اور براہِ راست ان سے بھی روایات کی ہیں، انہوں نے ان کی وفات جمادی الاول ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء پر ایک قطعہ تاریخ بھی کہا تھا جو اسراریہ میں موجود ہے۔ (۷۸۔۷۹)

شیخ عبدالغفور کے وصال کے بعد ان کے فرزند شیخ عبدالواسع ان کے جانشین بنے، مولف اسراریہ کے ساتھ ان کی بڑی دوستی تھی، وہ خواجہ خرد کی خدمت میں تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے، ان کا سنبھل میں ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء کو انتقال ہوا، اپنے والد کے پہلو میں سنبھل میں ہی دفن ہوئے، مولف ان کے جنازے میں شریک تھے۔ (ایضاً ۷۹)

شیخ عبدالغفور سنبھلی کے ایک بھائی شیخ رفیع بھی تھے، جو جامع مسجد سنبھل کے خطیب تھے۔ (ایضاً ۷۹)

Marfat.com

مولانا ہاشم سنبھلی

موصوف حضرت میاں شیخ مرتضی (سنبھلی) کے ہمشیرہ زادہ ہیں، وہ صرف بارہ سال کی عمر میں ایک جذبہ سے مشرف ہوئے، وہ اپنے وطن (سنبھل) سے نکلے اور دہلی میں حضرت خواجہ کے دیداز نور آگین کے بعد آپ کی صحبت سے مستفید ہوئے، حضرت خواجہ نے ان پر کمال درجہ کی توجہ مبذول فرمائی، لطف و مہربانی سے ان کی تربیت کی، کبھی کبھار حضور انہیں بعض خدمات پر مامور فرماتے تھے، حضرت خواجہ قدس سرہ کے آخر ایام حیات میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے اس وقت حاضر خدمت حضرات کی رخصت کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کی، جب اصحاب (رخصت ہوتے وقت) آپ کے سامنے آتے اور ایک لحظہ کے لئے توقف کرتے تو حضرت خواجہ رخصت کا اشارہ فرماتے لیکن مذکورہ طریقہ کے برخلاف جب موصوف کی باری آئی تو آپ نے دیر تک اپنی مبارک آنکھوں سے لطف وعنایات کی نظر ان پر مبذول کئے رکھی۔

مختصر یہ کہ موصوف حضرت خواجہ کے مقبولین اور منظورِ نظر حضرات میں سے ہیں، حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے بعد وہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہنے لگے اور آپ جو کچھ اشارہ فرماتے وہ اس کے مطابق اقدام کرتے تھے، آپ کی اکثر محنت طلب ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہونے کا انہیں شرف حاصل ہوا تھا۔

ان میں سے حضرت خواجہ کے عرس کے چالیس روز کے ختمات جس میں ہر روز نو مرتبہ قرآن مجید کے ختم کا اہتمام بھی تھا، موصوف یہ خدمت عالی آپ کے حکم کے مطابق ارادت، تعلیم اور رہنمائی سے انجام دیتے تھے۔

اب بھی اس خدمت کے لئے وہی بااختیار ہیں اور اس وقت تک ان کی عمر پچاس سال ہوگئی ہے،

Marfat.com

انہوں نے نکاح نہیں کیا، وہ حضور سے پیوستہ ہو کر لاتعلق رہ کر تفرید کی حالت میں ذکر اور تلاوت میں وقت گزارتے ہیں۔

تعلیقات

معاصر وہم وطن تذکرہ نویس شیخ کمال محمد سنبھلی نے شیخ محمد ہاشم سنبھلی کا سال وفات ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء لکھا ہے (اسراریہ: ۸۹) اور بعض اہم امور کا بھی تذکرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

از یاران خواجه بیرنگ است آثار و برکات از وی نیك ظاهر بود اخلاق و مروت عالی داشت و غربت شکستگی عالی تر، شیخ من (خواجه خرد) گفته که وی از خرد سالی بصحبت خواجه بیرنگ رسیده و از نسبت شریف متاثر گشته...... و بعد از خواجه بیرنگ بصحبت خواجه ابرار تا آخر عمر پیوسته و نسبت خوبی داشته...... وی را بشیخ مرتضی نسبت خواهرزادگی بود...... من هر گاه از اوائل بابوی می شدم به نسبت وطن مرا دوست گرفتی، پس ازان گاهی که باشیخ من مرا دیدی بهتر ازان لطف داشتی (اسراریہ: ۸۸-۸۹) ملخصاً)

Marfat.com

شیخ عبدالہادی بدایونی

موصوف، حضرت خواجہ قدس سرہ کے قدیم اصحاب میں سے تھے، آپ کی قصبہ اعظم پور اور سنبھل کی سیر کے دوران انہیں آپ کے اصحاب میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی، انہوں نے عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں استفادہ کیا اور پھر اپنے وطن کی طرف مراجعت کی، ان کے اعزہ کی کثیر تعداد یعنی عیال واطفال تھے اور وہ بہت ہی کم درجہ کی معیشت میں ان کے ساتھ خوش وخرم رہے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد صرف ایک مرتبہ دہلی آئے تھے، چند دن تک وہ آپ کے آستانہ کی زیارت اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت سے فائز ہو کر اپنے وطن چلے گئے، اب ایک عرصہ سے ان کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی ہے، یارب اگر وہ زندہ ہیں تو انہیں آفات سے محفوظ رکھ اور اگر گزر گئے ہیں تو انہیں ان کی نیکیوں کے باعث مغفور فرما۔

تعلیقات

شیخ عبدالہادی بدایونی، حضرت خواجہ سے منسلک تھے، خود حضرت خواجہ نے تعلیم وتربیت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد کیا (زبدۃ المقامات: ۳۸۱) وہ آپ کے ہمراہ دہلی سے سرہند آئے، مولانا یار محمد قدیم اور مولانا عبدالہادی ایک ہی حجرہ میں رہتے تھے (حضرات القدس: ۲/۳۴۴)، حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنے ایک عریضہ میں شیخ عبدالہادی کی روحانی ترقی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

ملاعبدالہادی حضور باستغراق درآں پیدا کردہ است و نیز می گوید کہ مطلق

Marfat.com

منزه را جل شانه دز اشیاء صفت تنزیه می بینم و افعال را هم ازو تعالیٰ می دانم،
دولت ایشاں است که بطالبان و مستعدان فائض می شود (مکتوبات:۱/۱۴/۳۵)

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب (۱/ ۲۶۵) بھی شیخ عبدالہادی کے نام ہے، جو "در بیان آنکہ دراختیار عزلت باید کہ حقوق مسلمانان ضائع نشود......" کے موضوع پر ہے۔

مولانا شیخ عبدالہادی بدایونی، بدایون کے متمکن فاروقی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، ۹ر شعبان ۱۰۴۱ھ/۱۶۳۲ء کو فوت ہوئے، ان کا مزار بدایوں میں تکیہ خرم شاہ میں ہے۔

(نسیم احمد فریدی: تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی، مشمولہ تذکرۂ امام ربانی مجدد الف ثانی:۳۴۳)

Marfat.com

میر سیف اللہ

موصوف کے اجداد اور بزرگ خطۂ عراق سے آئے تھے اور (مغلوں کی) بابرکت سلطنت اور ان کے امراء میں معظم وجلیل رہے تھے۔

جب ان کا میرزا سید علی، جو کہ طبقۂ امراء سے تعلق رکھتے تھے کی پاک دامن بیٹی سے نکاح ہوا تو میرزا سید علی، حضرت خواجہ قدس سرہ کے ظہور سے پہلے درویش آباد قلعہ فیروزی کے حافظ کلاں میر حافظ باقی کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے تھے، ان کے اجداد اور اعزہ جو بلدۂ سنبھل میں سکونت رکھتے تھے، انہوں نے اس درویش آباد میں اقامت اختیار کر لی۔

حضرت خواجہ قدس سرہ انہی دنوں دہلی تشریف لائے تھے اور اسی درویش آباد میں قیام فرمایا تھا، موصوف اپنی فطری سعادت مندی کے باعث آپ کے طریقہ میں مشرف ہو کر شاغل ہوئے تھے۔

انہیں کچھ عرصہ آپ کے انوارِ صحبت سے مستفید ہونے کا موقع بھی ملا، ہجوم علائق اور ضروریات کے لئے انہوں نے بعض دولت مندوں (امراء) کے ہاں ملازمت بھی کی۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے بعد انہوں نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ اخلاص وعقیدت کا رشتہ قائم کیا اور آپ کی دائمی صحبت اختیار کرنے کے ارادہ سے چند مرتبہ نوکری بھی ترک کی تاکہ خود کو فقر سے منسلک کر سکیں، لیکن پھر (ضروریات) کے غلبہ سے پریشانی کے عالم میں نوکری اختیار کر لی۔

لیکن اب الحمد للہ وہ سعادت آثار اپنے اس آخری سفر میں سب کچھ ترک کر کے آئے ہیں، انہوں نے کچھ وقت آپ کی خدمت وصحبت میں گزار کر خواجہ حسام الدین احمد کی توجہات وعنایت سے بہرہ ور ہو کر آپ کے جوار میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

Marfat.com

میر حسن

موصوف، حافظ کلاں میر حافظ باقی کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں، میر حسن نظر کی کمزوری کے باعث معذور ہو گئے تھے لیکن اس حالت میں بھی انہوں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں آمد و رفت جاری رکھی اور آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی عنایات ان کے شامل حال رہیں اور آپ میں کامل شفقت و مہربانی ان کے حق میں پیدا ہوگئی چنانچہ آپ کی ذات مبارک خود ان کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوگئی ہے، انہوں نے اللہ کے کلام کو حفظ کرنے کا خاص اہتمام کیا اور آپ کی توجہ کی برکت سے ان کو اس حفظ میں عجیب لذت (حظ) نصیب ہوئی۔

موصوف بچوں کی تعلیم میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے اور پھل وسبزی کا کاروبار بھی کرتے تھے اور پھر رمضان میں قرآن مجید بھی سناتے تھے، اول و آخر تک ان سے ایک بار بھی اس (قرأت) میں غلطی نہیں ہوتی تھی وہ اس قدر صاف اور روانی سے پڑھتے تھے کہ کہیں بھی وقفہ نہیں آتا تھا۔

مختصر یہ کہ ہندوستان کی ساری آبادی میں ان جیسا کوئی دوسرا حافظ معلوم نہیں ہے، انہی دنوں آپ نے ایک ایسی عفیفہ سے ان کا نکاح کر دیا جس کی پرورش آپ کے محل شریف میں ہوئی تھی اور آپ نے اس کی تربیت اور اصلاح خاص طریقہ سے کی تھی۔

انہی دنوں ہم دونوں بھائیوں (خواجہ کلاں وخواجہ خرد) اور مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کو تعلیم دینا ان کے نصیب میں ہوا، انہوں نے اس ذمہ داری کا حق متانت سے اُدا کیا اور قرآن پڑھانے کے بعد ہم لوگوں کا سبق کافیہ اور مختصر قدوری ابھی تک انہی کی خدمت میں جاری ہے۔

پھل اور سبزی کے کاروبار کے بعد ان کی خدمات اور اس درویش آباد کے اکثر طلبہ کے لئے وقف

Marfat.com

ہوتی تھیں، مکتب سے فراغت کے بعد وہ حضرت خواجہ مخدوم زادہ خواجہ سراج الدین محمد کی تعلیم کیلئے پابند ہوتے تھے۔

مختصر یہ کہ موصوف آپ کی اکثر پسندیدہ خدمات آپ کے فرمان کے مطابق بجالاتے تھے، رمضان کے دنوں میں حافظ صاحب پر عجب حالت اور وجد غریب طاری ہوتا تھا، رمضان کے علاوہ اس حالت کا ان پر کوئی بھی اثر نہیں رہتا تھا۔

آپ کے وصال (۱۰۴۳ھ) سے تین چار سال پہلے انہوں نے عالم بالا کی طرف انتقال کیا۔

Marfat.com

شیخ محمد طاہر فیروز آبادی

موصوف کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جو تقویٰ، صلاح، حکمرانی اور دانشمندی سے متصف ہے، ان کے والد گرامی مولانا شیخ مبارک، اکبر بادشاہ کے آغاز حکومت میں شاہی خدمات خاصہ کے لئے دہلی آئے تھے اور خود یہ خدمات حاصل کی تھیں، انہوں نے قلعہ فیروز آباد کی سکونت اختیار کر لی تھی، اس دوران انہیں ابناء دولت (امراء) سے کم صحبتی اور اہل دربار سے کم آمیزشی کا خیال پیدا ہوا۔

اس قلعہ میں جہاں وہ اپنے فرزندوں اور آبائے کرام کے عزیزان کے ساتھ رہتے تھے اپنے ارادہ کے مطابق وقت کے مشائخ کے ساتھ اختلاط رکھنے اور ان کے لئے نیکیاں اور خیرات سے سرگرم عمل ہو گئے۔

ان کا تلاوت کا وظیفہ (معمول) صبح سویرے اٹھنا، کثرت سے سنن اور نوافل ادا کرنا اور قسم قسم کے اوراد و وظائف کرنا، معذوروں اور بدحال لوگوں کی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

ان کے تمام فرزند صلاح اور سعادت مندی سے آراستہ تھے، خاص طور پر میاں شیخ محمد طاہر، جنہوں نے کم سنی سے ہی اپنے عزیزوں اور بھائیوں کی خواہشات کے برعکس حضرت خواجہ قدس سرہ سے وابستہ ہونے کی محبت کی اور آپ کا طریقہ اخذ کرنے کا شرف حاصل کیا اور آپ کے اصحاب واحباب میں شامل ہو گئے، آپ کے عہد میں موصوف نے رزق حلال اور تعمیر اوقات کے لئے خود کو کامل طور پر پابند کر لیا تھا، آپ کے وصال کے بعد وہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کا دامن عنایت مضبوطی سے تھام کر آپ کے حکم کے مطابق اپنے اوقات بسر کرنے لگے۔

لیکن کبھی کبھی متعلقین کی مجبوریوں کے باعث آپ کی سفارش پر امراء کے ہاں ملازمت بھی کر لیا کرتے تھے، پھر آپ ہی کے اشارہ پر نوکری ترک کر کے فقر کی وضع اختیار کر لیتے تھے اور ایسا کئی بار ہوا تھا،

Marfat.com

آپ بھی ان کو درپیش مشکلات میں مدد اور دستگیری کا حق ادا کرنے کا وعدہ بجالاتے تھے، چنانچہ ایک امیر کے ہاں نوکری کے دوران ان پر ایک غیر شرعی توجیہ عائد کی گئی، جس کے باعث انہیں اس امیر نے قید بھی کر لیا۔

خود میاں شیخ محمد طاہر یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز اس قید میں تنگ دل ہو گیا، تو میں نے دل میں اور اپنی فکر میں آپ کی خدمت میں (غائبانہ) التجا کی اور بہت فریاد بھی کی، دوسرے روز (میں نے دیکھا کہ) آپ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے سرہانے پہنچ گئے، قیدیوں کے محافظ آپ کی ہیبت اور دیدار کی عظمت سے ایک طرف ہٹ گئے، پس آپ نے مجھے قید سے رہائی دلوائی اور اپنے ہمراہ لے آئے، جب یہ خبر اس امیر تک پہنچی تو وہ فوراً آپ کی خدمت میں آیا اور اپنے اس فعل کی معافی چاہی۔

الغرض میاں شیخ طاہر آپ کے تربیت یافتہ اصحاب میں سے ہیں اور آپ ہی کے اشارہ پر عمر کے ایک بڑے حصہ سے کتابت کے شغل کو اپنا ذریعہ معاش بنا کر کفالت کر رہے ہیں اور استقامت سے گزر اوقات میں مصروف ہیں۔

تعلیقات

میاں شیخ طاہر فیروز آبادی، خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ تھے، شیخ طاہر فیروز آبادی کے حالات متعارف تذکروں میں نہیں ملتے، ان کے ایک فرزند میاں محمد باقر تھے، انہوں نے بھی خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، شیخ محمد عبداللہ، خواجہ خرد سے بیعت تھے اور زادالمعاد کی تالیف کے دوران انہی کی نگرانی میں منازل سلوک طے کر رہے تھے۔ (زادالمعاد: ۲۹۰)

میاں شیخ طاہر فیروز آبادی نے ہر قسم کی ملازمت ترک کر کے کتابت کا فن اختیار کر لیا تھا، خواجہ خرد نے بھی اس کی وضاحت یوں کی ہے:

مدتھا است کہ بکسب کتابت وجہ قوت بھم می رسانند و باوضاع نیک می گذرانند (شرح رباعیات: ۱۳۰۔۱۳۱)

Marfat.com

شیخ ابراہیم دہلوی

موصوف پنجاب کے نیک افراد میں سے ہیں، ان کے خانوادہ کے اکثر اشخاص عبادت وریاضت سے متصف ہیں، خاص طور پر ان کے والد شیخ بہلول بہت ہی عزیز، بابرکت اور صاحب استقامت تھے۔

شیخ ابراہیم کو کم سنی میں ہی دہلی جا کر حضرت خواجہ بیرنگ کی صحبت کا التزام کرنے کی ازلی سعادت کا" شرف حاصل ہو گیا تھا، وہ دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور حضرت خواجہ قدس سرہ نے جلد ہی ایک مستورہ کے ساتھ جو طہارت اور عفت سے آراستہ تھیں نکاح کرنے کی تجویز کی، پھر کامل شفقت اور التفات سے یہ کار خیر انجام دیا، کچھ عرصہ کے بعد ہی نواب مرتضٰی خان (فرید بخاری) علیہ الرحمۃ سے ان کے لئے وظیفہ بھی جاری ہو گیا اور وہ ان کے ساتھ رہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے بعد موصوف کو حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی مہربانی وعنایت کے سایہ میں ہی پناہ مل گئی، انہیں آپ کے خانوادہ اور املاک کی خدمت پر مامور کیا گیا، جس سے وہ اپنے اوقات اطاعت، عبادت اور تلاوت سے بسر کرنے لگے۔

اس دوران انہیں کئی ازواج نصیب ہوگئیں، جس سے وہ کثیر عیال داری اور ان کے رشتہ داروں کے باعث زیر بار ہو گئے، آپ اس وقت بقید حیات تھے اس لئے انہوں نے اہل وعیال کے بوجھ کا غم نہ کیا۔

اب آپ کی رحلت کے بعد بھی وہ فقر اور محنت کی طرف متوجہ ہیں اور اسی طرح اللہ سبحانہ کی حمد کے ساتھ قناعت، خوشنودی اور خوشی کے ساتھ اپنی گزر بسر کر رہے ہیں۔

Marfat.com

خواجہ احمد پراچہ

موصوف لاہور کی قوم پراچہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کا شمار حضرت خواجہ قدس سرہ کے اصحاب میں ہوتا ہے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ محبت و اخلاص کی نسبت درست کر کے دل و باطن سے پیوستہ ہو کر آپ کی درگاہ لطف و عنایت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انہی دنوں وہ آپ کی جانب سے سخت خدمات پر مامور ہوئے اور ان نازک خدمات سے عہدہ برآ ہو گئے، اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جب آپ حجاز مقدس کے سفر کے لئے عازم ہوئے تو آپ کے دل انور میں یہ خیال آیا کہ مخلصین میں سے کسی ایک کو خشکی کے راستہ بھی بھیجا جائے تا کہ اس راہ کے حقائق سے کماحقہ واقفیت حاصل کی جاسکے اور پھر اس کے واپس آنے کے بعد فیصلہ کیا جائے، اسی خواہش کے تحت آپ نے اس خدمت کے لئے خواجہ احمد کی طرف اشارہ فرمایا تو انہوں نے مردانہ وار اس طرف قدم ہمت بڑھایا، تین سال کے سفر حجاز کے بعد وہ واپس آئے اور انہوں نے اس سفر کے خشکی کے راستہ کی آسانیاں اور دشواریاں بیان کیں۔

انہوں نے آپ کی خدمت میں کچھ عرصہ بسر کیا اور آپ کے حین حیات ہی اس زندگی کے عارضی لباس کو اتارا، (فوت ہو گئے)۔

Marfat.com

مخدوم میاں شیخ کمال

موصوف ریاضت ومجاہدہ کے اکابر بزرگوں میں سے تھے اور انہوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ حضرت شیخ بہلول قادری کی خدمت میں تصفیہ اور تزکیہ کے ساتھ گزارا تھا اور وہاں سے سعادتیں حاصل کی تھیں، جب حضرت خواجہ کے ظہور کی ابتدا میں شیخ بہلول رحلت فرما گئے تو ان کے وصال کے تیسرے روز حضرت خواجہ تعزیت کے لئے حضرت شیخ کے ہاں تشریف لے گئے، وہاں میاں شیخ کمال کی نظر حضرت خواجہ کے جمال باکمال پر پڑ گئی تو انہوں نے اپنا ہاتھ عقیدت مندی سے حضرت خواجہ کے ہاتھ میں دے دیا اور اپنے اہل وعیال سمیت درویش آباد قلعۂ فیروزی میں سکونت اختیار کر لی، پھر بہت ہی کم عرصہ میں بڑے بڑے انعامات حاصل ہوئے۔

ان میں سے ایک غیب کا کشف اور ارواح طیبہ کا شہود ہے، جو انہیں پوری طرح حاصل ہو گیا تھا چنانچہ حضرت خواجہ خود کبھی کبھار ان سے بعض احوال کے کشف کے سلسلہ میں نشان کرتے اور توجہ کرنے کا امر فرماتے تو وہ کچھ دیر کے لئے اپنا سر مراقبہ میں جھکاتے، پھر ان کے داہنہ شانہ میں حرکت ہوتی اس وقت وہ سر اُٹھاتے اور جو اطلاع ملتی اس سے آگاہ کرتے، اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ان سے کبھی حضرت احرار قدس اللہ سرہ کی روح مبارک سے استفسار کرنے کا امر بھی فرماتے تھے تو وہ انہی الفاظ میں جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ تکلم خاص فرماتے تھے بیان کرتے تھے اور وہ الفاظ میاں شیخ کمال کے کانوں تک نہیں پہنچتے تھے مثلاً برادر اور چچا وغیرہ، حضرت خواجہ انہیں خوش طبعی کے طور پر نجومی کہا کرتے تھے۔

جب میاں شیخ کمال کے کشف کی تیزی کی شہرت شہر (دہلی) میں پھیلی تو ہر محلہ اور کوچہ سے بہت سے لوگ ان کے پاس آنے لگے اور جو کوئی جو کچھ بھی پوچھتا اُسے اس کا جواب مل جاتا، جب اس تکبر کا علم حضرت خواجہ حسام الدین احمد کو ہوا تو انہوں نے اس معاملہ کی نازیبائی کو حضرت خواجہ کی سمع مبارک تک

Marfat.com

پہنچایا، تو حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ کی صوابدید کے مطابق ان کے کشف کو روکنے کی طرف توجہ کی اور جناب میر سید احمد سے فرمایا کہ جاؤ اور میاں شیخ کمال کے کان میں جا کر کہو کہ میں نے تمہارے باطنی کشف کے شگاف کو تنگ کر دیا ہے، جناب میر اُسی وقت گئے، انہوں نے مذکورہ پیغام میاں شیخ کمال کے کان میں کہا، ابھی ایک ساعت ہی گزری تھی کہ میاں شیخ نے واویلا کرنا شروع کر دیا، اسے جزا اور سزا سے تعبیر کیا، چند روز تک ان کا یہی حال رہا آخر حضرت خواجہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی اور انہیں اس سے زیادہ بلند مرتبہ حال سے روشناس کروایا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے چند سال بعد تک میاں شیخ کمال بقید حیات رہے اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت وصحبت میں رہ کر اپنی نسبت کو خاص تقویت دی، بالآخر انہوں نے وصال کا خالص ذائقہ چکھا یعنی عالم قدس کی جانب انتقال فرمایا، مرحوم کی پسندیدہ عادات سے آراستہ دختر خلافت مآب میاں شیخ رستم کے فرزندوں کی والدہ ہوتی ہیں، جو کہ اپنے اوقات عصمت اور پاکیزگی سے بسر کر رہی ہیں۔

تعلیقات

میاں شیخ کمال کی بیٹی حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ رستم سے منسوب تھیں، جو میاں شیخ رستم کے فرزندوں کی والدہ تھیں، معاصر مولف کمال محمد سنبھلی نے ان کے ایک فرزند شیخ محمد قلی کا ذکر کیا ہے، جو عالم و صوفی تھے، انہوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوۃ فارسی کی لغات سراج المشکوۃ کے تاریخی نام سے تالیف کی تھی، شیخ محمد قلی کا انتقال ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء کو ہوا۔ (اسراریہ: ۶۷-۶۸)

Marfat.com

حافظ حبیب لاہوری وحبیب ناگوری

یہ دو عزیز ان جملہ خوش نصیب سعادت مندوں میں سے تھے، جنہوں نے اپنے مستقر اصلی اور اپنے خاندانی اطوار ترک کر کے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں بسر کئے اور اس سلسلہ (نقشبندیہ) کی نسبتوں سے فائز ہوئے، وہ اس دنیا میں اس دنیا اور اس کے تمام علائق سے لاتعلق ہو گئے۔

حاجی عبیداللہ سندھی

موصوف حضرت خواجہ کے ظہور کے آخری ایام میں مناسک حج کی ادائیگی کے بعد اپنے وطن (سندھ) جاتے ہوئے دہلی میں حضرت خواجہ کے دیدار شریف کی سعادت سے مشرف ہوئے تو انہوں نے آپ کی خاطر اپنے وطن جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور کامل اخلاص وارادت سے طریقۂ شریفہ میں داخل ہوئے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد انہیں آپ کے آستانۂ متبرکہ کی جاروب کشی کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے عرصہ دراز یعنی تقریباً سترہ سال تک یہ خدمت انجام دی، انہوں نے اس تمام مدت میں بہت ہی کم معیشت اور آمدنی میں اس مقدس مقام پر آنے اور جانے والوں کی مہمانداری مناسب طریقہ پر کی، ان کی سخاوت، ہمت اور خدمت کی بدولت آپ کا گوشۂ منورہ (روضۂ حضرت خواجہ) اس وقت کے مشائخ کا مرجع ومرکز بن گیا۔

آخر کار انہوں نے اپنی فتنہ پرداز اور نااہل زوجہ کے ہاتھوں شربت شہادت پیا، ان کی یہ بے سعادت بیوی بھی چندروز کے بعد بہت رسوائی کے ساتھ قصاص میں دھر لی گئی۔

ان کی شہادت کے بعد میاں شیخ عبدالرحمٰن بنوری برادرزادۂ جناب شیخ عمر بنوری اپنے وطن اور مسکن

Marfat.com

(بنور) سے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ وہاں آئے اور آستانہ عالیہ کی مجاورت کی خدمت پر مامور ہوئے۔

موصوف بھی صفاء باطن اور صحیح اطوار سے آراستہ ہیں اور حضرت خواجہ کی صحبت میں رہ کر طریقہ کے اخذ کا شرف حاصل کیا تھا، آنے جانے والوں (زائرین) کو کھانا دینا اور ان کی خدمت پر کامل توجہ مرکوز کر رکھی ہے، انہوں نے بارہ سال تک یہ خدمت انجام دی، حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے وصال (۱۰۴۳ھ) کے بعد انہوں نے اپنے وطن (بنور) کی طرف مراجعت کی۔

ان دنوں (۱۰۴۴ھ) ایک اور درویش شیخ عالم جن کا نام ہے اور وہ نامرادی، صلاح اور عبادت سے آراستہ ہیں، اس سعادت سے مشرف ہیں۔

یا الٰہی اس آستانہ شریفہ کی یہ خدمت اور جاروب کشی کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے صدقہ تا قیامت درویشوں اور صلحاء میں رائج رہے۔

ملا سد ہاری

ان کا تعلق کنبوہ قوم سے ہے، انہیں حضرت خواجہ کے دہلی میں ابتداء ظہور کے وقت ہی صحبت کا شرف حاصل ہو گیا تھا، موصوف حضرت خواجہ قدس سرہ کے معاملات زندگی میں میاں شیخ الہ داد کے معاون ودستیار تھے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں بدستور سابق دیہہ اور بازار کے تمام معاملات کی انجام دہی پر مامور رہے اور اس کے ساتھ شغل، ذکر، عبادت اور اطاعت میں زندگی بسر کی۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی رحلت کے چند سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

شیخ بایزید

موصوف اپنے وقت کے نغمہ ساز اور گلوکار تھے، وہ اپنے اس فن میں کامل مہارت رکھتے تھے، ایک روز وہ خواجہ احمد پراچہ (لاہوری) کے ہمراہ حضرت خواجہ کے دیدار منور سے مشرف ہوئے تو اسی وقت اپنی وضع اور کردار سے رجوع کرلیا اور پھر پوری نیاز مندی اور انکساری کے ساتھ طریقہ کی تعلیم کی درخواست کی اور شغل حاصل کرنے کی سعادت سے مشرف ہوکر دن رات مراقبہ اور استغراق میں زندگی گزارنے لگے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے دیدار مبارک اور دل و جان سے پروانہ وار عاشق ہوگئے، صاحب اولاد اور دو جوان سال بیٹیوں کے باوجود انہیں روزگار کا کوئی غم نہیں تھا، ان کے دل میں یادِ حق کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی تھی، انہوں نے اسی طرح آپ کی خدمت میں رہ کر اس دنیا سے انتقال کیا۔

Marfat.com

ملا دُلہ

موصوف حضرت خواجہ کے ظہور کے درمیانی زمانہ میں ملک پنجاب سے دہلی آئے اور آپ کے عزیزوں اور درویشوں کی صحبت اختیار کر کے سعادت کا کسب کیا، آپ کے آخری ایام حیات میں طریقہ سے مشرف ہوئے، ان کی کامل خوش نصیبی یہ تھی کہ جب حضرت خواجہ اپنے حاضر خدمت اصحاب کو یاد فرماتے تو اس طرح مخاطب ہوتے کہ میاں شیخ اللہ داد سے لے کر ملا دُلہ تک سب جانتے ہیں کہ بات ایسے اور ایسے ہے، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے ان کا تعلق قائم ہو گیا تھا وہ آپ اور مخدوم زادۂ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کی صحبت میں رہنے لگے، یہاں تک کہ اس دُنیا سے انتقال کر گئے۔

حضرت خواجہ کے ظہور سے قبل جب آپ مولانا بزرگ (خواجگی املنگی) کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے سمرقند گئے تھے تو حضرت خواجہ حسام الدین احمد ہی آپ کے خلیفہ و جانشین اور داعی تھے۔

چنانچہ حضرت میاں شیخ تاج (الدین سنبھلی)، حضرت الہ داد، میاں شیخ رفیع الدین (محمد)، میر سید احمد، مرزا منصور بیگ بن مہدی خان، ملا قاسم علی، شیخ ابا بکر وغیرہ ان دنوں حضرت خواجہ کے سمرقند سے (خلافت یاب ہو کر) واپس آنے کا انتظار کرنے والے اصحاب آپ کی ہی خدمت میں جمع رہتے تھے۔

یہ قصہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قصہ کی مانند ہے کہ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی ایام اور ظہور نبوت سے پہلے جب کہ آپ ﷺ کوہِ حرا میں آمد و رفت فرماتے تھے تو ان دنوں میں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ، جانشین اور داعی حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) ہی تھے اور آپ کے اکثر اصحاب کرام حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد ابن ابی وقاص، حضرت عمار بن یاسر و حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جمع ہوتے تھے اور آپ ہی کی دلالت اور نصیحت کی بدولت انہیں آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا اور ظہور نبوت تک ان اصحاب کے نان ونفقہ، کپڑا، رہائش اور روزگار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہی ذمہ تھا۔

اسی طرح حضرت خواجہ قدس سرہ کے ظہور سے پہلے مذکورہ بالا اصحاب حضرت خواجہ حسام الدین کی خدمت میں جمع ہوکر گزربسر کرتے تھے اور آپ کے فوائد خاصہ سے مستفید ہوکر نفع حاصل کرتے تھے اور پھر حضرت خواجہ کے سمرقند سے واپس آنے پر ان میں سے اکثر مذکورہ اعزہ آپ ہی کی رفاقت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی صحبت مبارک میں پہنچے تھے۔

Marfat.com

حضرت بی بی زہری

موصوفہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی دوسری زوجہ محترمہ اور حضرت مخدوم زادہ کمالات انتساب خواجہ سراج الدین محمد کی والدہ ہیں، اس عزیزہ کی تعریف وتوصیف اور وضع داری یہ ہے کہ انہوں نے چوبیس سال تک آپ کے ساتھ منسلک رہ کر آپ کے آداب، تعلیم، تلقین اور تفہیم میں اختصاص حاصل کیا اور اس میں انہوں نے اپنی ساری قابلیت وصلاحیت صرف کر دی اور وہ کون سی ایسی استطاعت اور خوبی تھی، جو انہوں نے نکاح سے لے کر آپ کے سال وصال تک آپ کی مصاحبت میں صرف نہ کی ہو، آپ کے مشرب، کردار، زندگانی، عقل و دانائی، عبادات و اطاعات، اشغال و مراقبات اور آپ کے تمام خصائص سے کامل واقفیت حاصل کر لی تھی۔

آپ نے اپنے تمام مالی معاملات بھی انہی کے سپرد کر رکھے تھے۔

جناب خلافت مآب میاں شیخ رستم سے روایت ہے کہ جلیلۃ الملۃ والدین ام الکرام حضرت بی بی فاطمہ، جو کہ بڑے مخدوم زادہ خواجہ جمال الدین حسین کی والدہ تھیں کی وفات کے ایک عرصہ بعد حضرت ام العارفین (بی بی زہری) کے ساتھ نکاح کا واقعہ ہوا وہ اس طرح کہ ایک روز آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب سید السادات ومنبع الکمالات شیخ محمد یوسف سجادہ نشین شیخ عبدالوہاب بخاری علیہ الرحمۃ والغفران تشریف لائے، یہ اس عالی نژاد، صاحب سجادہ کو آپ کے ساتھ خاص محبت اور کامل عقیدت حاصل ہو گئی تھی، وہ ہر فرصت کے موقع پر آپ کی زیارت کا قصد کرتے تھے اور ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے، جس سے وہ انتہائی درجہ نیازمندی اور کسر نفسی سے طریقہ کی تعلیم کی درخواست کرتے تھے، لیکن آپ اپنے دستور کے مطابق اس امر سے بہت ہی انکسار سے کام لیتے ہوئے خود کو دور رکھتے تھے، اسی روز آپ کے دل مبارک میں یہ بات آئی کہ وہ بات کریں جس سے اپنے ہی حالِ کا قصور ظاہر ہو ممکن ہے کہ اس سے وہ عالی نژاد

Marfat.com

صاحبزادہ تعلیم طریقہ کی درخواست پر زیادہ مبالغہ نہ کرنے پائیں جس پر آپ نے فرمایا کہ ان دنوں مجھ پر بڑی عجیب سی کیفیت طاری ہوئی ہے کہ خواجہ جمال الدین حسین کی والدہ کی بیماری کے دوران مجھے بالکل ہی ان کی صحت کے لئے دعا کی توفیق نہ ہوئی، لیکن ان ایام کہ ان کی وفات کو عرصہ دراز گزر چکا ہے ایک روز میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں توجہ کروں کہ وہ زندہ ہو جائیں۔

میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خود کو اس امر خطیر پر تنبیہ کروں لیکن کسی طرح بھی وہ خواہش میرے دل سے رفع نہیں ہوئی مجبوراً میں نے دعائیں کیں لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، وہ بزرگ زادے جو کامل ادب اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس بات پر تعجب نہ کیا بلکہ عرض کی کہ آپ نکاح ثانی کے لئے راضی ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو نکاح (ثانی) پر رضامند اور خوش ہوں، جس پر اس بزرگ زادہ نے کہا کہ اب آپ کی دعا قبول ہوگئی ہے اور اس کا اثر بھی ظاہر ہو گیا ہے اور چونکہ آپ اس مواصلت (نکاح) پر راضی ہیں تو گویا آپ کی پہلی بیوی پھر سے زندہ ہوگئی ہیں، آپ اس صاحبزادہ کی اس توجیہ اور تاویل سے بہت خوش ہوئے اور اس بزرگ کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اس بزرگ زادہ کی مجھ سے عقیدت اور اخلاص بالکل صحیح اور درست ہے۔

الغرض حضرت امّ العارفین (بی بی زہری) بہت کم وقت میں حضرت امّ الکرام (بی بی فاطمہ) کے مقام پر پہنچ گئیں اور وہ ظاہری و باطنی طور پر ان زین المغفورات (بی بی فاطمہ) جیسی محبت و ہمدری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ان کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات مبارکات میں سے ایک صاحبزادی علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے نام پر فاطمہ زہریٰ تھا، چنانچہ اسی طرح وہ بھی ان دو ذوات کرام میں منقسم ہوگئیں، ان کے نام کا پہلا جز تو حضرت امّ الکرام (بی بی فاطمہ بنت شیخ مبارک ناگوری) کے نام سے اور دوسرا جز حضرت امّ العارفین (بی بی زہریٰ) سے مل کر بی بی فاطمہ زہریٰ بنا ہے، جو ان دو ذوات طیبہ کے کمالات عالی شان کے ایک دوسرے میں ضم ہونے کے باعث ہے، جو حضرت امّ العارفین کے کمالات کے باعث ہے، وہ قدوۃ المطاہرات ہمیشہ اپنی توجہ آپ کے اشارہ چشم سے فرمان کے صادر ہونے کی منتظر رہتی تھیں اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی تھیں۔

Marfat.com

شدید فقر اور غربت کے زمانہ میں بھی انہوں نے کسی قسم کا تقاضا یا حاجت کا ذکر نہیں کیا بلکہ صبر وقناعت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، جس حال میں بھی ان کو رکھا گیا وہ اس میں خوش رہیں۔

آپ کی وفات سے آٹھ سال قبل ایک قسم کی وسعت اور فراغت (مالی خوش حالی) رہی، مدد معاش حاصل رہی اور لاہور والی حویلی کا ہر سال کے آغاز پر کرایہ بھی تین چار ہزار روپے کے برابر آجاتا تھا، جس پر آپ نے اپنا اور اپنی اہلیہ کا تھوڑا سا قرض ادا کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور اپنی اس زوجۂ محترمہ کے سپرد کر دیا کہ وہ ادا کریں۔

ان اُمور میں سے جو اس مسکین (خواجہ کلاں) کے ذہن میں اس وقت محفوظ ہیں چند اخراجات ہیں جو کہ طبعی اور رسمی ضروریات میں سے ہیں اور ان پر ہر سال بہت سا روپیہ صرف ہو جاتا تھا۔

سب سے پہلے تو درویش آباد قلعہ فیروزی کے قرب وجوار میں رہنے والے اکثر ایسے افراد بھی تھے، جن سے آپ کا کوئی نسبی تعلق نہیں تھا لیکن آپ ہر روز انہیں نان پختہ اور ان میں سے ہر ایک کے لئے آپ نے کسی نہ کسی تقریب سے غلۂ خام مقرر کر رکھا تھا، جس پر ہر سال تقریباً چار سو روپے خرچ ہو جاتے تھے، اس کے علاوہ تقریباً ہر سال ہمارے مشائخ میں سے چالیس بزرگوں کے عرس وہ خاتون محترمہ کرواتی تھیں اور ہر عرس کے لئے دن مقرر کر دیئے گئے تھے اور ہر عرس پر تقریباً بیس روپے خرچ ہو جاتے تھے اور اس قسم کے اخراجات پر ہر سال پانچ چھ سو روپے تک صرف ہو جاتے تھے، اس پر یہ بھی ہوتا تھا کہ نواب سپہ سالار مہابت خان جب دہلی میں ہوتا کبھی روزانہ اور کبھی دو روز بعد اس کی تالیف قلب کے طور پر کھانے کے وقت کھانے کے نو طشت اس کے ہاں بھیجے جاتے تھے جس پر ہر مرتبہ دس بارہ روپے خرچ آتے تھے جس پر ہر سال تقریباً دو ہزار روپے خرچ ہو جاتے تھے۔

اسی طرح خانقاہ (شریفہ) کے مقام مسافروں اور صلحاء وغیرہ، جو کبھی کبھار خلق خدا کی خدمت کے لئے آپ کے حکم پر ٹھہر جاتے تھے، جن کے خرچ کے لئے تقریباً پچاس روپے اپنی زوجۂ محترمہ کے حوالہ کرتے تھے یہ خرچ بھی ہزار روپے سے زیادہ ہو جاتا تھا۔

اسی طرح بعض ترکیبات، ادویات اور مفید عطریات، جو کہ آپ بوقت ضرورت عامۂ خلق کو دیتے تھے مثلاً مومیائی عملی، حب رام موتی، کو یہاء انہراک، فالج کے علاج کے لئے تیل، پسے ہوئے دانے، عرق

Marfat.com

گلاب، عبیر، موم اور تیل اور اس قسم کی دیگر اشیاء محض خدا واسطے صرف کرنے کے لئے تیار رکھتے تھے اور اس پر تقریباً ہر سال پانچ سو روپے خرچ کرتے تھے۔

الغرض آپ ہمیشہ کمر ہمت باندھ کر اور ارادہ مصمم کر کے منتظر رہتے تھے کہ کسی بھی آسان تقریب اور حیلہ سے امداد فرماتے رہیں اور اپنے گھر پر نگاہ نہ فرماتے تھے اور وہ محترمہ (بی بی زہری) بھی عورتوں کی طرح عاقبت بینی کی ناقص فکر کو اپنے خیال میں ہی نہیں لاتی تھیں اور ان مذکورہ اخراجات پر تنگ دلی اور ملال کا اظہار نہیں کرتی تھیں، ہر سال اس خرچ میں اضافہ ہی ہوتا رہتا تھا۔

اب اس پاکباز خاتون پر قرض زیادہ سے زیادہ ہوتا جاتا تھا لیکن آپ کے آزادانہ اخراجات اور ایثار میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

چنانچہ مجھے آپ کی زبان مبارک سے کئی بار یہ سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وعنایت سے مجھے یہ ہرگز یاد نہیں ہے کہ جب کبھی بھی میں خواجہ سراج الدین محمد کی والدہ کے گھر گیا تو وہاں صادق الاخلاص مریدوں میں سے کسی نہ کسی کی طرف سے کوئی گراں قسم کی سخت ضرورت جو غیر واجب بھی ہوتی تھی اور کسی نہ کسی مکر اور حیلہ بے وقت و بے جا فرمائش نہ کی گئی ہوتی تھی، وہ محترمہ اس سے کبھی روگردانی نہیں کرتی تھیں، لیکن ہم خود ہی گہری نظر سے یہ دیکھ لیتے تھے کہ یہ کوئی شخص گویا اس طرح فرمائش کر رہا ہے جیسے کوئی کسی کے گھر غارت گری و تباہی سے داخل ہوا ہو، لیکن پھر بھی ہم محترمہ کی فرمائش قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔

یہ گویا ان نیک نہاد محترمہ کے قابل تعریف خصائص ہی تھے اور آپ کی عنایت، التفات اور شفقت ان کے شامل حال رہی، چنانچہ جب آپ نے اپنا مختصر سا وصیت نامہ لکھوایا تو اس میں فرمایا کہ ہم اس محترمہ سے راضی ہیں اور جو کوئی ہمیں راضی رکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ انہیں راضی رکھے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے وصال کے بعد محترمہ نے جو عجیب عادت اپنائی وہ طبقہ نسواں کے حوصلہ سے خارج ہے، وہ ہمیشہ کسی نہ کسی طور سے روزہ رکھتی تھیں اور انہوں نے گوشت، گھی، مٹھائی، پھل اور اہل دنیا کی طلب کی تمام اشیاء ترک کر دی تھیں، موصوفہ زمین پر ہی آرام فرماتی تھیں، آپ ہر روز نو پارے

Marfat.com

تلاوت کرتی تھیں۔

اس معمول کی ریاضت کے علاوہ فقراء ومساکین کو کھانا دینا اور سرکار (خانقاہ) کے انتظام، متعلقین کی تربیت، گھر کے خاص افراد کی نگہداشت، نام وناموس کی حسب سابق حفاظت کرنا بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔

اے رب کریم! اس قابل تعریف مخدومہ کی ذات والا صفات کو جہاں تک ممکن ہو سکے ہر قوم کے ہادی کے صدقہ محفوظ ومامون رکھنا۔

تعلیقات

حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے اپنی پہلی اہلیہ بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری کی وفات ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء کے ایک عرصہ بعد دوسرا نکاح بی بی زہری سے کیا، جو کہ مخدوم زادۂ خرد خواجہ سراج الدین محمد کی والدہ تھیں، بی بی زہرہ ولیۂ عصر بی بی دولت کی صاحبزادی تھیں، جو حضرت خواجہ باقی باللہ کی تربیت یافتہ اور خلافت یاب تھیں۔

جب سید شیخ محمد یوسف بخاری سجادہ نشین درگاہ شیخ عبدالوہاب بخاری خواجہ حسام الدین احمد سے ملنے کے لئے آئے تو ایک خواب کے بیان پر شیخ محمد یوسف نے آپ کو اس کی تعبیر کے طور پر نکاح ثانی کی طرف متوجہ کیا۔

شیخ محمد یوسف بخاری اپنے جد اعلیٰ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی (۸۶۹-۹۳۲ھ/۱۴۶۴-۱۵۳۵ء) کی درگاہ کے سجادہ نشین اور معروف روحانی شخصیت نواب مرتضیٰ فرید بخاری سے بھی مؤدت اور رشتہ داری کے باعث خوشگوار مراسم رکھتے تھے۔ (تذکرۃ الابرار، ورق ۱۵۷-الف) شیخ محمد یوسف بن شیخ عبدالوہاب بن شیخ محمد شہید بن شیخ عبدالکریم بن محمد مشائخ بن شیخ حاجی عبدالوہاب، اپنے عہد کے اکابر علماء وصوفیہ میں سے تھے، جو علماء وامراء کا مرجع تھے، شیخ محمد یوسف بخاری کی وفات ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء کو ہوئی، سرای شیخ عبداللہ قریشی روضۂ بخاریان دہلی میں دفن ہوئے، ان کے فرزند شیخ عبدالوہاب بن محمد یوسف مذکور اپنے والد کے سجادہ نشین تھے، جو حدود ۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء کو مریدین کی کثیر تعداد کے ساتھ حج کے لئے گئے تھے، شیخ

Marfat.com

عبدالوہاب بخاری ثانی (والد شیخ محمد یوسف) دہلی کے حاکم بھی بن گئے تھے، ۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء کو ان کا انتقال ہوا (اسراریہ: ۱۵۰۔۱۵۲ ملخصاً، تذکرۃ الابرار ۶۱ ب) شیخ محمد یوسف بخاری کا سال وفات ۱۰۲۰ھ تذکرۃ الابرار سے ماخوذ ہے جو سہو کتابت معلوم ہوتا ہے، کیونکہ زادالمعاد کی روایت کے مطابق وہ ۱۰۲۲ھ (وفات بی بی فاطمہ) کے عرصہ بعد خواجہ حسام الدین احمد کے نکاح ثانی کے محرک تھے، قیاس ہے کہ شیخ محمد یوسف بخاری سجادہ نشین حاجی عبدالوہاب بخاری اور شیخ محمد یوسف بن حاجی عبدالوہاب بن شہید دو الگ الگ شخصیتیں ہوں گی۔

خواجہ حسام الدین احمد کے آخری سات آٹھ سال میں معاشی تنگی دور ہوگئی تھی اور تین چار ہزار روپیہ سالانہ آمدنی ہونے لگی تھی، آپ کی لاہور میں ایک حویلی تھی، جس کا باقاعدہ محصول (غالباً کرایہ) آپ کو حاصل ہونے لگا تھا، اس حویلی کی تفصیلات ہمیں معلوم نہیں ہیں خواجہ حسام الدین احمد مدتوں لاہور میں رہے تھے زادالمعاد میں ان بزرگ افراد کے نام درج ہیں جو حضرت خواجہ باقی باللہ سے ارادت رکھتے تھے اور آپ کے سمرقند سے خلافت یاب ہو کر واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے، یہ افراد لاہور میں مقیم تھے ان افراد کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد کے ذمہ تھی، جب آپ سمرقند سے واپس تشریف لائے تو حضرت خواجہ کے حلقہ میں "سابقین اولین" یہی بزرگ تھے، یہی حضرات حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک احیاء دین کے لئے مرتب کردہ "جرگہ مردان دولت اسلام" کے رکن بنے تھے، یقیناً یہ طالبان صادق خواجہ حسام الدین کی اسی حویلی لاہور میں رہتے ہوں گے، ممکن ہے کہ یہ حویلی آپ کے والد نواب غازی خان نے خریدی ہو یا ان کی بیگم بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری کو ورثہ میں ملی ہو اور ان کی وفات ۱۰۲۲ھ کے بعد کی آمدنی خواجہ حسام الدین احمد کو ملنا شروع ہوگئی ہو، لاہور کے مقامی مورخین نے اس قسم کی کسی حویلی کا ذکر نہیں کیا۔

خواجہ حسام الدین احمد اپنی ہمشیرہ خان زادہ ماہ کے متعلقین بھی جو تعداد میں ساٹھ ستر سے کم نہیں تھے کی غم خواری کرتے تھے یعنی ان کی مالی اعانت و کھانا وغیرہ بھی بہن کی وفات کے بعد ان کی ذمہ داری ہوگئی تھی۔

Marfat.com

اس سے مندرجہ ذیل دو امور کا علم ہوتا ہے:

۱۔ آپ کی بہن (خان زادہ ماہ) کے شوہر خواجہ حسام الدین احمد کے حین حیات ہی فوت ہو گئے تھے۔

۲۔ آپ کی بہن بھی آپ کی حیات میں فوت ہوئیں۔

۳۔ ان کے عزیز و اقارب اور اولاد وغیرہ جن کی تعداد ساٹھ یا ستر کے قریب تھی کی کفالت خواجہ حسام الدین احمد کرتے تھے۔

اس سے قبل جب آپ کی شاہ جہان کی طلبی پر دار الحکومت اکبر آباد میں جا کر مقیم ہوئے تھے تو وہاں آپ کا متعدد مرتبہ اپنی ہمشیرہ کی حویلی میں جانے کا ذکر ملتا ہے (تعلیقات زاد المعاد ۲/۱۷۸) گویا یہ بہن اکبر آباد (آگرہ) میں رہتی تھیں یا ممکن ہے کہ یہ معاملہ کسی دوسری ہمشیرہ کا ہو جس کی تفصیلات سے ہم بے خبر ہیں۔

زوجۂ خواجہ حسام الدین احمد ہر سال جو اخراجات کرتی تھیں انہیں اس پر ملال نہیں ہوتا تھا، ان مصارف کا تخمینہ ایک گراف کے ذریعہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

خرچ سالانہ بر ہمسایان فیروز آباد	۴۰۰ روپے
۴۰ عرس بزرگان	۸۰۰ روپے
خاطر داری سالانہ نواب مہابت خان	۲۰۰۰ روپے
متعلقان ہمشیرۂ خود	۱۵۰۰ روپے
خانقاہ	۱۰۰۰ روپ
عطریات	۵۰۰ روپے
	۶۲۰۰ روپے

Marfat.com

ابوالنصر خواجہ جمال الدین حسین

آپ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے بڑے صاحبزادہ ہیں اور وہ آپ کی نظر عنایت وشفقت سے مشرف ہیں، ان کی ولادت حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ کے وصال کے تین سال پہلے ہوئی تھی، چونکہ آپ کے اکثر بیٹے کم عمری میں ہی فوت ہو جاتے تھے، اسی لئے آپ اسے حضرت خواجہ کے حضور لائے کہ آپ اس کی درازی عمر کی دعا کریں اور اس کا نام بھی رکھیں، جس پر حضرت خواجہ نے انہیں عمر اور حصول کمال کی بشارت دی، نام رکھنے کی رسم کے طور پر نفحات الانس (جامی) سے فال نکالی گئی اور اس کو دیکھنے کے بعد یہ نیک فال سامنے آئی کہ اس کا نام خواجہ جمال الدین حسین رکھا جائے اور وہ جس کی جڑیں خالص، مضبوط اور اس کا کمال سائبان کی مانند ہوگا (یعنی فرزند خواجہ جمال الدین) کی تربیت آپ کی آغوش میں ہوئی، بہت ہی کم وقت میں بزرگانہ عادات واطوار سے مشرف ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ خواجہ جمال الدین حسین سن تمیز (شعور) سے لے کر جوانی کے وسط تک کسی قسم کی بے ادبی، شوخی، بدگوئی اور بیٹھنے اٹھنے میں بے ادبی جو کہ بچپن اور جوانی کا تقاضا ہے سرزد نہیں ہوئی، اس نے ہمیشہ غربت، نامرادی (بے جا خواہش) اور خاموشی سے کام لیا۔

اگرچہ مجھے کبھی کبھی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس کے قول وفعل میں کوئی شوخی دیکھوں، لیکن کبھی ایسا نہ ہو سکا، آپ کی بہترین کوشش سے وہ بزرگ زادہ صرف بیس سال کی عمر میں ہی مطول اور ہدایہ پڑھنے کے قابل ہو گئے، صاحب مطالعہ بھی بن گئے، عبادات وطاعات میں سخت ریاضت کرنے لگے، پھر روزے، قیام (عبادت)، تلاوت اور اذکار میں مشغول رہنے لگے، موصوف اپنی طبیعت اور خواہش کو نفس امارہ کی طرف راغب نہیں ہونے دیتے تھے۔

وہ عیش وعشرت پسند لوگوں اور دنیاوی عزت وجاہ کے طالب لوگوں سے کنارہ کش رہتے، فقراء اور

Marfat.com

صلحاء کے ساتھ میل جول پسند کرتے تھے، انہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مریدین خاص کے ساتھ ربط قائم کرلیا تھا، انہیں کے ساتھ سونا، کھانا اور نشست و برخاست رکھتے تھے۔

انہی دنوں انہوں نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر حضرت میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی صحبت کے ارادے سے کئی قسم کی ریاضات، اوراد و اشغال کے لئے سرہند کا سفر اختیار کیا اور وہاں پانچ چھ ماہ حضرت میاں کی صحبت میں گذار کر بہت اعلیٰ فوائد حاصل کئے، مذکورہ مدت کے پورا ہونے کے بعد وہ حضرت کی خدمت میں واپس آکر اپنے اوقات کی پابندی اور باطن کو منور کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اسی زمانہ میں اپنے چچا حضرت (خواجہ علاء الدین حسین) کے مبالغہ و اصرار پر پادشاہ معظم و خاقان مکرم حضرت جنت مکانی (جہانگیر) کی ملازمت اختیار کرلی، اس پادشاہ مغفور، اللہ اس کی قبر کو ٹھنڈا رکھے کے انعامات خسروانہ سے نوازے گئے اس مرحوم بادشاہ کا ان کے متعلق ارادہ یہ تھا انہیں منصب اور معقول جاگیر سے اختصاص بخشے اور پھر انہیں بتدریج ان کے جد بزرگوار (نواب غازی خان بدخشی) کے مرتبہ پر پہنچائے لیکن اس بزرگزادہ نے منصب قبول کرنے میں تامل سے کام لیا اور اپنی طبیعت شریف کی فقر و نامرادی سے رغبت کا اظہار کر کے اس سے انکار کردیا، اس وقت حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی توجہات صوری و معنوی نے بھی ان کی مدد کی، ایک قابل اعتماد راوی سے منقول ہے کہ ان دنوں بادشاہ مغفور ان کو اعزاز بخشنے اور منصب و جاگیر دینے کا خواہش مند تھا (یعنی انہیں مستقل منصب دار بنانا چاہتا تھا)

مملکت کے وزراء و امراء ان کے لئے سیصدی وصد سوار کا منصب دینے کی تجویز پیش کرتے ہوئے عرض پرداز ہوئے، تو وہ اپنے سر کے بال جھکا کر غسل خانہ [1] میں بادشاہ کے حضور حاضر ہوئے، اور اپنے لئے صرف ایک شال اور درویشانہ دستار کی درخواست کی، اب دربار کے حاضر امراء کو یقین ہو گیا کہ انہیں منصب اور جاگیر سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۱۔ غسل خانہ، مغلوں کے دربار کا ایک حصہ (دولت مغلیہ کی ہیت مرکزی ص ۳۲۰)

Marfat.com

بعض ان امراء جنہیں حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے محبت واخلاص تھا نے کوشش کی کہ بادشاہ مرحوم عطاء منصب سے باز رہے اور بادشاہ کو ان کے یومیہ مقرر کرنے پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے، پھر حکم ہوا کہ بیس روپے سے زیادہ یعنی تیس روپے ان کا یومیہ مقرر کر دیا جائے، لیکن اس بزرگ زادہ نے اس سلسلہ میں آپ کو خط لکھ کر آپ کی رضامندی چاہی تو آپ کی طرف سے اس رقم میں کمی کا اشارہ معلوم ہوا، جس پر وہ آپ کے تمام دوست ومخلصین جن کا دربار سے تعلق تھا آپ کے اشارہ پر اس میں کمی کے لئے کوشاں ہو گئے وہ اس یومیہ کے لئے بیس روپے سے پندرہ روپے اور پھر پندرہ سے دس پر آ گئے پس یہی آخری تصور کرتے ہوئے آپ کا یومیہ مقرر کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد صاحبزادہ صاحب کو بڑے اعزاز واحترام سے رخصت حاصل ہو گئی، جس پر وہ واپس دہلی آ گئے اور پھر آپ کی خدمت میں رہ کر طاعات وعبادات میں مصروف ہو گئے، اس وقت سے لے کر اب تک موصوف کامل استقامت اور رسوخ کے ساتھ ان مشاغل خیر میں محو ہیں۔

ہر روز تقریباً دس پارے تلاوت کرتے ہیں اور کتب فقہ وحدیث مثلاً مشکوۃ شریف، سفر السعادت اور کیمیائے سعادت وغیرہ کے نسخوں کا بلاناغہ تقابل کرتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ فقراء کی خدمت، صالحین کی مدد اور بزرگی کے مراسم قائم رکھنے کے لئے بطریق احسن کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی وکرم سے انہیں اس کی مزید توفیق دے تاکہ ان کے اوقات شریفہ میں کمالات کا اضافہ ہو۔

Marfat.com

تعلیقات

خواجہ جمال الدین حسین، خواجہ حسام الدین احمد کے بڑے فرزند تھے، یہ زوجۂ اول بی بی فاطمہ بنت ملا مبارک ناگوری کے بطن سے تھے۔

خواجہ جمال الدین حسین کی ولادت حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) سے تین سال قبل ہوئی گویا ۱۰۰۹ھ (۱۰۱۲-۳) کو تولد ہوئے، ان کی ولادت سے پہلے خواجہ حسام الدین احمد کے کئی بیٹے کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے، جب یہ پیدا ہوئے تو آپ انہیں حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے اور عرض احوال کے بعد آپ نے طوالت عمر کی دعا دی اور ان کا نام نفحات الانس دیکھ کر رکھا، گویا یہ فرزند عالی قدر حضرت خواجہ کے حضور زیر تربیت رہے۔

ابتدائی تعلیم سلوک کے بعد خواجہ جمال الدین حسین، خواجہ حسام الدین احمد کے حکم پر حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور وہاں پانچ چھ ماہ قیام کیا......

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے کئی مکاتیب بنام خواجہ حسام الدین احمد میں آپ کے اس فرزند کا ذکر فرمایا ہے (۱/۲۰۷) میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے دو فرزندان گرامی خواجہ کلاں و خواجہ عبداللہ (خواجہ خرد) اور میاں جمال الدین حسین اور حضرت خواجہ کے خلفاء میاں شیخ الہ داد اور شیخ الہ دیا کے نہ پہنچنے کے بارے میں لکھا ہے (۲/۲۶) میں ہے کہ خواجہ کلاں اور خواجہ جمال الدین حسین کے میاں شیخ الہ داد سے تعلیم تلقین لینے پر شرمندگی کے باعث ابھی تک وہ میرے پاس سرہند نہیں آئے ہیں۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی کے بعض مکاتیب خواجہ جمال الدین حسین کے نام ہیں۔

بارہ صفحات کا یہ طویل مکتوب تصوف وعرفان کے مسائل کا ایسا خلاصہ ہے جو صرف ایسے حضرات ہی کو لکھا جا سکتا تھا۔

حضرت خواجہ کے وصال کے کچھ دن بعد خواجہ حسام الدین احمد اور حضرت مجدد الف ثانی کے مابین کسی معاملہ پر کچھ "ملال" پیدا ہو گیا تھا، جو بعد میں دور ہو گیا، اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند بزرگ کو تربیت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں بھیجا تھا۔ (زبدۃ المقامات ۸۱-۸۲)

Marfat.com

خواجہ جمال الدین حسین کو ان کے چچا خواجہ علاء الدین حسن نے بڑے مبالغہ کے ساتھ شاہی ملازمت کرنے کی ترغیب دی کیوں کہ وہ خود بھی بادشاہ جہانگیر کے ہاں منصب دار تھے، ان کے کہنے پر خواجہ جمال الدین حسین، جہانگیر کے پاس چلے تو گئے لیکن توجہ ان کی فقر و تجرید ہی کی طرف رہی، مختلف طریقوں سے ہر قسم کی مراعات لینے سے انکار کرتے رہے، زاد المعاد ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا یومیہ بھی کم کر کے صرف ۱۰ر روپے قبول کیا، یہی وجہ ہے کہ کتب تاریخ میں اس نام کے کسی منصب دار کا ذکر نہیں ملتا۔

خواجہ حسام الدین احمد کے فرزند بزرگ خواجہ جمال الدین حسین جب جہانگیر سے علیحدہ ہو کر آ گئے تو پھر خانقاہ میں ہی تلاوت و مطالعۂ کتب اور مقابلہ کتب متداولہ میں مصروف رہے، مذکورہ کتب حدیث، فقہ و اخلاق میں بہت مشہور ہیں۔

خواجہ جمال الدین حسین کو خواجہ خرد سے بھی کمال درجہ محبت تھی اور ان سے طریقۂ نقشبندیہ میں اجازت بھی حاصل تھی، خواجہ خرد کے مرید خاص شیخ کمال محمد سنبھلی، جن پر خواجہ جمال الدین حسین ایسی شفقت فرماتے تھے، جو تحریر و تقریر سے مبرا ہے، لکھتے ہیں:

با شیخ من (خواجه خرد) رابطهٔ اخلاص و محبت تمام دارد و شیخ من اجازت ارشاد طریقهٔ نقشبندیه بوی عنایت کرده وهم شیخ من رساله در وحدت از خلص مصنفات خود از علم توحید نوشته بوی عطا فرموده لطفی و عنایتی که بر من دارد زیاده از گفت و نوشت است (اسراریہ:۱۶۳)

خواجہ جمال الدین حسین کا سال وفات ہمیں معلوم نہیں ہے کتاب اسراریہ کی تکمیل ۱۰۷۳ھ تک بقید حیات تھے۔

Marfat.com

ابوالمعالی خواجہ سراج الدین محمد

موصوف حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی سب سے محبوب و معزز اولاد ہیں، وہ محبت اور بے پناہ شفقت جو آپ کی ان کے ساتھ ثابت ہے (ہماری) قوت بیان سے باہر ہے، آپ کی روح پاک ان کی تربیت اور تعلیم میں ہمہ وقت مصروف رہی، اپنی اس آخری عمر میں جب کہ آپ عالم جسمانیات میں اصلاح کے قابل نہیں رہے تھے، کسی حال میں بھی اس مخدوم زادہ کی جدائی قبول نہیں تھی، آپ نے ان کی مکتب نشینی دن رات اپنی نظر مبارک کے سامنے کروائی اور تلاوت واذکار میں مصروفیت اور لوگوں کے ساتھ میل جول سمیت تمام معمولات آپ کی آنکھوں کے سامنے رہتے تھے، آپ ہر لمحہ ان کے احوال سے باخبر رہتے اور سب سے بہتر حال اور وقت ان کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔

اس نور چشم صاحبزادہ کو بھی ساری دنیا میں جو کچھ ہے کی خبر نہیں تھی انہیں تو صرف اور صرف آپ کی ذات سے محبت، الفت اور نیاز مندی مطلوب تھی، وہ آپ کی اصل عنایات میں اس قدر مستغرق اور شاداب تھے کہ بڑے سے بڑے رتبہ کے فرد نے خواب میں بھی اس کا تصور نہ کیا ہو، محبوبیت کے تمام اوقات میں ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ ان سے توجہات لے رہے ہوں تو کوئی دوسرا اس میں مخل نہ ہو اور اگر کبھی ان کی مرضی کے خلاف ایسا ہو جاتا تو وہ اپنی ناراضی کا اظہار کرتے تھے، اور بعض اوقات تو وہ وہاں سے چلے جاتے اور چند دن تک آپ سے مفارقت ہی رہتی آپ ان کی دل جوئی کرتے اور انہیں تسلی دیتے تھے۔

مختصر یہ کہ اس نور دیدہ کا آپ کے ساتھ وہی معاملہ تھا جو حضرت خواجہ محمد یحیٰ کا خواجہ عالم خواجہ احرار قدس سرہما کے ساتھ تھا، اسی لئے ایک روز آپ (رشحات) کی وہ فصل جو حضرت خواجہ محمد یحیٰ سے متعلق ہے وہ اول تا آخر ان کو سنا رہے تھے اور ان کو قیمتی نصیحتیں اور عمدہ بشارات بھی دے رہے تھے، آپ اپنے آخری سفر اکبر آباد (آگرہ) جاتے ہوئے اس نور چشم کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور مذکورہ دارالسلطنت میں جب

Marfat.com

آپ کامل ایک سال تک مقیم رہے تو آپ نے ان کی ظاہری معیشت کا بندوبست کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، آپ انہیں حضرت بادشاہ دین پناہ (شاہ جہان) کے پاس بھی لے گئے، ان کی طرف سے بھی کبھی کبھار اس کا اظہار ہو جاتا تھا جس پر آپ ان کی دنیا طلبی میں ملوث ہونے اور اہل دنیا کے خصائل سے مختلف طریقوں سے بچنے کے لئے دفع الوقت فرماتے تھے اور دار السلطنت میں ان کی روش پر نگاہ رکھی جاتی تھی، اسی طرح درویش آباد قلعہ فیروزی میں بھی ہوتا تھا کہ وہ وہاں سے باہر نہ جائیں۔

یہاں تک کہ اسی بلدہ معظّمہ (اکبر آباد، آگرہ) میں وہ عالم آشوب واقعہ (وصال حضرت خواجہ حسام الدین احمد) پیش آگیا، یہاں تک کہ آپ کے مرض رحلت کے دوران اس نور دیدہ نے انواع واقسام کی خدمات انجام دیں، جس میں آپ کی مزاج فہمی بھی شامل ہے اور اس دوران آپ نے خاص عنایات بھی ان پر نثار کیں۔

ایک قابل اعتماد راوی سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے اگرچہ اپنی ساری اولاد متعلقین، مریدین اور دوستوں کو خدا کے سپرد کر دیا ہے، لیکن ظاہری طور میں نے ان کو ایک دوسرے کا معاون، مددگار اور ہم دم بنا دیا ہے لیکن ان کے برعکس خواجہ سراج الدین محمد کو میں نے ظاہری وباطنی طور پر خدا کے سپرد کر دیا ہے، اب ہر حال میں اللہ جل اسمہ اس کا معین وناصر ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کے وصال کے بعد بہت ہی کم وقت میں انہوں نے عجیب قسم کی ترقیاں کر لی ہیں اور اس نور چشم (صاحبزادہ) کے اوضاع واطوار سے بھی یہی لگتا ہے، ابھی تو ان کی عمر شریف اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہوئی ہے، آپ نے ان کی زندگی اور روش کو درست کرنے پر صرف کثیر سے کام لیا ہے، ان کی فہم و فراست، اکتساب، تواضع وانکسار، حسن معاشرت، وسعتِ حوصلہ (ہمت)، اہل حقوق کے مرتبہ کی شناخت اور دنیا فروشوں اور اس قسم کے معاملات سے کوئی التفات نہیں رکھتے۔

اگرچہ آپ نے ان کے صفحۂ احوال اور چہرۂ مبارک سے جو کچھ (آثار نیک بختی) کا معائنہ کر لیا تھا، ان کے بڑے خصائص میں سے یہ بات قابل توجہ ہے کہ ان کا حلیہ بالکلیہ صورتاً ومعناً آپ سے ملتا جلتا تھا۔

اب تو موصوف عالم ظاہر میں صاحب قدرت ہیں، ان کی اپنے والد گرامی (خواجہ حسام الدین احمد)

Marfat.com

کے ساتھ صحبت (سلوک) حضرت خواجہ آفاق (باقی باللہ) قدس سرہ اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد جیسی تھی کہ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان کے کمالات بصد دقت ومشکل ظہور میں آئے تھے، اب وہ امر اس وقت مفقود ہے اور اس کا مآل بھی نامعلوم ہے، جیسا اللہ سبحانہ نے چاہا۔

ہاں! جس طرح اس سلسلہ علیہ کے اکثر اصحاب نے ارواح طیبہ مخصوصہ سے اویسی طور پر فیض پایا تھا، امید ہے کہ اسی طرح حضرات خواجگان بزرگوار خاص طور پر حضرات نیرین، انورین، شیخین وامامین یعنی (حضرت خواجہ باقی باللہ وحضرت خواجہ حسام الدین احمد) کے لطائف، الطاف وعنایات بھی اس نور دیدہ آفاق کی عالم قدس سے اد دنیا میں غائبانہ تربیت وارشاد فرمائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ، جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے...... اس نور دیدہ کے مکاشفات سے یہ سب کچھ ظاہر ہے اور اس کے آثار سب کچھ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں یارب اس سلسلہ کے مخلصین کی خواہش ہے تو جلد ان کو ان سے واصل فرما دے اور اس ہولناک راستہ کی رکاوٹوں اور آفتوں سے سلامت وماموں رکھنا۔

تعلیقات

خواجہ حسام الدین احمد کا اپنے فرزند اصغر خواجہ سراج الدین محمد کے ساتھ اسی نوعیت کی محبت والفت تھی جو حضرت خواجہ احرار کو اپنے فرزند خواجہ محمد یحییٰ کے ساتھ تھی، اگر خواجہ سراج الدین محمد چند دنوں کے لئے کہیں جاتے تو جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے، یا ان کے اور ان کے والد گرامی کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو آپ رشحات کی وہ فصل پڑھ کر سناتے جو خواجہ محمد یحییٰ سے متعلق ہے، رشحات میں ہے:

بغایت محبوب و مقبول آنحضرت چنانچه درآخر حیات حضرت خواجه را قائم مقام خود ساختند...... (۵۷۹/۲)

جب آخری ایام مرض میں خواجہ حسام الدین احمد شاہ جہان کی طلبی پر اکبر آباد گئے تو اپنے اس فرزند سراج الدین محمد کو ہمراہ لے گئے، خواجہ حسام الدین احمد ایک سال کامل وہاں مقیم رہے۔

اس سے آپ کی دہلی سے روانگی کا سال ۱۰۴۲ھ متعین کیا جا سکتا ہے اور اگلی ہی سال آپ کا اکبر آباد میں وصال ہو گیا تھا۔

Marfat.com

خواجہ سراج الدین محمد کو شاہ جہان کی طرف سے قدر وجہ معیشت حاصل تھی، معاصر مولف کمال محمد سنبھلی کا بیان ہے کہ آپ میرے شیخ خواجہ خرد کے خاص شاگرد اور داماد تھے، لکھتے ہیں:

وی نبیسہ شیخ الھداد و بی بی دولت در علوم ظاہر و علوم باطن از مھین شاگردان شیخ من است و داماد شیخ من، عالی فطرت است و بلند ھمت امروز بسامردم غریب ماوراء النھر بدخشان در ظل عنایت وی بھرہ مند و مرزوقند وی معزز سلطان ست (اسراریہ:۱۶۳)

مولف نے جو رباعی نقل کی ہے وہ خواجہ سراج الدین محمد کی معلوم ہوتی ہے، خواجہ سراج الدین محمد کا سال وفات معلوم نہیں ہے، اسراریہ کی تکمیل ۱۰۷۳ھ تک بقید حیات تھے۔

یہاں اسراریہ کے منقولہ جملہ کی وضاحت کر دی جائے کہ خواجہ سراج الدین حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ الہ دیا اور بی بی دولت کے نواسے تھے یعنی ان کی بیٹی بی بی زہری خواجہ حسام الدین احمد کے عقید میں تھیں، جن سے یہ تولد ہوئے تھے۔

Marfat.com

خواجہ محمد قاسم

موصوف حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ کے خالہ زاد بھائی ہیں، حضرت خواجہ نے کم سنی میں ان کی والدہ کے ہاں کامل تربیت و پرورش پائی تھی، اس کے ایک عرصہ کے بعد جب حضرت خواجہ نے دہلی میں سکونت اختیار فرمائی تو آپ نے اس مشفقہ (خالہ) کو ان کے وطن مولود کابل سے دہلی بلا لیا، وہ مہربان حضرت خواجہ کے وصال کے قریب اپنے فرزندوں اور متعلقین سمیت دہلی پہنچ گئی تھیں، اس خاتون مشفقہ کے احوال کی تفصیل ایسی ہے جو قیل قال سے بہت زیادہ ہے، اب ہم اسی طرف توجہ کرتے ہوئے چچا مکرم کے احوال بیان کر رہے ہیں۔

موصوف چونکہ حضرت خواجہ کے وصال کے قریبی ایام میں تشریف لائے تھے اس لئے انہیں حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنی طلب (سلوک) کی درخواست کا موقع ہی نہ ملا، اس لئے انہوں نے آپ کی رحلت کے بعد حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے دامن عنایت سے وابستہ ہو کر خود کو اس خانقاہ شریفہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا، اس کے بعد وہ کمال انکسار کے ساتھ دائمی طور پر آپ کی صحبت کے انوار سے فیض یاب ہونے لگے۔

چونکہ آپ کا طریقہ مشیخت کے لوازمات سے مبرا تھا، اس لئے ان کی تربیت حضرت میاں شیخ اللہ داد کے سپرد کر دی، اس طرح اب موصوف نے ان عالی جناب کی خدمت میں سعادت کا کسب کر کے شائستہ وضع اختیار کی اور اپنے اوقات آراستہ کر کے ممتاز ہوئے۔

اب عرصہ دراز سے انہوں نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کر کے اپنے حال کو پوشیدہ کر لیا ہوا ہے اور خود کو طبقہ امراء میں شامل کر لیا ہے، اس کے ساتھ ہی انہوں نے تزکیہ قلب (شغل دل) کا سامان مہیا کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

تعلیقات

خواجہ محمد قاسم حضرت خواجہ باقی باللہ کی خالہ کے فرزند تھے، حضرت خواجہ کم سنی میں انہی کے ساتھ رہتے تھے اور انہوں نے آپ کی تربیت اور پرورش کی سعادت حاصل کی تھی، ایک عرصہ کے بعد جب حضرت خواجہ نے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تو اپنی اس مہربان خالہ کو جن کا وطن کابل تھا دہلی بلا لیا، وہ اپنے بیٹوں اور متعلقین سمیت دہلی آ گئیں۔

یہ بہت اہم روایت ہے جو کسی اور تذکرہ میں نہیں ملتی، یعنی حضرت خواجہ کی والدہ کی بہن بھی اس وقت تک بقید حیات تھیں بلکہ وہ حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد فوت ہوئیں، اس سے ہمارے اس قیاس کو مزید تقویت ملتی ہے کہ حضرت خواجہ کے والد گرامی نے کابل آ کر شادی کی تھی، یہ خاندان کابلی نژاد تھا، یہیں حضرت خواجہ کی ۹۷۱ھ میں ولادت ہوئی تھی، زاد المعاد کے الفاظ کہ خالہ کا ''وطن کونہ'' کابل تھا، اس امر کا بین ثبوت ہے۔

خواجہ محمد قاسم نے عرصہ دراز سے فوج میں ملازمت اختیار کر لی ہے، غالباً کوئی بلند مرتبہ یا عہدہ پر فائز نہیں ہوں گے، اس لیے کتب تاریخ میں ان کے کارنامے درج نہیں ہیں۔

Marfat.com

میر سلطان منصور

میر منصور دیار بدخشان کے سلاطین کی اولاد میں سے ہیں، وہ حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ ایک طرح کی رشتہ داری بھی رکھتے تھے، ان کے اجداد کرام صاحبِ قرانی (امیر تیمور کی اولاد) کے زمانوں میں بلند مراتب رکھتے تھے اور ان کی خاص علاقوں پر حکمرانی تھی، خاص طور پر اس طبقہ عظمیٰ کے ایک شعبہ کے افراد ختلان و بدخشان کے فرمان روا تھے، لیکن بادشاہ بزرگ جلال الدنیا والدین اکبر کے عہد میں یہ حضرات (وہاں کے حالات کی خرابی کے باعث) (میر منصور) کے والد (مہدی خان) اور دیگر اعزہ ہندوستان چلے آئے اور یہاں شاہی اعزاز واکرام سے نوازے گئے۔

چنانچہ (میر منصور) آغاز شعور اور سن احساس سے ہی دنیاوی مصلحتوں اور فساداتِ زمانہ سے خلاصی حاصل کر کے اہل دولت سے الگ ہو کر اہل اللہ کی عتبہ بوسی ان کے دل نشین ہو گئی تھی، یہاں تک کہ حضرت جنت مکانی (جہانگیر) اللہ اس کی قبر کو ٹھنڈا رکھے کے عہد کے بعض فتورات سے دل برداشتہ ہو کر انہوں نے خود کو دنیا پرستوں سے الگ کر لیا اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد سے وابستہ ہو کر کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہے پھر تعلیم طریقہ کی درخواست کی، اس طرح گویا انہوں نے اپنے احوال کی اصلاح کی طرف توجہ کی، اس وقت تک آپ کا مشرب یہ تھا کہ اس قسم (تعلیم سلوک) جیسے عالی شان امر سے خود کو علیحدہ کر لیا تھا، اس لئے آپ نے اس معاملہ میں خود کو اس سے دور رکھا اور آپ نے قطب المحققین حضرت میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی تعریف وتوصیف کر کے ان کو کامل ترغیب وتشویق دلا کر حضرت میاں کی خدمت میں روانہ کیا، وہ قطب المحققین کی خدمت میں کچھ عرصہ گذار کر اس طریقہ کے بلند احوال وکیفیات سے مشرف ہوئے۔

چونکہ ان کے اجداد کرام کا سلاطین وقت کے ساتھ کمال درجہ کا ربط وتعلق تھا جو سلاطین کو معلوم تھا اسی کے پیش نظر کہ انہیں جلد ہی بادشاہ (جہانگیر) طلب کر لے گا اور امراء کی ملازمت اختیار کرنی پڑے گی،

Marfat.com

انہوں نے سلاطین کے دلوں سے اپنا نام بھلانے کے لئے بدخشاں اور بلخ کی راہ لی اور وہاں سے عرصہ دراز کے بعد واپس ہندوستان آئے، انہوں نے (دہلی) آکر حضرت خواجہ حسام الدین احمد آپ کے متعلقین و فرزندان کے جوار میں سکونت اختیار کرلی۔

اس کے باوجود جب بادشاہ مرحوم جنت مکانی (جہانگیر) کے دل میں ان کی یاد آئی تو انہیں طلب کر کے انہیں قرب اور خاص مقام سے اختصاص بخشا اور جب تک وہ مرحوم بادشاہ زندہ رہا موصوف دومرتبوں سے معزز ومبجل رہے اور اول مرتبہ دولت مندی اور دوم (ہندوستان کی) ملت اسلامیہ کی تقویت کا باعث بھی بنے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد فرماتے تھے کہ اس بادشاہ مرحوم (جہانگیر) کے عہد میں دین اسلام کو جو ''نفع وتقویت'' حضرت قاضی اسلم اور مولوی میر محمد فاضل سے ہوئی، اسی طرح کا میر منصور سے بھی ظہور ہوا، کئی مواقع اور نازک اوقات، جو اسلام پر گذرے وہاں تنہا انہی کے وجود شریف نے اسلام کا دفاع کیا اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اس عہد کے حقیقی شیخ الاسلام میر منصور ہی تھے۔

الغرض اس عظیم بادشاہ (جہانگیر) کے عہد میں موصوف بلند مراتب اور بڑے منصب پر فائزرہ کر دین و دنیا میں ممتاز ہوئے۔

اس کے بعد زمانہ کے تقاضے اور اس عہد کے ختم ہونے پر موصوف حوادث کے شکار ہو کر کئی قسم کی سخت ابتلا اور شدید امتحانات سے دوچار ہوئے، اللہ سبحانہ کی مہربانی سے اب بندگان حضرت ظل الٰہی کی عنایات و مراحم سے وہ مصائب وابتلا ختم ہو گئے ہیں۔

بہرحال ان دنوں موصوف رفاہیت، عزت اور احترام کے ساتھ اس بادشاہ کے ہاں ملازم ہیں اور حسب سابق وہ اسلام اور مسلمانوں کے حامی وناصر ہیں۔

میر منصور کے فرزند عزیز اخوی اجی میرزا محمد عالم کہتے تھے (روایت کرتے ہیں) کہ ہمارے والد بزرگوار کی زندگی کے آداب وطریقہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر کسی دن ایسا نہ ہوتا جب موصوف ناچار اور ضعیفوں کی مدد نہ کرسکیں تو وہ دن نہایت انکساری، کم خوری اور کم خوابی سے رہتے تھے اور جس روز بھی ان

Marfat.com

سے یہ اچھے کام ہوتے تھے وہ دن نہایت خوشی کے ایام شمار کیے جاتے تھے ان دنوں وہ فراغ خاطر سے کھاتے اور سوتے تھے اور وہ خود کو ایسا کیوں محسوس نہ کرتے کیوں کہ ان کے خاص اوقات اور پر امن گھڑیاں حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ گذری تھیں اور ان کی مجالس عالی حضرت قطب المحققین حضرت میاں جیو (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کے ساتھ رہیں، جو ان کے لئے سرمایۂ حیات اور وہ اس عظیم دولت (صحبت) سے سرشار ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ انہیں فتح مندی کے دروازوں سے پیوستہ رکھ کر ان کو خوشیوں سے ہم کنار کرے تا کہ حقدار کو اس کا حق ملتا رہے۔

تعلیقات

میر سلطان منصور کے اجداد ختلان و بدخشان کے حکمران تھے، ان کے والد اور دیگر افراد وہاں سے اکبر بادشاہ کے عہد میں ہندوستان چلے آئے تھے، یہ حضرات امیر تیمور کی اولاد میں سے تھے، اکبر کے ہاں انہیں اعزاز و اکرام حاصل ہو گیا تھا۔

ان میں سے مرزا سلیمان بن خان مرزا ابن...... بن میران شاہ بن امیر تیمور ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء کو لاہور میں فوت ہوا (تاریخ محمدی ۲/۴/۴۶۰) باقی افراد مختلف معزز عہدوں پر فائز رہے اور یہ گروہ ''مرزایان بدخشان'' کہلاتا تھا، مآثر الامراء وغیرہ میں ان کے احوال منتشر صورت میں ملتے ہیں۔

البتہ یہ بات یہاں پہلی بار بیان ہوئی ہے کہ اس خانوادۂ ملوک کی نواب غازی خان (والدہ خواجہ حسام الدین احمد) سے رشتہ داری تھی، کیا رشتہ تھا یہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔

ابتدا میں اپنے اجداد کی طرح میر سلطان منصور بھی سلطنت سے وابستہ رہے اور پھر عہد اکبری و جہانگیری کے فتورات اور مسلمانان ہندو مزاج کی صحبت سے دل برداشتہ ہو کر ان سے الگ ہو گئے اور خواجہ حسام الدین احمد سے روحانی وابستگی اختیار کر لی۔

جب میر سلطان منصور نے خواجہ حسام الدین احمد سے تعلیم طریقہ کی درخواست کی تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تعریف و توصیف میں بہت کچھ کہہ کر انہیں خود سرہند بھیجا، جہاں انہیں بہتر وحانی فوائد

Marfat.com

حاصل ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی کے احوال پر دو معاصر تذکروں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں میر منصور کے سرہند حاضر ہوکر فیض یاب ہونے کا ذکر نہیں ملتا البتہ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں ایک مکتوب الیہ میر منصور بیگ ہیں، جن کے نام مکاتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ یہی بزرگ ہیں:

۳/۵۶/ ۳۹۸ سے جو خواجہ خرد اور خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد کے نام سے لکھا ہے کہ از میر منصور بیگ چہ گوید کہ ہمیشہ آرزوئے صحبت دارند و از قوت بفعل نمی آرند......

اس کے علاوہ میر منصور کے نام آپ کے مندرجہ ذیل مکاتیب ہیں: ۳/۶۳، ۶۷، ۱۲۰

آخری مکتوب میں ان کے ملازمت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنے پر تحسین فرمائی ہے، اسی خط میں خواجہ خرد کے سرہند سے دہلی واپس جانے اور بھرپور روحانی فوائد حاصل ہونے کا ذکر فرمایا ہے، جو اس امر پر شاہد ہے کہ ان میر منصور بیگ کا تعلق اسی درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ (دہلی) سے تھا۔

زاد المعاد ہی میں (لاحقہ قسم اول خاتمہ) میں حضرت خواجہ کے سمرقند سے خلافت یاب ہوکر واپس آنے کا انتظار کرنے والے افراد کی فہرست میں مرزا منصور بیگ ولد مہدی خان کا نام بھی درج ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس حلقہ کے قدیم اور اولین افراد میں سے تھے۔

میر سلطان منصور جہانگیر بادشاہ کو جب یاد آئے تو اس نے انہیں بلا بھیجا اور اعزازات سے نوازا، توزک جہانگیری میں اس نام کی کسی شخصیت کا ذکر نہیں ہے، ایک منصور خان کا چند مرتبہ نام آیا ہے، جس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ زیر نظر شخصیت ہیں۔

۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۶ء کے واقعات کے تحت مہابت خان کی بغاوت کے سلسلہ میں جہانگیر کی میر منصور بدخشی سے ترکی میں گفتگو کا ذکر ملتا ہے (توزک ۴۸۷) ممکن ہے کہ اس سے مراد یہی میر منصور بیگ ہوں۔

جہانگیر کے عہد میں دین اسلام کو جو تقویت قاضی اسلم ہروی اور قاضی مولوی میر محمد فاضل سے ہوئی وہ قابل توجہ ہے اور اس عہد میں شریعت کی ترویج کے لئے جو کام میر منصور نے کیا حقیقت میں وہی شیخ الاسلام ہیں۔

قاضی اسلام ہروی نے اہل اسلام کی ہمہ وقت پشت پناہی کی (طبقات شاہ جہانی ۳۶/۱۰)

Marfat.com

مولانا محمد فاضل بدخشی اپنے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرشد مولانا خواجگی امکنگی کے مرید خاص بھی تھے، (طبقات شاہ جہانی (۳۶/۱۰) وہ عین القضاۃ ہمدانی کی اولاد میں سے تھے، لاہور میں سکونت اختیار کر لی تھی، جہانگیر نے انہیں پنجاب کی صدارت پر متعین کیا، پھر میر عدل عسکر بنا دیا...... شاہ جہان کے ابتدائی عہد میں ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی اور لاہور میں درس وتدریس کے کام کا آغاز کر دیا، ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء کو فوت ہوئے (مرأۃ العالم ۲/ ۲۴۰) میر منصور حج کے لئے گئے تھے وہیں مکہ مکرمہ میں دفن ہیں (مکتوبات معصومیہ ۳/ ۷۰/ ۱۱۳۔۱۱۴)

Marfat.com

خواجہ محمد افضل

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے قریب ترین عزیزوں میں سے ہیں، وہ کم سنی سے ہی حقیقی بیٹوں کی طرح آپ کے ہاں تربیت پا کر بہت کم عرصہ میں مولویت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔

آپ فرماتے تھے کہ خواجہ محمد افضل کو مقامات کمال طے کرنے میں کمال درجہ کی سرعت حاصل ہے، جب مجھے ان کی فہم وفراست کی قوت معلوم ہوئی تو اس وقت تک وہ قواعد صرف کے تمام رسائل سے فارغ ہو چکے تھے تو میں نے انہیں شرح ملا پڑھنے کی ہدایت کی پھر وہ چند دنوں میں ہی صاحب مطالعہ ہو کر مطول اور شرح شمسیہ پڑھنے لگے اور ان فنون کے قواعد کا بہت کم عرصہ میں ملکہ حاصل کر لیا اب وہ ہدایہ، تلویح، شرح مواقف اور تفسیر قاضی کے مطالعہ میں مشغول ہیں، انہوں نے کم وبیش ہر کتاب کا ایک جزو ہی استادوں کی خدمت میں پڑھا اور پھر انہیں مزید تعلیم کی حاجت نہ رہی۔

مختصر یہ کہ انہوں نے صرف کا علم حاصل کرنے کے بعد صرف ایک سال اور چند ماہ میں ہی تمام مروجہ علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی پھر وہ اپنے ہم سبقوں میں فیض لدنی کی تحصیل کے لئے بھی جاذب توجہ ہو گئے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس طبیعت کی جدت، ادراک کی قوت اور سنجیدہ کیفیت کا مجھے خواجہ محمد افضل میں مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے گذشتہ دو سو سال میں ایسا کم ہی کسی کے بارے میں سنا ہوگا، اگر ان پرستی، لاپروائی اور معیشت کے حصول کی مجبوری ان کے راستہ میں نہ آئی ہوتی اور انہیں مزید دو تین سال حوصلہ کے ساتھ تحصیل کے لئے مل جاتے تو اس امت کے عظیم علماء مثلاً امام فخر الدین رازی اور مولانا جلال الدین دوانی علیہما الرحمۃ سے جو کچھ ظہور میں آیا تھا ان سے بھی ایسا ہی ہوتا، افسوس کہ انہوں نے اپنی قدر نہ پہچانی۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ موصوف آپ کی توجہات کے تربیت یافتہ ہیں، تحصیل علوم کے بعد وہ چند سال تک حضرت خواجہ قدس سرہ کی خانقاہ میں درس وتدریس میں مشغول رہ کر اس سلسلۂ علیہ کے جذبات میں سے جذبہ سے مشرف ہوئے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے انہیں بھی قطب المحققین حضرت میاں جیو (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا، جہاں انہیں ''حالات غریبہ و کیفیات عجیبہ'' حاصل ہوئیں اور اس کے بعد وہ حضرت میاں سے صحیح وسالم واپس دہلی آ گئے، وہاں کچھ عرصہ وہ ذکر، مراقبہ اور درس ومطالعہ میں مصروف رہے پھر انہوں نے حضرات سے اجازت لے کر پادشاہ دین پناہ (شاہ جہان) کے عہد مبارک میں سلطنت کی ملازمت کر لی، وہ دارالسلطنت (اکبر آباد، آگرہ) کی قضا کی پرخطر خدمت پر نامزد ہوئے، جہاں وہ کامل ہوشمندی، مہارت، تقویٰ اور دیانت کے ساتھ مذکورہ خدمت بجالاتے رہے۔

ان دنوں وہ بادشاہ کے ساتھ کشمیر کے سفر میں ہمرکاب ہیں اور سننے میں آیا ہے کہ وہ چاہتے ہیں وہ بندگان حضرت (شاہ جہان) خلد اللہ ملکہ سے رخصت لے کر واپس اپنی سابقہ روش پر آ کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ جائیں، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں فلاح و بہبود عطا فرمائے اور ان کا معین و مددگار ہو، نبی پاک کے طفیل۔

تعلیقات

خواجہ محمد افضل، خواجہ حسام الدین احمد کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔

اس وقت تک ہمارے پاس اس امر کی شہادت کے لئے کوئی شواہد نہیں ہیں کہ خواجہ محمد افضل کا خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ نسبی طور پر کیا تعلق تھا؟ ایک افضل محمد بن شیخ یوسف تمیمی انصاری آپ کے ہم زلف تھے یعنی ملا مبارک ناگوری کی ایک بیٹی سے ان کا نکاح ہوا تھا لیکن وہ تو بہت پہلے ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء کو فوت ہو گئے تھے (تاریخ محمدی ۲/۴/۲۵)

اس لئے اس افضل محمد اور خواجہ محمد فضل میں کوئی مناسبت نہیں ہوسکتی، مؤخر الذکر ''زاد المعاد'' کی تالیف کے دوران (۱۰۴۴ھ) بقید حیات تھے، ان کے نام کے ساتھ ''دامت برکاتہ'' کا دعائیہ جملہ بھی اس کی

Marfat.com

شہادت دیتا ہے، افضل محمد کے فرزند عبدالصمد نے ابوالفضل کے انشاء مرتب کئے تھے اور صوفیہ کا ایک تذکرہ ''اخبار الاصفیاء'' بھی تالیف تھا۔

خواجہ حسام الدین احمد نے خواجہ محمد افضل کو تعلیم و تربیت کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں سرہند بھیجا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں انہیں کچھ تردد رہا، خود حضرت مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب بنام خواجہ خرد اور خواجہ جمال الدین حسین بن خواجہ حسام الدین احمد میں یہ گلہ فرماتے ہیں:

خواجہ محمد افضل کا کیا گلہ کروں وہ تو تم دونوں سے زیادہ دوستی کے معاملہ میں بہت دور ہیں بلکہ ہماری دوستی سے ہراساں ہیں۔ (مکتوبات ۳/۵۶)

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب بھی مولانا افضل کے نام ہے، جس کا موضوع ہے: در بیان معنی آنکہ گفتہ اند دران حضرت ذوق یافت ست نہ یافت و در تحقیق اندراج النہایۃ فی البدایۃ کہ خاصۂ این طریقہ است و بیان افضلیت ایں طریقہ بر طرق دیگر (مکتوبات ۲/۴۳)

شاہ جہان بادشاہ نے خواجہ محمد افضل کو اکبرآباد طلب کر کے انہیں دار السلطنت میں قاضی کے عہدہ پر فائز کیا۔

افسوس کہ ہمارے پاس اس امر کی توضیح کے لئے مآخذ نہیں ہیں کہ وہ کب اور کتنا عرصہ قاضی رہے، ڈاکٹر اطہر علی کے مرتبہ گوشواروں سے بھی ہمیں اس نام کے کسی قاضی کا علم نہیں ہو سکا۔

Athar Ali: Apparatus of Empire.

خواجہ محمد افضل، حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی سے بھی عقیدت کامل رکھتے تھے اور انہیں حضرات صاحبزادگان سرہند سے قلبی تعلق تھا، حضرت شاہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی کا مکتوب لے کر آپ دہلی سے سرہند حاضر ہوئے تھے اور حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (مکتوبات معصومیہ: ۲/ ۱۱۸)

خواجہ محمد افضل کو خواجہ محمد عبید اللہ ملقب بہ مروج الشریعت بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کی خدمت میں بھی ارادت کامل تھی، انہیں خواجہ عبید اللہ کی طرف سے خلافت ''بطریق سفارت'' بھی حاصل تھی، جو

Marfat.com

انہوں نے خود اپنے ایک مکتوب (۳۱) میں انہیں لکھ بھیجی تھی۔ (خزینۃ المعارف: ۵۲)

اس کے علاوہ خواجہ عبید اللہ کے ایک اور مکتوب سے ان کے سفر حرمین الشریفین کے ارادہ کا بھی علم ہوتا ہے (ایضاً ۲۹/ ۵۰) غالباً خواجہ محمد افضل کا یہ سفر انہی حضرات کے ہمراہ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء میں ہوا ہوگا۔......

خواجہ محمد افضل کو جو اجازت وخلافت ملی تھی وہ ''بطریق سفارت'' تھی، خلافت کا یہ سلسلہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی نے جاری کیا تھا، آپ نے اپنے چار خلفاء کو اورنگ زیب عالمگیر کی تربیت کے لئے جو خلافت مقیدہ دی تھی، اسے سفارت کا درجہ بھی حاصل تھا (مقامات معصومی ۱/ ۱۶۷-۱۷۳) اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ کے صاحبزادہ خواجہ عبید اللہ نے انہیں اسی خلافت کے اہل قرار دیا تھا کیونکہ وہ شاہ جہاں کی طلبی پر آگرہ میں جا کر وہاں قاضی مقرر ہوئے تھے (زاد المعاد: ۲۸۰/ ۱۰/ ۱۷) گویا وہ خدمت قضا کے ساتھ اصلاح احوال اور ترویج شریعت کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

Marfat.com

خواجہ عبداللطیف

موصوف حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے خالہ زاد بھائی ہیں، انہوں نے ۱۰۲۱ ہجری نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو آپ کی خدمت میں احرام ملازمت (حاضری) باندھا، دیار بدخشاں سے منازل ومراحل طے کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے، چند سال تک آپ کی خدمت میں رہ کر کمالاتِ صوری ومعنوی کی تحصیل کی اور وہ تمام علوم واحوال شریفہ کا سرمایہ لے کر اپنے وطن (بدخشان) واپس چلے گئے۔

ان دنوں وہ دیار بدخشان کے اکابر اور خاص اصحاب فضل وکمال میں شمار ہوتے ہیں، موصوف افادہ علوم ظاہری اور برکات باطنی بزرگ واصاغر میں معروف ہیں۔

ان کے بڑے بھائی خواجہ محمد لطیف بھی، جو فضیلت اور صلاح سے آراستہ تھے انہیں دنوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی لطف وعنایت کی نظر سے نوازے گئے تھے اور انہیں آپ سے اختصاص حاصل تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی وکرم سے تمام اسلامی ممالک کو اپنے بندگان خاص کے وجود سے منور ومزین رکھے۔

Marfat.com

مولانا محمد دوست

مولانا جامع الکمالات مخدوم معظم مولانا محمد یوسف مرغینانی کے قابل فرزند ہیں، ہمارے حضرت (خواجہ حسام الدین احمد) نے کچھ وقت کے لئے ان کی خدمت میں پڑھا ہے اور وہ مخدوم معظم (مولانا مرغینانی) حضرت خواجہ باقی باللہ کے کامل ترین اصحاب میں سے ہیں وہ حضرت خواجہ کی صحبت میں اپنی قدر و منزلت رکھتے تھے، حضرت خواجہ کی آخری عمر میں وہ بھی حضرت خواجہ کے حکم پر قطب المحققین میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، سرہند میں ہی اس دنیا سے روحانیت کی وادی میں منتقل ہوئے (یعنی ان کا انتقال سرہند میں ہی ہو گیا تھا)

اخوی مولانا محمد دوست بھی حضرت خواجہ آفاق قدس سرہ کے عہد میں صرف سات آٹھ سال کے تھے کہ آپ کی شفقت وعنایت سے نوازے گئے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ قدس سرہ ہر روز ان کا سبق خود سنتے تھے اور ان کی تربیت وتادیب کے لئے بڑی کوشش فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد اس اخوت مآب نے اپنی والدہ اور چچا حضرت کے ساتھ حجاز مقدس کے لئے کمر ہمت باندھی، اماکن متبرکہ کی زیارت اور حرمین الشریفین کے طواف کا شرف حاصل کیا، اس سفر شریف سے واپس آ کر انہوں نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے ساتھ سکونت اختیار کر لی، اپنی نظر ہمت کو دیگر تمام اطراف سے منقطع کر لیا، حضرت جلیلۃ الملت والدین ام الکرام والدۂ مخدوم زادہ بزرگ (خواجہ جمال الدین حسین) نے مولانا محمد دوست کی تربیت اور ان کے احوال میں ترقی کے لئے پوری توجہ مبذول کی اور اپنے فرزندوں کی طرح ان کی پرورش فرمائی۔

وہ اخوت مآب روز بروز ترقی کے مدارج کی سعادت حاصل کرنے لگے اور بہت جلد علم وادب، مستقیم رائے، متانت عقل وفطرت سلیم اور حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی محبت واخلاص سے آراستہ ہوتے چلے

Marfat.com

گئے، انہوں نے ہر موقع پر آپ کے قرب کے مراتب طے کر کے محرمیت خاص اور نازک اوقات میں آپ کی ہم نشینی و دوستی کا خاص درجہ حاصل کر لیا، آپ کی خدمت اور کمال درجہ کی عقیدت حاصل کر کے آپ کے لطف و عنایت سے آپ کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے انہیں رسالۂ والدیہ (تالیف حضرت خواجہ احرار) عنایت کیا کہ اس کے مضامین کے مطابق عمل کرو، ان کے بعض عالی قدر مناقب کتاب ''زادلمعاد'' کے خاتمہ، جو کہ آپ کے مرض وصال کے احوال کے لئے مخصوص ہے درج کئے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ موصوف آپ کے خاص ترین مخلصین میں سے ہیں اور وہ ہمیشہ آپ کے امراض قدیمہ کا معائنہ کرتے رہتے تھے، انہوں نے اپنا تعلق قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کی ذات احدیت سے دل کا رابطہ قائم کر لیا، حضرات مخدوم زادوں اور اس سلسلہ کے صلحا کی خدمت انہوں نے اپنا شعار بنالیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے اس قسم کے راست باز خدمت کرنے والے اصحاب کا سایہ تادیر اس دنیا پر رکھے۔

تعلیقات

- مولانا محمد دوست کے والد مولانا محمد یوسف مرغینانی، حضرت خواجہ باقی باللہ کے اکمل اصحاب میں سے تھے، خواجہ حسام الدین احمد نے ان سے کچھ پڑھا بھی تھا، حضرت خواجہ کے حکم پر وہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور وہیں سرہند میں ہی انتقال کیا......

زبدۃ المقامات (ص ۳۶۷) میں مولانا یوسف سمرقندی نام کے حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خلیفہ کے جو احوال درج ہیں وہ یہی مولانا محمد یوسف مرغینانی معلوم ہوتے ہیں، مرغینان، ماوراء النہر میں فرغانہ کے قریب واقع ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب الہدایہ کے مولف شیخ الاسلام برہان الدین علی مرغینانی (ف ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء) کا تعلق بھی اسی علاقہ سے تھا، سمرقند اور مرغینان انہی علاقوں میں سے ہیں، سمرقند کی زیادہ شہرت کے باعث قیاس ہے کہ مولانا محمد یوسف کو زبدۃ المقامات میں مرغینانی کی بجائے سمرقندی لکھ دیا گیا ہوگا، البتہ زبدۃ المقامات کے مولف کا یہ بیان کہ مولانا، حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت

Marfat.com

مجدد الف ثانی سے منسلک ہوئے تھے اور صاحب زاد المعاد کی اطلاع کہ خود حضرت خواجہ کے حکم پر وہ حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں آئے قدرے تضاد ہے تاہم دونوں مولف معاصر ہیں ان کے بیان کو ترجیح دینے کے ذرائع مفقود ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا ایک مکتوب (۱/ ۵۷) شیخ محمد یوسف کے نام ہے، جہاں ان کے نام کے ساتھ کوئی نسبت درج نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگی ان کے خاندان میں موروثی تھی، حضرت مجدد الف ثانی نے انہیں دعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے شریعت کا پابند رکھے......

خواجہ مولانا محمد دوست بن مولانا محمد یوسف مرغینانی، حضرت خواجہ باقی باللہ کے حین حیات صرف سات آٹھ سال کے تھے، خود حضرت خواجہ نے تربیت کا آغاز فرمایا، حضرت خواجہ ۱۰۰۷ھ/ ۱۵۹۸ء کو سمرقند سے خلافت یاب ہو کر دہلی تشریف لائے، مولانا محمد دوست انہی ایام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں گے یعنی ان کی ولادت حدود......۹۹۹ھ = (۱۰۰۷-۸) کو ہوئی ہوگی۔

خواجہ حسام الدین احمد نے مولانا محمد دوست کو رسالہ والدیہ عنایت کیا کہ اسے پڑھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

رسالہ والدیہ حضرت خواجہ احرار کی تالیف ہے، متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے:

احوال وسخنان خواجہ عبید اللہ احرار مولفہ عارف نوشاہی ص ۸۰۔۸۴

Marfat.com

میر سید ابراہیم

میر سید بقعہ منورہ انبروہہ (امروہہ) کے اکابر سادات میں سے ہیں ان کے اجداد کرام زمانہ سابق میں علم وصلاح اور فضل وکمال سے آراستہ تھے۔

اکبر بادشاہ کے آغاز حکومت سے ان کے خاندان میں دنیا کی دولت نے راہ پائی اور امارت وحکمرانی کی رسوم نے ان کے ہاں رواج پایا، ان کے خاندان کے تمام افراد بلند مرتبہ خدمات ومناصب پر سرفراز ہوتے رہے، اس طرح سلطنت کے بہت سے معاملات وامور ان کے دست وبازو کی بہادری اور قوت سے انجام پائے۔

حضرت جنت مکانی (جہانگیر) کے ابتدائی عہد حکومت میں میر مذکور مناصب اور مقامات ارجمند پر فائز ہوئے۔

دہلی کی سیر وسفر کے دوران موصوف حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے دیدار مبارک سے منور ہوئے تو ان کے دل میں آپ کی محبت عجیب طریقہ سے جڑ پکڑ گئی اور پھر وہ ہمیشہ نیاز مندی اور بندگی (عقیدت) کامل کے ساتھ حاضر ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کرتے رہے۔

جب انہیں یہ امر شریف معلوم ہوا کہ آپ نے مشیخت وارشاد (خلافت) قبول ہی نہیں کی تو پھر انہوں نے آپ سے بیعت کے لئے سفارش کی تلاش میں کمر ہمت باندھی اور وسیلہ کی تلاش میں ہر اس شخص کے پاس گئے، جو آپ سے شناسائی رکھتا تھا، انہوں نے اس سلسلہ میں ہر طرح کی منت وسماجت کر کے مدد کی درخواست کی اور آپ کی خدمت میں اپنے حق میں کلمۂ خیر کہنے کی استدعا کی، جب کسی نے ان کی مشکل آسان نہ کی تو انہوں نے اس سعادت مندی کے لئے خلافت مآب میاں شیخ رستم سے واقفیت پیدا کر لی، انہوں نے بھی ان کے کثرت خلق اور نہایت بے تابی کے باعث ان کے حال پر ترس کھاتے ہوئے اوقات

Marfat.com

خاص اور موقع کی مناسبت دیکھ کر ان کے احوال آپ سے اس طرح بیان کائے کہ ان کی استدعا کامل قبول کرلی اور پھر آپ نے بھی کہ یہ کہیں داستان موضوع ہی بن جائے اور پھر مخلصین کے تین چار سال کے مسلسل اصرار و تاکیدات کے باعث متوجہ ہوئے اور بعض اذکار و وظائف کی تعلیم دے کر سرافراز کیا، انہوں نے اسے کامل توجہ اور تن دہی سے سنا اور سعادت مند ہوئے۔

ان دنوں موصوف آپ کی عنایت سے صاحب احوال اور اخلاق پسندیدہ کے مالک ہیں اور اس زمانہ کے اکثر سعادت کے طالب ان سے ہی فیض یاب ہو کر ممتاز ہوئے ہیں۔

تعلیقات

میر سید ابراہیم کے اجداد کو اکبر بادشاہ کے ابتدائی عہد میں معزز عہدے ملے اور انہوں نے اہم فوجی مہمات میں شرکت کر کے سلطنت مغلیہ کو استحکام بخشا۔

چونکہ مولف زادالمعاد نے ان کے اجداد کے نام ہی نہیں لکھے اور کسی دوسرے ذریعہ سے ہمیں معلوم بھی نہیں ہو سکے اس لئے اس کی تفصیلات سے ہم واقف نہیں ہیں۔

میر سید ابراہیم ان دنوں خواجہ حسام الدین احمد کی عنایت سے پسندیدہ اخلاق کے مالک ہیں، گویا زادالمعاد کی تالیف ۱۰۴۴ھ تک بقید حیات تھے۔

میر سید ابراہیم امروہوی، حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ مرید تھے، ایک میر سید ابراہیم حسین بن حسین کلابی بھی تھے، جو آپ کے داماد اور ان سے مختلف شخصیت تھے۔

Marfat.com

خوشحال بیگ

موصوف آپ کے پروردہ اوران کے والدین حضرت خان (والد خواجہ حسام الدین احمد) اور آپ کی پسندیدہ خدمات کے وصف سے متصف تھے۔

یہ خوشحال بیگ وہی ہیں، جو حضرت خواجۂ آفاق (باقی باللہ) قدس سرہ کے زمانہ میں طلب (سلوک) کی خواہش لے کر آئے اور حضرت خواجہ سے تعلیم طریقہ کی التماس کی تھی اور آپ نے ان کی تعلیم کی ذمہ داری حضرت خواجہ حسام الدین احمد کے حوالہ کی اور آپ کو یہ پیغام بھیجا کہ میری خواہش یہ تھی کہ تم میرے تمام مریدین کی طرف متوجہ رہوتا کہ میرے سر سے اس ذمہ داری کا بوجھ کم ہو جائے، اگر تم یہ راہ اختیار نہیں کرنا چاہتے تو اپنے متعلقین کا بار مجھ پر نہ ڈالو، آپ نے عرض کیا یہ بندہ تو آپ کے حکم عالی کا تابع ہے، اس معاملہ میں آپ جو امر فرمائیں اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں ہے۔

اس طرح اس سعادت مند کو آپ نے طریقہ کی تعلیم دی، انہی دنوں وہ سیر وسفر جہان پر نکلے کہ اب تک ہندوستان میں ان کا نام ونشان نہیں ہے، آخر کئی سالوں کے بعد وہ دور دراز علاقوں سے واپس آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر چند دنوں کے بعد اس دنیا سے رحلت کی، اللہ تعالیٰ ان کے مقام کو بلند کرے اور جنت میں ان کے اعلیٰ درجات ہوں۔

آپ کی ساری اولاد، اقرباء، دوست اور ہمسائے بھی آپ کی شفقت سے بڑے ہوئے، جوانی کو پہنچے، پڑھنے کے پابند ہوئے، عبادت اور صلاح کا بھی کسب کیا، آپ نے ان کی تعلیم کے لئے استادوں اور علماء کو مقرر فرمائے رکھا۔

اس جماعت کے تین طبقے ہیں اول کے نمائندہ اعظم واکمل خواجہ محمد افضل ہیں۔

Marfat.com

دوسرے جناب شیخ محمد شریف بن شیخ ساجد کبروی ہیں، جو ایک عرصہ تک خواجہ حسام الدین احمد سے وابستہ رہ کر تحصیل علم اور تربیت حاصل کرنے میں مصروف رہے، انہوں نے آپ سے کسی قدر فضیلت اور سعادت حاصل کر کے رخصت لی، آج کل وہ اکبر آباد (آگرہ) میں اپنے والد (شیخ ساجد کبروی) کے سجادہ نشین ہیں۔

تیسرے فرد شیخ محمد شریف اکبر آبادی ہیں، جو اکبر آباد کے خاندان مفتیاں سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے بھی مدت مدید آپ کے پاس رہ کر فقرو نامرادی میں تخصص حاصل کر کے اپنے وطن کی طرف رجوع کیا۔

ایک اور صاحب ملا عبدالرحیم سلامی ہیں، جنہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت میں رہ کر فضیلت کا کسب کیا اور آپ کی خدمت کی برکات سے انہیں نصیبہ (حصہ) ملا، اب وہ بادشاہ (غالباً شاہجہان) کے منصب داروں میں شامل ہیں۔

تعلیقات

خوشحال بیگ، خواجہ حسام الدین احمد کے پروردہ تھے، ان کے والدین نے نواب غازی خان بدخشی (والدِ خواجہ حسام الدین احمد) کی خدمت کی تھی یعنی ان کے زمانہ امارت میں ان کے ملازم تھے، غالباً یہ ان کے ہمراہ بدخشان سے ہندوستان آئے ہوں گے۔

خواجہ حسام الدین احمد کے مرید خوشحال بیگ کا انتقال آپ کے حین حیات ۱۰۴۳ھ سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔

تاریخ محمدی (۲/۴/۳۳۸) میں ایک خوشحال بیگ کا ذکر آیا ہے، جسے ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۶ء کو قتل کر دیا گیا تھا یقیناً یہ ان سے مختلف شخصیت تھی۔

Marfat.com

مولانا محمد حیدر کشمیری

آپ میرے (خواجہ کلاں) عزیز اور اکمل بھائی خواجہ محمد عبداللہ کی والدہ کے قریبی رشتہ دار ہیں، انہیں سات سال کی عمر میں علم حاصل کرنے کی توفیق ہوئی، وہ اسی درویش آباد (قلعہ فیروزی) میں تعریف کے ساتھ بحیثیت مسافر مقیم رہے، یہاں تک کہ انہیں حضرت خواجہ کے مکان شریف سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر گھر مل گیا، پھر وہ کم سنی سے ہی سالہا سال اپنے گھر سے باہر ہی نہیں نکلے اور پوری کوشش سے طالب علمی کے مراحل طے کرتے رہے، پھر بہت ہی کم مدت میں تمام درسی کتب متداولہ سے فارغ ہو گئے۔

ان دنوں وہ خانقاہ میں پورے استقلال سے مدرس کے فرائض انجام دے رہے ہیں، انہیں اکثر اسلامی علوم اور فنون ادبیہ میں کامل مہارت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور دماغ میں برکت پیدا کرے اور اپنے فضل وکرم سے تفرقہ وقت وحال سے محفوظ رکھے، آمین۔

تعلیقات

مولانا حیدر کشمیری، خواجہ خرد بن حضرت خواجہ کی والدہ کے قریبی رشتہ دار تھے، وہ اس طرح کہ مولانا محمد کشمیری کی بیٹی کے بطن سے تھے اسی بیٹی کی بیٹی سے جو دختر تولد ہوئیں وہ حضرت خواجہ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔

مولانا حیدر کشمیری کے متعلق معاصر بیان ہے کہ انہوں نے علم حدیث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا، اجازت لے کر کشمیر گئے اور وہاں درس وتدریس میں مصروف رہے۔
(طبقات شاہ جہانی ۱۰/۴۶، نزہۃ الخواطر ۵/۱۳۹)

ایک اور شخصیت مولانا حیدر بن فیروز کشمیری اول الذکر مولانا محمد حیدر کشمیری سے مختلف ہیں کیونکہ زاد المعاد کے بیان کے مطابق یہ کشمیر نہیں گئے تھے بلکہ خانقاہ حضرت خواجہ میں ہی درس وتدریس میں مصروف رہے۔

Marfat.com

میاں شیخ محمد حارث

آپ شیخ افخم اعظم امام المتقین، تاج العارفین حضرت میاں شیخ تاج الدین کے فرزند ہیں، جو کہ آپ کے ولایت عرب میں (ہجرت و قیام) کے بعد اپنے والد کے اشارہ پر حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں آئے، چند سال آپ کے پاس رہ کر علوم و فضائل اور اعزاز کا کسب کیا اور آپ کی برکات سے مستفید ہو کر وطن (مکہ مکرمہ) چلے گئے۔

تعلیقات

حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی کے فرزند شیخ محمد حارث، عرب سے اپنے والد کے حکم پر دہلی آئے اور خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں چند سال رہ کر علوم اور فضائل کا کسب کیا اور پھر واپس مکہ مکرمہ چلے گئے۔

معاصر مولف شیخ کمال محمد سنبھلی، جنہوں نے شیخ محمد حارث کو کئی بار دیکھا بھی تھا، لکھتے ہیں:

نسبت باپدر خود درست می کند...... روزی در اوائل من باپدر خود (سیدلعل) بوی شدم...... نشسته بود...... پدر من آن روز به جمعی از دوستان در تعریف وی این عبارت گفته که امروز انسانی دیده ام بر هیئت فرشته پس ازان بسالهای دراز اوّل جلوس بادشاه صاحب قران ثانی (شاه جهان) و من در ملازمت شیخ خود (خواجه خرد) آمد وشد می داشتم در اکبرآباد روزی یکی آمد بلباس لشکریان قبای در بروشمشیری در کمر، ساعتی نشست و برخاست...... منصبی نیك یافته بجاگیر خود رفته و آنجا کارها و شجاعت بجا آورد...... بادشاه...... پدروی که نیك معتقد بوده است...... گویند خواجه ابرار (خواجه حسام الدین احمد) به محمد حارث گفت که امروز پدر تو در دیار عرب شیخی است مقتدیٰ چرا نه پیش او روی و معزز شوی وی

Marfat.com

رفت بمکه با پدر صحبت داشت...... پس ازاں از پدر جدا شده بحجاز برفت و آں جا برفت از دنیا پیش از پدر به پنج روزی در سال هزار و پنجاه و یك وقبر وی در زمین حجاز است، در اوائل شیخ مرا باوی مراسلات بوده است (اسراریہ:۳۵۳۔۳۵۴)

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ شیخ محمد حارث خواجہ حسام الدین احمد کے پاس دہلی آنے سے پہلے اپنے شیخ تاج الدین سنبھلی کی خدمت میں سلوک کی ابتدائی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔

۲۔ مولف اسراریہ نے انہیں اپنے والد سید لعل کے پاس دیکھا تھا۔

۳۔ اول جلوس شاہ جہانی ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء کو مولف نے انہیں اکبر آباد میں دیکھا تھا، جو ملازم پیشہ اور سپاہیانہ وضع کے ساتھ خواجہ خرد کے پاس آئے تھے۔

۴۔ شاہ جہان نے انہیں جاگیر اور منصب دیا تھا، بادشاہ ان کے والد کا بھی معتقد تھا۔

۵۔ خواجہ حسام الدین احمد نے جب انہیں اپنے والد کی صحبت اختیار کرنے کے لئے کہا تو وہ واپس مکہ چلے گئے۔

۶۔ مکہ سے اپنے والد سے رخصت لے کر حجاز گئے تو وہیں اپنے والد کی وفات ۱۰۵۱ھ سے پانچ روز قبل فوت ہو کر دفن ہوئے۔

ان کے والد شیخ تاج الدین سنبھلی نے مکہ مکرمہ میں ۱۸/ جمادی الاول ۱۰۵۱ھ کو انتقال کیا۔ (اسراریہ:۳۶)

اس اعتبار سے ان کے فرزند ۱۳/ جمادی الاول کو فوت ہوئے۔

ہم نے مولف اسراریہ شیخ کمال محمد سنبھلی کے درج کردہ تاریخ وسال وصال کو ان کے ہم وطن اور معاصر ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے حالانکہ خلاصۃ الاثر (۱/ ۴۷۰) میں سال وفات ۱۸/ جمادی الاول ۱۰۵۰ھ دیا ہے یعنی ایک سال کا فرق ہے۔

شیخ محمد حارث کے ایک بھائی شیخ محمد معاذ بھی تھے، جو مکہ مکرمہ میں تولد ہوئے، ۱۰۶۰ھ کو ہندوستان آئے، شاہ جہان کو تحائف دیئے، وہ اپنے وطن سنبھل بھی گئے تھے، مولف اسراریہ نے انہیں وہاں دیکھا تھا، ایک روز وہ دہلی آئے اور خواجہ خرد بن حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملے اور اپنا حال بیان کیا۔ (اسراریہ:۳۵۵)

Marfat.com

میاں شیخ احمد

موصوف مخدوم زادۂ برجادہ خواجہ سراج الدین محمد (بن حضرت خواجہ حسام الدین احمد) کے ماموں تھے، انہوں نے بچپن سے ہی آپ کی خدمت میں نشونما پائی، قرآن مجید حفظ کیا، درسی کتب کا مطالعہ کیا اور پھر آپ کے آخری سفر اکبر آباد میں آپ کے ہمراہ تھے، اس وقت وہ نیک اور صالحین عصر میں شمار ہوتے ہیں۔

تعلیقات

شیخ احمد، خواجہ حسام الدین احمد کے برادر نسبتی اور مخدوم زادہ خواجہ سراج الدین محمد کے ماموں تھے، ان کی والدہ بی بی زہری، خواجہ حسام الدین احمد کی دوسری زوجۂ محترمہ اور بی بی دولت کی بیٹی تھیں، جو حضرت خواجہ باقی باللہ کی تربیت یافتہ اور خواتین کی روحانی تربیت کے لئے متعین تھیں۔

اخوی میر محمد صادق

اخوی میر محمد صادق بن خواجہ محمد قلیچ میرے (مولف زاد المعاد) ماموں زاد ہیں، وہ میرے ساتھ ہی مکتب میں پڑھ کر بڑے ہوئے ہیں اور آپ کے سایہ التفات میں رہ کر تربیت حاصل کی ہے، انہیں تمام کسبی فضائل حاصل ہیں، انہیں فن طب، نجوم اور ریاضی میں مہارت حاصل ہے، صلاح و نیک بختی، سنجیدگی اور ہوشمندی میں وہ اپنے اکثر ساتھیوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔

تعلیقات

میر محمد صادق بن خواجہ محمد قلیچ خان مولف (خواجہ کلاں) کے ماموں خواجہ محمد قلیچ خان کے فرزند تھے۔

Marfat.com

حافظ عنایت اللہ

خواجہ محمد قلیج کے دوسرے فرزند حافظ عنایت اللہ ہیں، انہوں نے بھی آپ کی خدمت میں رہ کر کلام اللہ حفظ کیا، کتب فارسی پڑھنا سیکھیں، خط و کتابت اور سیاق و حساب بھی حاصل کیا، انہیں آپ سے عقیدت اور اخلاص بھی حاصل ہوا۔

تعلیقات

خواجہ محمد قلیج خان کے دوسرے فرزند حافظ عنایت اللہ بھی خواجہ حسام الدین احمد کے تربیت یافتہ تھے۔

پیر محمد صدیق

پیر محمد صدیق بن خواجہ محمد صادق، جو کہ اس فقیر کے بھائی (خواجہ عبداللہ خواجہ خرد) کے ماموں زادہ ہیں، انہوں نے آپ کے پاس رہ کر طالب عالمی کے اکثر مقامات طے کئے، آپ کی صحبت کا التزام کیا، میرے بھائی سے افادات بھی ان کے شامل حال ہیں، انہوں نے طریقہ کی تعلیم حضرت میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) سے حاصل کی، انہیں تمام فضائل میں حصہ کامل ملا ہے۔

تعلیقات

مولف کے برادر اصغر خواجہ خرد کے ماموں خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری کے فرزند خواجہ محمد صدیق تھے، جن کی پرورش اور تعلیم و تربیت خواجہ حسام الدین احمد نے کی تھی، ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۰ء کو فوت ہوئے۔

Marfat.com

میاں محمد قلی

موصوف کم سنی سے ہی واصلان حق کے ساتھ رہ کر بڑے ہوئے ہیں، انہیں آپ کی نظر عنایت اور مخصوص شفقت بھی حاصل رہی ہے، انہیں بزرگوں کی رضا جوئی، اطاعت اور عقل و ہوشمندی میں کامل دستگاہ حاصل تھی، شغل قلب اور طریقہ کی مشق انہوں نے اس سلسلہ کے بعض عزیزوں کی خدمت میں رہ کر کی ہے، فضائل و علوم رسمیہ پر وہ فرصت کے وقت توجہ کرتے ہیں۔

تعلیقات

حضرت خواجہ کے خلیفہ میاں شیخ رستم کے فرزند میاں محمد قلی نے کم سنی سے ہی خواجہ حسام الدین احمد سے منسلک ہو کر تربیت حاصل کی۔

شیخ احمد گجراتی تربیت یافتہ بی بی قطب کی بیٹی بی بی قطب کے انہی فرزند میاں محمد قلی کے نکاح میں تھی۔

(زاد المعاد ۲۸۸/۱۶)

Marfat.com

خواجہ محمد صوفی

خواجہ محمد صوفی بن جناب خواجۂ بزرگ (شیخ حسین خوارزمی کبروی (ف ۹۵۸ھ) سلسلہ کبرویہ کے اکابر صاحبزادوں میں سے تھے، حضرت خواجہ حسام الدین احمد ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے، چنانچہ کلام اللہ اور نام حق کا سبق آپ خود ہر روز ان سے سنتے تھے۔

اپنے قیام اکبرآباد کے دوران آپ نے جو عنایت نامے ام العارفین (بی بی زہری) کو لکھے، ان میں ان کی تعلیم کے بارے میں برابر ترغیبات دیتے رہے تھے اور آپ کی توجہ کی برکت سے انہوں نے کم سنی سے ہی تعلیم کی طرف کامل توجہ مبذول کئے رکھی، نیک ذاتی اور بزرگ زادگی ان کے بشرہ سے عیاں ہے۔

خواجہ ابو مدین

خواجہ ابوالفیض بدخشی ان کے جدِ مکرم آغاز سے ہی بدخشاں میں اپنی بزرگی اور بزرگ منشی کے باعث معروف ہیں۔

ان کے والد گرامی خواجہ احمد عرصہ تک حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی صحبت میں رہے ہیں، انہوں نے حضرت میاں شیخ احمد (مجدد الف ثانی) سے بیعت کی اور اس طریقہ میں داخل ہو کر آرام و استقامت میں وقت گذارا اور خواجہ ابو مدین دن رات حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہے، وہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ سراج الدین محمد کے مکتب اور حوزہ درس میں ان کے ہم سبق ہیں، وہ کبھی کبھی آپ کے زیر گردن اعضاء منور کو پنکھا کرنے اور مالش وغیرہ کی خدمات سے مشرف ہوتے تھے۔

ان دنوں موصوف حضرت مخدوم زادہ (سراج الدین محمد) کی صحبت میں اپنی قدیم روش کے مطابق ہم سبق ہیں (زاد المعاد)

Marfat.com

میر سید کاظم و میر سید زین العابدین

یہ دونوں ولایت بدخشان کے جوان بزرگ زادے اور سید زادے ہیں اور خواجہ حسام الدین احمد ان کی تعلیم و تادیب میں بڑی کوشش کی اور کبھی کبھی ان کی مشفقانہ و مربیانہ تنبیہ بھی کرتے، انہوں نے رسائل صرف اور نحو کے کچھ قواعد بھی اپنی تحصیل کے زمانہ میں پڑھے تھے، ان دنوں میر سید کاظم اپنی عیال مندی کے باعث تحصیل کی بجائے روزی کمانے میں مصروف ہیں، لیکن ساتھ ہی آپ کے ساتھ محبت اور اخلاص کا تعلق بھی رکھے ہوئے ہیں۔

میر سید زین العابدین نے تو خود کو تعلیم کا پابند بنا لیا ہے اور انہیں اس سے فطری وقوی مناسبت محسوس ہوتی ہے، امید ہے کہ اوج کمال پر پہنچنے تک توفیق ایزدی ان کے شامل حال رہے گی (زاد المعاد)

میاں محمد باقر

میاں محمد باقر بن میاں شیخ طاہر فیروز آبادی، مستقیم فطرت رکھتے ہیں، وہ کمال پابندی کے ساتھ خواجہ حسام الدین احمد کی رہنمائی میں مقامات سلوک طے کر رہے ہیں، ان دنوں موصوف میرے برادر عزیز محمد عبداللہ (خواجہ خرد) کی صحبت میں مصروف کار ہیں اور وہ ان شاء اللہ سبحانہ ظاہری و باطنی اہلیت پر فائز ہوں گے۔ (ایضاً)

ان میں سے چند وہ فقراء و صلحاء جو دور دراز علاقوں سے آپ کی صحبت کے اسیر ہو کر آئے اور اسی درویش آباد قلعۂ فیروزی میں آ کر مستقیم ہو گئے یعنی

Marfat.com

ان میں سب سے کامل اور متقی جناب میاں شیخ رکن الدین ہیں:

ان کا خاندان دیار پورب میں تعلیم، عبادت گذاری اور ذاتی نیک نامی کے باعث پہچانا جاتا تھا، ان کے عزیزوں نے انہیں دہلی جا کر وہاں سے تحصیل علم کے لئے رہنمائی کی، جب وہ ہندوستان کے اس ام البلاد (دہلی) پہنچے اور اس خانقاہ کے فقراء کے گوشہ منورہ پر نظر پڑی تو انہوں نے دوسرے علاقوں کے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا اور پھر اسی درویش آباد کے قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کر لی، موصوف اسی درویش آباد میں فقر وتجرد، دائمی ذکر، تعمیر اوقات اور دولت مندوں کی صحبت سے اجتناب اور دیگر خصوصیات میں ان جیسا کوئی نوجوان نہیں ہے اور اکثر جوانان ان کے اوقات معمورہ سے بکثرت فوائد حاصل کرتے ہیں، ان کے عالم صفا اور دل کی روشنی کے قصے اکثر مخلصین سے سنے ہیں۔

تعلیقات

میاں باقر کے والد میاں شیخ طاہر فیروز آبادی بن مولانا شیخ مبارک کم سنی میں حضرت خواجہ کی خدمت میں آئے اور خواجہ حسام الدین احمد سے سلوک کی تعلیم حاصل کی، حالات کے لئے ملاحظہ ہو زاد المعاد (۲۹۸)

Marfat.com

شیخ احمد گجراتی

موصوف گجرات کے بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے صادق الاخلاص مخلصوں میں سے ہیں، انہوں نے صرف آپ کی محبت مصاحبت کے لئے اپنے وطن کی سکونت ترک کی اور پھر اسی درویش آباد میں کئی قسم کی ریاضت ومجاہدہ میں وقت گزارتے ہیں، جب کبھی آپ کا نام لیا جاتا اور آپ کی یاد آتی ہے تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

آپ نے ان کی تعلیم طریقہ وارشاد بارعۃ الدہر بی بی قطب کے سپرد کر دیا تھا اور ان کی بیٹی میاں محمد قلی نبیرہ بی بی قطب کے نکاح میں ہے، آپ کے وصال (یکم صفر ۱۰۴۳ھ) کے بعد ان کو کئی قسم کے امراض شدیدہ لاحق ہو گئے اور صرف ایک سال وچند ماہ بعد (حدود ۱۰۴۴ھ میں) انتقال کر گئے (زاد المعاد)

Marfat.com

میاں شیخ ولی محمد

آپ شیخ صوفی بڈہنی کی اولاد میں سے ہیں مدت تک آپ کی خدمت میں ناز اور نخرے سے رہ کر تائب ہوئے اور آپ نے انہیں تحمل سے برداشت کیا اور پھر سلوک کی تعلیم اس طرح دی کہ جناب میراں اس کی برکت سے خود بخود صحیح ہو گئے۔

تعلیقات

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت شیخ نصیر الدین محمو چراغ دہلی، شیخ بڈہنی کی روحانیت کی تعریف کیا کرتے تھے، چنگیزیوں نے دہلی پر حملہ کے دوران حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ صوفی بڈہنی کو گرفتار کر لیا تھا، جب قیدیوں کو شدید بھوک و پیاس لگی تو خواجہ قطب الدین نے انہیں نان (کاک) دیا اور شیخ صوفی نے پانی کے کوزے دیئے، ہندی زبان میں کوزہ کو بدھن کہتے ہیں اسی کرامت کے باعث خواجہ قطب الدین ''کاکی'' معروف ہوئے اور شیخ صوفی ''بڈہنی'' کہلائے (اخبار الاخیار ۱۵۰۔۱۵۱) صوفی بڈہنی، کیتھل کے باشندے تھے، سال وفات معلوم نہیں (گلزار ابرار ۶۷)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ میاں شیخ عبدالواحد اجودھنی نے خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، خواجہ کلاں نے وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ کے وصال (۱۰۱۲ھ) کے بعد خواجہ حسام الدین احمد نے شیخ عبدالواحد اجودھنی کی اولاد کو خاص احترام دیا تھا۔ (زاد المعادص ۲۳۸)

Marfat.com

شیخ ابراہیم دکھنی

آپ ملک دکن کے فقراء میں سے ہیں، انہوں نے عرصہ دراز تک وہاں قیام کیا، ایک رات خواب میں انہیں زیارت ہوئی تو خواجہ حسام الدین احمد کے دیدار کے شوق میں دور دراز کی منازل طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور راستہ میں کئی مشائخ کی صحبت میسر آئی، ان عزیزوں کی صحبت کے باوجود موصوف اپنی کوشش میں لگے رہے، یہاں تک کہ وہ اپنے مقصود حقیقی یعنی آپ سے ملاقات سے مشرف ہوئے اور آپ نے ان کی تربیت عالی مقام میاں شیخ نعمت اللہ کے سپرد کر دی اس طرح انہوں نے ان سے طریقہ تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے خانقاہ کی خدمت ان کے سپرد کی، پھر کئی اور خدمات پر بھی ان کو مامور کیا گیا۔

ان دنوں موصوف مخدوم زادہ بزرگ خواجہ جمال الدین حسین کی خدمت میں رہتے ہیں (زادالمعاد)

ملا حسن گجراتی

موصوف کم عمری میں ہی ان دیار (دکن) سے ہجرت کر کے لاہور میں آرہے، پھر وہاں سے دہلی پہنچے، کچھ عرصہ خانقاہ میں پڑھنے میں مصروف رہے، پھر شیخ ابراہیم دکنی کے بعد خانقاہ کی خدمت سے یہی مشرف ہوئے اور اب تک وہ اسی خدمت پر مامور ہیں، سادگی اور اہل عقل کے اطوار سے ناواقفیت کے باوجود خانقاہ کی خدمت دقائق و جزئیات تک کرتے تھے، پھر موصوف آپ کے ہاں ظاہری معیشت (ملازمت) بھی کر لیا کرتے تھے، مثلاً وہ میاں شیخ ولی محمد بن حضرت شیخ عبدالواحد اجودھنی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں فرصت کے ہر لمحہ میں پہنچ جاتے اور ان کی ظاہری معیشت میں مدد کرتے اور آپ ہر ممکن ان پر لطف وشفقت صادق فرماتے تھے (زادالمعاد)

Marfat.com

میاں محمد یوسف

آپ برادرزادہ وداماد حضرت شیخ الہ داد ہیں، جو پندرہ سولہ سال کی عمر میں اپنے وطن اصلی یعنی انبروہہ سے دہلی پہنچے اور آپ کی خدمت میں رہ کر طلب علم میں مشغول ہو گئے، وہ اپنے اس کام میں شرح ملا اور شرح وقایہ تک پہنچ چکے ہیں، پھر انہوں نے اپنی ہمت کتابت کے فن اور حساب (ریاضی) کی تحصیل میں صرف کردی اور انہوں نے اس میں کمال حاصل کرلیا، اس کے بعد آپ کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنی خدمت درویشوں کے لئے وقف کر دیں اور وہ اب تک اسی خدمت پر مامور ہیں، انہیں نیک نیتی، رزق حلال، دیانت اور تقویٰ میں پورا حصہ ملا ہے (زادالمعاد)

تعلیقات

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ میاں شیخ الہ داد امروہوی (ف ۱۰۵۱ھ/ ۱۶۴۱ء) [اسراریہ: ۴۳، تاریخ امروہہ ۲/ ۱۷، طبقات شاہ جہانی ۱۰/ ۱۸] کے بھانجے اور داماد میاں شیخ محمد یوسف نے بھی خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت حاصل کی تھی۔

سید میراں جوان

آپ مستقیم قسم کے سید زادہ ہیں، انہیں حضرت میاں شیخ الہ داد کی خدمت میں طریقہ اخذ کرنے کا شرف حاصل ہے، انہیں اکثر پردہ دار خواتین کی خدمت پر عزت واحترام سے مامور کیا جاتا تھا اور وہ آپ کی عنایات ومہربانیوں سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے۔

Marfat.com

ملا عبد السلام

آپ نومسلم ہیں اور حضرت خواجہ آفاق (باقی باللہ) قدس سرہ کے ظہور سے پہلے ملت ہنود سے تائب ہو کر طبقۂ اسلام میں سعادت مند ہوئے اور پھر تاحیات حضرت خواجہ حسام الدین احمد کی خدمت میں آپ کی تمام زمینوں کی نگہداشت اور بازار کی خدمت پر مامور رہ کر میاں شیخ الہ داد سے طریقہ اخذ کیا۔

آپ کے تمام خادموں اور ملازموں نے خدمت گاری کے مقام پر رہ کر نیک بختی کے تمام درجات طے کیے، مثلاً فیض اللہ کوکلتاش بھی تھے اس فقیر (خواجہ کلاں) کو معلوم ہے کہ وہ کم سنی سے ہی صوفیہ کے ہاں مقبول ومنظور نظر رہتے تھے، انہیں آپ کی خدمت میں کامل رغبت حاصل تھی، ان کی موجودگی میں دوسرے خادم کو آپ نہیں بلاتے تھے، اس لئے ان پر سعادت مندی کے آثار تاباں وروشن ہیں (زاد المعاد)

سبحان قلی ورحمت اللہ

یہ دونوں خدمت گاروں میں سے ہیں، توکل، کامل عقلمندی، تحمل اور بردباری میں آپ کے تمام خادموں میں یہ سب سے بلند مرتبہ ہیں، اسی طرح اپنی قدر اور منزلت سے بڑی اور چھوٹی خدمات سے مشرف ہوتے رہتے تھے، انہوں نے خواجہ حسام الدین احمد کی درگاہ کی خاک روبی کی عزت بھی حاصل کی (یہ تمام تر احوال خواجہ کلاں کی کتاب زاد المعاد سے ملخصاً ماخوذ ہیں)

Marfat.com

شیخ صفر احمد معصومی

(مولف مقامات معصومی)

شیخ صفر احمد، حضرت خواجہ محمد معصوم کے نواسے، حضرت مجدد الف ثانی کے نواسے میر محمد فضل اللہ کے بیٹے اور حضرت شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے داماد و خلیفہ تھے۔

آباواجداد

شیخ صفر احمد، حضرت مجدد الف ثانی کے برادر حقیقی شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد کی اولاد میں سے تھے، انہوں نے اپنا نسب اس طرح لکھا ہے:

(شیخ صفر احمد) بن شیخ محمد فضل اللہ بن قاضی شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق بن مخدوم عبدالاحد [۱] قدس اسرارہم

مولف نے اپنے اجداد کے حالات مختصر اور اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ (۱۰۵۰۔۱۱۱۷ھ/۱۶۴۰۔۱۷۰۶ء) کے مفصل حالات مقامات معصومی میں لکھے ہیں [۲] نیز انہوں نے اپنے والد کے حالات پر اپنی دو مستقل کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ [۳]

۱۔ مقامات معصومی ۱۸۔۱۹، ۳۶۲۔۳۶۳ یہاں صاحب عمدۃ المقامات کو سہو ہوا ہے اور انہوں نے قاضی عبدالقادر کو براہ راست شیخ عبدالرزاق کا فرزند سمجھ لیا ہے (۲۴۳) یعنی ان سے مندرجہ بالا نسب میں ایک نام شیخ محمد امین رہ گیا ہے گویا شیخ عبدالقادر شیخ عبدالرزاق کے پوتے تھے بیٹے نہیں۔

۲۔ مقامات معصومی ۳۶۲۔۴۰۰

۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عنوان ''تالیفات میر صفر احمد''

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی کی وصیت تھی کہ ہم نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہر عمل کرنے کی کوشش کی ہے، البتہ ایک عمل ہم نہیں کر سکے کہ حضور ﷺ نے نواسوں کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اگر ہماری وفات کے بعد ہمارے ہاں نواسہ تولد ہو تو اسے ہماری قبر پر بٹھایا جائے تا کہ یہ عمل جو ہم اپنی زندگی میں نہیں کر سکے وہ وفات کے بعد ہو جائے چنانچہ اس اہم مقصد کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے جس نواسے کا انتخاب ہوا وہ یہی میر محمد فضل اللہ تھے۔ ۱

حضرت میر فضل اللہ کے والد یعنی مولف مقامات معصومی کے دادا شیخ عبد القادر، سرہند کے قاضی تھے، جب ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء میں ان کا انتقال ہوا تو اورنگزیب نے مولف کے والد میر محمد فضل اللہ کو ان کے بجائے قاضی مقرر کیا ۲ اورنگزیب اس وقت تخت نشین ہو چکا تھا۔

اسی سال حضرت خواجہ محمد معصوم کی دختر صفیہ سے انہی میر محمد فضل اللہ کا نکاح ہوا ۳ لہذا مقامات معصومی کے مولف حضرت خواجہ کے نواسے ہوئے۔

مقامات معصومی کے مولف شیخ صفر احمد مادری طور پر صحیح النسب سادات میں سے تھے، مولف کی نانی یعنی حضرت خواجہ محمد معصوم کی زوجہ محترمہ روم کے سادات میں سے تھیں۔

اس خانوادے کے ایک فرد میر رمضان، روم سے ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی ۴ انہی کے فرزند میر صفر احمد رومی کی دختر ثانیہ رقیہ ۵ سے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا نکاح ہوا ۶

۱۔ مقامات معصومی ۳۶۵ ۲۔ مقامات معصومی ۳۶۹

۳۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/ ۲۳۳ احمد ابو الخیر: ہدیہ احمدیہ ۳۶

۴۔ مقامات معصومی ۱/ ۷۔ ۱۶۔ ۱۷ مولف روضۃ القیومیہ (۱/ ۱۱۹) نے لکھا ہے کہ میر صفر احمد رومی روم سے ہندوستان آئے تھے جو صحیح نہیں ہے مولف مقامات معصومی کی اس خاندانی روایت کے مقابلہ میں روضۃ القیومیہ کا اختلاف چنداں قابل توجہ نہیں ہے۔ (تعلیقات مقامات معصومی ۱/ ۷۔ ۱۶۔ ۱۷)

۵۔ محترمہ کا وصال ۱۰۹۲ھ کو ہوا (روضۃ القیومیہ ۳/ ۶۸)

۶۔ مقامات معصومی ۳/ ۷، روضہ ۲/ ۴۔ ۵ (حضرت خواجہ کی تمام تر اولاد اسی خاتون کے بطن سے تھی)

Marfat.com

میر صفر احمد نے خود وضاحت کی ہے کہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے ان کے نام پر میرا نام صفر احمد رکھا گیا۔[۱]

یہی میر صفر احمد رومی (ف ۱۰۳۸ھ/ ۱۶۲۸ء) حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہ [۲] اور خلیفہ تھے [۳] اس مبارک شادی کی تحریک لاہور کے نامور عالم اور حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت ملا محمد طاہر لاہوری نے کی تھی اور انہیں کی سعی جمیلہ سے یہ عقد مسنون ہوا، اس کار نیک کے سلسلے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی عرصہ تک لاہور میں مقیم رہے [۴] انہی خاتون جنت نشان رقیہ بنت میر صفر احمد رومی کے بطن سے جو آخری صاحبزادی صفیہ تولد ہوئیں ان کا نکاح شیخ صفر احمد معصومی سے ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تین صاحبزادیاں تھیں اول رقیہ جو شیر خوارگی میں ہی فوت ہو گئیں، دوم ام کلثوم صرف پندرہ سال کی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی کے حین حیات فوت ہوئیں اور سوم خدیجہ جو بقید حیات رہیں [۵] حضرت مجدد الف ثانی کی تمام تر دختری اولاد انہی کے بطن سے ہے۔

انہی بی بی خدیجہ بنت حضرت مجدد الف ثانی کا نکاح حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت قاضی عبد القادر سے ہوا [۶] اس خاتون عفت مآب کے بطن سے حسب ذیل اولاد ہوئی:

خواجہ محی الدین (محرم بارگاہ سلطنت اورنگزیب) [۷]، حاجی میر محمد فضل اللہ (والد مولف مقامات معصومی متولد بسال ۱۰۵۰ھ) اور شیخ عبد اللطیف (متولد ۱۰۵۵ھ مصاحب اورنگزیب) [۸]

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عنوان ''مولف کا نام'' ۲۔ مکتوبات ۱/ ۱۲۷، ۳/ ۶۵

۳۔ مقامات معصومی ۲/ ۴۔۵ ۴۔ ایضاً ۱۔ ۴۔۷ نیز بعض تاملات کے لئے مقامات معصومی کے متن پر ہمارے تعلیقات ملاحظہ کریں۔ ۵۔ کشمی: زبدۃ المقامات ۳۲۶ (صاحبزادیوں کے نام روضۃ القیومیہ (۱/ ۳۱۷) سے ماخوذ ہیں) ۶۔ کتاب حاضر ۳۶۳

۷، ۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ''خواجہ محمد معصوم'' کا عنوان بنائر حضرت مجدد الف ثانی اور نگزیب کی مصاحبت میں'' مولف روضۃ القیومیہ (۱/ ۳۱۷) نے خواجہ غلام محی الدین کا نام غلام محمد لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

بیٹوں کے علاوہ ان کی سات بیٹیاں ابھی تھیں یعنی خاتم جیو، رشیدہ، ام سلمٰی، دختر (نام نامعلوم) ۲۔ ان میں سے حاجی میر محمد فضل اللہ کا عقد مسنون صفیہ بنت خواجہ محمد معصوم سے ہوا یہی مولف مقامات معصومی کے والد محترم ہیں۔

حاجی میر محمد فضل اللہ کی اولاد میں سے چار لڑکوں اور دو لڑکیوں کا ذکر ملتا ہے سب سے پہلے فرزند کی ولادت سے صرف دو روز بعد ہی وفات ہو گئی ۳ ان میں بڑے شیخ عزالدین احمد ۴ (۱۰۷۳۔۱۱۰۰ھ)، دوسرے شیخ حسام الدین احمد ۵ (۱۰۷۹۔۱۱۱۹ھ) اور تیسرے مجدالدین احمد میر صفر احمد (مولف کتاب مقامات معصومی) ہیں صاحبزادیوں میں سے حفصہ منسوب بہ شیخ روح اللہ ۶ بن خواجہ محمد اشرف بن حضرت خواجہ محمد معصوم اور اسماء منسوب بہ شیخ محمد عثمان بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم۔ ۷

شیخ عزالدین احمد بن شیخ محمد فضل اللہ، حضرت خواجہ سیف الدین کے داماد تھے ان کی صاحبزادی بی بی زہرہ ان سے منسوب تھیں، بی بی زہرہ کے انتقال کے بعد حسن النساء بنت حضرت مروج الشریعت سے ان کا نکاح ہوا، ۸ شیخ عزالدین احمد لاولد ہی فوت ہو گئے۔ ۹

۱۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۷ (اس کتاب کے مولف نے حاجی میر محمد فضل اللہ کی اولاد کی جو تفصیل اور ترتیب بتائی ہے وہ مقامات معصومی سے متفاوت ہے، ظاہر ہے اپنے خاندان کے بارے میں جو تفصیل صاحب مقامات معصومی نے بتائی ہے وہ روضہ کے مقابلہ میں صحیح ترین ہے، مولف مقامات معصومی نے لکھا ہے کہ میرے والد کے برادر بزرگ کا نام خواجہ محی الدین ہے (۳۶۶) اور یہ بھی وضاحت کی ہے کہ میرے والد اپنے والدین کے فرزند اوسط تھے (۳۶۵)

۲۔ روضہ ۱/ ۳۱۹ ران سب حضرات کی اولاد کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا سے منسلک شجرۂ میر صفر احمد معصومی

۳۔ مقامات معصومی ۱۷ ۔ ۴۔ ایضاً ۳۸۶۔۳۹۱ ۔ ۵۔ ایضاً ۳۹۱۔۳۹۲ مع تعلیقات

۶۔ ایضاً ۳۳۰، ۳۳۲، روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۹ ۔ ۷۔ ایضاً

۸۔ رک تعلیقات مقامات معصومی ۳۹/ ۷۔۸ ۔ ۹۔ ہدیۂ احمدیہ ۳۶ (حاشیہ)

Marfat.com

شیخ حسام الدین احمد بن شیخ محمد فضل اللہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی، بیٹوں میں نظام الدین، جلال اور وجیہ الدین یہ تینوں لاولد تھے، ان کی بیٹی شیخ نورالحق بن حضرت وحدت سے منسوب تھی۔[۱]

حفصہ بنت شیخ محمد فضل اللہ (شیخ روح اللہ بن شیخ محمد اشرف سے منسوب تھیں) کے بطن سے ایک بیٹا نوراحمد اور ایک بیٹی سارہ (منسوب بہ محمد کرامت اللہ بن محمد سالم) تھی نوراحمد کی صرف ایک بیٹی معصوم النساء تھی۔[۲]

بی بی اسماء کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔[۳]

میر صفر احمد معصومی

آپ کتاب مقامات معصومی کے مولف ہیں، ان کے حالات زندگی متعارف اور مطبوعہ تذکروں میں نہیں ملتے ہم نے صرف ان اشارات کی بنیاد پر ان کے حالات مرتب کئے ہیں، جو کتاب مقاماتِ معصومی اور معدن الجواہر میں جابجا ملتے ہیں۔

ولادت

میر صفر احمد نے خود وضاحت کی ہے کہ ان کی ولادت ۱۵/زی قعدہ ۱۰۸۶ھ/ ۳۱ جنوری ۱۶۷۶ء کو ہوئی:

> ولادت ایں آوارہ در سال ہزار و ہشتاد و شش ہجری و پانزدہم شہر ذی قعدہ دست داد۔[۴]

اس کے علاوہ مختلف واقعات کے اندراج کے دوران جابجا اپنے سال ولادت کی طرف اشارات کئے ہیں:

میر صفر احمد نے بتایا ہے کہ آغاز تالیف[۵] (۱۱۳۲ھ) کے وقت میری عمر ۴۵ سال ہے۔[۶]

۱۔ رک تعلیقات مقامات معصومی ۳۹۲/۲ ۲۔ ہدیۂ احمدیہ ۶۹

۳۔ ایضاً ۷۰ ۴۔ مقامات معصومی ۳۹۵/۲۲

۵۔ ایضاً ۱۲/۴۔ ۵ (گویا ایک سال رواں سال کے طور پر شمار کیا گیا ہے) ۶۔ ایضاً ۴

Marfat.com

اس طرح مولف کا سال ولادت ۱۰۸۷ھ (۱۱۳۲-۴۵) برآمد ہوتا ہے۔

میر صفر احمد نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال (۱۰۷۹ھ) کے وقت میری عمر آٹھ سال تھی[۱] یعنی (۱۰۷۹+۸=۱۰۸۷ھ) گویا ایک سال کو جاری برس کے طور پر شمار کیا ہے۔

حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال ۱۱۱۵ھ کے دوران میر صفر احمد ۲۸ سال کے تھے[۲] یعنی ۱۱۱۵-۲۸=۱۰۸۷ھ

میر صفر احمد نے مزید اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے وصال ۱۰۷۹ھ کے وقت میری عمر صرف دس سال تھی[۳] اس طرح (۱۰۷۹-۱۰)۱۰۶۹ھ برآمد ہوتا ہے۔

اپنے سال ولادت کی طرف اشارات کے دوران چند مقامات پر مولف سے سہو بھی ہوا ہے، ایک مقام پر لکھا ہے کہ میری ولادت سے پہلے حضرت مروج الشریعت کا وصال ہو چکا تھا[۴] حالانکہ مولف خود ہی اس فصل میں حضرت مروج الشریعت کا سال وصال ۱۰۸۳ھ لکھ چکے ہیں[۵] گویا (۱۰۸۶-۱۰۸۳=۳) مولف اس وقت صرف تین سال کے تھے۔

بحث کا حاصل یہ ہے کہ میر صفر احمد کا صحیح سال ولادت ان کی اپنی تحریرات کی بنیاد پر ۱۰۸۶ھ ہے۔

میر صفر احمد کا نام

میر صفر احمد نے مقامات معصومی کے آغاز میں اپنا نام یوں لکھا ہے:

امابعد برخوشه چینان ارباب ولایت......مخفی نماند که بندهٔ دور از کار......
صفراحمد فضلی معصومی بن معرفت و ولایت دستگاهی...... شیخ محمدفضل اللّٰه
العمری الاحمدی......[۶]

۱۔ مقامات معصومی ۱۷۔۲۰ ۲۔ ایضاً ۲۹۷ ۳۔ ایضاً ۳۳۶، ۴۴۷
۴۔ ایضاً ۱/۳۱۱۔۱۰ ۵۔ ایضاً ۳۲۱ ۶۔ ایضاً ۳۔۴

Marfat.com

اپنے والد گرامی حضرت شیخ محمد فضل اللہ کے حالات کے ضمن میں اپنے خودنوشت حالات میں اپنا پورا نام یوں تحریر کیا ہے:

عاجز شکسته بال...... جامع ایں مقامات فرخنده نکات مجدالدین احمد ابوالبرکات حلقه بگوشان اولیاء صحبت صمیمی صفراحمدمعصومی عفاالله......[۱]

میر صفر احمد نے وضاحت کی ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا لقب ''مجدالدین'' تھا[۲] اس لئے میرا ایک نام اس مبارک لقب پر مجدالدین احمد رکھا گیا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کنیت ''ابوالبرکات'' [۳] تھی اس لئے میری کنیت بھی یہی مقرر کی گئی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ ان کا مشہور نام صفر احمد ہوگا کیوں کہ یہ نام ان کے جد مادری میر صفر احمد رومی کا تھا چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے ان کے نام پر میرا نام صفر احمد رکھا گیا تا کہ دنیا میں ان کی یادگار رہ جائے:

مجدالدین...... که لقب حضرت ایشاں بوده و کنیت ابوالبرکات معین فرموده که کنیت حضرت مجددالف ثانی است رضی الله عنه گفتند که اشهر نام های صفر احمد باشد که نام جد شریف مادریٔ ما است و ایشاں را اولاد پسری نمانده پس بایں تقریب نام ایشاں نزد اهل روزگار باشد[۴]

میر صفر احمد کی والدہ کو آپ کی ولادت سے پیشتر عالم رویا میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے ہاں جو فرزند تولد ہو اس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ مولف کا ایک نام معین الدین بھی رکھا گیا تھا۔[۵]

اس طرح مولف کے اسماء معین الدین، مجدالدین احمد اور صفر احمد رکھے گئے لیکن ان میں جس نام کو شہرت ہوئی وہ موخر الذکر یعنی ''صفر احمد'' تھا مولف نے اپنی کتاب معدن الجواہر میں اپنا نام صرف مجدالدین احمد ہی لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔[۶]

۱۔ مقامات معصومی ۳۹۲ ۲۔ ایضاً ۱۰/۵۵ ۳۔ زبدۃ المقامات ۳

۴۔ مقامات معصومی ۳۹۵ ۵۔ ایضاً ۳۹۴۔۲۹۵ ۶۔ معدن الجواہر ۲

Marfat.com

میر صفر احمد کی تعلیم

میر صفر احمد نے مروجہ علوم کی تحصیل کا آغاز اپنے والد گرامی کی خدمت میں کیا ان کے والد اس عہد کے درجہ اول کے مدرسین میں تھے، انہوں نے اپنے بزرگوں[۱] کے علاوہ حدیث کی سند حضرت سید زین العابدین مدنی سے بھی لی تھی[۲] انہوں نے مدتوں درس دیا اور اس امر خیر میں اتنا غلو تھا کہ جمعہ کے روز بھی طلبہ کو رخصت نہیں دیتے تھے[۳]، میر صفر احمد نے مروجہ کتب شرح مواقف اور مشکوۃ المصابیح وغیرہ اپنے والد گرامی سے پڑھیں وہ اپنے اس بیٹے اور ہونہار شاگرد کے علمی مباحث سے اس قدر متاثر تھے کہ درس میں شامل کتب درسیہ کے حواشی پر اپنے اس فرزند کے اقوال کو ان کے نام کے ساتھ جا بجا قلم بند کر رکھا تھا[۴] اس کے علاوہ میر صفر احمد نے فیض الباری شرح صحیح بخاری تالیف شیخ محمد اعظم بن حضرت خواجہ سیف الدین کے چند اجزا اپنے والد گرامی سے سبقاً پڑھے۔[۵]

میر صفر احمد نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں (۱۰۹۹ھ/ ۱۶۸۸ء) کو جب اپنے والد کے ہمراہ ملتان گئے تو سید ابراہیم بن مخدوم رابع محمد یوسف گردیزی کی خدمت میں خانقاہ گردیزیہ میں جا کر علم منطق کی مشہور کتاب شرح شمسیہ کا درس لیا۔[۶]

شیوخ طریقت

میر صفر احمد نے اپنے مشائخ میں سے حضرت میر محمد فضل اللہ (والد خود)، حضرت شیخ صبغۃ اللہ، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس اسرارہم کی عنایات خصوصی کا جا بجا تذکرہ کیا ہے۔

اپنے والد گرامی کو ''اپنا پیر اول واستاد کامل'' بتایا ہے:

۱۔ شیخ میر محمد فضل اللہ نے شرح وقایہ حضرت خواجہ محمد معصوم سے پڑھی (مقامات معصومی ۳۶۸) اس کے علاوہ حضرت خواجہ محمد سعید، علامہ محمد فرخ، ملا بدر الدین سلطانپوری اور اپنے والد قاضی عبد القادر سے تحصیل کی (ایضاً)

۲۔ ایضاً ۳۲/ ۱۶۔۱۷ (نیز تعلیقات) ۳۔ ایضاً ۳۶۸ ۴۔ ایضاً ۳۹۵

۵۔ ایضاً ۳۴۷/ ۱۹۔۲۰ (مع تعلیقات) ۶۔ ایضاً ۴۷۳

Marfat.com

والد بزرگوار ایں ذرهٔ بی مقدار را که پیراول و استاد کامل ایں عاصئ نابکار اند......[1]

......حضرت والد بزرگوار که پیرعالی مقدار ایں نیازمند نیز بودند......[2]

میر صفر احمد نے اپنے نام کے ساتھ نسبت ''فضلی'' اپنے والد گرامی میر محمد فضل اللہ کے ساتھ اپنے اسی اختصاص کی بنا پر لکھی ہے۔[3]

والد گرامی کے بعد میر صفر احمد نے اپنے شیوخ میں دوسرا نام حضرت شیخ صبغۃ اللہ[4] بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کا لکھا ہے، مولف مقامات معصومی کی تکمیل سے قبل حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے حالات پر مستقل کتاب معدن الجواہر کے نام سے تالیف کر چکے تھے[5] جس میں انہوں نے اپنے اس شیخ بزرگوار کے ساتھ اختصاص کا جا بجا ذکر کیا ہے، مقامات معصومی میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صبغۃ اللہ نے اپنے آخری ایام حیات میں مجھے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی، جس کے آثار بھی ظاہر ہوئے:

عالی حضرت ایں فدوی آستان را مدتی چند پیش از وصال خود در ضمن مقدسه گرفته...... وآثار بسیار که مترتب بر معالهٔ ضمنیت است درمی یابی، فوقع کمابشر[6]

میر صفر احمد نے معدن الجواہر میں خود وضاحت کی ہے کہ وہ حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے خلیفۂ مجاز ہیں[7]، اسی اختصاص کا مظہر ہے کہ میر صفر احمد نے مقامات معصومی میں بہت سی روایات شیخ محمد صبغۃ اللہ کی سند سے تحریر کی ہیں۔[8]

۱۔ مقامات معصومی ۲۶۳۔۱۰ ۲۔ ایضاً ۳۹۵ ۳۔ رک بعنوان ''مولف کا نام''

۴۔ شیخ صبغۃ اللہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۲۶۴۔۲۹۰ و معدن الجواہر

۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عنوان ''تالیفات میر صفر احمد معصومی''

۶۔ مقامات معصومی ۲۸۲۔۲۸۳ ۷۔ محمد فضل اللہ قندھاری: عمدۃ المقامات ۳۸۷

۸۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مقامات معصومی کے مقدمہ کا عنوان ''راویان مقامات معصومی''

Marfat.com

میر صفر احمد کو حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے بھی خصوصی لگاؤ تھا، میر صفر احمد کے معاصر کمال الدین محمد احسان نے انہیں حضرت حجۃ اللہ کا مرید بتایا ہے[۱]

میر صفر احمد نے اپنے بعض مریدین کا بھی ضمناً ذکر کیا ہے۔

میر صفر احمد کے سلاطین و امراء سے روابط

میر صفر احمد نے سلاطین ہند میں سے محمد معظم بہادر شاہ عالم خلد منزل بن اورنگزیب سے اپنی ملاقات اور اس کے ساتھ اپنے توسل کا بھی ذکر کیا ہے اسی طرح فرخ سیر کو بھی نہایت عمدہ الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور امراء عصر میں سے نواب نظام الملک آصف جاہ، محمد امین خان، ارادت خان واضح، شیخ برہان فاضل خان تونی، امیر خان والی کابل، گنج علی خان اور مرزا محمد مسعود فوجدار اٹک و روہتاس کے ساتھ اپنے مراسم اور ان کے ساتھ جابجا ملاقات کا ذکر کیا ہے۔

میر صفر احمد نے لکھا ہے کہ ۳۲ سال کی عمر میں برہانپور میں تھا یعنی (۱۰۸۶+۳۲=۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) میں اس قیام کے دوران بادشاہ خلد منزل بہادر شاہ کی طرف سے انہیں سو روپے وصول ہوئے[۲] ان دنوں اورنگزیب کے انتقال اور جانشینی کے معاملات کے سلسلے میں شہزادہ بہادر شاہ خلد منزل بھی اورنگ آباد میں مقیم تھا[۳] ممکن ہے میر صفر احمد اس وقت سے اسی لشکر میں مستقل ملازم ہوں اور اسی کے ساتھ برہانپور گئے ہوں کیونکہ اس کے دوسرے جلوس ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۹ء میں جب خلد منزل نے اجمیر پر حملہ کیا تو وہ اس لشکر میں موجود تھے[۴] اجمیر کے زمینداروں راجہ جے سنگھ اور راجہ اجیت سنگھ کے ساتھ مغل فوج کا شدید مقابلہ ہوا، دس بارہ ہزار افراد قتل ہوئے، معاصر مورخ کامور خان کا بیان ہے:

......سید شجاعت خان بارھہ ناظم اجمیر معروض گردید......بسیاری از سادات بارھہ در نواح سانبھر رسیدہ، بافواج راجہ جے سنگھ زمیندار آنبرو راجہ اجیت سنگھ زمیندار مازوار معرکۂ قتال آراستند، جنگی بہ نہایت صعوبت بہ وقوع

۱۔ روضہ ا/ ۳۱۸ ۲۔ مقامات معصومی ۴۳۴۔۴۳۵

۳۔ کامور خان: تذکرۃ السلاطین چغتا ۵ ۴۔ مقامات معصومی ۲۸۲۔۱۲۔۲۱

Marfat.com

پیوست...... قریب ده دواز ده هزار کس از مسلمین و هنود قتیل و مجروح گشتند......[1]

خلد منزل بہادر شاہ نے ایک صحبت میں مولف کو بتایا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے مجھے اپنے والد کے حین حیات ہی جانشین اور بادشاہت کی بشارت دی تھی[2] اس نے تخت نشینی کیدوسرے سال یہ بات مولف کو بتائی۔[3]

میر صفر احمد نے فرخ سیر کے لئے بھی جابجا بہت عمدہ الفاظ استعمال کئے ہیں اسے ''شہید'' لکھا ہے[4] لیکن اس سے اپنے تعلق کی نوعیت نہیں بتائی، جب میر صفر احمد نے مقامات معصومی کی تالیف کا آغاز کیا تو محمد شاہ سلطنت ہند پر متمکن تھا اس کے لئے مولف کے ان الفاظ:

"سلطان الاسلام ظل اللّٰہ فی الایام خلیفۃ اللّٰہ فی العالمین غیاث الاسلام و مغیث المسلمین به زیر ایں فهمیده طاق مینا دو چشم آدمیت زدست بینا ابوالمظفر ناصرالدین محمدشاه بادشاه غازی خلد اللّٰه تعالیٰ ملکه و سلطانه و افاض علینا و علی العالمین بره و احسانه"[5]

سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولف کو شاید محمد شاہ سے بھی توسل تھا۔

سلاطین کے علاوہ امرائے عصر میں سے برہان الدین مخاطب بہ فاضل خان تونی (ف ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۲ء) جس کی محفل میں کتب صوفیہ کا درس بھی ہوتا تھا[6] سے بھی روابط تھے دیگر سنی تورانی امراء کی طرح ہمارے

۱۔ تذکرۃ السلاطین چغتا ۳۴ نیز ملاحظہ ہو:

Sarda, H,B: Ajmer, 74, Irvine, W: Later Mughals Vol.ii, p.45-48

۲۔ مقامات معصومی ۳۱۲

۳۔ تعلیقات مقاماتِ معصومی ۲۱۳/ ۱۷۔۱۹ (بہادر شاہ کے حضرت خواجہ سے بیعت اور عقیدت کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا عنوان ''حضرت خواجہ کے سلاطین و امراء سے روابط''

۴۔ مقامات معصومی ۵۰۸ ۵۔ ایضاً: ۱۲ ۶۔ ایضاً ۵۹/ ۸۔۱۰ و تعلیقات

Marfat.com

میر صفر احمد بھی دربار کی پارٹی پولیٹکس میں ایرانی شیعی گروہ کے مقابلے میں تورانی پارٹی کے حامی تھے، محمد شاہ نے جب ایرانی پارٹی یعنی سادات بارہہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوشش کی تو اس میں تورانی پارٹی کے سب سے سرگرم رکن اعتمادالدولہ محمد امین خان نے کردار ادا کیا اور ایرانی پارٹی کا سب سے اہم فرد امیر الامراء سید حسین علی مخاطب بہ حسین علی خان بہادر فیروز جنگ ۶/ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء سرحد پھواہہ میں اعتمادالدولہ کے منصوبے سے مارا گیا، اب دونوں مذکورہ پارٹیاں اس کی موت کے باعث برسرپیکار ہو گئیں، سید حسین علی خان کے ہمشیرہ زادے غیرت خان نے زبردست مقابلہ کیا لیکن وہ بھی مارا گیا، اس طرح میدان تورانی گروہ کے ہاتھ میں رہا،[۱] مولف مقامات معصومی اس موقع پر میدان میں موجود اعتمادالدولہ کے طرفدار کی حیثیت سے اس کے لئے فتح ونصرت کی دعا کر رہے تھے[۲] اس معرکے میں حضرت خواجہ محمد زبیر کے ایک مخلص مرید حاجی قندھاری بھی ان کے ہمراہ میدان جنگ میں تھے۔[۳]

عسرت وتنگدستی کی حالت میں ایک سفر کے دوران کراماتی طور پر مولف نے نظام الملک آصف جاہ (۱۰۸۲۔۱۱۶۱ھ/۱۶۷۲۔۱۷۴۸ء) کی طرف سے سو روپے بطور نذرانہ وصول ہونے کا ذکر کیا ہے[۴] جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ میر صفر احمد کو نواب نظام الملک سے بھی توسل تھا۔

تاریخ ارادت خان کے معروف مولف، شاعر اور امیر مبارک اللہ واضح مخاطب بہ ارادت خان سے بھی مولف کو ملنے اور ان سے روایت کرنے کا موقع ملا تھا[۵] کابل کے دو ناظموں امیر خان[۶] اور گنج علی خان[۷]

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مقامات معصومی پر تعلیقات ۲۲۰/۱۰، جنیدی، محمد محبوب: حیات آصف ۱۷۹۔۱۸۰، بالمکند نامہ مرتبہ ستیش چندر، علی گڑھ، ۱۹۷۲ء

۲۔ مقاماتِ معصومی ۲۲۰۔۲۲۱ اعتمادالدولہ حضرات نقشبندیہ سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا، حضرت خواجہ محمد زبیر سے اس کی ارادت کی تفصیل کے لئے دیکھئے روضۃ القیومیہ ۴/ ۱۲۹۔۱۳۱، ۲۶۴

۳۔ مقامات معصومی ۲۲۱ ۔ ۴۔ ایضاً ۲۲۰ ۔ ۵۔ ایضاً ۳۵۱ (رک بعنوان ''راویان مقامات معصومی'')

۶۔ امیر خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات مقامات معصومی ۳۲۹/ ۱۶۔۲۲

۷۔ ایضاً ۴۳۶/ ۲۱۔۲۳

Marfat.com

سے بھی مولف کی نشست و برخاست تھی اور یہ دونوں امراء مقامات معصومی کے راویوں میں بھی شامل ہیں [۱]

میر صفر احمد کے بیانات سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ سلاطین و امراء کے ہاں کس منصب پر فائز تھے، کتب تاریخ بھی اس کے ذکر سے خالی ہیں، انہوں نے اعتمادالدولہ اور امیر الامراء حسین علی خان کی لڑائی، جس میں وہ شریک تھے کا واقعہ لکھنے کے بعد بتایا ہے کہ وہ اس لشکر سے واپس شاہ جہاں آباد صرف ''حصول امارات ومرادات'' کے لئے آئے تھے [۲] ایک منصب دار بھی جس کا انہوں نے نام نہیں لکھا مولف سے بیعت تھا:

یکی از اغنیای ایں وقت بہ منصب عمدہ ممتاز است و بہ خدمات شائستہ سرافراز و بہ دست ایں بی بضاعت ارادت حضرت ایشان حاصل نمودہ...... [۳]

میر صفر احمد کے مختلف سفر

میر صفر احمد چونکہ سلاطین و امراء سے متوسل تھے [۴] اس لئے وہ مختلف ملکی مہمات کے دوران لشکر کے ہمراہ کئی مقامات پر گئے اور اپنے والد گرامی کے ساتھ بھی اور کبھی اپنے شیخ بزرگوار شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہمسفر رہے، انہوں نے لاہور، ملتان، اٹک، قریہ ملیجان، شیر پور، دہلی، پانی پت، برہانپور، گوالیار، اجمیر، اکبرآباد، دکن، سہارنپور، پشاور، میوہ خاتون (کابل) دیہ یعقوب، جلال آباد اور کابل تک طویل سفر کئے، ان اسفار کے دوران وہ برابر تصنیف وتالیف میں بھی مصروف رہے [۵] ان کے بعض سفروں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

میر صفر احمد کے مختلف اسفار کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، اول وہ سفر جو انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے حین حیات اور ان کے ہمراہ کئے دوسرے ان کے وصال ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء کے بعد کے سفر۔

۱۔ رک عنوان کتاب ہذا ''راویان مقامات معصومی'' (نیز اس باب کے بعض امور کی توضیحات کے لئے بھی یہی عنوان ملاحظہ کریں) ۲۔ مقامات معصومی ۲۲۱/۲۰ ۳۔ ایضاً: ۵۲۱

۴۔ رک بہ کتاب حاضر کا عنوان ''مولف کے سلاطین و امراء سے روابط''

۵۔ رک بہ کتاب حاضر کا عنوان ''تالیفات میر صفر احمد معصومی''

Marfat.com

قدیم ترین سفر جس کا ہمیں میر صفر احمد کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے وہ ان کا بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ پشاور کا سفر ہے جس میں وہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ نامدار شیخ محمد صدیق پشاوری[1] کی زیارت کے لئے بھی گئے تھے[2] غالباً سرہند سے کابل جاتے ہوئے کیوں کہ مولف کے والد اکثر باجوڑ اور کابل جایا کرتے تھے[3] چودہ سال کی عمر میں مولف اپنے والد گرامی کے ہمراہ پھر حدود پشاور میں تھے جہاں ان کے والد نے ان کے کشف کے ایک نتیجے کا اثبات کیا۔[4]

میر صفر احمد تیرہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ملتان گئے اس وقت نواب مکرم خان صوبہ دار تھا، وہاں میر صفر احمد نے حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ محمد یوسف گردیزی رابع[5] سے درسی کتب پڑھیں[6] (۱۱۱۵ھ/ ۱۷۰۳ء) میں جس سال حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کا وصال ہوا مولف اپنے والد کے ہم سفر اور قریہ شیر پور (بالائی آب ستلج) میں مقیم تھے[7] اسی طرح ان کے والد پنجاب کے قریہ ملحان میں سفر کے دوران ٹھہرے تو ہمارے میر صفر احمد بھی ہمرکاب تھے[8] حضرت خواجہ کے معروف خلیفہ شیخ بایزید سہارنپوری کے وصال کے بعد اپنے والد کے ہمراہ سہارنپور سے گزرتے ہوئے شیخ مذکور کے مزار کی زیارت کے لئے بھی گئے۔[9]

میر صفر احمد کئی مرتبہ افغانستان بھی گئے، حضرات مجددیہ کی تعلیمات کے جن علاقوں میں گہرے اثرات کا علم ہوتا ہے ان میں وسط ایشیاء کے ساتھ کابل وقندھار بھی قابل ذکر ہیں، میر صفر احمد ان علاقوں میں پہلے تو والد کے ہمراہ پھر ان کے وصال کے بعد بھی گئے تھے۔

میر صفر احمد نے حضرت خواجہ کے خلیفہ خواجہ عبدالصمد کابلی کے وصال ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء سے قبل ان کے گاؤں دیہ یعقوب (کابل سے ایک فرسخ بجانب جنوب) جانے کا بھی ذکر کیا ہے[10] نواح کابل کے ایک

۱۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۴۳۲۔۴۳۷ ۲۔ ایضاً ۴۳۶..

۳۔ تعلیقات مقامات معصومی ۴۳۶/ ۱۵۔۲۰ ۴۔ ایضاً ۳۹۷

۵۔ حالات کے لئے دیکھئے مقامات معصومی ۴۷۳ ۶۔ ایضاً ۴۷۳/ ۱۵۔۲۰

۷۔ ایضاً ۳۰۴ ۸۔ ایضاً ۵۰۳

۹۔ ایضاً ۴۶۵ ۱۰۔ ایضاً ۴۸۷/ ۱۳ مع تعلیقات

Marfat.com

شیخ طریقت کے ساتھ سوال و جواب کی محفل میں میر صفر احمد نے اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر بتایا ہے۔[۱]

میر صفر احمد لاہور میں کئی مرتبہ مفتی محمد باقر لاہوری (ف حدود ۱۰۹۱ھ) سے ملے[۲] اور لاہور میں ہی آپ نے اپنے جد مادر شیخ صفر احمد رومی کے مزار کی زیارت بھی کی ہے[۳] اسی طرح سفر کے دوران مولف کی شیخ حسین عشاق (ف ۱۰۹ا ھ) سے دکن کے قلعہ پرنڈہ میں ملاقات ہوئی۔[۴]

اسفار میر صفر احمد کے دوسرے حصے میں ہم نے میر صفر احمد کے ایسے اسفار کا حال درج کیا ہے جو انہوں نے والد کے وصال ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء کے بعد کئے یا اس امر کی صراحت نہیں کی یا میر صفر احمد کے بارے میں معلومات کی انتہائی کمی کے باعث ہم ان اسفار کے سنین متعین نہیں کر سکے۔

میر صفر احمد نے دو مرتبہ برہانپور جانے کا ذکر کیا ہے، اول شیخ ابوالمظفر برہانپوری (ف حدود ۱۰۸اھ) کے مزار پر حاضری کا ذکر کیا ہے[۵] لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ تھے، دوسری مرتبہ ۳۲ سال کی عمر میں یعنی ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء کو برہانپور گئے ان دنوں میر صفر احمد کے ہاں فرزند تولد ہوا۔[۶]

میر صفر احمد ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء میں خلد منزل بہادر شاہ کے لشکر کے ساتھ نواح اجمیر کے گاؤں سانبھڑ میں تھے[۷] یہاں میر صفر احمد تقریباً دو سال تک مقیم رہے کیوں کہ انہیں یہیں سرہند پر سکھوں کے حملے اور حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے وصال ۱۱۲۲ھ کی اطلاع ملی تھی۔[۸]

میر صفر احمد نے اپنے شیخ بزرگوار شیخ صبغۃ اللہ (ف ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء) کے حین حیات بعض اسفار کا ذکر کیا ہے، ایک مرتبہ ان کے ہمراہ کابل جانے کا تذکرہ کیا ہے[۹] پھر میر صفر احمد کی اٹک و رہتاس کے فوجدار مرزا محمد مسعود سے ملاقات ہوئی تو اس سے ایک اہم روایت نقل کی۔[۱۰]

۱۔ مقامات معصومی ۵۱۸ ۲۔ ایضاً ۴۵۴ ۳۔ رک عنوان ''اجداد مولف

۴۔ مقامات معصومی ۴۸۵ ۵۔ ایضاً ۴۴۹

۶۔ ایضاً ۵۳۴ (ولادت مولف ۱۰۸۶+عمر مولف ۳۲ = ۱۱۱۸ھ)

۷۔ رک عنوان ''مولف کے سلاطین وامراء سے روابط'' ۸۔ مقامات معصومی

۹۔ معدن الجواہر ۲۳ ۱۰۔ عنوان مقامات معصومی ''راویان مقامات معصومی''

Marfat.com

میر صفر احمد نے وضاحت کی ہے کہ مجھے حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے آخری ایام حیات میں ان کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کا موقع ملا لیکن ساتھ ہی بعض موانع کی بناء پر انہیں دکن کے سفر پر روانہ ہونا پڑا ۔ا۔ میر صفر احمد نے حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے حین حیات ہی ان کے حالات پر مستقل کتاب ''معدن الجواہر'' اجین میں ہی مکمل کی تھی ۔۲۔

حضرت خواجہ کے خلیفہ ملا موسیٰ بھٹی کوٹی (ف ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۱ء) کے ہمراہ میر صفر احمد نے دہلی جانے کا ذکر کیا ہے۔۳۔ ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء میں میر صفر احمد، شیخ ابوحنیف بن حضرت وحدت کے ساتھ کہیں سفر کر رہے تھے کہ انہیں حضرت وحدت کے وصال کی اطلاع ملی، حضرت وحدت دہلی میں رہتے تھے، ان کی نعش مبارک دہلی سے براستہ پانی پت اور سرائے کنور سے سرہند پہنچانے کی مولف نے بھی سعادت حاصل کی، مولف کے بیٹے محمد معشوق بھی ہم سفر تھے۔۴۔

میر صفر احمد حضرت وحدت کے وصال ۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء سے دو سال پہلے ہی یعنی ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء کو اپنے آبائی مسکن سرہند سے اپنے فرزند شیخ ابوداؤد نیاز احمد کو ساتھ لے کر سفر پر روانہ ہو گئے تھے، انہوں نے وضاحت کی ہے کہ مقامات معصومی کی تالیف کے آغاز ۱۱۳۲ھ/ ۱۷۲۰ء سے آٹھ سال قبل اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حضرت خواجہ کی جن غائبانہ عنایات کا احساس کیا تھا وہ اب آغاز تالیف میں پھر محسوس ہوئیں۔۵۔ میر صفر احمد نے لکھا ہے کہ ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء کے سفر کی وجہ مخالفین کی ایذا رسانی کا خدشہ ہے، انہوں نے نہ تو مخالفت کی نوعیت اور نہ ہی مخالفین کے نام بتائے ہیں، ممکن ہے اس وقت کی سیاسی پارٹیوں میں سے ایرانی پارٹی کے ممبران کی مخالفت کی طرف اشارہ ہو کیوں کہ میر صفر احمد سنی تورانی پارٹی میں شامل اور ان کے شریک رہتے تھے۔۶۔ بہرحال یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میر صفر احمد کو شدید بیماری کی حالت میں بھی سفر کرنا پڑا اور وہ

ا۔ مقامات معصومی ۲۸۱ ۲۔ رک عنوان کتاب ہذا ''تالیفات میر صفر احمد معصومی''

۳۔ مقامات معصومی ۴۵۹ ۴۔ ایضاً ۴۱۴۔۴۱۵ (مع تعلیقات)

۵۔ ایضاً ۱۲/۱۳۔۱۴ (آغاز تالیف ۱۱۳۲-۸+۱۱۲۴ھ)

۶۔ رک عنوان ''مولف کے سلاطین وامراء سے روابط''

Marfat.com

سرہند سے دہلی پہنچ کر مزید بیمار پڑ گئے، تھوڑے سے افاقے کے احساس پر ہی سفر اختیار کر لیا، مولف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

دریں مرتبه که به وطن مالوف اعني به دارالارشاد حضرت سرهند به مضى مدت سه و نیم سال رفته بود...... و بعد ایذای که بعضی از مخالفین که بعض آنها دشمنان این متین اند که سبب اختیار این سفر سعادت ثمردولت اثر گردیده...... باوجود که مرض صعب مشرف به هلاکت باشد کشیده بود در عین نقاهت بلکه قدری از مرض مانده که به حلاوت خاطر پادریں سفر نهاده هنوز سفر مقرر داشته نه رسیده که بتقریب است و فی الحقیقت به تقاضای قسمت چند روز در شاه جهان آباد اقامت ورزیده به نوعی بمرض مهلك مبتلا گشته و رشتهٔ امید از عبور گسسته که به ناگاه از یاری بخت اقبال و...... شهر شریف ربیع الثانی که با شب جمعه اتفاق ساخته نورچشم ابوداؤد نیاز احمد سلمه الله سبحانه که رفیق اسفار است و محرم اسرار در منام سعادت اثمار دولت انجام بمشاهده باکمال حضرت سیدالانبیاء و امام الاصفیاء...... صلی الله تعالی علیه و علی آله و صحبه و سلم و بارك مشرف گردیده...... شمول نعمت هنیه و طلوع دولت بهیه که درایں سفر خیرالاسفار به فضل الرحیم الغفار بریں عاصی دور از کار پرتو انداز گردیده...... در روز پنج شنبه سنه هزار و صد و سی و دو که از لفظ (مادهٔ تاریخ تالیف مقامات معصومی) پیدا است...... (احقر قبل ازیں به هشت سال در همیں بلدهٔ دارالخلافه در خواب به شرف صحبت حضرت ایشاں مشرف گشته......[1]...... بعد از برآمدن حضرت سرهند بلدهٔ دارالخلافه شاه جهان آباد دریں سفر خیرالاسفار بند گردیده...... محض به

ا۔ مقامات معصومی ۵۔۱۲ (ملخصاً)

Marfat.com

برکات تصرفات حضرت ایشان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه به سعادت کشائش برآمدن ازیں جا بآسانی میسر گردیده به حلاوت اکبرآباد را دیده بارفاقت عسکرباز معاودت شاه جهان آباد تا حصول امارت و مرادات دست داده...... چه شروع ایں مفتاح بست و ششم ربیع الثانی در عین از ارو اضطرار بود...... و بست و ششم جمادی الاول متصله آں به شفا و کشائش برآمدن جانب اکبرآباد میسر گردیده درآں وقت تحریر مفتاح اول تا...... باز، دخول ایں بلده از رجوع به تاریخ نوزدهم محرم الحرام اتفاق یافته......[1]

فقیر دور از کار یك بار به داعیه گوالیار را از سرهند برآمده چوں به شاهجهان آباد رسیده در مقام آنحضرت (شیخ محمدصدیق بن حضرت خواجه) بدستور قدیم خود منزل نموده و درآں جا به حمی شدید گرفتار گردیده و امتداد دو هفته کشیده......[2]

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ مولف اس مرتبہ سرہند اپنے اہل وعیال کے ساتھ ساڑھے تین سال تک رہنے کے بعد واپس اپنی ملازمت کے لئے روانہ ہوئے۔

۲۔ مولف اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل ہی سرہند میں بیمار تھے۔

۳۔ انہوں نے ایام مرض میں ہی سفر کا آغاز کیا۔

۴۔ سفر کا سبب مخالفین کی ایذا رسانی اور مخالفت بتایا ہے۔

۵۔ راستے میں انہوں نے دہلی میں قیام کیا۔

۶۔ مولف کا معمول تھا کہ سفر پر جاتے اور واپس سرہند آتے ہوئے اپنے ماموں حضرت شیخ صدیق بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہاں دہلی میں قیام کرتے تھے۔

۱۔ مقامات معصومی ۲۲۱۔۳۳۳ ۲۔ ایضاً ۳۵۵

Marfat.com

۷۔ مولف دہلی پہنچ کر پھر بیمار ہوئے، یہ بیماری دو ہفتے تک رہی۔

۸۔ مولف کے فرزند نیاز احمد بھی شریک سفر تھے۔

۹۔ یہ سفر مقامات معصومی کے آغاز تالیف ۱۱۳۲ھ/ ۲۰-۱۷ء کے دوران کیا۔

۱۰۔ یہ سفر سرہند سے اکبر آباد تک تھا۔

۱۱۔ مولف کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سفر میں لشکر کے ساتھ تھے۔

۱۲۔ اس لشکر کے ساتھ مولف پھر حصول ''امارت ومرادات'' کے لئے دہلی آئے۔

۱۳۔ دہلی سے پھر گوالیار کی طرف سفر کیا۔

موخر الذکر اشارے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مولف اسی سفر میں اکبر آباد سے ہی گوالیار کی طرف گئے یا دہلی واپس آکر پھر گوالیار کے لئے رخت سفر باندھا۔

مولف نے یہ بھی وضاحت نہیں کی کہ وہ اس سفر اکبر آباد میں کس لشکر کے ساتھ گئے تھے لیکن انہوں نے عہد محمد شاہی میں آغاز تالیف مقامات معصومی کے دوران ۱۱۳۲ھ/ ۲۰-۱۷ء میں ہمراہ عسکر اکبر آباد جانے کا ذکر کیا ہے، اس سال کئی مہمات روانہ ہوئیں لیکن اہم ترین مہم وہ ہے جس میں لشکر شاہی عبداللہ خان اور حسین علی خان (سادات بارہہ) کی التماس پر براستہ اجمیر دکن کی مہم پر روانہ ہوا اسی مہم کے دوران محمد شاہ نے سادات بارہہ سے گلوخلاصی کروایا اور حسین علی خان قتل ہوا[۱] ہمارا قیاس ہے کہ مولف اسی لشکر کشی کے دوران اکبر آباد تک گئے ہوں گے۔

میر صفر احمد اس سفر اکبر آباد میں حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ میر محمد نعمان اکبر آبادی کے نبیرے سیادت پناہ نعمان خان سے ملے تھے۔[۲]

مولف نے سنین کے اشاروں کے بغیر بھی اپنے سفر افغانستان کا کئی مرتبہ ذکر کیا ہے، ایک مقام پر کابل کے امیر گنج علی خان[۳] سے ملاقات اور اس سے روایت کی ہے۔[۴]

۱۔ کامور خان: تذکرۃ السلاطین چغتا ۳۰۸۔۳۱۱ وبہ بعد ۲۔ مقامات معصومی ۲۰۹

۳۔ گنج علی خان کے حالات کے لئے دیکھئے تعلیقات مقامات معصومی ۴۳۶/۲۲ ۴۔ مقامات معصومی ۹۶

Marfat.com

کابل سے تین فرسخ کے فاصلے پر دامن کوہ میں واقع ایک قریہ دیہ یعقوب میں مولف نے کئی مرتبہ حضرت خواجہ کے خلیفۂ اول خواجہ محمد حنیف کابلی کے مزار پر جانے کا ذکر کیا ہے۔[1]

ایک مرتبہ مولف کابل جا رہے تھے کہ راستے میں چار باغ جلال آباد میں ٹھہرے جہاں ایک بزرگ نے مولف میں نسبت مجددی کا ادراک کر کے عقیدت کا اظہار کیا۔[2]

مولف کے احباب

مولف کے احباب میں اس عہد کے اہم ترین افراد شامل ہیں، حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے چھ صاحبزادوں میں سے چار فرزندوں کی عنایات واحسانات کا مولف نے خود ذکر کیا ہے،[3] یعنی حضرت شیخ صبغۃ اللہ، حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی، حضرت شیخ محمد اشرف اور حضرت شیخ محمد صدیق کے علاوہ حضرت خواجہ کی صاحبزادی صفیہ، جو مولف کی والدہ محترمہ بھی ہیں اور اپنے والد گرامی، جنہیں حضرت خواجہ کے بھانجے اور داماد حضرت شیخ محمد فضل اللہ کی صحبت میسر تھی، ان حضرات کے دامن تربیت سے مولف فیضیاب ہوئے تھے، ان کے علاوہ مولف کے حقیقی چچا شیخ عبداللطیف، علامہ مولوی محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت وحدت سرہندی اور شیخ خلیل اللہ[4] کی عنایات کا مولف نے تذکرہ کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے براہ راست خلفاء میں سے بعض کی صحبت مولف کو میسر آئی تھی، لکھتے ہیں:

> حد شمار آرائ خلفای اکابر را شنیده ام که به چهار صد بوده که حدود اربعه را منور گردانیده و فقیر را هم صحبت بعضی ازیں اکابر دست داده[5]

ان خلفاء میں سے لاہور کے مفتی، نامور عالم اور مصنف مفتی محمد باقر لاہوری کی صحبت سے ''حظ تمام'' حاصل کرنے اور مولف کے والد کی بیاض میں مندرج مفتی محمد باقر لاہوری کی بشارات کا ان صحبتوں میں

۱۔ مقامات معصومی: ۴۳۱ ۲۔ ایضاً ۴۲۷۔۴۲۸ ۳۔ ایضاً ۲۶۱۔۳۵۷

۴۔ کتاب مقامات معصومی کا عنوان مفتاح ہشتم در ذکر بعضی از اقرباء حضرت ایشاں......۳۵۹۔۴۱۹

۵۔ ایضاً ۴۲۳

Marfat.com

عینی ادراک کرنے کا موقع ملا۔۱ اسی طرح شیخ محمد فاروق لاہوری سے مولف نے صحبت کا ذکر کیا ہے۔۲

مولف نے اپنے قیام کابل کے دوران حضرت خواجہ کے خلیفہ خواجہ عبدالصمد کابلی کے ساتھ نشست و برخاست کا بھی تذکرہ کیا ہے۔۳

خانوادۂ مجددیہ کے بعض افراد کے ساتھ بھی مولف کے تعلقات تھے، حضرت وحدت کے صاحبزادے شیخ ابوحنیف مولف پر خاص مہربانی فرماتے تھے، نیز وہ ایک سفر میں مولف کے ہم سفر بھی تھے۴ علامہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید کے صاحبزادے شیخ محمد ارشد کے ساتھ مولف کی اکثر صحبت رہتی تھی۵ اس خانوادے کے معروف شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد زبیر۶ بھی مولف پر بہت مہربان تھے۷ مولف نے کئی مقامات پر ان کی عنایات اور اس سے روایات کی سماعت کا تذکرہ کیا ہے۸ خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ حاجی قندھاری مولف کے ساتھ ہی ملازم لشکر تھے۹ سید نعمان خان نبیرۂ حضرت میر محمد نعمان اکبر آبادی کی صحبت بھی میسر تھی۔۱۰

ازدواج مولف

مولف حضرت شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے داماد تھے، حضرت شیخ صبغۃ اللہ کی چوتھی صاحبزادی ماریہ کا عقد مولف سے ہوا تھا ۱۱ مولف نے اپنی اس نسبت کا خود تذکرہ کیا ہے۱۲

۱۔ مقامات معصومی ۴۵۴۔۴۵۵ ۲۔ ایضاً ۴۹۵ ۳۔ ایضاً ۴۸۷

۴۔ ایضاً ۴۱۴/۲۳، ۴۱۵/۱۶ ۵۔ ۴۰۶

۶۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو عنوان ''راویان مقامات معصومی'' ۷۔ مقامات معصومی ۳۰۹/۱۶۔۱۷

۸۔ رک ''راویان مقامات معصومی'' کتاب ہذا ۹۔ مقامات معصومی ۲۲۱/۵

۱۰۔ ایضاً ۲۰۹/۵۔۶ (اس عنوان کی مزید توضیحات کے لئے دیکھئے مقامات معصومی کے عنوانات ''مولف کے سلاطین وامراء سے روابط'' اور ''راویان مقامات معصومی''

۱۱۔ کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۱۷۹، احمد ابوالخیر: ہدیۂ احمدیہ ۳۷

۱۲۔ مقامات معصومی ۲۶۳/۷۔۸، ۲۷۹/۲۔۱۰

Marfat.com

گویا میر صفر احمد کو حضرت خواجہ سے بہت قریبی تعلق تھا یعنی ایک طرف تو وہ حضرت خواجہ کے براہ راست نواسے اور دوسری طرف وہ حضرت خواجہ کے صاحبزادے کے داماد تھے۔

میر صفر احمد کی زوجہ محترمہ کو قولنج، تپ اور سرفہ جیسے امراض لاحق تھے، جن سے حضرت شیخ صبغۃ اللہ کی دعا سے شفا ہوئی تھی[۱] وصال بی بی ماریہ بانو ۲۶ رشعبان (رسالہ سبقہای طریقہ نقشبندیہ ۲۹)[۲]

میر صفر احمد کا سال وفات

افسوس کہ میر صفر احمد کے سال وفات سے ہمارے پیش نظر تمام کتب تاریخ اور تذکرے خالی ہیں البتہ ان کے ایک خاندانی تذکرے ''تحفۃ المرشد'' کے مولف نے میر صفر احمد کے پوتے میر فضل احمد پشاوری کا ایک رسالہ ''در تاریخ ہای عرس بزرگان'' من وعن نقل کر دیا ہے، اس رسالے میں میر صفر احمد کی تاریخ وصال ۱۷ رجمادی الاول درج ہے:

در هفدهم ماه جمادی الاول وصال معین حضرت میر صفر احمد علیه الرحمة که جد شریف ایں فقیر فضل احمد اند[۳]

لیکن اس تاریخ کے ساتھ سال وفات موجود نہیں ہے تاہم قیاس آرائی کے لئے مندرجہ ذیل قرائن کا سہارا لیا جا رہا ہے، میر صفر احمد، حضرت خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالعلی بن حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اسرارہم کے عزیز دوستوں میں سے تھے، مقامات معصومی میں جہاں کہیں انہوں نے خواجہ محمد زبیر سے روایت کی ہے یا اس کا ذکر آیا ہے وہاں بڑے احترام سے ان کا نام لیا ہے مثلاً ''عارف سریع السیر خواجہ محمد زبیر......[۴]'' روضۃ القیومہ کے مولف کمال الدین محمد احسان نے جو ہمارے میر صفر احمد کے بیٹے شیخ نیاز احمد کے دوستوں میں سے تھے، حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال کے ایام (۱۱۵۲ھ) میں تقریباً تمام متعلقین سلسلہ کی دہلی میں حاضری کا ذکر کیا ہے[۵] لیکن میر صفر احمد کو اس موقع پر حاضر نہیں

۱۔ مقامات معصومی ۲۷۹ ۲۔ خطی نسخہ کتابخانہ ملی، تہران عکس مملوکہ جناب حسن نواز شاہ، اسلام آباد

۳۔ تحفۃ المرشد ۸۲ ۴۔ رک عنوان کتاب حاضر ''راویان مقامات معصومی''

۵۔ روضۃ القیومیہ ۴/۲۶۲۔۲۷۷

Marfat.com

بتایا گیا بلکہ ان کے فرزند شیخ نیاز احمد نہ صرف حاضر تھے بلکہ انہوں نے حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال کے جو بہت سے مادہ ہای تاریخ وصال تجویز کئے تھے، نقل کئے ہیں وہی تدفین کے سلسلے میں مولف روضۃ القیومیہ کے ہمراہ سرہند گئے تھے۔[1]

اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ میر صفر احمد، حضرت خواجہ محمد زبیر کے وصال ۱۱۵۲ھ سے قبل ہی حدود ۱۱۵۰ھ میں فوت ہو گئے ہوں گے۔

اس طرح مولف مقامات معصومی کا قیاسی سال وفات ۱۷/ جمادی الاول ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء تصور کیا جانا چاہئے، میر صفر احمد کی ولادت جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ۱۰۸۶ھ ہے گویا ان کی عمر حدود ۶۴ سال تھی۔[2]

ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ میر صفر احمد کا مدفن کہاں ہے؟ البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہیں ان کے والد گرامی حضرت میر محمد فضل اللہ کے قریب یعنی روضۂ منورۂ حضرت خواجہ محمد معصوم درون تہ خانہ[3] دفن کیا ہوگا۔

مولف کی اولاد

معلوم ہوتا ہے کہ مولف کی تمام تر اولاد اس زوجۂ محترمہ یعنی ماریہ بنت حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے بطن سے تھی، مولف نے اپنے دونوں بیٹوں یعنی محمد معشوق اور نیاز احمد کے اسی خاتون کے بطن سے تولد ہونے کا ذکر کیا ہے۔[4]

مولف کے صرف دو بیٹے ایک محمد معشوق اور دوسرے نیاز احمد تھے، ان کے علاوہ تین بیٹیاں معز النساء، عزیز النساء اور ہدایت النساء تھیں۔[5]

مولف کے فرزند اکبر شیخ محمد معشوق کا سال ولادت و وفات تو معلوم نہیں ہے، مولف کے شیخ بزرگوار اور خسر حضرت شیخ صبغۃ اللہ اس فرزند عزیز کی باطنی استعداد کے مداح تھے، مولف خود لکھتے ہیں:

مقبول نظر قبولیت ایشاں است و عنایت خفی دربارۂ آں فرزند واقع است کہ در

۱۔ ایضاً ۴/ ۲۷۱۔۲۷۲، ۲۷۶

۲۔ اعنی ۱۱۵۰۔۱۰۸۶=۶۴ سال

۳۔ مقامات معصومی ۲۸۶، ۲۵۱

۴۔ ایضاً ۲/۲۷۹

۵۔ روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۸۔۳۱۹

Marfat.com

سائر نوائس ممتاز می نمایند و همواره از زبان درفشان مدح علو استعداد او می فرمایند و اکثر آن فرزند را دیده ایں حروف را می فرمایند که روز قیامت صدیقان آرزو خواهند کرد که کاش که خاک بودی و محمد معشوق بر آں خاک می گزشت و نیز ایں را اکثر بعد از مشاهده آں قرة العیون می خوانند

معشوق چو چہرہ بر فروزد
عاشق چکند کہ اگر نہ سوزد

حضرت حق سبحانه و تعالٰی آں فرزند را به برکت نفس نفیس ایشاں بمرتبه کمال و اکمال برساند، آمین۔[1]

۱۱۲۶ھ/۱۷۱۴ء میں جب حضرت وحدت کا وصال ہوا تو شیخ محمد معشوق اپنے والد کے ہم سفر تھے اور حضرت وحدت کی نعش کو سرہند لے جانے کے دوران مولف کی اس فرزند سے جو معارف واسرار پر گفتگو ہوئی، اس سے بھی ان کی علو استعداد کا اندازہ ہوتا ہے، مولف کے معاصر کمال الدین محمد احسان نے لکھا ہے کہ محمد معشوق ''مجذوب الاحوال'' ہیں[2] مولف کی تحریرات میں ان کا ذکر بہت کم آیا ہے، ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی۔[3]

شیخ نیاز احمد سرہندی

میر صفر احمد کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ نیاز احمد کی ولادت حدود ۱۱۱۷ھ/ ۱۷۰۶ء کو ہوئی، میر صفر احمد ۳۲ سال کی عمر میں برہانپور میں تھے کہ انہیں سید الانبیاء ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی، جس کی برکت سے ان کی تنگدستی دور ہوگئی، انہیں خلد منزل بہادر شاہ کی طرف سے سو روپے بطور ہدیہ ملے اور ان کے ہاں فرزند بھی تولد ہوئے۔[4] جیسا کہ متعدد مرتبہ لکھا جا چکا ہے کہ مولف کی ولادت ۱۰۸۶ھ میں ہوئی، اس میں سے اگر ان کے قیام برہانپور کے دوران ان کی عمر ۳۲ سال جمع کر دی جائے تو مولف

۱۔ معدن الجواہر ۲۸ — ۲۔ روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۸
۳۔ ایضاً ۱/ ۳۱۹ — ۴۔ مقامات معصومی ۵۳۴

Marfat.com

۱۱۱۸ھ (=۱۰۸۶+۳۲) کو برہانپور میں تھے اور ان کے ہاں چند ماہ قبل فرزند تولد ہوئے، گو انہوں نے اپنے اس نومولود کا نام نہیں لکھا تاہم قیاس ہے کہ ان کے دوسرے فرزند شیخ نیاز احمد ہی ہوں گے، یہ بھی مسلمہ ہے کہ شیخ نیاز احمد کی ولادت مولف کے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے وصال (۱۱۱۷ھ/۱۷۰۶ء) سے قبل یا اسی سال ہوئی کیوں کہ ان کی ولادت سے پہلے جب کہ حمل کو صرف چار ماہ ہوئے تھے تو والد نے تولد فرزند کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ مجھے حضرت خواجہ کے روضۂ مبارک میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اس فرزند کا نام ''رحم رحمٰن'' رکھا جائے اور پھر ولادت کے بعد عقیقہ کے روز فرمایا کہ اس کا ایک نام ''نیاز احمد'' بھی ہے چنانچہ ان کی ایک کنیت ''ابوداؤد'' اور دوسری ان کے برادر بزرگ محمد معشوق کے نام کی مناسبت سے ''محمد عاشق'' رکھی گئی لیکن ان کا نام ''نیاز احمد'' ہی عوام میں مقبول ہوا۔[۱]

میر صفر احمد کے بیٹے شیخ نیاز احمد کی تعلیم کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے، قیاس ہے کہ والد سے تعلیم حاصل کی ہوگی کیوں کہ میر صفر احمد کے یہ بیٹے سفر میں بھی آپ کے ہمراہ رہتے تھے، شیخ نیاز احمد شاعر بھی تھے، ان کا کوئی شعری مجموعہ یا اشعار تو ہمیں نہیں مل سکے ہیں البتہ میر صفر احمد نے خانوادۂ مجددیہ سے منسلک افراد کے کئی مادہ ہای تاریخ وفات نقل کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ یہ میرے فرزند نیاز احمد نے تجویز کیے ہیں[۲] روضۃ القیومیہ کے معاصر مولف کمال الدین محمد احسان، جو شیخ نیاز احمد کے دوست بھی تھے اپنے شیخ خواجہ محمد زبیر (ف ۱۱۵۲ھ) کے وصال پر سب سے زیادہ مادہ ہای تاریخ وفات انہی شیخ نیاز احمد کے نقل کیے ہیں[۳] اور ان کے فن تاریخ گوئی کی تعریف کی ہے[۴] لیکن صاحب روضۃ القیومیہ کا بیان صحیح نہیں ہے کہ شیخ نیاز احمد اپنے نانا شیخ صبغۃ اللہ کے مرید تھے[۵] کیوں کہ سابقہ قیاسی اعداد وشمار بسلسلۂ ولادت شیخ نیاز احمد کے مطابق اپنے نانا کے وصال کے وقت ان کی عمر صرف پانچ سال ہوتی ہے۔[۶]

۱۔ مقامات معصومی ۳۸۴۔۳۸۵ ۲۔ ایضاً ۲۸۳/۱۶، ۱/۱۵۶، ۳۸۶، ۹۳۰/۱۸۔۱۹

۳۔ روضہ ۴/۲۷۱۔۲۷۲ ۴۔ ایضاً ۱/۳۱۹

۵۔ ایضاً ۶۔ وصال شیخ صبغۃ اللہ ۱۱۲۲۔۱۱۱۷ ولادت نیاز احمد = ۵

Marfat.com

۱۱۵۲ھ/۱۷۴۰ء میں جب خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کا دہلی میں وصال ہوا تو ان کی نعش کو تدفین کے لئے دہلی سے سرہند لاتے وقت مولف روضۃ القیومیہ کے ہمراہ شیخ نیاز احمد بھی موجود تھے[1]

شیخ نیاز احمد حضرت مروج الشریعت بن خواجہ محمد معصوم کے پوتے کے داماد تھے یعنی شیخ محمد رسا بن خواجہ محمد پارسا بن حضرت مروج الشریعت کی صاحبزادی دلرس بیگم شیخ نیاز احمد سے منسوب تھیں[2]

حضرت نیاز احمد کی زوجہ محترمہ دلرس بیگم کا ۱۲۱۴ھ/۱۸۰۰ء کو انتقال ہوا اور وہ پشاور میں مدفون ہیں، خاندانی ماخذ تحفۃ المرشد میں ہے:

وفات آں عفیفہ مخدرہ رحمہا اللہ تعالٰی در سال ہزار و دو صد و چہار دہ از ہجرت بودہ است و در بلدۂ پشاور مدفون اند...... [3]

شیخ نیاز احمد کا سال وفات تو معلوم نہیں ہے البتہ ان کے خاندانی ماخذ تحفۃ المرشد میں درج ہے کہ وہ ۱۷ محرم کو فوت ہوئے انہیں ہمیشہ شہادت کی آرزو رہتی تھی چنانچہ وہ کفار (سکھوں) سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے:

چند مرتبہ بہ کفار ہند غزا کردہ اند و بہ ہمیں نیت از ولایت بیرون آمدہ اند والدماجد ایشاں (شیخ فضل احمد) کہ شیخ اکبر و شہید اعلٰی حضرت شیخ نیازاحمد اند رحمۃاللہ علیہ نیز شہید شدہ اند و مدام در آرزوئ شہادت...... بودند...... [4]

سکھوں نے سرہند شریف پر کئی حملے کئے لیکن چار حملے ایسے تھے جن میں سرہند کی تباہی کا خود سکھ مورخین نے اعتراف کیا ہے خصوصاً چوتھا حملہ سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ تھا، یہ حملہ انہوں نے ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء میں کیا، جس میں اسے مکمل طور پر تباہ کردیا، آبادی کا نام ونشان تک مٹ گیا[5] ہمارا قیاس ہے کہ شیخ نیاز احمد

۱۔ روضہ ۴/۲۷۶ ۲۔ ایضاً ۲/۲۱۹، ہدیہ احمدیہ ۶۴، تحفۃ المرشد ۸۳،۵

۳۔ نظام الدین بلخی: تحفۃ المرشد ۵ (تاریخ وفات آں عارفہ آنحضرت (شاہ فضل احمد بن شاہ نیاز احمد فرمودہ اند ''دخلت الجنۃ'' تحفۃ المرشد حاشیہ ۵) ۴۔ ایضاً ۴۵۔۸۴

۵۔ رک ''تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند'' جلد چہارم کا عنوان ''سرہند کی تباہی''

Marfat.com

کے سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہونے کا تعلق اسی چوتھے حملے سے ہے گویا شیخ نیاز احمد ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء میں شہید ہوئے اور تاریخ وفات ۱۷ محرم تو خاندانی روایت کے مطابق مسلمہ ہے، گویا اس خاندان نے سرہند سے ہجرت بھی اسی چوتھے حملے کے نتیجے کے طور پر کی تھی اور اسی سنہ میں کی کیوں کہ وہاں رہنا مسلمانوں کے لئے ناممکن ہو گیا تھا۔[۱]

شیخ نیاز احمد کے ایک بیٹے شیخ فضل معصوم بھی ۱۷ شوال کو کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔[۲]

شیخ نیاز احمد کی اولاد میں تین لڑکے اور لڑکیاں تھیں، فدائی معصوم، روشن بیگم، فہیم النساء[۳]، شیخ فضل معصوم[۴]، اور شیخ فضل احمد پشاوری، ان میں سب سے مشہور موخر الذکر بزرگ یعنی شیخ فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری ہیں۔

شیخ فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری (ف ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۷ء) ذی علم بزرگ تھے، خود کئی کتابوں کے مولف اور کتابوں کے شائق تھے، صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) کے بعض کتب خانوں کے مخطوطات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتب شیخ فضل احمد کے لئے نقل کی گئی ہیں، طریقہ نقشبندیہ کے اعمال پر

۱۔ اس خاندان کے دوسرے ماخذ گلہای چمن (۱۳) میں بغیر کسی حوالے کے ان حضرات کا سرہند سے ہجرت کرنے کا سال ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۴ء متعین کیا گیا ہے جو مندرجہ بالا مندرجات کی روشنی میں صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

۲۔ تحفۃ المرشد ۸۳ (مولف گلہای چمن (۱۲) کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ شیخ نیاز احمد اور ان کے بیٹے شیخ فضل معصوم ایک ہی معرکے میں شہید ہوئے کیوں کہ عصری ماخذ تحفۃ المرشد میں شیخ فضل معصوم کی تاریخ شہادت ۱۷ شوال درج ہے اور شیخ نیاز احمد کی تاریخ ۱۷ محرم، اس طرح باپ بیٹے کی تاریخ وفات میں تقریباً دس ماہ کا فرق ہے، یقیناً شیخ فضل معصوم سکھوں کے ساتھ کسی دوسرے معرکے میں شہید ہوئے ہوں گے، عین ممکن ہے جب یہ قافلہ محرم میں سرہند سے نکلا تو راستے میں سکھوں یا مرہٹوں کے حملوں میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے ہوں)

۳۔ روضۃ القیومیہ ۱/ ۳۱۹ ۴۔ تحفۃ المرشد ۸۳

Marfat.com

ایک اہم رسالہ کتب خانہ دانشگاہ پشاور میں ہے [۱] جس پر ان کی مہر بھی ثبت ہے [۲] اور مولف تحفۃ المرشد نے شاہ فضل احمد کے رسائل میں سے بعض رسائل من وعن اور بعض سے طویل اقتباسات دیئے ہیں۔[۳]

شیخ فضل احمد نے اپنے والد گرامی شیخ نیاز احمد کی سکھوں سے جہاد میں شہادت ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء کے دوران سرہند سے ہجرت کی، جس میں اس خاندان کے بہت سے افراد شامل تھے، وہاں سے چھچھ ہزارہ آئے اور وہاں سے پشاور کو رونق بخشی، داروغۂ کچہری کا کا جمعدار کے محلے میں قیام کیا، اس وقت اس خانوادے کے محلات وغیرہ محلہ میاں فضل حق میں ہیں، جہاں شیخ فضل احمد اور دوسرے افراد کے مزارات بھی ہیں، یہ محلہ شیخ فضل احمد کے صاحبزادے شیخ فضل حق کے نام پر ہے۔

شیخ فضل احمد کا حلقۂ ارشاد بہت وسیع تھا، معاصر مولف نظام الدین بلخی کا بیان ہے:

مردما آفاق آنجناب...... اهالی مشرق و مغرب از هند تا روم و از بلخ و بدخشاں و بخارا تاحد کاشغر و فرغانه و اورگنج و کابل و قندهار و هرات تاحد بلوچستان و گردجستان و مرو شام و حجاز و عراق و یمن از اهل ربع مسکون بقدر استماع بی چند و چون ایشاں را شیخ الاسلام والمسلمین می دانستند......[۴]

۱۔ ذخیرہ فضل صمدانی بنوری کتاب خانہ مرکزی پشاور یونیورسٹی (قلمی فارسی ۳۳۹)

۲۔ مہر بردار ورق کا عکس کتاب ''مقامات معصومی'' میں شامل ہے۔

۳۔ تحفۃ المرشد ۵۳۔۶۱، ۶۲، ۶۷۔۷۹، ۵۸ ان کے رسائل کا ایک قلمی مجموعہ بوڈلین لائبریری، اوکسفورڈ میں ہے نمبر MS. Pers. e-48

۴۔ تحفۃ المرشد ۱۶۔۱۷ (حضرت شاہ فضل احمد پشاوری کے خلفاء کثیر تعداد میں تھے، انہوں نے خود بتایا کہ ماوراء النہر کی ان حدود میں جہاں امیر حیدر کی حکومت ہے میرے خلفاء کی تعداد تقریباً چار سو ہے (ایضاً ۱۴۴۔۱۴۵) اخوند ملا نیاز محمد مفتی بخارا مولف ۱۲ کتب بھی ان کے خلیفہ تھے (ایضاً ۱۶۵) شیخ فضل احمد کے خلفاء کی طویل فہرست کے لئے دیکھئے تحفۃ المرشد ۱۷۔۱۷۶، ۱۹۰)

Marfat.com

ماوراء النہر کے سلاطین شیخ فضل احمد اور ان کے خانوادے کے بہت معتقد تھے، امیر معصوم ملقب بہ امیر شاہ مراد بن امیر دانیال (۱۷۸۵ء/۱۸۰۰ء) شاہ بخارا اس خاندان کا بہت معتقد تھا، اس کی ایک بیٹی میاں غلام فضل اللہ بن شیخ فضل احمد پشاوری کے عقد میں تھی، جب یہ امیر فوت ہوا تو اس کے بیٹے و جانشین میر حیدر نے عقیدت مندی کا اپنے والد سے بھی بڑھ کر مظاہرہ کیا اور جانشین بنتے ہی پشاور میں مراسلہ بھیجا۔[۱]

امیر حیدر طور (۱۸۰۰ـ۱۸۲۶ء) کی خصوصی عقیدت مندی کے واقعات معاصر ماخذ تحفۃ المرشد میں درج ہے جب شیخ فضل احمد ان سلاطین کی استدعا پر بخارا گئے تو افغانستان کے بادشاہ وشاہزادگان بھی ان سے ملاقات کے لئے آئے، لکھا ہے:

عادات بادشاهان خراسان چناں بود که برای زیارت و توجه گرفتن بعد از شام به خدمت حضرت ایشاں می آمدند و روزانه برای حشمت و جاه خود ها شرم می داشتند که بخانه کسی بردند شبها بغیر پیرخانهٔ خود ها جانمیروند مثل شاه محمود و شاه زمان و شاه شجاع الملك و شاه ایوب و شاه سلطان علی و شهزاده جهاں دار پسران تیمور شاه درآں و شاه کامران پسر محمود شاه و دیگر شاهزادها و آنچه که بادشاهان ترکستان بودند روزانه برای اخذ توجه می آمدند مثل امیر معصوم شاه مراد غازی و سید امیرالمومنین امیر حیدر سلطان......[۲]

بخارا میں شیخ فضل احمد کو شاہ بخارا کی طرف سے زمین، مخدوم زادہ میاں فضل حق کو بلخ میں دہ نو دیا گیا، امیر سید حیدر سلطان نے قریہ بخت شاہ (واقع بلخ) مخدوم زادہ غلام قادر کو قریہ کندی باغ (حدود جلال آباد) اور میاں فضل حق کو قریہ ہدیہ خیل شنواری دیا گیا۔[۳]

مشہور مورخ ویمبری نے جو خود بھی بخارا گیا تھا امیر معصوم اور اس کے بیٹے امیر حیدر کے مذہبی شغف کی جس طرح پھبتی اڑائی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے اس کہ یہ حضرات واقعی اپنی حدود سلطنت میں خلاف شرع

۱ـ تحفۃ المرشد ۹۹ـ۱۰۰ ۲ـ ایضاً ۳۱ـ۳۲ ۳ـ ایضاً ۳۵

Marfat.com

امور کو پسند نہیں کرتے تھے یہ حقیقت پسندی ہمارے انہیں مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ روابط کا نتیجہ تھا، ویمبری لکھتا ہے:

اس میں شک نہیں ہے کہ (امیر معصوم کے دور میں) مذہبی رنگ جو عام تھا اس پر زیادہ زور دیتے تھے، اس نے رئیس شریعت کا عہدہ دوبارہ قائم کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیائے اسلام بھول چکی تھی، پولیس لوگوں کا مذہبی محاسبہ کرتی، جو فرض العین بیان نہ کر سکے اور عربی کی چند دعائیں نہ پڑھ سکے...... اسے وہیں جسمانی سزا دی جاتی...... اس کا جانشین سید حیدر طور...... مذہبی تصوف، تعصب اور دیوانگی میں اپنے باپ کا سچا بیٹا ہی نہ تھا بلکہ اس سے بھی بڑھنے کی کوشش کرتا تھا...... وہ ساری عمر ملا ہی رہا اور وہ بھی اصل معنوں میں......[1]

شیخ فضل احمد کثیر الاولاد تھے، ان کے فرزندوں میں سے زیادہ مقبولیت شیخ فضل حق پشاوری کو ہوئی، وہ اپنے والد کے صحیح معنوں میں جانشین تھے، سلاطین ماوراء النہر کی ان کے والد گرامی کی طرح عزت و احترام کرتے تھے، وہ بھی بخارا گئے تھے اور امیر حیدر سے ملاقات کی تھی۔[2]

شیخ فضل حق پشاوری نے سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا، وہ اپنے مخلصین و مریدین کی تقریباً ایک لاکھ فوج لے کر نکلے، اس معرکے میں تقریباً چودہ یا پندرہ ہزار کفار قتل اور صرف پانچ چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے، معاصر بیان ملاحظہ ہو:

"از سبب غلبه کفار بد کردار سکھ که درآں وقت غلبه آورده بودند...... جناب آنحضرت مخدوم را آں شیخ فضل حق قدس سره جهاد باکفار نابکار فرمودند چند هزار کس در مرتبه ثانی قریب بیك لك مریدان و مخلصان خود را نزد و مردم یوسف زئی و صاد و بنیر جمع فرمود کارو جنگ عظیم کردند...... که غازیان به همراه کفار به تو فنك و شمشیر و نیزه و آخرالامر سنگ و چوب و کشتی گرفتن و جنگ کردند و قریب چهارده پانزده هزار کفار قتل شدند و

۱۔ ویمبری: تاریخ بخارا ۴۴۸۔ ۴۴۹، ۴۵۰۔ ۴۵۱ ۲۔ تحفۃ المرشد ۳

Marfat.com

قریب پنج شش ہزار مسلمان شہید شدند، تاریخ غازیان ہم الشہداء و لہم الدرجات العلی[1] آں امر سرانجام نہ یافت[2]

تاریخ کے برطانوی اور سکھ مآخذ اس واقعے کے ذکر سے خالی ہیں، قابل توجہ امر یہ ہے کہ اسی سال مجاہدین بریلی نے بھی سکھوں کے ساتھ زبردست معرکے میں شکست کھائی تھی، ہمارے پاس اس وقت تک کوئی ایسا معاصر اور مصدقہ ماخذ نہیں ہے جس میں شاہ فضل حق پشاوری کے مجاہدین بریلی سے مل کر سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا ذکر ہو[3] نہ مآخذ بریلی میں ان کے اتحاد کا ذکر ملتا ہے اور نہ ہی شاہ فضل حق پشاوری کے خاندانی معاصر مآخذ سے مجاہدین بریلی کی آمد کی اطلاع ملتی ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجاہدین بریلی کے عقائد سے جیسا کہ صوبہ سرحد کے اکثر علماء و مشائخ کو اختلاف تھا اسی نوعیت کا اختلاف شاہ فضل حق پشاوری کو بھی ہو، ورنہ ان مشائخ کے متحدہ جہاد کا ذکر دونوں خانوادوں کے تذکروں میں ضرور ملتا۔

جب رنجیت سنگھ کا ۱۸۳۱ء کو پشاور پر قبضہ ہوگیا تو شاہ فضل ہادی بن شاہ فضل حق نے پشاور سے مع اعزہ واقربا ہجرت کی اور ریاست سوات کے موضع تھانہ میں جا کر سکونت اختیار کر لی کیوں کہ انہوں نے اپنے

۱۔ اس مادے سے ۱۲۴۶ھ سال شہادت برآمد ہوتا ہے، جو ۱۸۳۱ء کے مساوی ہے۔

۲۔ تحفۃ المرشد ۱۱۲۔۱۱۳

۳۔ رنجیت سنگھ اور افغان مجاہدین کی ۱۸۲۴ء کی جنگ اور مجاہدین کی شکست کے اثرات بیان کرتے ہوئے سیتارام کوہلی نے لکھا ہے:

اس جنگ میں خالصہ فوج کا بہت نقصان ہوا مگر اس شاندار فتح کا سرحد پر یہ اثر ہوا کہ جمرود سے مالاکنڈ اور بنیر سے کھتک تک کا تمام علاقہ خالصہ کے قبضے میں آ گیا (مہاراجہ رنجیت سنگھ ۳۵۳) ممکن ہے شاہ فضل حق کے جہاد کا تعلق اسی سنہ ۱۸۲۴ء سے ہو اور ان کے جہاد کا مذکورہ عربی مادۂ تاریخ جس سے سنہ ۱۲۴۶ھ برآمد ہوتا ہے سہو کتابت ہو۔

Marfat.com

والد کے زمانے میں سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا اور اب سکھوں کی طرف سے انتقامی کاروائی کا خطرہ موجود تھا۔[1]

حضرت شیخ فضل احمد حضرت مجدد الف ثانی کی دختری اولاد میں سے ہونے پر اس طرح فخر کیا کرتے تھے:

ایں فقیر فضل احمد بن بنت بنت حجۃ اللّٰہ حضرت خواجہ محمد نقشبند بن حضرت عروۃ الوثقیٰ...... ایں فقیر بن بنت بنت عارف زکی شیخ محمد نقی بن...... حضرت وحدت...... نیز می فرمودند کہ جدما حضرت شیخ میر صفر احمد قدس سرہ (مولف مقامات معصومی) ابن بنت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم...... والد شریف من حضرت ابو داؤد نیاز احمد بن بنت قدوۃ اہل اللّٰہ حضرت شیخ صبغۃ اللّٰہ...... بن عروۃ الوثقیٰ...... بن حضرت مجدد الف ثانی......[2]

۱۔ عبداللہ جان فاروقی: گلہای چمن ۱۰۹۔۶۱ شاہ فضل حق پشاوری کا سال وفات ہمیں کسی معاصر تذکرے میں نہیں مل سکا، مولانا عبداللہ جان فاروقی نے بغیر کسی سند کے ان کا سال وصال ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء درج کیا ہے (گلہای چمن ۵۷) جو ان کے اپنے بیانات کی روشنی میں صحیح معلوم نہیں ہوتا، مثلاً انہوں نے لکھا ہے کہ جب مجاہدین بریلی کو ۱۸۳۰ء (صحیح ۱۸۳۱ء/ ۱۲۴۶ھ) میں شکست ہوئی اور سکھوں کا پشاور پر قبضہ ہو گیا تو انتقام کے خوف سے شاہ فضل ہادی نے پشاور سے ہجرت کی (۵۹) مہاجرین کے اس قافلے میں شاہ فضل حق کو شامل نہیں بتایا گیا گویا ان کا پشاور میں ہی انتقال ہو چکا تھا، پھر لکھا ہے کہ شاہ فضل حق نے اپنے وصال کے ایام میں شاہ فضل ہادی کو اپنا جانشین بنایا اور وہ مدتوں پشاور میں مسند ارشاد پر بیٹھے رہے (۵۹) ان بیانات میں خاصا تضاد ہے، اگر فضل حق ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء میں فوت ہوئے تو ۱۸۳۱ء میں مستقل ہجرت کرنے والا پشاور میں مدتوں ان کا جانشین کیسے رہ سکتا ہے، یقیناً شاہ فضل حق ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں فوت ہو گئے ہوں گے، پھر وصال کے سنہ میں ہی جہاد کے لئے نکلنا بعید از قیاس ہے، جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ان کے جہاد کا تعلق رنجیت سنگھ کے حملہ ۱۸۲۴ء سے معلوم ہوتا ہے اس طرح ہمارا یہ قیاس صحت کے قریب ہو جاتا ہے۔

۲۔ تحفۃ المرشد ۶

Marfat.com

تالیفات میر صفر احمد معصومی

میر صفر احمد معصومی کئی کتابوں کے مولف تھے، جن کی کل تعداد معلوم نہیں ہے، ان کے والد گرامی نے کہ ابھی وہ کمسن ہی تھے، انہیں بشارت دی کہ وہ مصنف بنیں گے، چنانچہ مولف نے مقامات معصومی سمیت اپنی ان تصانیف کو اپنے والد گرامی کی بشارت کا مظہر قرار دیا[۱] ان کی صرف مندرجہ ذیل تصانیف کا علم ہو سکا ہے:

۱۔معدن الجواہر ۲۔منظر اولی الالباب
۳۔مظہر ابواب فضل ۴۔رسالہ در حالات خواجہ محمد زبیر سرہندی
۵۔فارسی اشعار ۶۔مقامات معصومی

معدن الجواہر

معدن الجواہر شیخ صفر احمد معصومی نے اپنے ماموں، خسر اور شیخ طریقت حضرت شیخ صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہما کے احوال، ملفوظات اور کرامات پر لکھی ہے، خود وضاحت کرتے ہیں:

بذکر برخی از مقامات و پارہ از ملفوظات و بعضی از کرامات و خرق عادات کہ ایں فقیر خود مشاہدہ نمودہ و یا از روات ثقات شنودہ بہ یاد ماندہ در قید کتابت می آورد......[۲]

مولف نے اس رسالے کا آغاز ۷ر محرم ۱۱۲۱ھ/ ۷ مارچ ۱۷۰۹ء کو بلدۂ اجین میں کیا جہاں مولف خلد منزل بہادر شاہ معظم کے ہمراہ لشکر میں تھے[۳]، خود لکھتے ہیں:

اما نظر بر عنایات و توجہات و استخارات نمودہ و فضل حضرت کریم وثیقہ خود را ساختہ در عبارت فارسی مبرا از تکلفات رسمی رسالہ در شہر عاشورہ کہ محرم الحرام باشد بتاریخ ہفتم سنہ ہزار و صد و بیست و یك از

۱۔مقامات معصومی:۳۸۵ ۲۔معدن الجواہر[۴]
۳۔رک عنوان ''مولف کے مختلف اسفار''

ھجرت مقدسہ...... سال سیوم از جلوس سلاطین اسلام ظل اللّٰہ...... ابونصر قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی...... در بلدۂ دارالفتح اجین شروع نمودہ شد...... ایں رسالہ را مسمی بہ معدن الجواھر گردانیدہ[1]

گویا معدن الجواہر کے صاحب سوانح حضرت شیخ صبغۃ اللہ (ف ۱۱۲۲ھ) اس کی تالیف کے دوران بقید حیات تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے رسالہ تالیف کر کے حضرت شیخ صبغۃ اللہ کی خدمت میں سرہند بھیجا تو انہوں نے اس پر تحسین فرمائی اور مولف کے حق میں دعائے خیر بھی کی لیکن مولف کے سرہند پہنچنے سے نو ماہ پہلے حضرت شیخ کا وصال ہو گیا تھا، مولف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

رسالہ معدن الجواھر در حالت حیات عالی حضرت جمع نمودہ حقیقت آں بزبان قلم معروض داشتہ چہ تصنیف آں رسالہ در بلدۂ دارالفتح اجین اتفاق یافتہ بود و تشریف عالی حضرت در دارالارشاد حضرت سرھند بودہ ھم چنیں جواب سرافرازی یافتہ دعا خیر در حق احقر بدستخط انور نگارش یافتہ و بعد از رسیدن فدوی در وطن اگرچہ ملاقات صوری دست نہ دارد چہ وصال آں قبلہ ارباب کمال پیش از رسیدن احقر بہ نہ ماہ روداد امّا از بارياباں حضور عنایات غائبانہ بر تصنیف آں رسالہ بسیار شنودہ......[2]

گویا مولف حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے وصال سے نو ماہ بعد سرہند پہنچے یہاں یہ وضاحت کر دی جائے کہ مولف کے اشارات سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا وہ اجین سے براہ راست سرہند پہنچے یا سانبھڑ سے کیوں کہ مولف اس وقت لشکر کے ساتھ نواح اجمیر کے گاؤں سانبھڑ میں تھے جہاں انہیں حضرت شیخ صبغۃ اللہ کے وصال کی اطلاع ملی[3] گویا اس دوران مولف کبھی سانبھڑ میں اور کبھی اجین میں رہے۔

معدن الجواہر تین معدن (باب) پر مشتمل ہے ہر معدن کے مندرجات کو جوہر قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

۱۔ معدن الجواہر ۱۰۔۱۱ ۲۔ مقامات معصومی ۲۶۷

۳۔ رک ''مولف کے مختلف سفر''

Marfat.com

ایں رسالہ مشتمل بر سہ معدن ایست و ہر معدن محتوی بر جواہر کثیرہ، معدن اول در بیان بشاراتنی کہ حضرت مجددالف ثانی و حضرت ایشاں رضی اللہ عنہما درحق آں عالی حضرت دادہ اند، معدن دوم در بیان عبادات یومی و لیلی...... و عادات و ملفوظات آں عالی حضرت، معدن سوم در ذکر تصرفات و کرامات و خرق عادات آں عالی حضرت[1]

معدن الجواہر کے مخففات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

دریں رسالہ آں حضرت را بہ عالی حضرت (شیخ صبغۃاللہ) بیان مقرر نمودہ شد و والد ایشاں بحضرت ایشاں (خواجہ محمدمعصوم) وجد ایشاں بحضرت مجددالف ثانی مبادا در وقت خواندن یکی را بہ دیگری خلط (نہ) نمائی......[2]

مولف نے مقامات معصومی کی طرح معدن الجواہر کی تالیف میں بھی طرز تالیف کے سلسلے میں جامعین مقامات حضرت مجدد الف ثانی کا اتباع کیا ہے، وضاحت فرماتے ہیں:

ما دریں مقامات شریفہ رعایات یک لطیفہ...... مولفان مقامات حضرت مجددالف ثانی رضی اللہ عنہ کہ شروع کلام از نماز تہجد می فرمایند و ایں عاصی و دور از کار ہم بہ تبعیت ایں اعزۂ عالی مقدار در رسالۂ معدن الجواہر در احوال عالی حضرت ...... بہ ہمیں راہ رفتہ......[3]

مولف نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ بعض اسرار جن کا معدن الجواہر کی تالیف کے دوران علم نہیں تھا وہ معارف جدیدہ کے طور پر مقامات معصومی میں درج کئے گئے ہیں، نیز مولف نے معدن الجواہر کو مقامات معصومی کا ایک جز بھی قرار دیا ہے۔[4]

۱۔ معدن الجواہر ۱۱ ۲۔ ایضاً ۱۱۔۱۲

۳۔ مقامات معصومی ۱۳۲/۸۔۱۳ ۴۔ ایضاً ۲۸۰/۲۰۔۲۲

Marfat.com

مقامات معصومی میں مولف نے کئی مقامات پر معدن الجواہر کا ذکر کیا ہے[۱] اور بعض مجمل اوامر کی تفصیل کے لئے معدن الجواہر سے مراجعت کرنے کے لئے کہا ہے۔[۲]

معدن الجواہر کے کسی مکمل خطی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، اس کے ابتدائی ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک قلمی نسخہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی مرحوم کے کتب خانہ کوئٹہ میں ہماری نظر سے گزرا ہے، جواب ''نوادرات علمیہ'' کی جلد اول میں شامل ہے۔

منظر اولی الالباب

مولف نے یہ کتاب اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ قدس سرہ کے حالات پر تالیف کی تھی، اس کا سال تالیف معلوم نہیں ہے لیکن مولف نے بتایا ہے کہ انہوں نے مقامات معصومی کی تالیف (۱۱۳۲۔۱۱۳۴ھ) سے چند سال قبل اس کتاب کی تکمیل کی سعادت حاصل کی ہے[۳] ہم اس رسالے کی تالیف حدود ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء قرار دے سکتے ہیں۔

ایک مقام پر مولف نے اپنے والد گرامی کا ذکر کرتے ہوئے اس رسالے کے بعض مندرجات کی طرف اشارہ کیا ہے:

> ہر کہ را پیش از وصول مفتاح ہشتم (مقامات معصومی)...... شوق ملاحظہ حالات فخیمہ و کرامات عظیمۂ ایشاں دامن گیر گردد و بہ مطالعہ کتاب منظر اولی الالباب کہ از مصنفات ایں فقیر کثیرالتقصیرات استعجال فرمایند و در منظر ششم او جویان مقصد خود بود اگر بہ تمام نسخۂ را سیر کند از قصص اکابر ما با خوائد روایدِ اطلاع خواہد یافت......[۴]

۱۔ مقامات معصومی ۴/ ۲۰، ۲۶۴/ ۵، ۱۸۰/ ۷، ۳۸۵

۲۔ ایضاً ۲۷/ ۱۷۔۱۹، ۲۸۰/ ۱۹، ۲۸۶/ ۱۵۔۱۸، ۲۹۰/ ۱

ایک مقام پر تو ایک طویل اقتباس بھی دیا ہے ۱۸۳۔۱۸۵، نیز عمدۃ المقامات ۳۴۸۔۳۵۱

۳۔ مقدمہ مقامات معصومی ۳۶۰ ۴۔ ایضاً ۱۹/۴۔۶

Marfat.com

مولف نے بعض وقائع کے بیان کے دوران مقامات معصومی میں اپنے اس رسالے کا ذکر کیا ہے[1] ہمیں تا حال اس رسالے کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

مظہر ابواب فضل

منظر اولی الالباب کی طرح مولف نے مظہر ابواب فضل کے نام سے اپنے والد گرامی کے حالات پر مقامات معصومی کی تکمیل کے بعد ایک اور رسالہ تالیف کرنے کا وعدہ کیا ہے تاکہ مولف کو رسالہ منظر کی تالیف کے بعد جو معارف جدیدہ معلوم ہوئے اور خاص طور پر اس میں انہوں نے اپنے والد کے معمولات اور عبادات یومی ولیلی کو "نفع عام" کے لئے جمع کر دیا ہے، لکھتے ہیں:

به خاطر عزم بالجزم از مدتی برآں قرار گرفته که اگر حیات چند روز وفا نماید بعد از انفراغ ازیں کتاب مقامات معصومی و الهامات قیومی و به تقریب حضرت ایشاں سخن از دیگران درمیان آمده کتاب مظهر ابواب فضل که مشتمل بر خاصهٔ احوال آنحضرت و چیزهای که آنحضرت برای نفع عام از قید قلم آوردند و باچیزی که از زبان الهام ترجمان استماع نموده و چیز ها که بآں امتیاز داشتند و ایں فقیر را وقوف آں دست داده جهت ادای حق ایشاں تصنیف خواهم نمود ان شاء الله تعالی[2]

مولف نے مقامات معصومی میں کئی مقامات پر اس رسالے کی تالیف کا عزم ظاہر کیا ہے[3] اور ممکن ہے کہ انہیں اس کی تکمیل کی سعادت نصیب ہوئی ہو لیکن ہمیں تا حال اس کے کسی نسخے کا علم نہیں ہے۔

۱۔ مقامات معصومی ۲۸۰، ۳۸۵ ۲۔ ایضاً ۳۷۹

۳۔ ایضاً ۳۷۸، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۵

Marfat.com

رسالہ دراحوال خواجہ محمد زبیر سرہندی

شیخ صفر احمد معصومی کو حضرت خواجہ محمد زبیر بن شیخ ابوالعلیٰ بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے ساتھ خصوصی تعلق تھا، انہوں نے مقامات معصومی میں جابجا ان کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے اور ان سے روایات بھی کی ہیں، انہوں نے مقامات میں وعدہ کیا ہے کہ اگر میری عمر نے وفا کی تو وہ حضرت خواجہ محمد زبیر کے ''حالات، معارف، عبادات اور عادات'' پر مستقل رسالہ تالیف کریں گے، لکھتے ہیں:

اگر عمر وفا کرد و بعد از انفراغ ایں کتاب رسالۂ علیحدہ در بعضی حالات و معارف و عبادات و عادات آنجناب تحریر نمایند ان شاء اللہ تعالیٰ حق سبحانہ وبہ وجہ احسن بہ حصول ایں تمنا ممتاز فرماید و برایں عاصی درچہ سعادت بہ کشاید......[1]

ہمیں اس رسالے کے بھی کسے نسخے کے وجود کا علم نہیں ہے، ہمارے مولف کے معاصر صاحب روضۃ القیومیہ نے جو خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ بھی تھے، روضۃ القیومیہ کا پورا دفتر خواجہ محمد زبیر کے حالات کے لئے مختص کیا ہے لیکن انہوں نے اس رسالے کا ذکر نہیں کیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے واقف نہیں تھے یا مولف کو اس کی تالیف کا موقع نہیں ملا۔

شیخ صفر احمد معصومی کا شعری سرمایہ

آپ شاعر بھی تھے، ہمیں ان کے کسی شعری مجموعے کا علم نہیں ہے اور نہ ہی شعراء کے تذکروں میں ان کا ذکر ہمیں مل سکا ہے، البتہ مقامات معصومی کو انہوں نے جابجا جس حسن وخوبی کے ساتھ اشعار سے سجایا ہے اس سے ان کے اعلیٰ درجے کے شعری ذوق کی غمازی ہوتی ہے، ان میں بہت سے ایسے اشعار بھی ہیں، جن پر خود ان کی تصنیف ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

آپ نے اپنی پریشان حالی اور تالیف کتاب کے عمل پر پانچ اشعار برجستہ طور پر کہے ہیں[2] اسی طرح آپ نے اپنی ایک طویل نعتیہ مثنوی ان الفاظ کے ساتھ شامل کتاب کی ہے:

ا۔ مقامات معصومی ۳۱۰ ۲۔ ایضاً ۳۵۳

Marfat.com

حقیر دور از کار وقتی از اوقات در غلبات مهبت آنسرور کائنات علیه و علی آله الصلوة والسلام چندیں که درمیدان اشعار گاهی ابلق فکر نه تاخته اما چوں در نعت بی اختیار برآمده هیچ نکته را مخالف اهل طبیعت نه یافته برای فائده عام داخل ایں کتاب می نماید تا سعادت تمام بدست آید......[۱]

مقامات معصومی

یہ کتاب حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ کے احوال وآثار وتعلیمات پر مشتمل ہے، مولف نے یہ کتاب حصول برکات اور حزن و پریشانی سے نجات کے لئے تالیف کی ہے، انہوں نے اپنے فرزند شیخ ابوداؤد نیاز احمد کے مکرر اصرار پر اس کا آغاز کیا، لکھتے ہیں:

......آن فرزند ابوداؤد (نیازاحمد) مکرر به اظهار ایں تمنا به شوق الفوق و حلاوت کثیرالذوق دهن شیریں گفتار و زبان شکر بیان وا نمود که مقصود از تحریر ایں احوال و تقریر ایں اقوال نه خود ستائی و ظاهر آرائی ست بلکه حل مقاصد ایں جهان فانی که مانع جمعیت و امانی است......[۲]

اس کے علاوہ کتاب کی تالیف کے دوران اس سلسلے کے اہم افراد کی طرف سے برابر حوصلہ افزائی آپ کے لئے مہمیز کا کام کرتی رہی، آپ نے بتایا ہے کہ اس تالیف کے سب سے بڑے محرک صاحبزادے شیخ محمد اسماعیل[۳] بن شیخ صبغۃ اللہ ہیں:

مخدوم عالی جناب نتیجۂ اکابر اقطاب شیخ محمداسماعیل سلمه الله الجلیل که منصف بی دلیل به مشاهدۂ ایں کتاب حظهای فراوان به کار برده امر موکد عنایت آمیز برزبان شکر ریز بر ذکر احوال مخدوم زاده های کرام نمودند......[۴]

اس کتاب کی تالیف کے دوران مخدوم زادہ محمد اسماعیل دہلی میں مقیم تھے، شیخ صفر احمد معصومی جب بھی

۱۔مقامات معصومی ۵۳۵۔۵۳۸ ۲۔ایضاً ۱۰

۳۔شیخ محمد اسماعیل کے حالات کے لئے دیکھئے مقامات معصومی ۲۸۵ ۴۔ایضاً ۲۶۲

Marfat.com

ان کے پاس دہلی جاتے تو وہ مقامات معصومی کے مختلف حصے بڑے ادب کے ساتھ سنتے اور اس کی تالیف کی ''ترغیب'' دیتے رہتے تھے:

دریں ایام تشریف ایشاں در بلدۂ شاہ جہان آباد بہ تقریبی افتادہ بود اکثر اوراق ایں کتاب از مجالات مختلفہ بر نظر ایشاں گزشتہ خیلی بادب باسماع نمودند و ترغیب بر تحریر ایں بانواع عنایات می فرمودند بلکہ اکثر روایات ہم از زبانی ایشاں در ما سبق گزشتہ......[۱]

جیسا کہ ہم نے شیخ صفر احمد معصومی کے مختلف اسفار کی تفصیل کے دوران لکھا ہے کہ آپ سفر میں ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے تھے چنانچہ انہوں نے مقامات معصومی کے متعلق بھی کئی مقامات پر وضاحت کی ہے کہ وہ اس کے مختلف ابواب وفصول کی تدوین کے دوران سفر میں ہیں۔[۲]

سال تالیف

مولف نے نہایت واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ انہوں نے مقامات معصومی کی تالیف کا آغاز ۲۶/ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء کو کیا ''مفتاح اہل السعادات'' سے اس کے آغاز تالیف کا سال ۱۱۳۲ھ برآمد ہوتا ہے:

نام ایں نسخہ مقامات و تاریخ عنوان آں ''مفتاح اھل السعادت'' باشد...... روز پنج شنبہ سنہ ھزار و صد و سی و دو کہ از لفظ پیدا است، بست و ششم شھر ربیع الثانی فی سال اول از جلوس سلطان الاسلام...... ابوالمظفر ناصرالدین محمدشاہ بادشاہ غازی...... قدم در بنیاد ایں دیوار استوار......[۳]

بروز جمعہ ۱۵/ذی قعدہ ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء کو اسے مکمل کیا اس وقت آپ کی عمر ۴۸ سال ہو چکی تھی، خاتمۂ حسنہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ مقامات معصومی ۲۸۵ ۲۔ ایضاً ۱۵۲/۲۱-۲۲، ۱۶۳، ۲۰/۱۸۶

۳۔ ایضاً ۱۲ (محمد شاہ ۲۸/ستمبر ۱۷۱۹ء/ ۱۱۳۱ھ کو تخت نشین ہوا اور مولف نے جب یہ کتاب شروع کی تو اس کے اگلے سال کا آغاز ہو چکا تھا)

Marfat.com

الحال چوں ازدیروز که پانزدهم شهر ذی قعده روز جمعه در سال هزار و صد و سی و چهار اتفاق یافته عمر ایں عاصئ دور از کار به چهل و هشت سال انجامیده و موی سپید در عین کهالت احاطه نموده......[1] چوں تاریخ اختتام ایں مقامات قدسی نکات که مسمی به مفتاح اهل السعادات به گوش هوش از سروش غیب باغچهٔ عدن می رسد اگر ایں فواکهٔ ریاضی به همیں نام خوانند می شاید و هر کدام ازاں دو نام مبین سال ابتداء و وسط او ست[2]

تالیف کا آغاز ۲۶ / ربیع الثانی ۱۱۳۲ھ کو ہوا اور ۱۵ / ذی قعدہ ۱۱۳۴ھ میں مکمل ہوئی گویا مولف اڑھائی سال اس کتاب کی تالیف میں مصروف رہے۔

اس دوران مولف سفر و حضر میں اس کتاب کی تکمیل میں لگے رہے انہوں نے اپنی اس مصروفیت کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے، چند اشارات ملاحظہ ہوں:

ابتدائی ابواب و فصول کی تاریخیں اس طرح بیان کی ہیں:

شروع ایں مفتاح (پنجم) بست و ششم ربیع الثانی در عین ازار و اضطرار بود کما بین فی الخطبة و بست و ششم جمادی الاولیٰ متصله آں به شفاء و کشائش بر آمدن جانب اکبرآباد میسر گردیده درآں وقت تحریر مفتاح اول تا مکتوب صد و هشتاد از جلد اول که باسم برادر اصغر حضرت ایشاں شیخ محمد یحییٰ است...... شده بود باز دخول ایں بلده از رجوع به تاریخ نوز دهم محرم الحرام اتفاق یافته و تابست و هفت کنز از کنوز مفتاح ثالث دریں سفر نگارش یافته و کنز بست و هشتم که منقول از خان خدا پرست است باز در موضع شروع کتاب تحریر یافته[3]

۱۔ مقامات معصومی ۵۳۵ ۲۔ ایضاً ۵۳۹ ۳۔ ایضاً ۲۲۱۔۲۲۲

Marfat.com

مقامات معصومی کا ایک نام "فواکہ ریاضی" بھی ہے جس کے اعداد سے اس کے حصہ اوسط کا سال تحریر ۱۱۳۳ھ برآمد ہوتا ہے، خود وضاحت کرتے ہیں:

ترقیم ایں مقامات معصومی که "فواکهٔ ریاضی" یکی از اسامی آں ست و تاریخ تحریر ایں سطور هم مخرج ازاں در سفر اتفاق یافته......[1] ...... ایں مقامات قدسی نکات که مسمی به "مفتاح اهل السعادات" به گوش هوش...... می رسد اگر ایں "فواکهٔ ریاضی" همیں نام خوانند می شاید و هر کدام ازآں دو نام مبین سال ابتداء و وسط اوست[2]

ایک مقام پر لکھا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے وصال کو ان اوراق کی تحریر تک ۵۴ سال بیت چکے ہیں[3] اس حساب سے یہاں سنہ ۱۱۳۳ھ (وصال ۱۰۷۹+۵۴=۱۱۳۳ھ) برآمد ہوتا ہے، دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اس وقت خواجہ محمد زبیر کی عمر چالیس سال ہو چکی ہے[4] حضرت خواجہ محمد زبیر کا سال ولادت ۱۰۹۳ھ ہے[5] اس میں چالیس سال شمار کرنے سے سال رواں ۱۱۳۳ھ واضح ہو جاتا ہے۔

مولف رمضان ۱۱۳۳ھ کو اس کتاب کی مفتاح ششم لکھ رہے تھے اور اسی ماہ میں یہ مفتاح پایۂ تکمیل کو پہنچی:

شب یازدهم شهر مبارك رمضان و شب دو شنبه از سال هزار و صد و سی سوم هجرت...... عنایات فراوان به حال پر اختلال خود مشاهده کرده......[6]

و خاتمه ایں مفتاح ششم...... در شهر رمضان المبارك اتفاق یافته......[7]

مولف مقامات معصومی کی مفتاح نہم کی کنز نمبر ۲۱، ۱۱ر شعبان ۱۱۳۴ھ کو لکھ رہے تھے، فرماتے ہیں:

۱۔ مقامات معصومی ۱۵۲ (یعنی فواکہ=۱۱۲+ریاضی، ۱۰۲۱=۱۱۳۳ھ) ۲۔ ایضاً ۵۳۹

۳۔ ایضاً ۱۸۶ ۴۔ ایضاً ۳۰۹ ۵۔ روضۃ القیومیہ ۴/ ۵

۶۔ مقامات معصومی ۲۵۳ ۷۔ ایضاً ۲۵۹

Marfat.com

بتاریخ یازدھم شعبان المعظم کہ یوم الاربعا باشد و سال ھجری ھزار و صد و سی و چھار نوبت ترقیم ایں کنز رسیدہ......[۱]

محتویات

مقامات معصومی ایک مقدمہ، نو ابواب (مفتاح) اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے[۲] مقدمہ، مفتاحات اور خاتمہ میں بہت سی فصول شامل ہیں، جن کو ''کنز'' کہا گیا ہے، مفتاح پنجم میں مولف نے حضرت خواجہ کے ۴۴ ملفوظات نقل کئے ہیں ہر ملفوظ کو ''احمر'' کا عنوان دیا ہے[۳] اسی طرح حضرت خواجہ کی کرامات کو منضبط کرتے ہوئے ان کی تعداد ۳۶ بتائی ہے ہر تصرف و کرامت کو ''ابیض'' کا نام دیا ہے[۴] اور اس پر چند لطائف کا اضافہ بھی کیا ہے، کتاب کی مفتاح نہم (دراحوال خلفای حضرت خواجہ) قرآن مجید کے اجزاء کی تعداد کے مطابق تیس فصول (کنز) پر مشتمل ہے[۵] اس پر مولف نے ایک ذیل کا اضافہ کیا ہے، اس ذیل کا آخری حصہ ان سلاطین و امراء کی عقیدت مندی کے واقعات پر مشتمل ہے، جن کا تعلق حضرت خواجہ سے تھا، کتاب کے خاتمے کی دو کنزیں ہیں، کنز اول میں مولف نے وہ نکات درج کئے ہیں، جو ساری کتاب کی تالیف کے دوران مولف کو یاد نہ آسکے اور بہ وجوہ وہ برمحل نہ لکھے جا سکے[۶] خاتمہ کی کنز دوم میں سید الانبیاء ﷺ کی نعت ہے، جس میں مولف کی نعتیہ مثنوی بھی شامل ہے۔

مخففات

مولف نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے بعض اسماء کو اس کتاب میں بار بار لکھنے کی بجائے ان کے القاب کو مکرر تحریر کر دیا ہے، جیسے صاحب سوانح حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ساری کتاب میں ''حضرت ایشاں'' اپنے والد گرامی شیخ محمد فضل اللہ کے لئے ''آنحضرت ے''، حضرت شیخ

۱۔ مقامات معصومی ۴۸۲ ۲۔ ابواب و فصول کی فہرست متن کتاب مقامات معصومی ۲۳۔۲۴، اور فہرست کلی میں ملاحظہ کریں۔ ۳۔ مقامات معصومی ۱۸۱۔۲۰۰ ۴۔ ایضاً ۲۰۰
۵۔ ایضاً ۴۲۳ ۶۔ ایضاً ۵۱۳/ ۱۹۔۲۱ ۷۔ ایضاً ۳۶۲۔۴۰۰

Marfat.com

محمد صبغۃ اللہ بن حضرت خواجہ محمد معصوم کے لئے ''عالی حضرت''[1] شیخ عبدالاحد وحدت بن حضرت خواجہ محمد سعید کے لئے ''حضرت وحدت''[2] اور حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی کے لئے ''خازن الرحمت'' لکھا ہے۔

مقامات معصومی کے خطی نسخے

روضۃ القیومیہ (تالیف ۱۱۶۴ھ) سے لے کر روضۃ الاولیاء (تالیف ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) تک سب نے اس سے نقل و اقتباس کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامات معصومی کے متعدد نسخے ایک دوسرے سے نقل کیے گئے تھے لیکن روحانی خانوادوں میں علمی زوال کے باعث جہاں اس سلسلے کے دیگر مخطوطات بے حسی کی نذر ہو کر تباہ ہوئے وہاں اس کتاب کے بھی صرف چند ہی نسخے معلوم ہو سکے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ قلمی نسخہ مخزونہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی (چتلی قبر خانقاہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید) دہلی، ہندوستان

یہ نسخہ مولانا ابوالحسن زید فاروقی (ف ۱۹۹۳ء) بن شاہ ابوالخیر مجددی کی ملکیت ہے، موصوف نے کمال مہربانی سے اس کا عکس بنوانے کی اجازت دی اور ڈاکٹر رچرڈ ایٹن آف امریکہ نے بڑی محنت سے شدید گرمی میں خانقاہ کے صحن میں بیٹھ کر اپنے کیمرے پر اس کی فلم بنائی، اس کی تقطیع قدرے کلاں ہے (۱۱×۵)، اس کی کتابت مدینہ منورہ میں ۲۴ رجمادی الاول ۱۲۹۲ھ کو ہوئی اور اس کے کل صفحات ۴۴۹ ہیں، یہ نسخہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ کی ملکیت تھا، ۱۲۹۶ھ کو حضرت شاہ ابوالخیر مجددی نے اپنے قیام حرمین الشریفین کے دوران حضرت مہاجر مدنی کے وصال کے بعد ان کے متروکات میں سے یہ نسخہ خریدا تھا[3] ہم نے اس کے متن کی تصحیح کے لئے اس نسخہ کو بنیاد بنایا ہے اور تقابل کے دوران حواشی میں اسے نسخۂ دال (د) یعنی نسخۂ دہلی سے تعبیر کیا ہے۔

۱۔ مقامات معصومی ۲۶۴۔۲۹۰ وغیرہ ۲۔ ایضاً ۴۰۹/۱۔۲ ۳۔ ابوالحسن زید فاروقی: مقامات خیر ۳۲، ۱۵۷

Marfat.com

۲۔ مقامات معصومی کا دوسرا نسخہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں محفوظ ہے، اس میں نہ تو سال کتابت درج ہے اور نہ ہی کاتب نے اپنا نام لکھا ہے، مذکورہ خانقاہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی ہے، جو حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کے خلیفہ تھے، موصوف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کرنے سے قبل اپنی خانقاہ دہلی (خانقاہ مظہری مذکور) بھی ان کے حوالے کر دی تھی، وہاں سے بہت سے خطی نسخے خانقاہ موسیٰ زئی میں منتقل کر دیئے گئے تھے، یہ نسخہ بھی غالباً انہی میں سے ایک ہوگا[۱] اس نسخہ کے ۹۳۶ صفحات ہیں اور تقطیع میانہ (۸×۶) ہے، ہم نے نسخۂ دہلی کے ساتھ اس کا تقابل کیا ہے اور حواشی میں اختلاف نسخ کے بیان میں اسے نسخۂ م یعنی نسخۂ موسیٰ زئی کے مخفف سے یاد کیا ہے، نسخۂ دہلی اور نسخۂ موسیٰ زئی دونوں سہو ہای کتابت سے پُر ہیں، ہم نے تقابل کے دوران ایسے اغلاط کی نشاندہی کر دی ہے۔

موسیٰ زئی شریف کا موجودہ خطی نسخہ اس وقت اس کے سجادہ نشین حضرت محمد اسماعیل جان مرحوم کے صاحبزادے پروفیسر محمد سعد سراجی ملقب بہ مرشد بابا مدظلہ (ساکن ڈیرہ اسماعیل خان) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے، موصوف نے ازراہ معارف پروری اس علمی کام کے لئے اصل خطی نسخہ ہی ہمارے حوالے کر دیا تھا، جس سے ہم نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۳۔ مقامات معصومی کا تیسرا خطی نسخہ رباط مظہر، مدینہ منورہ میں ہے، اس رباط کے بانی شاہ محمد مظہر بن شاہ احمد سعید دہلوی ہیں، جنہوں نے ۱۲۹۰ھ کو حرم شریف (مدینہ منورہ) کے قریب ایک سہ منزلہ رباط بنائی تھی، جس میں ایک شاندار کتابخانہ بھی تھا لیکن حالیہ توسیع حرم کے دوران یہ رباط اور مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت وغیرہ اس حدود میں آ گئے تھے اس لئے حکومت سعودی عرب نے رباط مظہر کے لئے

۱۔ یہ وہی نسخہ معلوم ہوتا ہے جو حضرت شاہ احمد سعید مجددی نے حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری کی درخواست پر نقل کروا کر دہلی سے موسیٰ زئی ارسال کیا تھا (تحفۂ زواریہ مکتوبات سعیدیہ ص ۶۲، ۹۸) خانقاہ دہلی کا پیش نظر نسخہ ۱۲۹۶ھ کا مکتوب ہے گویا یہ شاہ احمد سعید (ف ۱۲۷۷ھ) کے وصال کے بعد کا ہے، یا خانقاہ دہلی میں اس کے دو نسخے ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

متبادل جگہ دے دی، نومبر ۱۹۹۹ء میں راقم احقر کو عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی تو مدینہ منورہ حاضر ہو کر اس رباط کو بہت تلاش کیا کہ اب یہ کہاں ہے؟ بصد دقت معلوم ہوا کہ رباط تا حال بنائی ہی نہیں گئی ہے اور تقریباً سات سال سے اس رباط کے کتابخانے کی تمام کتب و مخطوطات بکسوں میں بند پڑے ہیں، ان میں بعض نادر عربی مخطوطات کے مائیکروفلم اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ نے بنائے تھے لیکن ان میں کسی فارسی مخطوطہ کی مائیکروفلم شامل نہیں ہے، بسیار کوشش کے بعد مذکورہ یونیورسٹی کے اساتذہ کی مدد سے رباط کے موجودہ مالک عدنان کا پتہ و ٹیلی فون نمبر حاصل کیا اور جناب عزیز القدر اصغر نظامی کو، جو ان دنوں مدینہ منورہ میں رباط شیخ جماعت علی شاہ (جماعت منزل) کے قریب ہی قیام پذیر تھے ساتھ لیا اور شیخ عدنان سے ملاقات کے لئے ان کی عطر فروشی کی دکان پر گئے، مل کر حیرت ہوئی کہ موصوف اپنے اجداد اور اپنے بزرگوں کے عقائد سے متعلق کچھ نہیں جانتے وہ کتاب کا نام تک نہیں لکھ سکتے تھے، ہم سے وعدہ کر لیا کہ اس کی فوٹی کاپی بنا کر پاکستان بھیج دیں گے لیکن آج اس کو دو سال بیتے ان کی طرف سے کچھ موصول نہیں ہوا،۲ مجھے دراصل دانشگاہ تہران کے ذی قیمت مجلہ نشریہ نسخہ ہای خطی۳ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا تھا کہ مقامات معصومی کا ایک قلمی نسخہ رباط مظہر میں ہے، یہ نسخہ ایران کے معروف محقق محمد تقی دانش پژوہ نے وہاں جا کر دیکھا تھا، انہوں نے صرف اس کا نام اور نمبر ش ۱۵۲ درج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور اس نسخے کے متعلق کوئی تفصیل نہیں دی۔

گویا مقامات معصومی کا ہمارا مرتب کردہ متن دو خطی نسخوں یعنی نسخۂ دہلی اور نسخۂ موسیٰ زئی پر مبنی ہے، تیسرے مذکورہ نسخے تک ہماری تا حال رسائی نہیں ہو سکی۔

۱۔ عدنان بن مظہر بن احمد بہاء الدین ثانی بن شاہ محمد مظہر (مقامات خیر ۱۰۴۔۱۰۵)

۲۔ اس مخطوطہ کی تلاش کے لئے ہم نے اپنے سفر حج (۲۰۱۲ء) کے دوران بھی کوشش کی جس کی تفصیل ہماری کتاب ''وہ کتابیں اپنے آباء کی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ دانش پژوہ، محمد تقی: مقالہ بعنوان کتابخانہ ہای عراق و عربستان سعودی (۲۱) مکتبہ مظہر فی رباط مظہر، مشمولہ نشریہ نسخہ ہای خطی (دفتر پنجم ۵۳۲)

Marfat.com

مولف پر غائبانہ عنایات

مقامات معصومی کی تالیف کے دوران مولف پر بزرگوں کی عنایات رہیں، انہوں نے اس کتاب میں جابجا اس کا ذکر کیا ہے، عنایات کے اس ادراک کو مولف نے اس کی تالیف کی تحریک کے طور پر بیان کیا ہے، چند اشارات ملاحظہ ہوں:

مددهای فراوان از ارواح طیبۂ اکابر در اسفار و احضار فی جمیع الاماکن والدیارنه آں قدر محسوس گردیده که بیان آں در سلك تحریر تواند کشید......[1] از فضل کریم ذونوال عز شانه در معامله به شرف ملازمت حضرت رسالت خاتمیت...... علیه و علی آله من الصلوة وافضلها ومن التسلیمات اکملها مشرف گشته که گویا در بنده خانه بر پالکی میانه سوار نشسته اند و خلفاء اربعه رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و حضرت مجددالف ثانی رضی الله عنه و حضرت والد بزرگوار و دیگر اعزۂ عالی مقدار حاضر و حضرات عالی درجات از یمین و یسار سفارش ایں گناه گار می فرمایند چنانکه اثر آں برخود یابد و ایں دید تاسه روز متصل بیك نهج استیلای تمام یافته......[2]

۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء میں تالیف کے دوران مولف کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، گفتگو کے دوران مقامات معصومی کی تالیف کا ذکر بھی عمدہ الفاظ میں کیا گیا مولف نے بتایا کہ انہوں نے اس کتاب میں صحت روایت کی ہر ممکن کوشش کی ہے:

......شب پازدهم شهر مبارك رمضان و شب دو شنبه از سال هزار و صد و سی و سوم هجرت سیدالابرار بوده علیه و علی آله الصلوة والسلام در معامله شرف حضرت جبرئیل امین علیٰ نبینا و علیه الصلوة والسلام گشته عنایات فراوان به

۱۔ مقامات معصومی ۴۔۵ ۲۔ ایضاً ۵ (سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مولف کئی بار مشرف ہوئے، ملاحظہ ہو مقامات معصومی ۳۴،۵۔۴۳۵ وغیرہ)

Marfat.com

حال پر اختلال خود مشاهده کرده که شرح آن بسی عالی از مراتب تقریر و بیان است دریں مکالمات گویا ذکر این کتاب به وجهٔ شائسته به قسمی می فرمایند که دلهای شکسته را فرحت غیرمترقبه می رسانند، دریں اثنا راقم معروض می دارد که هر چند از طرف خود در تصحیح روایت کوشش بسیار به کار رفته......۱

کتاب کی تالیف کے دوران مولف کو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی عنایات کا مسلسل ادراک رہا، جو مولف کے لئے مہمیز سے کم نہیں تھا، ایک مقام پر وضاحت کی ہے کہ جب اس کتاب کی تالیف کے لئے استخارہ کیا تو حضرت خواجہ نے عالم رویا میں دو اشرفیاں اس کام کے لئے روشنائی، قلم اور کاغذ کے خرچ کے طور پر عنایت کیں، یہاں تک کہ حضرت خواجہ نے اس کا نام ''مقامات'' اور اس کا تاریخی نام ''مفتاح السعادات'' خود تجویز فرمایا، لکھتے ہیں:

دریں مرتبه که به وطن مالوف اعنی به دارالارشاد حضرت سرهند به مضی مدت سه و نیم سال رفته بود، جناب سامی حضرت ایشاں رضی اللّٰه عنه...... آن قدر عنایت بے نهایت برخود یافته که به شرح آن بیان برنتابد، علی الخصوص وقتیکه به زیارت روضهٔ مطهره مشرف می کشید اکثر چناں می شده که گویا آنحضرت والا منزلت از تربت خلد رفعت برآمده دریں فقیر درآمدند، بعد ازیں که به محل سکونت می شتافته به هماں حالت در خودمی یافته حلاوت که ازیں معنی حاصل روزگار ایں عاصیٔ سیاه کاری گردید هیچ وجه در معرض اظهار نمی تواند آورد که ذوقی است نه بیانی......۲ے چوں دوگانهٔ استخاره گذارده خواندن دعای استخاره مشغول گشتم می بینم که شخصی از طرف راست بر رومال سرخ نفیس مبلغ دو اشرفی و چند روپیه به فقیر می دهد ومی گوید که

۱۔ مقامات معصومی ۲۵۳، ۲۔ ایضاً ۵

Marfat.com

حضرت ایشان برای خرچ سیاهی و قلم و کاغذ عنایت فرموده اند و می فرمایند که یوم الخمیس که فردای آں شب بود شروع ایں امر عظیم القدر...... باز در همان شب وقتی خواب می خواست که دراز به تشید می بیند که حضرت ایشان شرف حضور دارند می فرمایند که نام ایں نسخه مقامات و تاریخ عنوان آں "مفتاح اهل السعادات" باشد......[1] سه استخاره نموده پیش از شروع استخارهٔ اول به مشاهدهٔ جمال باکمال ایشان قدس اللّٰه سبحانه بسره الاقدس مشرف گشته که گویا دوات و قلم و کاغذ در ید بیضا دارند و بر زبان الهام ترجمان کلمات عجیبه و نکات غریبه در مدح ایں مقامات خجسته رایات می آرند[2] ......ایں کمترین وفد وی آستانه ایشاں ایں است که بعد شروع تحریر ایں مقامات لطیفه نکات به پنج روز که دو شنبه وغره جادی الاولیٰ بود در قیلوله نیم روز بین النوم والیقظه می بیند که گویا برلوح محفوظ نظرم افتاد دریں جا می بیند که برصفراحمد (مولف کتاب مقامات معصومی) دولت رسید...... ایں بشارات صریحه و اشارات صحیحه جمعیت رساں خاطر شکسته دلاں گردید......[3]

مفتاح دوم کی تکمیل کے بعد مولف قدرے شکستہ دلی کا شکار تھے کہ عالم رویا میں مشاہدہ کیا کہ حضرت خواجہ کے ہاتھ میں یہ کتاب ہے اور آپ اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں اور اس میں اپنے دست مبارک سے تصحیح بھی کی، اسی عالم میں مولف نے حضرت مجدد الف ثانی کی عنایات محسوس بھی کیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانی نے اسے اپنے معارف ومقامات قرار دیا:

در یمین شهر مبارك که تسوید اوراق سطوره اکثر دراں شهر اتفاق افتاده و چیزی پیش ازاں هم نوشته الطاف و اعطاف فخیمه به کمال عنایت بشاشت انگیز و غایت مرحمت حلاوت خیز در وقائع و منامات از جناب امام ربانی

ا۔ مقامات معصومی ۱۱۔۱۲ ۲۔ ایضاً ۱۰ ۳۔ ایضاً ۱۴

Marfat.com

حضرت مجددالف ثانی و امام صفا کیشان حضرت ایشان رضی اللّٰہ عنہما نہ آن قدر فہمیدہ کہ شروح قلم نواند و شد بلکہ حضرت ایشان را ممد این کار یافتہ، گویا این کتاب (مقامات معصومی" در دست شریف دارند و مطالعہ بہ عنایت خاص الخاص فرمودہ، تصحیح بعضی الفاظ فرمایند، و حضرت مجددالف ثانی را دیدہ گویا این کتاب را بہ خود منسوب می دارند و می فرمایند کہ مقامات من است[1]

فن تذکرہ نویسی اور مقامات معصومی

سابقہ اوراق میں ہم نے شیخ صفر احمد معصومی کے جو حالات لکھے ہیں ان کے مطالعے سے اس نتیجے پر پہنچنا دشوار نہیں رہ جاتا کہ آپ مروجہ علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے، ان کے والد شیخ محمد فضل اللہ سند یافتہ محدث اور مسند وقت تھے، ہمارے مولف علم حدیث کے اصولوں سے بخوبی واقف تھے، اسی لئے انہوں نے علم حدیث کے فن ''روایت و درایت'' کے مطابق مقامات معصومی میں روایات کا اندراج کیا ہے، انہوں نے اس سلسلے کی ہر روایت کو خوب پرکھا، کئی اصحاب سے اس کی تصدیق کی اور پھر اسے کتاب کا جز بنایا ہے، ان کے قلم سے بے ساختہ نکلے ہوئے چند جملوں کی بنیاد پر ان کے فن تذکرہ نویسی کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

شیخ صفر احمد معصومی نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے کتاب مقامات معصومی کی روایات کو اصول حدیث کے مطابق پرکھ کر لکھا ہے ان کے نزدیک صحت روایت کی تحقیق کے لئے صرف شرافت نسب ہی کافی نہیں ہے، لکھتے ہیں:

اولاً نسبت غلامیٔ خود بہ بندگان حضرت ایشان قدسنا اللّٰہ سبحانہ بسرہ الاقدس مذکور و محرر گردانم تاترا در محل روایت درایت تامہ بہ حصول انجامید کہ اکثر ذکر احوال حضرت ایشان رضی اللّٰہ عنہ بہ روایات والدین شریفین این راقم مندرج خواھد گردید...... و مرا از ذکر تفصیل ایشان تا

۱۔ مقامات معصومی ۹۴

Marfat.com

در محل هر روایت فراغی بدست آید که صاحب نظران بالا بلند و عالی فطرتان سخن پسند در قید روایت از محل شائسته بسیار خواهند پیچیده و در رنگ رواۃ احادیث مکرمات به صحت و سقم خواهند رسانید، آنکه شرافت نسب و نجابت حسب منظور خاطر دریا مقاطر باشد[۱]

شیخ صفر احمد معصومی نے وضاحت کی ہے کہ ان کے پاس سلسلۂ مجددیہ کی اتنی روایات ہیں کہ اگر وہ ان کی تفصیل میں جائیں تو ہر باب پورا دفتر بن جائے[۲] لیکن ان روایات کی صحت و سقم کا جائزہ لینے کے لئے اقدام کئے تو انہیں ''قلت درایت'' کا سامنا کرنا پڑا۔[۳]

آپ اکثر سفر میں رہتے تھے اور اس دوران وہ مسلسل تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہے۔[۴] ان اسفار کے دوران وہ جہاں کہیں بھی جاتے حضرت خواجہ کے خلفاء سے ضرور ملاقات کرتے:

......در بعضی از بلاد و قراء و قصبات که به تقریبی مرور اتفاق کرده متعدد از یاران صاحب اسرار دیده و شنیده که تفصیل و اسامی آن اعزه و آن مواضع به خاطر هم نمانده......[۵]

آپ نے اپنے بیانات کو مستند بنانے کے لئے ساری کتاب میں جابجا اقتباسات دیئے ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے حضرت خواجہ کے مکتوبات اور صاحبزادگان کے مکاتیب کو سند کے طور پر پیش کیا ہے، آپ کے نزدیک یہی ''کمال درایت'' ہے:

هم چنیں در مکاتیب دیگر که عنقریب در قید قلم در آیند رعایت به کمال درایت محفوظ است......[۶]

شیخ صفر احمد معصومی نے ان اقتباسات کی نقل کے دوران مکاتیب کی تحریر کا پس منظر، مغلق مقامات کی تشریح اور اسباب تحریر بھی بتائے ہیں۔

۱۔ مقامات معصومی ۱۵ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۱۳۰۔۱۳۱

۴۔ رک بہ عنوان ''مولف کے سفر'' ۵۔ مقامات معصومی ۴۹۴ ۶۔ ایضاً ۷۵

Marfat.com

آپ پر یہ بات واضح تھی کہ اگرچہ تذکرہ نویسی کے ماہرین فن کے نزدیک ''تکرار'' خلاف قاعدہ نہیں ہے تاہم انہوں نے قاری کے ذہن کو انتشار سے بچانے کے لئے اس سے اجتناب کیا ہے:

مرزا تکرار کلام سعادت انجام بجهت آنکه ذهن قاری و مستمع مشتت نه شود وَ استغنای رو نماید هرچند تکرار مسند الیه در محل استلزام وَ تبرك نزدیك علمای معانی بسی زیبا و محمود است[1]

لکھا ہے کہ اگرچہ کسی کی بزرگی کا اظہار از راہ نسب بیان کرنا نص کے خلاف ہے لیکن یہاں تذکرہ نویسی کی روش میں لکھا جا رہا ہے۔[2]

مولف کے نزدیک ایک تذکرہ نویس کے لئے ہر ضروری بات جو اسے معلوم ہے تحریر کرنی چاہئے، معلوم ہونے کے بعد اسے چھپانا ان کے نزدیک ''خیانت'' ہے۔[3]

آپ نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں روایات درج کرنے سے پہلے ان کی تصحیح کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود حافظہ کی خرابی، غریب الدیاری اور پریشان حالی کے باعث ان روایات میں ''ضعف و سقم'' کا ''خوف'' موجود ہے:

هرچند از طرف خود در تصحیح روایت کوشش بسیار به کار رفته، اما چون بعد عهد و شمول غربت باهم جمع اند خوف ضعف و سقم بعضی روایات به سبب عدم اعتماد بر حافظۂ خود همواره متشتت الحال می دارد......[4]

کتاب کی تالیف کے دوران آپ نے کئی مقامات پر روایات کے بھول جانے اور نہایت دیانتداری کے ساتھ اپنے حافظہ کے ضعف کا ذکر کیا ہے۔[5]

آپ نے اعتراف کیا ہے کہ چونکہ وہ کتاب سفر میں لکھ رہے ہیں اس لئے اس سلسلے کے مآخذ و مراجع ان کے پاس نہیں ہیں اگر قارئین کو کہیں ''تفاوت'' نظر آئے تو وہ ان کی تصحیح کر لیں:

۱۔ مقامات معصومی ۱۵ ۲۔ ایضاً ۲۶۳ ۳۔ ایضاً ۲۶۳

۴۔ ایضاً ۲۵۳ ۵۔ ایضاً ۱۸۶، ۲۶۳، ۳۵۳، ۱۶۳، ۵۱۰

Marfat.com

اگر حرفی تفاوت بہ نظر متبعی در آید باید کہ اصلاح قلم جنبانی فرمایند۔[۱]

آپ چونکہ سفر کی حالت میں یہ کتاب تالیف کر رہے تھے اس لئے انہوں نے لکھا ہے کہ تالیف کے دوران حضرت خواجہ کے مکتوبات کی دوسری اور تیسری جلدیں ان کے پاس نہیں ہیں۔[۲]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) نے اخبارالاخیار اور زادالمتقین جیسی کتابیں لکھ کر تذکرہ نویسی کے فن میں جس انقلاب، تبدل، تجدد اور تحقیق کی طرح ڈالی تھی اس کی پیروی کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

حضرت شیخ آدم بنوڑی (ف ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) کی ضخیم سوانح نتائج الحرمین چونکہ حرمین الشریفین میں لکھی گئی ہے، اس لئے یہ عرب کے محدثانہ ماحول کی عکاسی کرتی ہے، اس کے ذی علم مولف شیخ محمد امین بدخشی نے صحت روایت کا خاص اہتمام کیا ہے، جس کی مثالیں پاک و ہند کے تذکروں میں ملنا محال ہیں۔

بارہویں صدی ہجری (اٹھارہویں صدی عیسوی) تک تذکرہ نویسی کے فن نے پاکستان و ہند میں ترقی کے مدارج نہایت سست رفتاری سے طے کئے ان کے پیش نظر اگر مقامات معصومی کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی حیثیت نمایاں نظر آنے لگتی ہے۔

آپ نے پہلے تو روایت نقل کرتے ہوئے راوی کی حیثیت بتائی ہے یعنی یہ واضح کیا ہے کہ اس خانوادے کے ساتھ اس راوی کا کیا تعلق ہے، پھر اسے نقل کیا ہے، اگر مولف کو ایک ہی روایت قدرے مختلف طور پر ملی ہے اور وہ ان میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکے تو بغیر نقد و تبصرہ کے دونوں روایتیں بیان کر دی ہیں۔

اگر ہم صاحب سوانح کے معاصر حضرت شیخ آدم بنوڑی کی فارسی سوانح نتائج الحرمین جو عرب کے علمی اور محدثانہ ماحول میں لکھی گئی تھی[۳] مقامات معصومی سے فنی اعتبار سے تقابل کریں تو ہمیں مقامات معصومی کسی صورت میں بھی اس سے کم درجے کی تالیف نظر نہیں آتی۔

۱۔ ایضاً ۵۱۰ ۲۔ ایضاً ۱۶۳، ۲۱۲، ۴۲۳، ۴۶۲، ۵۱۰

۳۔ رک مقدمہ مقامات معصومی کا عنوان ''حیات حضرت خواجہ کے مآخذ''

Marfat.com

اتباع مولفین متقدمین

آپ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احوال پر لکھی جانے والی دو معاصر کتابوں یعنی ''زبدۃ المقامات'' اور ''حضرات القدس'' کا اتباع کیا ہے یہاں تک کہ ابواب و فصول میں مندرجات کی تعداد بھی ان مولفین کے مطابق دی ہے، ایک مقام پر مولف نے خود کو ان کتابوں کے مولفین کا ''الوش خور'' بتایا ہے:

جناب حقائق آگاهی مکرمه خواجه محمدهاشم کشمی قدس سره در مقامات حضرت مجددالف ثانی که از تالیف آن خواجهٔ عالی شان است مسمی به زبدةالمقامات به تفصیل نوشته اند و نیز ملا بدرالدین سرهندی که مقامات حضرت مجددالف ثانی نوشته به حضرات القدس نامیده اند...... ماالوش خوران خود را از تکرار کلام مستغنی گردانیده اند......[1]

حضرت خواجہ کی کرامات کے باب میں کرامات کی تعداد کے سلسلے میں بھی صاحب زبدۃ المقامات کے اتباع کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

......آنکه عمر مبارك حضرت ایشاں هفتاد و دواست و سی و شش نصف آں می شود پس حساب نصف عمر ازیں جا به شناس و دریں جا تشابه به خواجهٔ عالی شان معدن الفضل و العرفان محمدهاشم کشمی قدس سره جسته ام که آنجناب در زبدةالمقامات کرامات حضرت مجددالف ثانی را رضی الله تعالیٰ عنه ایں رعایت ملحوظ فرموده وبه موافق نصف سنین عمر مقدس که تمام عمر ثلث و ستین بوده سی و یك آورده اند......[2]

۱۔ مقامات معصومی ۲۱ ۲۔ ایضاً ۲۲۴

Marfat.com

میر صفر احمد چونکہ خانوادۂ مجددیہ کے اہم ترین افراد اور مولفین میں سے تھے اس لئے ان کے پاس مستند ذرائع سے ایسی روایات بھی تھیں، جن سے حضرت مجدد الف ثانی کی دونوں معاصر سوانح عمریاں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس خالی تھیں، آپ نے ایسی روایات کا اندراج کرتے ہوئے ان پر تعجب کا اظہار بھی کیا ہے کہ ان مولفین کو اتنی اہم روایات کے اندراج میں کیوں کر سہو ہوا ہے۔[1]

اسی طرح مولف نے ملا بدر الدین سرہندی کے بیان پر تامل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ملابدرالدین سرهندی در مقدمات حضرات القدس در بیان احوال حضرت ایشان رضی الله تعالٰی عنه بر نگاشته اند که کارخانهٔ حال بر قال غالب گشت، فقیر دور از کار را محل تامل است چه قال آنحضرت همگی مبین حال است و حال ایشان مقوئ قال حال از قال جدا نیست و قال از حال علیحده نه، حال که بریں قال آورده است که ایں همه حال را بیان کرده صدق قال موجب صدق حال است و کیفیت حال مستلزم بر کیفیت قال[2]

بہر حال آپ نے تذکرہ نویسی کے فن میں متقدمین کی تقلید کا اعتراف جا بجا کیا ہے، انہوں نے جب مخدوم زادہ شاہ فی الحال کی کتاب مواہب القیوم دیکھی تو انہیں اس میں حضرت خواجہ کے فرزندان گرامی کا تذکرہ نظر نہ آیا تو انہوں نے مولف کی اس روش کو حضرت مجدد الف ثانی کے مقامات مرتب کرنے والے مولفین کی ''سنت'' کے خلاف قرار دیا۔[3]

آپ نے اس کتاب کے رجال کے اسماء اور نسبتوں کے اندراج میں بھی مولفین ماضی کا اتباع کیا ہے، آپ کو معلوم تھا کہ حضرت خواجہ کے خلیفہ شیخ انور نور سرائی کا مولد و مسکن ''نور سرا'' نہیں ہے بلکہ وہاں سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے لیکن انہوں نے جامعین مکتوبات معصومیہ کی اتباع میں ان کی علاقائی نسبت نور سرائی اختیار کی[4] اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ شیخ حسین منصور جالندھری کا مولد و مسکن جالندھر نہیں بلکہ اس کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے لیکن انہوں نے اس علاقائی نسبت کے سلسلے میں

۱۔ مقامات معصومی ۲۔ ایضاً ۵۸ ۳۔ ایضاً ۲۶۲ ۴۔ ایضاً ۲۷۷

Marfat.com

بھی مرتبین مکتوبات معصومیہ کے اتباع میں انہیں جالندھر ہی لکھا ہے مولف نے اپنا موقف بتایا ہے کہ تابعین کے لئے ان کی اقتداء لازم ہے۔

باسم آں قصبہ جامعان مکتوبات شریفہ تحریر فرمودہ باشند تابعان را اقتداء آں صاحبان التزام ضرور است[1]

شیخ صفر احمد معصومی کے تسامحات

جیسا کہ ہم نے آپ کے اس بیان کو کئی مرتبہ نقل کیا ہے کہ آپ کتاب مقامات معصومی سفر کے دوران تالیف کررہے ہیں اس لئے ان کے پاس مآخذ ومراجع تک رسائی مشکل ہے، ان حالات میں مولف نے قارئین سے التماس کی ہے کہ اگر انہیں کہیں تفاوت نظر آئے خصوصاً اقتباسات میں تو وہ انہیں درست کر لیں:

اگر در حرفی تفاوت بہ نظر متبعی در آید باید کہ اصلاح قلم جنبانی فرمایند......[2]

مولف کے اسی حق وصداقت پر مبنی قول کے مطابق مقامات معصومی کے تعلیقات میں جہاں کہیں روایات کے تقابل کے دوران ہمیں ''تفاوت'' کا علم ہوا ہم نے اس کی نشاندہی کردی ہے۔[3]

آپ نے احادیث حافظہ کی بنا پر نقل کی ہیں جہاں کہیں اختلاف نظر آیا ہم نے تعلیقات میں ان کی متون حدیث سے تقابل کے بعد تصحیح کردی ہے، اسی طرح اشعار کا معاملہ ہے بہت سے شعروں کی تخریج نہیں ہوسکی تاہم جن اشعار کا حتمی طور پر علم ہوگیا ہم نے ان کی تخریج وتصحیح کی ہے۔[4]

یہی معاملہ مختلف بزرگوں کے مادہ ہای تاریخ وصال کا ہے، اس سلسلے میں مولف سے جہاں کہیں سہو ہوئے تھے ہم نے تعلیقات میں ان کی نشاندہی کرنے کی سعی کی ہے۔

۱۔ مقامات معصومی ۴۷۸ ۲۔ ایضاً ۵۱۰

۳۔ ایضاً ۲۰، ۲۰۷/ ۸، ۳۱۵/ ۲۲، ۴۵۲/ ۱۱، ۲۶/ ۱۲، ۲۷/ ۱۳، ۲۸/ ۲۰، ۴۸، ۵۴/ ۳ (وغیرہ)

۴۔ ایضاً ۱۷۸/ ۱۵، ۴۱۳/ ۲۲، ۲۳، ۲۴۷/ ۱۳، ۲۹/ ۱۵

Marfat.com

یہ سمجھ لینا غلط فہمی ہوگی کہ شیخ صفر احمد معصومی کا کل تصنیفی سرمایہ اتنا ہی ہے جن کا ہم نے سابقہ سطور میں ذکر کیا ہے بلکہ ان کی تالیفات کی صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں ہے، انہوں نے خود اپنے بارے میں اپنے والد گرامی کی بشارت میں مصنف بنوں گا نقل کرتے ہوئے اپنی مذکورہ تین تالیفات کی تکمیل اور مظہر ابواب فضل کی تالیف کے وعدے کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے اندازہ نہیں ہے عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر تالیفات کی تعداد کتنی ہوگی:

رسالۂ دیگر هم در خاطر مذکور آمد که باید نوشت و باید دید که تاآخر عمر معامله تا کجا کشد......۱

مقامات معصومی کی تکمیل ۱۱۳۴ھ/ ۱۷۲۲ء کے دوران آپ کی عمر ۴۸ سال ہو چکی تھی۲ اور جیسا کہ ہم نے مولف کا سال وفات قیاسی طور پر ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۴۸ء متعین کیا ہے اس حساب سے وہ مزید سولہ سال زندہ رہے اور یقیناً وہ ان سنین میں تصنیف وتالیف میں مصروف رہے، مولف کے معاصر صاحب روضۃ القیومیہ کی شہادت کے مطابق مولف اس سلسلے کے مشائخ میں تصنیف وتالیف میں سب سے زیادہ مصروف رہتے تھے۔۳

۱۔ مقامات معصومی ۳۸۵ ۲۔ ایضاً ۵۳۵ ۳۔ روضہ ا/ ۳۱۸

Marfat.com

حضرت خواجہ باقی باللہ

خواجہ خرد

خواجہ غلام بہاء الدین
جانشین

خواجہ سلام اللہ
جامع ملفوظات

غلام محی الدین

حجۃ اللہ
حجت تخلص
(ملفوظات خواجہ خرد)

احمد اللہ

فضل اللہ کلیم اللہ

کلمۃ اللہ
(ف ۱۰۷۱ھ، مقتاح ۲۵۲۔الف)

بہاء الدین شناسا

عبدالقادر

خواجہ ضیاء الدین
(تاریخ حسن ۳/ ۳۱۷)

علاء الدین محمد حسام الدین محمد

زین الدین محمود
رسالۃ المیراث خواجہ خرد
نے انہی کے لئے تالیف کیا
(نزہۃ الخواطر: ۵/ ۲۵۵)

محمد عاشق

عبدالرؤف

خواجہ رحمت اللہ
(انفاس العارفین ص ۱۶)

بی بی ستی
زوجہ میر مفاخر حسین
شیخ یحییٰ (جد مادری مولف اسراریہ)

دختر
زوجۂ خواجہ سراج الدین محمد بن
خواجہ حسام الدین احمد

Marfat.com

شیخ فضل حق معروف بہ حضرت جی پشاوری بن شیخ فضل احمد مذکور

(ماخوذ از گلہای چمن)

- فضل ہادی
  - فضل حی
    - فضل صمد
    - فضل خالق آغا جان
    - فضل مالک گل بادشاہ
    - فضل رحیم عرف کوکو جان
  - فضل غفار
    - فضل ستار
      - فضل مغنی
  - فضل غفور
  - فضل اکبر
    - امیر بادشاہ
    - شیریں بادشاہ
- محمد فضل
- فضل مہدی
- فضل حسین
- فضل عظیم
- فضل لطیف
  - فضل رشید معروف میاں جی (داماد اخوند عبدالغفور صاحب سوات)
    - فضل معبود
  - فضل عمر
    - شہزادہ
  - فضل منعم عرف بادشاہ گل

عبداللہ جان فاروقی (مولف گلہای چمن)

Marfat.com

میر صفر احمد

محمد معشوق نیاز احمد معز النساء عزیز النساء ہدایت النساء

دختر

فدائی معصوم روشن بیگم فہیم النساء فضلِ معصوم شہید فضل احمد معروف بہ حضرت جی پشاوری

فضل قادر فضل اللہ فضل احد فضل محمود فضل حق پشاوری فضل صدیق فضل حکیم فضل وہاب فضل کریم فضل غفور

(ساکن خوقند، بخارا)

فضل رحیم فضل حامد فضل خالق فضل باقی

فضل غنی فضل الٰہی فضل عمر فضل قادر فضل غفار فضل فاروق فضل مجید فضل عظیم فضل رب میر احمد

فضل قدوس فضل حمید فضل قیوم فضل کریم فضل غفور فضل ستار فضل تواب فضل شکور فضل عمر فضل واحد فضل محی الدین فضل ولی فضل باقی فضل رسول

(ماخوذ از روضۃ القیومیہ، روضۃ الاولیاء، تحفۃ المرشد، گلہای چمن)

Marfat.com

خانوادۂ مولف

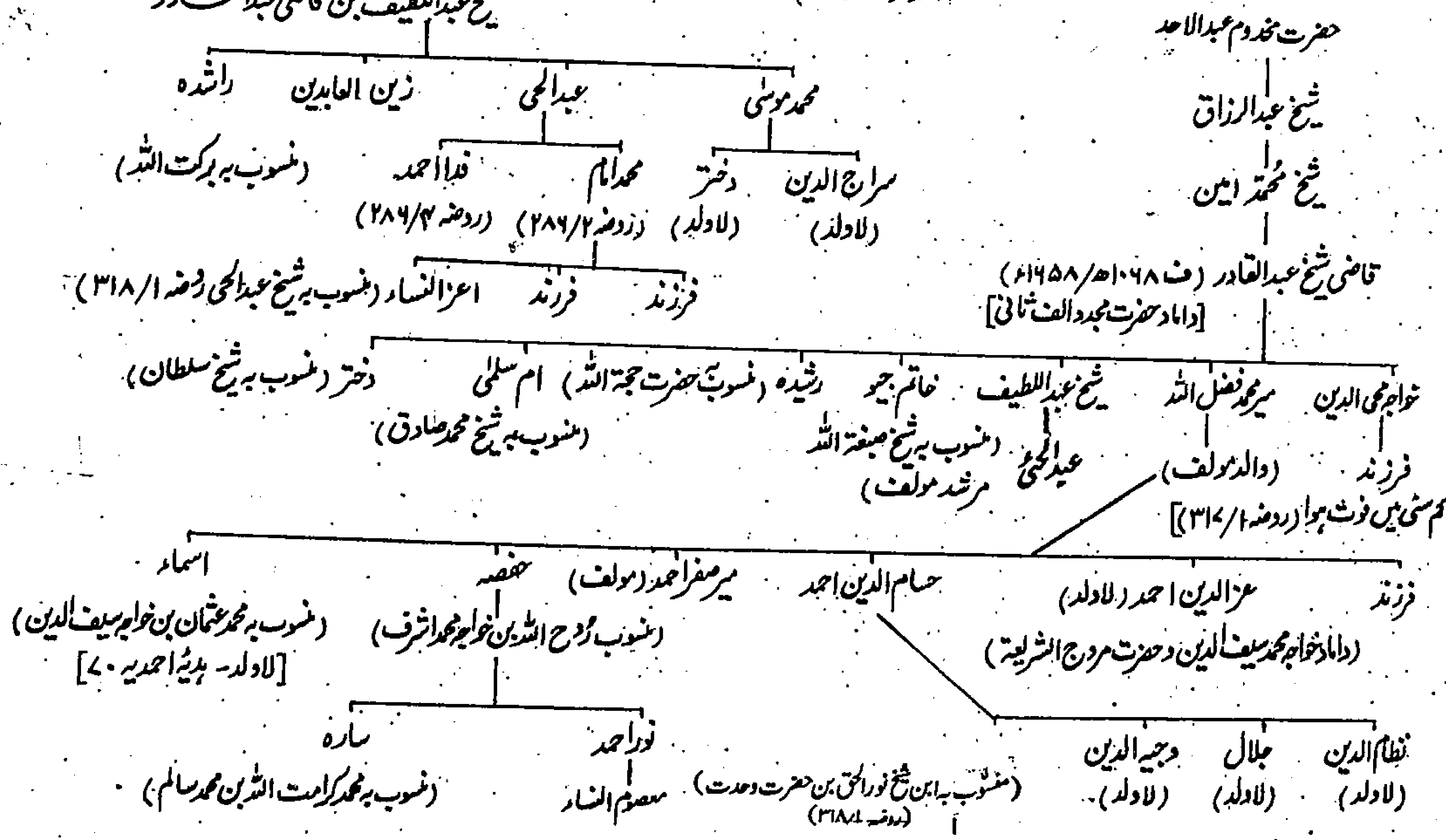

Marfat.com

حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی

مولف لطائف قدوسی

حضرت شیخ رکن الدین، معروف شیخِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی (ف ۹۴۵ھ) کے فرزند ثانی تھے، انہوں نے اپنا سال ولادت ۵/ جمادی الاول ۸۹۷ھ/ ۱۵۸۹ء لطائف قدوسی میں خود لکھا ہے، [۱] غوثی مانڈوی نے آپ کا سال وصال ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء دیا ہے:

در سال نہ صدّ و ہشتاد و سہ ترك جھان فانی گفت [۲]

مولانا عالم کابلی نے علماء وصوفیہ کا ایک تذکرہ لکھا تھا، جس کے وجود سے آج ہم بے خبر ہیں، میں انہوں نے لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین معمر ہونے کے باوجود سماع کے بہت رسیا ہیں، میں جب ان سے ملاقات کے لئے پہنچا تو سماع جاری تھا، اس میں کمی واقع ہونے پر میں نے سماع کی حقیقت دریافت کی، تو آپ نے ایک ایسا شعر پڑھا کہ محفل سماع پھر سے گرم ہوگئی، یہ نادر تذکرہ غوثی کے پیش نظر تھا، جب وہ گلزار ابرار لکھ رہے تھے۔[۳]

بحر زخار میں ہے کہ شیخ رکن الدین کے اقوال وافعال سالکوں کے لئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں اور صوفیہ کے مشکل مقامات کا بہترین حل انہی کے پاس تھا، انہیں مریدین کی تربیت کا کامل ملکہ حاصل تھا، ان کی تصانیف میں سے مرجع البحرین اور ان کے مکتوبات بھی خوب ہیں، ان کا سال وفات ۴/ شوال ۹۸۳ھ ہے:

۱۔ لطائف قدوسی، (فارسی) مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۱۱ھ ص ۳۱

۲۔ گلزار ابرار (فارسی) مطبوعہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ ص 217

۳۔ ایضاً

Marfat.com

"اقوال و افعال ایشان سالکین را حجت موجه است...... شیخ رکن الدین در تربیت مریدان دستی قوی داشت در حل مشکلات و تعبیر وقائع ایں طائفه از سائر شیوخ زمان قولش مخصوص بود، وی را مصنفات مثل مرجع البحرین و مکتوبات بسیار است"[۱]

شیخ رکن الدین کا یہی سال وفات تاریخ محمدی کے مولف نے بھی لکھا ہے،[۲] لیکن معلوم نہیں کہ اعجاز الحق قدوسی صاحب نے سال وفات ۹۸۲ھ کیسے لکھ دیا،[۳] انہوں نے اس کا کوئی حوالہ بھی نہیں دیا، البتہ شیخ رکن الدین کی تاریخ وفات ۴ رشوال ہمیں صرف بحر زخار سے ہی معلوم ہوئی ہے۔

شیخ رکن الدین کے مکتوبات کا ایک جداگانہ مجموعہ بھی مرتب ہوا تھا، جس کے متعلق محمد صادق ہمدانی کشمیری نے لکھا ہے، اس سے ان کی بزرگی کا حال معلوم ہوتا ہے:

مکتوباتی دارد که از آنجا بزرگی وی توان دریافت[۴]

لطائف قدوسی کے علاوہ ان کی کتاب مرج البحرین کا موضوع شاید وحدت الوجود ہے، جس کے کسی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے، ان کا ایک رسالہ عید قربان پر بھی ہے، آپ نے اپنے والد کے ہندی رسالہ رشد نامہ پر حواشی بھی لکھے تھے، سائمن ڈگبی نے اس رسالہ پر ایک مقالہ میڈویل انڈیا (علی گڑھ) میں لکھا ہے[۵]

شیخ رکن الدین ظاہری علوم کے متبحر عالم بھی تھے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ کے والد گرامی نے

۱۔ وجیہ الدین اشرف: بحر زخار مرتبہ آذرمیدخت صفوی، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ ۲۰۱۲ء ۶۲۱/۱

۲۔ محمد بن رستم حارثی: تاریخ محمدی ۳۹۰/۴/۲ ۳۔ شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات ۵۰۳

۴۔ طبقات شاہ جہانی ۹۷/۲ مطبوعہ علی گڑھ

4- Digby,S: Abdul Quddus Gangohi, The Personality and Attitudes of Medival Indian Sufi)Medival India, a missellany) Vol.iii, pp.1-66, Aligarh, 1975.

Marfat.com

وحدت الوجود کے متعلق اپنا موقف ان کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے علمی دلائل سے اُسے مسترد کر دیا، جس پر شیخ ناراض ہو کر اپنے مستقر سے تھانیسر چلے گئے، جہاں ان کے خلیفہ شیخ جلال تھانیسری نے انہیں سمجھایا کہ وہ عالم ہیں ان کو علمی دلائل سے قائل کریں۔

شیخ رکن الدین نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ قدوسی کو جمیع طبقات مشائخ سے اجازات حاصل تھیں (۲۹۔۳۰)

لطائف قدوسی میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے قصبہ ردولی سے قصبہ شاہ آباد کی طرف ہجرت کا سبب یہ بتایا ہے سلطان بہلول لودھی اور شہزادہ میاں نظام کے مابین نزاع ہوا تو وہ......ان قصبات سے ہوتا ہوا ردولی آیا......شیخ سے عقیدت کا اظہار کیا تو شیخ نے وہیں طرح اقامت ڈالی دی (۳۰)

مولف نے بتایا ہے کہ وہ دہلی میں طلب علم میں مشغول تھے کہ حضرت شیخ بھی ان دنوں وہیں تھے کہ شرح ایساغوجی کا سبق ہوا اس میں واجب الوجود کی بحث میں پڑھ کر گیا تو شیخ نے سوال کیا کہ کیا پڑھا ہے؟ میں نے اس کتاب کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اس قسم کی بات کفر ہے......(۴۷)

شہر دہلی میں شیخ احمد کے گھر میں عرس تھا وہاں علماء جمع تھے، علمی وکلامی بحثیں......شیخ رکن الدین نے جامع دہلی میں خطیب کی عدم موجودگی میں خطبہ پڑھا جو شیخ کا لکھا ہوا تھا، مولف پر وجد طاری ہو گیا (۴۹)

غرض لطائفِ قدوسی ملفوظات کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جس کی نظیر ملنا مشکل ہے، اس میں صرف عرفانی امور ہی زیر بحث نہیں آئے ہیں بلکہ سیاسی، علمی اور دیگر ایسے معاملات سے بھی بحث کی گئی ہے، جن سے دیگر کتب خالی ہیں۔

ضرورت ہے کہ ایسی کتاب کو دیگر قلمی نسخوں کی مدد سے تقابل کے ساتھ از سر نو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

لطائف قدوسی کا فارسی متن مطبع مجتبائی، دہلی سے ۱۳۱۱ھ کو طبع ہوا تھا، اس کا اردو ترجمہ احسان احمد صابری نے کیا اور لاہور میں جناب عثمان وجاہت نے المعارف سے ۲۰۱۵ء کو شائع کروایا۔

(۲۱ر نومبر ۲۰۲۰ء، لاہور)

Marfat.com

میر سید محمد میر عدل

میر سید محمد اکبر بادشاہ کے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے، ان کا نسب شاہ ولایت امروہیہ سے ملتا ہے، یعنی میر سید محمد بن سید منتخب ثانی بن سید بدھ بن سید چاند بن سید منتخب بن سید راجے بن سید عزیز اللہ بن سید شرف الدین حسن شاہ ولایت۔[1]

آپ کی ولادت تقریباً ۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء کو امروہیہ میں ہوئی، جوانی میں ہی تحصیل علم کے لئے اپنے مستقر کو چھوڑا، سنبھل اور بدایوں چلے گئے، جہاں وقت کے بڑے بلند پایہ علماء و مدرسین مصروف درس تھے، سنبھل میں حضرت میاں خاتم سنبھلی (۹۶۸ھ/ ۱۵۶۰ء) کے درس میں شامل ہو گئے، بعض کتب دیگر اساتذہ سے بھی پڑھیں۔

وہاں سے آپ بدایوں چلے گئے، جہاں آپ نے میر سید جلال دانشمند (شاگرد میر سید رفیع الدین شیرازی) کی خدمت میں حدیث پڑھی، پھر واپس اپنے مستقر بدایوں آکر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، تقریباً پندرہ بیس برس تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔[2]

اکبر بادشاہ کے اوائل عہد حکومت میں علماء کی بڑی قدر و منزلت تھی، آپ اکبر آباد (آگرہ) چلے آئے، جہاں آپ کے تبحر علمی کی بہت شہرت ہوئی۔

۹۶۶ھ/ ۱۵۵۸ء کو بیرم خان کی وساطت سے دربار اکبری میں رسائی ہوئی، بہت جلد بادشاہ اور اہل دربار پر آپ کی علمی عظمت کے نقوش گہرے ہونے لگے۔

کچھ عرصہ تو وہاں آپ کے اثر و رسوخ کے باعث کسی کو دینی امور میں مداخلت اور بدعتیوں کو جرأت نہ

۱۔ محمود احمد عباسی: تاریخ امروہہ (تذکرۃ الکرام) ۲/۲۴۲ ۲۔ ایضاً ۲/۲۴۳

Marfat.com

ہوسکی کہ وہ کوئی خلاف اسلام حرکت کرسکیں، لیکن اکبر کے بنا کردہ عبادت خانہ میں مذہبی بحثوں کے دوران علماء ایک دوسرے سے الجھنے لگے، جس پر اکبر علماء سے بدظن ہو گیا۔

میاں حاتم سنبھلی بھی ان دنوں آگرہ میں کسی کام کے لئے گئے تھے، ان کی محفل میں میر سید مہدی جونپوری کے بارے میں بحث چل نکلی کہ وہ نماز با جماعت نہیں پڑھتے اس لئے کہ شاید وہ شیعہ تھے، اس طرح پیر سید محمد میر عدل نے ملا مبارک ناگوری کو بھی ایک رقعہ ارسال فرمایا کہ تم بھی نماز جماعت کے ساتھ ادا کیا کرو[1] چونکہ ملا مبارک ناگوری مسلک کے اعتبار سے شیعہ تھے اور ان کے مذہب میں ان کا امام غائب ہے اس لئے نماز کسی دوسرے امام کے عقب میں ادا نہیں کی جاسکتی، اس لئے وہ نماز با جماعت ادا نہیں کرتے تھے۔

میر سید محمد کو ان کے تبحر علمی کی وجہ سے بہت جلد بلند مرتبے حاصل ہو گئے ۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء کو انہیں میر عدل بنا دیا گیا، آپ بہت دیانت اور امانت کے ساتھ یہ فریضہ پورا کرتے رہے لیکن جلد ہی وہاں کے اور دربار کے مذہبی حالات اور فضا بدل کر الحاد تک پہنچ گئی۔

آپ کی مہر کا سجع اس طرح تھا:

"المتقر الی اللہ ذی الغفران و الفضل عبدہ محمد الحسینی میر العدل"[2]

ملا مبارک ناگوری، ان کے دو فرزند فیضی اور ابوالفضل، اکبر بادشاہ کے مزاج پر حاوی ہو گئے تھے اور ہر طرف آزاد خیالی کے آثار نظر آنے لگے تھے، ملا مبارک بھی نماز با جماعت کے واقعہ کے بعد میر عدل سے کبیدہ خاطر ہو گئے تھے، اس دوران کئی اور ناخوشگوار واقعات پیش آئے۔

ان میں سے ایک واقعہ حاجی ابراہیم سرہندی کا ہے کہ ایک روز وہ بادشاہ کے لئے سرخ اور زعفرانی لباس پہننے کی حلت کے جواز کا فتویٰ لایا اور اس میں ایک ضعیف حدیث بھی نقل کی، میر عدل بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے اسے بدبخت ملعون کہا اور لٹھ لے کر اُسے مارنے کے لئے بڑھے، اُسے گالیاں بھی دیں لیکن بصد حیلہ انہیں روکا گیا۔[3]

۱۔منتخب التواریخ ۲/۶۸ ۲۔تاریخ امروہہ ۲/۲۴۶ ۳۔منتخب التواریخ ۲/۲۱۰۔۲۱۱

Marfat.com

اس وقت میر عدل کی عمر تقریباً ۷۵ سال تھی، اکبر بادشاہ نے اس قسم کے راسخ العقیدہ علماء سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے انہیں دور دراز علاقوں میں بھیج دیا، لاہور کے کئی قاضی اور علماء بھی اسی حکم کے تحت شہر بدر کئے گئے، میر عدل کو اس عمر میں بھکر (سندھ) بھیج دیا گیا، ۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء کو انہیں وہاں کا گورنر بنا دیا گیا۔[1]

اب ان کا منصب ہزاری کر دیا گیا تھا، آپ چونکہ خود سید اور عالم تھے، اس لئے وہاں کے اماموں کی صدارت کا فرمان بھی انہیں کے نام جاری کیا گیا، آپ ۱۱ر رمضان کو وہاں پہنچے، آپ مخدوموں اور بزرگوں کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آئے اور تقریباً پچاس ہزار ایکڑ زمین سادات اور مشائخ میں تقسیم کی، جس سے وہ فارغ البال ہو گئے، میر عدل نے سیوھن کی طرف لشکر روانہ کیا، وہاں کے پرگنہ کا کڑہ کے قبائل نے سرکشی اختیار کی تھی، میر عدل نے ان سے مقابلہ کے لئے اپنے کارندے بھیجے جنہیں ان مفسدوں نے تیروں کا نشانہ بنایا، انہیں قتل کر کے ایک کنویں میں ڈال کر اُسے مٹی سے بھر دیا، آپ کی فوج نے آکر انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا، میر عدل کے فرزند سید ابوالفضل اس لشکر کے سردار تھے، میر عدل اب خاصے معمر اور علیل رہنے لگے تھے، یہاں تک کہ ان کا وہیں انتقال ہو گیا، اکبر نے ان کے مذکورہ فرزند کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا، انہوں نے وہاں کا انتظام اچھے طریقے سے قائم کیا۔[2]

بھکر کے گورنر اور میر عدل کا وصال ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۸ء کو وہیں ہوا،[3] بھکر میں ہی سپرد خاک کر دیئے گئے۔

۱۔ منتخب التواریخ ۳/ ۷۵۔۷۶

۲۔ نامی، میر محمد معصوم بھکری: تاریخ معصومی مرتبہ داؤد پوتہ ۲۴۵۔۲۴۶، منتخب التواریخ ۲/ ۱۷۰

۳۔ منتخب التواریخ ۳/ ۸۶

Marfat.com

مآخذ

۱۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۰ء

۲۔ محمود احمد عباسی: تاریخ امروہہ جلد دوم (تذکرۃ الکرام) دہلی ۱۹۳۲ء

۳۔ نامی، میر معصوم بھکری: تاریخ معصومی مرتبہ داؤد پوتہ، طبع عکسی تہران ۱۳۸۲ ش

۴۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۴، حیدرآباد (دکن) ۱۹۵۴ء

(۲۲/دسمبر ۲۰۲۰ء)

Marfat.com

قاضی صدر الدین لاہوری

قاضی صدر الدین جالندھری ثم لاہوری قرشی عباسی،ا اکبر بادشاہ کے عہد کے نامور عالم اور فقیہ تھے۔ آپ صوفیہ کے بھی معتقد تھے،۲ یہ مشہور ہے کہ انہوں نے کسی وقت مخدوم الملک شیخ عبداللہ سلطانپوری (ف ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) سے بھی کچھ اسباق پڑھتے تھے،۳ لیکن عبدالقادر بدایونی کی روایت ہے کہ قاضی صدر الدین کے علمی مراتب مخدوم الملک سے زیادہ تھے،۴ موصوف خاصے وسیع المشرب تھے، عوام انہیں ملحد تصور کرتے تھے، لیکن ہمیں حسن ظن سے کام لینا چاہیے کہ جو کوئی بھی اس قسم کی وسعت کا مظاہرہ کرے اُسے اسی طرح یاد کیا جاتا ہے۔۵

جب اکبر بادشاہ کے معتقدات میں فتور واقع ہوا تو اس نے بہت سے راسخ العقیدہ علماء کو دور دراز علاقوں میں بھیج دیا، قاضی صدر الدین کو لاہور سے بھڑوچ (مضافات احمد آباد، گجرات) میں متعین کیا، مولانا عبدالشکور لاہوری کو جونپور اور شیخ منور لاہوری کو مالوہ کی طرف جلاوطن کر کے وہاں کے صوبے کی صوبیداری دے دی۔۶

قاضی صدر الدین کا بھڑوچ میں ہی انتقال ہوا۔۷

انہیں ۹۸۶ھ کو لاہور سے اخراج کا حکم ہوا تھا،۸ ان کا وصال ۱۰ر رمضان ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو ہوا، وہیں دفن کئے گئے۔۹

ا۔ قاضی صدر الدین کی علاقائی نسبت جالندھری صرف بدایونی نے لکھی ہے (منتخب التواریخ ۳/۸۴) آپ کی قومی نسبت صرف صاحب نزہۃ الخواطر (۴/۱۵۷) نے دی ہے۔

۲۔ بدایونی ۳/۸۴ ۳۔ ایضاً ۳/۸۴ ۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً ۶۔ ایضاً ۲/ ۷۔ ایضاً ۳/۸۵

۸۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۳۷۷ ۹۔ ایضاً ۳۷۸، تاریخ محمدی ۲/۴/۴۳۱

Marfat.com

قاضی صاحب کو صوفیہ سے محبت تھی، شیخ موسیٰ آہنگر (حداد) لاہوری (ف ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء) سے تعلق خاطر تھا، ایک مرتبہ سید احمد قادری، شیخ محمود بن جلال شطاری، شیخ امان اللہ قریشی اور غوثی مانڈوی (مولف گلزار ابرار) کی محفل میں قاضی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا، ایک باران کو اپنے وطن (لاہور) کی یاد آئی تو وہاں سے لاہور آئے اور اپنی تعمیر کردہ عمارتوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے، انہوں نے صرف ۳ رسال بہڑوچ میں منصب قضا پر خدمات انجام دیں۔

قاضی صاحب کے صرف ایک ہی فرزند قاضی محمد کا نام ملتا ہے، جو تمام علوم و فنون میں یکتا تھے اور اپنے والد کی بجائے بہڑوچ کی قضا انہی کے نام رہی۔[1] ان کا تعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے معلوم ہوتا ہے، حضرت کے پانچ مکاتیب انہی قاضی محمد بہڑوچی کے نام ہیں۔[2]

تالیفات

معاصر تذکرہ نویس عبدالصمد بن افضل محمد، جس نے اولیاء کے احوال پر ایک کتاب ''اخبار الاصفیاء'' کے نام سے ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء کو تالیف کی تھی، میں لکھا ہے کہ قاضی صدرالدین لاہوری نے تفسیر بیضاوی، تلویح، تجرید اور شرح مواقف پر حواشی بھی لکھتے تھے،[3] قاضی صاحب کے ان حواشی کے وجود کی ہمیں تا حال اطلاع نہیں ہے۔

۱۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۳۷۸

۲۔ مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۶، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶

۳۔ اخبار الاصفیاء، قلمی ورق ۵۵۔الف، اس کا مولف علامی ابوالفضل کا بھانجا تھا، اس نے ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء میں ابوالفضل کے رقعات بھی جمع کئے تھے، جو متعدد مرتبہ طبع ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

مآخذ

۱۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ (فارسی) کلکتہ ۱۸۶۰ء
۲۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر ج ۴، حیدرآباد (دکن) ۱۹۵۴ء
۳۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار، مرتبہ محمد ذکر، پٹنہ، خدابخش لائبریری ۲۰۰۱ء
۴۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی جلد دوم، حصہ چہارم مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور ۲۰۰۴ء
۵۔ مجدد الف ثانی: مکتوبات امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، طبع عکسی، استنبول
۶۔ عبدالصمد انصاری: اخبار الاصفیاء، قلمی نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس، لندن (شمارہ Ethe.641)

Marfat.com

شیخ ابراہیم محدث اکبر آبادی

شیخ محدث اکبر آبادی کا آبائی مسکن مانک پور [۱] تھا، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کر کے مزید تحصیل و تکمیل کے ارادے سے وہاں سے نکلے، [۲] اور طویل سیاحت کا آغاز کیا۔

آپ کے والد گرامی کا نام شیخ داؤد تھا، جن کے حالات سے ہم ناواقف ہیں، [۳] شیخ ابراہیم کی کنیت ابوالمکارم اور تخلص وصالی تھا۔

آپ اس وقت کے ادبی ماحول کے مطابق شعری ذوق بھی رکھتے تھے لیکن چونکہ درس و تدریس اور وعظ و تذکیر دائمی شغل تھا، اس لئے شاعری کی طرف کامل میلان نہیں رہا تھا، بس یونہی کبھی کبھار کچھ کہہ لیتے ہوں گے، اسی لئے شعراء کے تذکروں میں آپ کے کلام کے خصائص اور نمونۂ اشعار درج نہیں ہو سکا۔

بغداد میں اڑھائی سال رہ کر تفسیر اور حدیث کا علم پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پھر وہاں سے حج کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں سے مصر جا پہنچے، جہاں شیخ شمس الدین علقمی [۴]، جو کہ علامہ جلال الدین سیوطی کے بالواسطہ شاگرد تھے سے تحصیل کی۔

۱۔ مانک پور کڑہ، الہ آباد کے قصبات میں سے ایک قصبہ ہے، اس کی تاریخ اور مشاہیر کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ کڑہ مانکپور مولفہ عبداللہ خان قیس علوی، مطبوعہ قیصر ہند پریس، الہ آباد ۱۹۱۶ء

۲۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار ۳۸۹

۳۔ طبقات شاہ جہانی کا یہ جملہ پدرش بہ علوم دینی خصوصاً علم حدیث قیام داشت (۲/۱۱۹) قابل توجہ ہے کہ ان کے والد علم حدیث میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

۴۔ ایضاً ملا شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن علقمی (۸۹۷۔۹۶۳ھ) علامہ سیوطی کے بے شمار شاگرد تھے، گمان ہے کہ ان کے شاگرد خاص شیخ نورالدین علی نوری مولف فہرستہ العلقمی کی خدمت میں رہ کر شیخ ابراہیم اکبر آبادی نے تحصیل کی ہو (رک معجم المعاجم ۱/۱۵۷۹)، فہرس الفہارس ۲/ ۸۲۶۔۸۲۷)

Marfat.com

شیخ ابراہیم اکبرآبادی نے حدیث کی سند شیخ العرفا شمس الدین ابوالمکارم محمد بن ابی الحسن محمد بن محمد بکری صدیقی مصری شافعی (۹۳۰-۹۹۴ھ/۱۵۲۳-۱۵۸۵ء) سے مصر میں لی۔[1] آپ کی اسناد کا مجموعہ ثبت البکری کے نام سے مخطوطہ کی صورت میں دارالکتب المصریہ، قاہرہ میں محفوظ ہے۔[2]

اس کے بعد شیخ ابراہیم اکبرآبادی مکہ مکرمہ چلے گئے، جہاں شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالقادر......ابن فہد شافعی مکی (ف ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ء) کے علاوہ شیخ مسعود مغربی اور محدث کبیر شیخ علی متقی گجراتی مکی (ف ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء) کی خدمت میں کتب حدیث کی ''تازگی اور تکرار'' کی۔

شیخ ابراہیم پھر مصر گئے، جہاں ۲۴ سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے، اس دوران آپ ہر سال حج کے ایام میں حرمین الشریفین جایا کرتے تھے، اس دوران آپ شام بھی گئے اور وہاں کے شہری و صحرائی بزرگوں سے بھی فیض حاصل کیا۔[3]

آخر وطن کی محبت نے جوش مارا اور آپ واپس ہندوستان آ گئے، یہاں آ کر آگرہ (اکبرآباد) میں قیام کیا، ان ایام میں اکبر بادشاہ اور اس کے حوزہ ملحدین کے وہاں ہونے کی وجہ سے وہاں کی فضا اور غیر اسلامی ماحول میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرتے ہوئے اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی، معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی کے الفاظ قابل توجہ ہیں:

> نیرنگی تقدیر و قیدالماء و ہوای اقامت آنجا از دلش برانگیخت، خانہ گزیدہ بہ درس تفسیر و حدیث و فقہ و وعظ پرداخت۔[4]

وہاں بہت سے افراد آپ کی رہنمائی سے منزل مقصود تک پہنچے اور علم و حکمت کے موتی سمیٹے ۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء کو اکبر بادشاہ نے دینی مباحث کے لئے ایک عمارت عبادت خانہ کے نام سے تعمیر کروائی[5] تو اس

۱۔ گلزار ابرار ۳۸۹ ۲۔ معجم المعاجم ۱/۵۸۶ ۳۔ گلزار ابرار ۳۸۹

۴۔ ایضاً (یہاں گلزار کے اردو مترجم نے یہ عبارت ترجمہ نہیں کی (ص ۴۲۳) گویا اکبر اور اس کے حوزۂ ملحدین سے آپ نہ صرف الگ رہے بلکہ ان کا خوف تک آپ کو نہیں تھا۔

۵۔ منتخب التواریخ ۲/۲۰۰ (طبع کلکتہ)

Marfat.com

میں علماء ومشائخ کو باقاعدہ شرکت کی دعوت دی گئی، بادشاہ ہر جمعہ کو اس عبادت خانہ میں علماء کے ساتھ بحث میں شریک ہوتا تھا، علماء حب جاہ اور منصب میں ترقی کے لئے اس میں بڑھ چڑھ کر بحثیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے، اکبر جو زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھا، وہ ان مباحث سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام تو محض اختلافات کا نام ہے۔

معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ جب حسب طلب شیخ ابراہیم عبادت خانہ شاہی میں گئے تو شاہی مراسم اور تکلفات کی پابندی نہیں کی اور بے خوف وعظ ونصیحت کرنے لگے۔[1]

معاصر تذکرہ نویس غوثی مانڈوی نے شیخ ابراہیم اکبر آبادی کا سال وفات وتاریخ ۱۹ر ذی الحج ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء لکھی ہے اور بتایا ہے کہ آپ کی عمر ۸۶ سال کی ہوئی تھی۔[2]

اس اعتبار سے آپ کی ولادت ۹۱۵ھ (۱۰۰۱-۸۶) کو ہوئی، گلزار ابرار کے مطابق آپ کو اکبر آباد (آگرہ) میں ہی دفن کیا گیا۔

مآخذ

۱۔ بدایونی: عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ جلد دوم ۱۸۶۵ء، سوم ۱۸۶۰ء

۲۔ رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند اردو ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری، کراچی

۳۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدر آباد دکن ۱۹۵۵ء

۴۔ عبدالحی کتانی: فہرس الفہارس مرتبہ احسان عباس، بیروت

۵۔ غوثی مانڈوی: گلزار ابرار مرتبہ محمد زکی، پٹنہ، خدا بخش لائبریری ۲۰۰۱ء

۶۔ قیس، عبداللہ علوی: تاریخ کڑہ مانکپور، الہ آباد، ۱۹۱۶ء

۷۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی، مرتبہ احتشام الدین، علی گڑھ

۸۔ محمد بن رستم حارثی: تاریخ محمدی مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور ۲۰۰۳ء (ج ۲، ح ۵)

۹۔ مرعشلی، محمد یوسف: معجم المعاجم والمشیخات، ریاض ۲۰۰۲ء

۱۔ منتخب التواریخ ۳/ ۱۳۹ ۲۔ گلزار ابرار ۳۸۹ (فارسی متن)

Marfat.com

مولانا عبدالقادر بدایونی

مولانا بدایونی گیارہویں صدی/ستر ہویں صدی کے ایک عالم، مورخ، شاعر اور مترجم تھے، اکبر کے عہد میں کئی عہدوں پر فائز رہے، اس عہد کے مجاہد مورخ تھے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی بن ملوک شاہ بن حامد ۱۷ ربیع الثانی ۹۴۷ھ/ ۲۱ اگست ۱۵۴۰ء کو ٹوڈہ (سرکار رنتھمبور، صوبہ اجمیر) میں متولد ہوئے[1]

مولانا بدایونی کے اجداد کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، انہوں نے قرآن شریف اپنے والد کے پاس ہی پڑھا، ان کے والد ۹۶۹ھ/ ۱۵۶۱ء کو آگرہ میں فوت ہوئے، وہاں سے ان کی نعش بساور سے لا کر دفن کی گئی[2]، بدایونی کے نانا مخدوم اشرف بجواڑہ کے سردار تارن کی فوج میں ملازم تھے، انہوں نے اپنے نانا سے علم حاصل کیا[3] اور اکبری عہد کے ایک امیر حسین خان کے ہاں ملازمت کر لی اور دس سال تک اس کی خدمت میں رہے، وہ صوفیہ کا دلدادہ تھا، ان کا بہت احترام کرتا تھا۔

بدایونی نے جمال خان قورجی اور حکیم عین الملک کے ذریعہ اکبر بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی، ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء کو بدایونی نے دوسری شادی کی، اس بیوی کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا لیکن وہ جلد ہی فوت ہو گیا، اسی دوران ان کے بھائی شیخ محمد، جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے بھی فوت ہو گیا۔[4]

انہوں نے اپنی ایک بیٹی کے انتقال کا بھی ذکر کیا ہے، چالیس سال کی عمر میں ان کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام انہوں نے محی الدین رکھا۔

اپنے والد اور نانا کے علاوہ شیخ سعداللہ نحوی (ف ۹۸۹ھ/ ۱۵۸۱ء) (مرید شاہ محمد غوث گوالیاری) کی خدمت میں کافیہ کے چند سبق پڑھے، پھر شیخ ابوالفتح تھانیسری کے حلقۂ درس میں شرح شمسیہ (از مرزا سمرقندی)

۱۔ مقام ولادت میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ۲۔ بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۵۳

۳۔ ایضاً ۲/۶۴ ۴۔ ایضاً ۲/۱۲۷

Marfat.com

اور وقایہ کے اسباق قاضی ابوالمعالی سے پڑھے، جو ۹۶۹ھ/ ۱۵۶۱ء کو بخارا سے آگرہ آئے، وہ گورنر بخارا کے شاگرد، خلیفہ اور داماد بھی تھے[۱]، بدایونی نے ملا مبارک ناگوری سے بھی تحصیل کی تھی، جہاں ان کے بیٹے فیضی اور ابوالفضل بھی شریک درس رہے تھے۔[۲]

مولانا بدایونی صوفیہ کے بہت معتقد تھے، شیخ ابواسحاق لاہوری کی زیارت کے بعد شیر گڑھ روانہ ہوئے تاکہ وہاں شیخ داؤد جھنی وال (شیر گڑھ) سے بھی مل لیں۔[۳]

مولانا بدایونی کے حلقۂ احباب میں بڑے صاحب علم حضرات بھی شامل تھے، چنانچہ انہوں نے خواجہ ابراہیم حسین (از بزرگزادگان بلدہ بلوط اور اقربائے شیخ عبدالرحمٰن لاہوری) کے علاوہ طبقات اکبری کے معروف مولف خواجہ نظام الدین احمد ہروی بھی شامل تھے۔[۴]

مولانا علی احمد نشانی مشہور خطاط اور شاعر تھے، ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں،[۵] ملا عہدی کے علاوہ ان کے دوستوں میں ملک الشعراء فیضی بھی تھا، جس نے بدایونی کی کئی بار مدد کی، جب بدایونی کو ان کے عہدہ سے اکبر نے برطرف کر دیا تو فیضی نے اکبر کو خط لکھ کر سفارش کی، یہ مکتوب اس نے ۱۰ر جمادی الاول ۱۰۰۰ھ/ ۲۳ر فروری ۱۵۹۲ء کو لکھا لیکن فیضی کے بے دین ہونے کی وجہ سے بدایونی ان سے ہمیشہ ناراض ہی رہے، شیخ یعقوب صرفی کشمیری نے اپنے ایک خط بنام فیضی میں بدایونی کی خوبیاں بیان کی ہیں اور ان کی شان میں ایک رباعی بھی لکھی ہے،[۶] مولانا بدایونی عالم ہونے کے ساتھ فن موسیقی کے بھی ماہر تھے، وہ ایرانی اور ہندی موسیقی کے ماہر تھے، وہ موسیقی کے چھ راگ خوب گاتے تھے۔[۷]

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے بدایونی ۹۸۱ھ/ ۳-۱۵۷۴ء کو اکبر کے دربار میں باریاب ہوئے، وہ بدایونی کی ذہانت اور علمی فضیلت سے اس قدر متاثر ہوا کہ دوسرے درباری علماء کی صلاحیتیں ان کے سامنے ماند پڑ گئیں،

۱۔ بدایونی: منتخب التواریخ ۲/ ۱۵۰
۲۔ ایضاً ۲/ ۷۴۔۷۵
۳۔ ایضاً ۲/ ۳۷۔۳۸
۴۔ ایضاً ۱/ ۴۰۸
۵۔ ایضاً ۳/ ۳۵۰
۶۔ ایضاً ۳/ ۱۴۴
۷۔ ایضاً ۳/ ۳۴

Marfat.com

اکبر نے ان کی خوش الحانی کے باعث انہیں ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء کو شاہی امام مقرر کیا اور بیس ہزار کا منصب بھی دیا اور خدمت داغ سے بھی سرفراز کیا، اس وقت ابوالفضل کا بھی یہی عہدہ تھا، لیکن ابوالفضل اپنی چالاکی، سیاست دانی اور موقع شناسی سے ترقی کرتے کرتے دوہزاری کے منصب اور پھر بعد میں وزارت کے عہدہ تک پہنچا، ملا بدایونی اپنی سادگی اور قناعت پسند کے باعث اس سے پیچھے رہ گئے، وہ درباداری اور سیاست سے دور رہنا چاہتے تھے اور صرف اس کے خواہش مند تھے کہ انہیں مدد معاش کے طور پر کچھ مل جائے تو باقی زندگی تحصیل علم میں صرف کر دیں،۱ بدایونی کی درخواست پر انہیں صرف ایک ہزار بیگھہ زمین دی گئی، جو ان کے لئے ناکافی تھی۔

۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء کو اکبر بادشاہ نے شاہ ابوتراب کو امیر حاج بنا کر اعلان کیا کہ جو بھی حج پر جانا چاہے جا سکتا ہے، بدایونی میں بھی حج کی آرزو پیدا ہوئی لیکن ان کی جگہ کام کرنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا، اس لئے انہیں اجازت نہ ملی۔۲

اکبر سے ناراضی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ بدایونی کو یہ بہت ہی ناپسند تھا کہ برہمن دربار میں آ کر اکبر کو ہندومت کا سبق دیں یا یورپ کے عیسائی پادری تثلیث کی تعلیم دیں یا آتش پرست دربار میں آ کر آگ روشن کریں، ان اسباب کی وجہ سے بدایونی نے اکبر کا دربار چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔۳ اب بدایونی کی اکبر کے متعلق رائے بالکل بدل گئی۔۴

لیکن پھر حالات میں قدری تبدیلی آئی اور اکبر کا رجحان ہندومت کی طرف زیادہ ہو گیا تو اس نے ہندوؤں کی کتابوں کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کروانا شروع کیا تو بدایونی نے اتھربن کا فارسی ترجمہ کیا، ان کے معاون شیخ بھاون (جس نے اس زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا) چونکہ یہ کتاب مشکل تھی اس لئے اکبر نے فیضی اور حاجی ابراہیم سرہندی کو بھی شریک ترجمہ کر دیا۔۵

۱۔ بدایونی: منتخب التواریخ ۲/۲۰۲ — ۲۔ ایضاً ۲/۲۵۱

۳۔ ایضاً ۲/۲۶۳ — ۴۔ ایضاً ۴/۲۶۳

۵۔ ایضاً ۲/۲۱۳

Marfat.com

۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء کو اکبر نے بدایونی کو سنگھاسن بتیسی کا فارسی ترجمہ کرنے کے لئے کہا، بدایونی نے اس ترجمہ کا نام ''خرد افزا'' رکھا، جس سے اس کی تاریخ تالیف نکلتی ہے، یہ کتاب راجہ بکرماجیت کے متعلق ۳۲ کہانیوں کا مجموعہ ہے، اکبر نے فارسی نثر اور نظم دونوں میں اس کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا، اس کے نام سے اس کی تاریخ نکلتی ہے، اکبر نے یہ ترجمہ شاہی کتب خانہ میں داخل کرلیا۔[1]

اب اکبر نے بدایونی کو مہابھارت کا فارسی ترجمہ کرنے کا حکم دیا، اس ترجمہ میں ان کے شریک کار ملا شیری لاہوری، نقیب خان، حاجی سلطان تھانیسری اور فیضی بھی تھے، ابوالفضل نے اس ترجمہ پر ایک خطبہ لکھا، اسے مصور کروایا گیا۔

۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو اکبر نے بدایونی کو رامائن کے ترجمہ کا بھی امر کیا۔[2]

۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء کو اکبر نے ملا شاہ محمد شاہ آبادی کی تاریخ کشمیر کو سلیس فارسی میں لکھنے کے لئے بدایونی کو حکم دیا۔[3] ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء کو اکبر نے تاریخ الفی لکھنے کا حکم صادر کیا تو بدایونی نے اس کا پہلا حصہ لکھا، باقی دو حصے ملا احمد ٹھٹھوی نے مرتب کئے۔[4]

اس دوران بدایونی کو اکبر نے کتاب بحر الاسماء مکمل کرنے کے لئے کہا، انہوں نے پانچ ماہ میں یہ کام کر کے پیش کردیا، اکبر نے اس کے صلہ میں بدایونی کو دس ہزار تنکے انعام دیئے۔[5]

مولانا بدایونی کی تالیفات میں سے ایک مذہبی کتاب نجات الرشید بھی ہے، جو بنیادی طور پر گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کی تفصیل پر مشتمل ہے، یہ کتاب انہوں نے بخشی نظام الدین احمد ہروی (مولف طبقات اکبری) کی فرمائش پر لکھی تھی، خود بدایونی نے اس کے مندرجات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اکبر کے دربار میں ایک مرتبہ تعدد ازواج پر بحث ہو رہی تھی، پھر متعہ پر گفتگو کا آغاز ہوا، تو مجھے بھی بلایا گیا، امام مالک اور شیعہ متعہ کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حرام ہے۔[6]

۱۔ بدایونی: منتخب التواریخ ۳/۷۷ا ۲۔ ایضاً ۲/۳۳۶ ۳۔ ایضاً ۲/۳۷۴

۴۔ تاریخ الفی، ایران سے آٹھ جلدوں میں مرتب ہو کر طبع ہوگئی ہے۔ ۵۔ ایضاً ۲/۴۰۱

۶۔ بدایونی ۲/۱۴۳ (طبع تہران)

Marfat.com

بدایونی کی اس بیش بہا کتاب میں بعض علماء وصوفیہ کا ذکر بھی آیا ہے، ایک مقام پر پنجابی کے مشہور شاعر شاہ حسین لاہوری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ شاہ حسین لاہوری اپنے مکان کی چھت پر گھوم رہے تھے کہ نغمہ کی آواز سن کر بے خود ہو کر نیچے گرے اور فوت ہو گئے۔[۱] نجات الرشید ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کی تالیف ہے، اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بدایونی نے یہ کتاب اسی سنہ میں مکمل کی۔

نجات الرشید کا فارسی متن ڈاکٹر سید معین الحق نے مرتب کیا تھا، جو ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۷۲ء کو طبع ہوا۔

منتخب التواریخ

مولانا بدایونی نے یہ کتاب ہندوستان کی عام تاریخ کے طور پر تالیف کی تھی، جو سبکتگین (۳۶۷ھ/ ۹۹۷ء) کے عہد سے لے کر اکبر بادشاہ کے چودھویں سال جلوس ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے، جس کا فارسی متن احمد علی، کبیر الدین احمد اور ناسولیس کی تصحیح سے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ سے تین جلدوں میں ۱۸۶۴۔۱۸۶۹ء کو طبع ہوا، پھر ۱۸۶۸ء کو مطبع منشی نولکشور، لکھنو سے اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا۔

اس کا پہلا اردو ترجمہ احتشام الدین مراد آبادی نے کیا، جو موخر الذکر ناشر نے ۱۸۸۹ء کو شائع کیا، ایک اور اردو ترجمہ محمود احمد فاروقی کا ہے، جو شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور سے دو مرتبہ طبع ہوا، آخری اردو ترجمہ علیم اشرف خان کا ہے جو دہلی سے ۲۰۰۷ء کو شائع ہوا۔

اس کی تینوں جلدوں کا انگریزی ترجمہ بالترتیب Lowe, Ranking اور Haig نے کیا جو ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ سے ۱۸۸۴۔۱۸۹۸ء کو طبع ہوا، کراچی اور لاہور سے یہی ترجمہ عکسی صورت میں چھپ چکا ہے۔

۱۔ نجات الرشید ۳۲۰، شاہ حسین لاہوری کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند ۱/ ۴۷۷۔۴۹۱

Marfat.com

بدایونی نے اس تاریخ میں ہر سلطان کے عہد کے تاریخی حوادث، جنگوں اور دیگر واقعات کے ساتھ اس زمانہ کے علماء، صوفیہ اور شعراء وغیرہ کا ذکر بھی بڑے دل نشین پیرایہ بیان میں تحریر کیا ہے۔

مولانا بدایونی نے اپنی تاریخ کی دوسری جلد اکبر بادشاہ کی تاریخ کے واقعات کے لئے مختص کی ہے، جس میں جا بجا اکبر کی مذمت کی ہے۔

مولانا بدایونی کا علم علمائے سوء، اکبر کے دین الٰہی اور اس کے مریدوں کے خلاف تیغ برہنہ ہو گیا ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ ابوالفضل نے اکبر نامہ میں اپنی انشاء پردازی کے زور سے اکبر کی مذہبی رواداری کی جو گنگا بہائی تھی، اس کے پانی کو بدایونی نے اپنی قوت تحریر سے تلخ بلکہ زہرناک بنا دیا ہے، اس لحاظ سے ابوالفضل کا قلم ملا بدایونی سے شکست کھا گیا ہے، اکبر کا دین الٰہی زیادہ تر بدایونی کی تحریروں کے ذریعہ سمجھا گیا ہے، کیوں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ پورے وثوق کے ساتھ لکھا ہے، ابوالفضل کے گومگو طرز بیان کے مقابلہ میں ان کے بیانات میں کوئی شک کی گنجائش نظر نہیں آتی، دونوں کی تحریروں کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ابوالفضل کا ضمیر اکبر کے دین الٰہی پر خوبصورت الفاظ کا ایک پردہ ڈالنا چاہتا ہے جبکہ بدایونی اسی پردے کو چاک کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔[1]

بدایونی، اکبر کے دین الٰہی کے متعلق لکھتے ہیں کہ علماء کے اکسانے پر اس نے دین الٰہی قائم کیا اور اسلام سے منحرف ہو گیا، انہوں نے اس دور کے اُن علماء، امراء اور وزراء کی بھی مذمت کی ہے، جنہوں نے اکبر کو اکسا کر اُسے اسلام سے خارج کر دیا، وہ لکھتے ہیں کہ شیخ مبارک ناگوری نے ایک محضر نامہ تیار کیا جس پر درباریوں نے دستخط کئے، وہ ان کے لئے نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، جنہوں نے اس نئے مذہب کو قبول کیا، کئی جاہ پسند امراء نے اکبر کو خطوط لکھ کر اس کے دین میں شمولیت کی درخواست کی۔

بدایونی نے شیخ مبارک ناگوری کے مرتبہ محضر نامہ کو پُر از کفر قرار دیا ہے اور ان خطوط کو لعنت نامے لکھا ہے۔[2]

۱۔ صباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ ا/ ۳۱۵۔۳۱۶ ۲۔ بدایونی: ۲/ ۳۰۴

Marfat.com

ان اختلافات اور ہنگامہ خیزیوں سے خودغرض لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور جھوٹ کو سچ بنا کر اکبر کو شبہات کی دلدل میں دھکیل دیا اور وہ اسلام سے خارج ہو گیا، اب اس میں اسلام کی کوئی نشانی باقی نہیں رہی۔[۱]

۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء کو اکبر نے بدایونی کو رامائن کے ترجمہ کا حکم دیا، یہ ترجمہ منظوم فارسی میں ہے ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو مکمل ہوا، اکبر اس کا آخری شعر سن کر بہت محظوظ ہوا۔[۲]

منتخب التواریخ کی تیسری جلد علمی و ادبی حیثیت سے زیادہ اہم ہے، اس میں بدایونی نے اکبر کے عہد کے علماء، صوفیہ، شعراء اور خطاطین وغیرہ کے حالات و کمالات بڑی خوبی سے قلمبند کئے ہیں، خود مولف ان میں سے کئی علماء کے صحبت یافتہ تھے، اس میں ان کے چشم دید حالات خاص اہمیت رکھتے ہیں، شعراء کے تراجم کے دوران بدایونی ان کے کلام پر بے لاگ تبصرہ بھی کرتے ہیں، جو ان کی صرف ذاتی ادبی رائے نہیں بلکہ وہ تو ایک جداگانہ تذکرۃ الشعراء کی حیثیت رکھتی ہے، شعراء کے احوال زیادہ تر میر علاء الدولہ کامی قزوینی کے تذکرہ نفائس المآثر سے ماخوذ ہیں،[۳] لیکن ان پر بدایونی کی دلچسپ آراء کی بہت اہمیت ہے۔

بے دین اور نقطوی شعراء کی دینی اعتبار سے خوب خبر لی ہے، بعض شخصیات سے بدایونی ذاتی طور پر واقف تھے، کئی شعراء کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا کلام پختہ نہیں ہے۔[۴]

بدایونی نے عرفی کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں، ملک الشعراء فیضی کا ذکر بدایونی نے مفصل طور پر لکھا ہے، انہوں نے بتایا کہ چونکہ فیضی اسلام سے منحرف تھا اور صحابہ کی مخالفت کرتا رہتا تھا، اُسے دوسرے مذہب لوگوں مثلاً ہندو، یہودی اور نصاریٰ سے بڑی الفت تھی، آخر میں اس نے اس بدنامی کو دور کرنے کے لئے قرآن مجید کی بے نقط تفسیر (سواطع الالہام) بھی لکھی تھی، جس کے متعلق بدایونی کا خیال ہے کہ اس نے یہ تفسیر ''درعینِ حالت جنابت ومستی'' میں لکھی۔[۵]

۱۔ بدایونی ۲/ ۲۸۸
۲۔ ایضاً ۲/ ۲۳۶، ۳۶۶
۳۔ ایضاً ۳/ ۱۷۰
۴۔ ایضاً ۳/ ۱۷۲۔۱۷۳
۵۔ ایضاً ۳/ ۳۰۰

Marfat.com

بدایونی نے منتخب التواریخ ۲۳ رجمادی الثانی ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء کو مکمل کر لی اور اس کا سال تکمیل اس شعر

سال تاریخ نزول جستم و گفت
انتخابی کہ ندارد ثانی

سے برآمد ہوتا ہے۔[1]

بدایونی کی اس تاریخ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کہیں بھی خوشامد کا پہلو اختیار نہیں کرتے، اس کے برعکس اکبر نامہ، جو اسی دور میں لکھا گیا دراصل اکبر کی شان میں ایک قصیدہ ہے، لیکن بعض اصحاب کو ان کے اس انداز تنقید پر تعصب کا گمان گزرتا ہے، انہوں نے صرف اکبر کو ہی نہیں بلکہ ابوالفضل، فیضی، مخدوم الملک، شیخ عبدالنبی صدر الصدور سبھی پر کڑی تنقید کی ہے، بیر بر کو حرامزادہ تک لکھ گئے ہیں، لیکن انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح اور چشم دید ہے، فیضی اور ابوالفضل پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے، اکبر کے متعلق تو صاف لکھ دیا ہے کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

گویا اکبر کے مذہبی نظریات اس کتاب کے بغیر سمجھے ہی نہیں جا سکتے۔

وفات

آزاد بلگرامی نے مولانا عبدالقادر بدایونی کے ایک شاگرد لعل بیگ لعلی مولف ثمرات القدس کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ وہ ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء میں فوت ہوئے[2] جو صحت کے قریب معلوم ہوتا ہے، لیکن خواجہ محمد صادق ہمدانی کشمیری نے بغیر حوالہ کے بدایونی کا سال وفات ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء لکھا ہے۔[3] یقیناً مولانا ہمدانی کو اس معاملہ میں سہو ہوا ہے، جہانگیر بادشاہ نے اکبر اور اس کے حوزۂ ملحدین کے خلاف بدایونی کی تحریرات کا نوٹس لیا، خافی خان کے الفاظ قابل توجہ ہیں:

۱۔ بدایونی: ۳/ ۳۹۸ ۲۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: خزانۂ عامرہ مرتبہ ناصر نیکو بخت وشکیل اسلم بیگ، مطبوعہ تہران ۳۷۳ھ ہم نے لعلی کی ثمرات القدس میں بدایونی کے ذیل میں جہاں جہاں ان کا ذکر آیا ہے، دیکھا ہے لیکن ہمیں اس کتاب میں بدایونی کا سال وفات نہیں مل سکا۔

۳۔ محمد صادق ہمدانی: طبقات شاہ جہانی ۲/ ۲۱۹

Marfat.com

"تاریخ بدایونی" تالیف خود چندیں جا فقرات چند درحق محمد اکبر بادشاہ نوشتہ از صریح بوی تعصب و غرض نفسانی مشام اهل خرد می رسد، چنانچه بعد فوت او مضمون تاریخ بداؤنی بعرض جنت مکانی جهانگیر بادشاہ رسید و حکم شد مقید ساختن پسرا و تاراج نمودن خانه فرمودند[1]

جہانگیر نے اس کتاب کی اشاعت اور نقل وفروخت پر پابندی بھی عائد کردی تھی،[2] اگر طبقاتِ شاہ جہانی کے اندراج کے مطابق بدایونی ۱۰۲۴ھ تک بقید حیات رہتے تو جہانگیر براہ راست ان سے مواخذہ کرتا، وہ اس معاملہ میں بڑا اسفاک بادشاہ واقع ہوا تھا، اس نے پہلے حضرت مجدد الف ثانی جیسے متدین عالم وصوفی کو قید کیا، پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو اپنے حضور طلب کیا، حضرت خواجہ باقی باللہ کے خادم خاص خواجہ حسام الدین احمد کو بلا کر نہ صرف ان پر سختی کی بلکہ انہیں جسمانی سزا تک دی[3]

وہ بھلا بدایونی جیسے متدین مورخ کو کیسے معاف کر سکتا تھا، خافی خان نے جو متاخر مورخ ہے، واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ جب اسے بدایونی کے اکبر کے خلاف تاریخ لکھنے کا پتہ چلا تو اس نے ان کے فرزند کو گرفتار کرلیا اور ان کا گھر تک مسمار کروادیا، یقیناً یہ سب کچھ بدایونی کی وفات ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء کے بعد کے واقعات ہیں، اور ان کا سالِ وفات ۱۰۰۴ھ ہی درست ہے، ۱۰۲۴ھ بالکل غلط ہے، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بدایونی کے فرزند کے ساتھ گرفتاری کے بعد کیا سلوک کیا گیا؟ یقیناً اس نے سخت سزا دی ہوگی۔

۱۔ خافی خان: منتخب اللباب ۱/ ۱۹۸ ۲۔ مآثر الامراء ۱/ ۶۸۷ (اردو ترجمہ)

۳۔ زاد المعاد ۱/ ۲۶۶۔ ۲۶۷

Marfat.com

مآخذ

۱۔ ابوالفضل علامی: اکبرنامہ مرتبہ احمد علی، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

۲۔ ایضاً: آئین اکبری مرتبہ بلوخمان، کلکتہ ناشر مذکور، انگریزی ترجمہ مع حواشی

۳۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ، ناشر مذکور و طبع تہران

۴۔ صباح الدین عبدالرحمٰن: بزم تیموریہ، اعظم گڑھ

۵۔ محمد ابراہیم، قاضی: ملا عبدالقادر بدایونی کے حالات خود ان کی زبان سے، مقالہ مشمولہ معارف، اعظم گڑھ، اپریل، مئی ۱۹۵۴ء

۶۔ ایضاً: تاریخ بدایونی پر ایک اجمالی نظر، معارف جون تا اگست ۱۹۵۴ء

7- Fauzia, Z. Abbas: Abdul Qadir Badauni, Delhi, 1987.

(۷ر فروری ۲۰۲۱ء)

Marfat.com

مفتی میراں صدر جہان پہانوی

مفتی میراں صدر جہان، اکبر بادشاہ کے عہد کے اکابر علماء اور مفتی کل ہندوستان تھے، مفتی میران صدر جہان بن عبدالمقتدر بن شاہین بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن سراج الدین بن تاج الدین بن علیم الدین بن شاہ کمال الدین حسینی ترمذی کیتھلی ثم پہانوی، قصبہ پہانی میں متولد ہوئے۔[۱]

خیر آباد جا کر شیخ نظام الدین خیر آبادی (ف ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) کی خدمت میں تحصیل کی۔[۲] پھر شیخ عبدالنبی گنگوہی (ف ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء) سے حدیث کی سند لی،[۳] شیخ گنگوہی کی سفارش پر میراں صدر جہان چند سال تک ہندوستان کے مفتی کے عہدہ پر مامور رہے، اس سے پہلے وہ لشکر میں ملازم رہے تھے۔[۴]

جب اکبر بادشاہ علماءِ سوء کے زیر اثر دین سے ہاتھ دھو بیٹھا تو مفتی صدر جہان نے اپنی خدمات، زمانہ سازی اور دنیاداری کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی عزت بحال کئے رکھی اور وہ توران عبداللہ خان اوزبک (۹۹۱۔۱۰۰۶ھ/۱۵۸۳۔۱۵۹۸ء) کے پاس گئے کہ ہندوستان اور توران کے مابین اچھے تعلقات رہنے

۱۔ شیخ مفتی پہانوی کا یہ نسب صرف صاحب نزہۃ الخواطر (۵/ ۱۷۸) نے دیا ہے، باقی تذکرے اس سے خالی ہیں، اس سلسلہ میں مولف نے کوئی حوالہ نہیں دیا، اگر ان کا یہ نسب صحیح ہے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ موصوف شاہ کمال الدین کیتھلی (ف ۹۸۱ھ) کے ہم جد تھے، جو صحیح النسب سید اور حضرت غوث اعظم شیخ جیلانی کی اولاد میں سے تھے، اس نسب کی تصدیق کیتھل کے بزرگان وارد پاکستان کے پاس موجود اپنے شجرہ کے ناموں سے نہیں ہوتی (دیکھئے بزرگان کیتھل ترجمہ تذکرۃ الانساب مولفہ محمد شاکر قریشی) ایک اور متاخر تذکرہ نویس وجیہ الدین اشرف نے بحر زخار (۱/ ۵۷۶) میں میراں صدر جہان کو میر حسید مجھلی قنوجی کی اولاد میں سے لکھا ہے جن کے حالات اور نسب سے ہم تا حال واقف نہیں ہیں۔

۲۔ نزہۃ الخواطر ۵/ ۱۷۸ ۳۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۳/ ۱۴۱

۴۔ بدایونی: ۳/ ۱۴۱۔۱۴۲

Marfat.com

چاہییں اور اکبر کا ایک خط بھی ہمراہ لے گئے، جس میں عبداللہ کے والد سکندر خان (۹۶۳ـ۹۶۸ھ/ ۱۵۵۶ـ۱۵۶۱ء) کی وفات پر تعزیت بھی درج تھی، اکبر کا یہ نامہ انشائے ابوالفضل میں محفوظ ہے، اس سفارت میں حکیم ہمام بھی ان کے ہم سفر تھے، خط کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

...... افادت و حکمت پناہ زبدۂ مقربان هوا خواه عمده محرمان کار آگاه حکیم همام که مخلص راست گفتار و مرید درست کردار است...... و بجهت پرسش واقعه غفران پناه رضوان دستگاه اسکندر خان انارالله برهانه و سیادت مآب نقابت نصاب صدرجهان را که از اعاظم سادات کبار و اجله اتقیاء را این دیار است مقرر کرده بودیم......[1]

اکبر نامہ میں ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء کے واقعات میں بھی اس سفارت کا ذکر ملتا ہے[2] اکبر نے ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء کو میراں صدر جہان کو ایک لاکھ روپے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے۔[3]

۲۲/ ذی قعدہ ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء کو میراں صدر جہان اور حکیم ہمام، توران سے واپس کابل پہنچ کر بادشاہ سے ملے،[4] اکبر بادشاہ ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء کو کابل کی سیر کے لئے گیا ہوا تھا۔[5]

میراں صدر جہان ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء کو ہندوستان کے مفتی کل تھے،[6] ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۳ء کو آپ کا منصب بالغ از ۵۰۰ تھا،[7] ساتھ ہی آپ صدر الصدور بھی تھے۔

۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء کو بھی آپ صدر کے عہدہ پر تھے،[8] اور منصب ایک ہزاری تھا، اس سنہ میں آپ

۱۔ انشائے ابوالفضل مطبوعہ دہلی ۱۸۵۰ء ۱/ ۲۷

۲۔ ابوالفضل: اکبر نامہ، مطبوعہ کلکتہ ۳/ ۴۶۸، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۰ـ۵۰۱ اس خط کے متن کا کچھ حصہ اکبر نامہ (۳/ ۵۰۰ـ۵۰۱) میں بھی نقل ہوا ہے۔

۳۔ ایضاً ۳/ ۸۰۶

۴۔ بدایونی: ۲/ ۲۶۰

۵۔ ایضاً ۲/ ۲۵۸

۶۔ ایضاً ۲/ ۲۷۰

۷۔ نظام الدین احمد: طبقات اکبری ۲/ ۴۵۵

۸۔ ذخیرۃ الخوانین ۲/ ۲۲۱

Marfat.com

ایک ہزاری اور سات سو کا بھی عہدہ رکھتے تھے۔[۱]

۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء کو جب آپ توران سے واپس آئے تو بادشاہ کابل میں تھا، میراں صدر جہان اس سے ملنے کے لئے سیدھا کابل پہنچے، وہاں نوروز کا جشن منایا جارہا تھا، جہاں اکبر سے وابستہ علماء، میر عبدالحی میر عدل شراب کے ساغر پر ساغر پی رہے تھے، اکبر ان کو دیکھ کر مسکراتا اور حافظ کا یہ شعر پڑھتا تھا:

در دورِ پادشاہِ خطا بخش جرم پوش
قاضی قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش [۲]

جب علماء سوء اور صوفیۂ خام کے عمل دخل سے دربار کے حالات بدل کر الحاد کی طرف ہو گئے، معاصر مورخ بدایونی کے برجستہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

دریں ایام چوں طعن در عقائد اسلامی و مسائل فرعیہ شائع بودہ و بدبختی از ہندوان و مسلمانان ہندو مزاج قدح صریح در نبوت می کردند...... و تخم فساد و فتنہ در ولایت سر کشیدن گرفت و باوجود ایں مردم او ذال و سفلہ از خواص و عوام قلادۂ ارادت برگردن انداختہ خود را مرید می نامیدند و از امید و ترس مرید می شدند و کلمۃالحق برزبان جاری شدن ممکن نہ بود [۳]

ان حالات میں جب بڑے بڑے علماء کے قدم ڈگمگا گئے، مفتی میراں صدر جہان کو بھی اسی رنگ میں رنگنا پڑا، جب ایک محضر کے ذریعہ اکبر کو مجتہدین مطلق سے بڑا درجہ مل گیا تو اس محضر نامہ پر جن علماء نے دستخط کئے ان میں مفتی صدر جہان بھی شامل تھے۔[۴]

۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء کو میراں صدر جہان اپنے دو جوان بیٹوں سمیت اکبر بادشاہ سے ملا اور اکبر کے دین الٰہی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔[۵] میراں صدر جہان کے دو فرزند تھے، اول میر بدرِ عالم دوسرے سید نظام خان مخاطب بہ مرتضیٰ خان۔

۱۔ ابوالفضل: آئین اکبری ۱/ ۲۲۷ طبع کلکتہ ۲۔ ابوالفضل: اکبر نامہ ۳/ ۵۸۱۔۵۸۲ (طبع کلکتہ)
۳۔ منتخب التواریخ ۲/ ۱۸۶۔۱۸۷ (طبع تہران) ۴۔ ایضاً ۲/ ۱۸۷ ۵۔ ایضاً ۲/ ۴۰۴ (طبع کلکتہ)

Marfat.com

معاصر مورخ بدایونی کے دلچسپ فقرات قابل ملاحظہ ہیں:

صدرجهان مفتی ممالك محروسه که بمنصب هزاری رسیده، با دو پسر فضول مقاصد خود بحلقهٔ ارادت در آمده شصت ارادت قبول یافت، چون ماهی بقلاب درآمده و منصب هزاری یافت، بعرض رسانید که ریش مرا چه حکم می شود، فرمودند که باشد!

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۵ء کو میراں صدر جہاں جو ممالک محروسہ ہندوستان کے مفتی اور ہزاری منصب رکھتے تھے، بادشاہ اکبر کے حضور حاضر ہوئے۔

۲۔ اور خود اپنی رضامندی سے اکبر کے حلقۂ ارادت (دین الٰہی) میں داخل ہوئے، یعنی اکبر کے ہاتھ پر باقاعدہ بیعت کی اور انہوں نے غلامی کا یہ طوق (شصت۲) خود اپنے گلے میں ڈالا۔

۳۔ چونکہ مچھلی کانٹے میں خود پھنس چکی تھی اور ان کا منصب بھی ہزاری تھا، اس لئے بادشاہ سے پوچھا کہ میری داڑھی کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیوں کہ اب اکبر کے حوزہ ملحدین شریعت مطہرہ کے مخالف اور داڑھی کی درگت بنا رہے تھے اس لئے مفتی صاحب کو اپنی داڑھی کی فکر ہوئی کہ کہیں بادشاہ سلامت پر یہ گراں نہ گزرے۔

۴۔ بادشاہ نے کہا کہ تم اپنی داڑھی رہنے دو، یہ غالباً اکبر کے خلافِ اسلام اقدامات کے باعث جو شورش پھیل رہی تھی اس کے خوف سے داڑھی رکھنے کی ممانعت نہیں کی۔۳

۵۔ بدایونی، جو اس خانوادہ کو قریب سے جانتے تھے مفتی صاحب کے دونوں بیٹوں کو جو دنیاوی حصولِ مقاصد کے لئے اکبر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے انہیں ''فضولِ مقاصد'' قرار دیا ہے۔

۱۔ بدایونی ۲/۴۰۴ ۲۔ شصت کے یہ معنی سٹین گاس کی فارسی لغت سے مستفاد ہیں۔

۳۔ اکبر کے آئین نو کے تحت علماء سوء نے داڑھی پر بھی عجیب قسم کی تحقیقات کر کے بادشاہ کے حضور معزز ہوئے تھے، تفصیل کے لئے ہماری کتاب مجددی تحریک اور اس کا پس منظر ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اولاد

مفتی صاحب کے مذکورہ دو فرزندوں میر بدر عالم اور سید نظام خان مخاطب بہ مرتضیٰ خان کا ذکر ملتا ہے۔

مفتی صاحب کے حرم میں ایک برہمن عورت بھی تھی، جس کے ساتھ مفتی صاحب بہت محبت کرتے تھے، مرتضیٰ خان اسی عورت کے بطن سے تھے، اسی لئے مفتی صاحب بھی اپنے اس لڑکے سے خاص لگاؤ رکھتے تھے، اس کی تعلیم وتربیت کے لئے بہت کوشش بھی کی، مفتی صاحب نے اُسے اپنی زندگی میں ہی بادشاہ سے متعارف کروا کر عمدہ منصب دلوا دیا تھا، جہانگیر اور شاہ جہان نے بھی اُسے بڑی بڑی مہمات سر کرنے کے لئے بھیجا تھا[۱] چونکہ اس وقت خود بادشاہ اور بڑے بڑے امراء کے حرم میں ہندو عورتیں بھی ہوتی تھیں، اس لئے مفتی صاحب کے ہاں بھی ایک ہندو عورت تھی، جس کے بطن سے مرتضیٰ خان تولد ہوا۔

اکبر کے بعد اس کے جانشین نورالدین جہانگیر نے بھی مفتی میراں صدر جہاں پر اپنی نوازشات جاری رکھیں، بدستور سابق صدارت کا منصب بھی انہیں کے نام بحال رکھا[۲] خود لکھا ہے کہ ایام طفولیت میں جب شیخ عبدالنبی کے ہاں جا کر چہل حدیث کا درس لیا کرتا تو میراں صدر جہاں اس کے ہم سبق تھے، میں انہیں اپنے لئے خلیفہ کا درجہ دیتا ہوں، انہیں منصب دو ہزاری سے منصب چار ہزاری پر پہنچایا، جب میرے والد (اکبر) کی بیماری کے ایام شروع ہوئے تو بڑے بڑے امراء کے قدم ڈگمگا گئے لیکن میراں صدر جہان ثابت قدم رہے اور وہ ''خدمت گزاری اور جانسپاری'' میں میرے ساتھ رہے۔[۳]

میراں صدر جہان کی اولاد دور آخر تک علمی وادبی سرگرمیوں میں مصروف نظر آتی ہے، مولوی مقصود عالم رضوی پہانوی شاعر تھے اور مقصود تخلص کرتے تھے، اردو میں نواب عاشق علی خان لکھنوی سے مشق سخن

۱۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خان: مآثر الامراء (اردو ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری) ۳/۴۰۳۔۴۰۵ دیگر تفصیلات کے لئے دیکھئے:

Athar Ali: Apparatus of Empire (بامداد اشاریہ)

۲۔ جہانگیر، نورالدین: جہانگیر نامہ ۲۸ ۳۔ ایضاً ۱۳۔۱۴ (طبع تہران) دیگر معاملات کے لئے جہانگیر نامہ کا انگریزی ترجمہ از تھیکسٹن ملاحظہ کریں ۳۱، ۴۴، ۶۸، ۹۳، ۱۰۷، ۱۲۱، ۱۷۸

Marfat.com

جاری رکھی، سن کہولت میں غالب سے اصلاح کا آغاز کیا، غالب نے انہیں شمس الشعراء کا خطاب دیا، ادبی مباحث میں شریک رہے، ان کے والد سید صدر عالم مسرور بھی شاعر تھے، مقصود عالم کا ایک ادبی رسالہ ''معارضۃ النثر'' مطبوعہ مطبع نولکشور، لکھنو ۱۸۶۱ء (فارسی میں ہے) اس میں غالب کے غیر مدون خطوط بھی پائے جاتے ہیں، معروف غالب شناس ڈاکٹر مختار الدین احمد کو عرصہ ساٹھ سال سے اس رسالہ کی تلاش تھی، عاجز نے اپنے ذخیرہ کتب میں سے اس کی فوٹوسٹیٹ بنوا کر علی گڑھ ارسال کی تو موصوف اس کے ملنے پر بہت مسرور ہوئے اور غالب کے یہ خطوط رسالہ صحیفہ، لاہور شمارہ ۱۸۵ ار میں شائع کر دیئے۔

سال وفات، مستقر اور قبر

میراں صدر جہان کے سال وفات میں اختلاف ہے، محمد صادق ہمدانی کشمیری نے سال وفات ۱۰۲۷ھ/ ۱۶۱۸ء دیا ہے،[۱] مراۃ العالم کے مولف نے ۱۰۲۰ھ اور عمر ۱۲۰ ارسال لکھی ہے،[۲] محمد بن رستم حارثی نے ۱۰۲۷ھ کے متوفین میں آپ کا شمار کیا ہے،[۳] اور حوالہ مراۃ العالم کا دیا ہے، جہاں سال وفات ۱۰۲۰ھ درج ہے، متاخر مولف نزہۃ الخواطر نے ۱۰۲۷ھ درج کیا ہے۔[۴]

جہانگیر بادشاہ نے اپنی توزک میں اپنے ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء کے واقعات میں میراں صدر جہان کو زندہ اور اپنے مستقر پہانی سے آکر کسی مقام پر اپنی ملاقات کے لئے انہیں منتظر لکھا ہے،[۵] جو معاصر بیان ہے، اس کی روشنی میں تو میراں صاحب ۱۰۲۴ھ کو زندہ تھے، اس کے باوجود مولف مآثر الامراء نے ان کا سال وفات ۱۰۲۰ھ کیسے لکھ دیا؟[۶] ہمارے نزدیک ۱۰۲۷ھ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔[۷]

۱۔ طبقات شاہ جہانی ۱/۲۱۳ ۲۔ مراۃ العالم ۲/۴۳۶

۳۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی ۲/۵/۱۴۲ ۴۔ نزہۃ الخواطر ۵/

۵۔ جہانگیر نامہ ۱۶۷ (طبع تہران)

۶۔ مآثر الامراء ۳/۲۹۸ (اردو ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری)

۷۔ عاجز نے خود زاد المعاد ۱/۲۴ میں سال وفات بغیر تحقیق کے بلوخمان کے اندراج پر اعتماد کرتے ہوئے ۱۰۲۰ھ لکھ دیا ہے، اب اس سے رجوع کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

میراں صدر جہان کا مستقر قصبہ پہانی تھا، جو پہلے تحصیل شاہ آباد میں تھا، اوراب تحصیل ہردوئی سے ۲۵ رکلومیٹر میں واقع ہے، جوایک پختہ سڑک پر ہے؛[1] قصبہ پہانی قنوج کے قاضی سید عبدالغفور نے آباد کیا تھا، جو ہمایوں بادشاہ کے خیر خواہ رہے، ان کے بھتیجے صدر جہان، اکبر کے عہد کے چیف مفتی تھے، جن کا لقب صدرِ جہان تھا۔[2]

میراں صدر جہان کی قبر پہانی میں ہے، جس پر قطعۂ تعمیر ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء درج ہے۔

مرتضی خان نظام صدر جہان ۔۔۔ سید و سرور زمین و زمان
ساخت ایں روضہ را بدولت خود ۔۔۔ دولتش باد تا ابد پایان
در سنہ یك هزار و پنجه و هفت ۔۔۔ شد مرتب چو گنبد گردان

گویا یہ مقبرہ میراں صدر جہان کے فرزند مرتضیٰ خان نے مذکورہ سنہ میں تعمیر کروایا تھا، میراں صدر جہان کی قبر اسلامی طرز کی ہے،[3] دین الٰہی کے پیروکار کی طرز پر نہیں ہے، جس میں مردہ کے منہ پر ایک سوراخ ہوتا تھا کہ سورج کی کرنیں اس کے منہ پر پڑتی رہیں تاکہ اس کے گناہ ڈھل جائیں۔[4]

بحیثیت شاعر

میراں صدر جہان اس وقت کے ماحول اور رواج کے مطابق شعر وسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، چونکہ فتویٰ نویسی اور دیگر سرکاری امور کی انجام دہی میں زیادہ مصروفیت کے باعث شاعری کی طرف کامل رجحان نہیں تھا، بس یونہی کبھی کبھار ادبی ذوق سے سرشار ہوکر کچھ کہہ لیتے تھے۔

علاء الدولہ کامی قزوینی پہلا تذکرہ نویس ہے، جس نے نفائس المآثر (۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء میں مکمل کیا، عبدالقادر بدایونی نے اس تذکرہ کا کئی مقامات پر حوالہ دیا ہے، گویا اکبری عہد کے شعراء کے احوال کے

1- Kadiri A.A: Inscriptions from Tomb of Sadr-i-Jahan Epigraphia Indica 1973, p.52

۲۔ امپیریل گزیٹر آف انڈیا ۲۰/ ۱۳۶

۳۔ ایضاً، اس شمارہ میں میراں صدر جہان کی قبر کے کتبے کا عکس بھی شامل ہے۔

۴۔ منتخب التواریخ ۲/ ۳۴۰۔۳۴۱

Marfat.com

سلسلہ میں بدایونی کا ماخذ یہی تذکرہ ہے۔

نفائس المآثر میں ہے:

صدرجہان، سید فاضل حمیده صفات است، از بلدهٔ قنوج هند است و به امر فتویٰ قیام می نماید و طبعش به شعر ملاعیت دارد، قبل از او اشعار واقع شده، حالاً به جهت فتویٰ از گفتن شعر استعفا دارد، از نتائج طبع اوست ؎

هر تار زلف یار خدایا بلا شود
آں گہ بہ ہر بلا دل ما مبتلا شود
دیده روشن شد ز رویش گرچه می پوشد نقاب
نور بخش عالم است زیر ابر آفتاب
از فسون غمزه است عالم همه دیوانه گشت
و ز فریب چشم مستت خانه مردم خراب

......قنوج که صورت فتوح از ظاهرست، جای لطیف است بر کنار رنگ واقع شده، از اقلیم دوم، از شهر های معتبر قدیم بوده است، حالاً دارالملک، دارالخلافه آگره شده، باقی شهرها به آن جمعیت نمانده است[1]

مفتی صاحب کے حالات کا دوسرا معاصر ماخذ بدایونی کی منتخب التواریخ ہے، جو ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۶ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے، انہوں نے نفائس المآثر کے مندرجہ بالا منتخب اشعار میں سے صرف مطلع نقل کیا ہے اور لکھا ہے:

باوجود طبع شعر و مناسبت به آن از وادی آن تائب است...... چنانچه دریں ایام از شعر وضوی توبه دارد ان شاء الله از بحث بی مزه علمی و ریائی و خودنمائی و خود پسندی ولاف و گزاف که درس خرافت هم لازم و ملزوم او شده بر توبه توفیق یابد[2]

۱۔ کامی، علاء الدولہ قزوینی: تذکرہ نفائس المآثر، تحقیق وتصحیح سعید شفیعیون، تہران ۱۳۹۵ش، ۳۴۲۔۳۴۳

۲۔ بدایونی: منتخب ۳/۹۶ (طبع تہران)

Marfat.com

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ مفتی میراں صدر جہان نے شعر گوئی سے طبع مناسبت رکھنے کے باوجود توبہ کر لی ہے۔

۲۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ بے مزہ علمی بحث، ریاکاری، خودنمائی وخودپسندی

۳۔ اور دیگر لاف وگزاف سے بھی انہیں توبہ کی توفیق ہوگی۔

خواجہ محمد صادق کشمیری نے لکھا ہے:

طبع شعر و مناسبت بہ آں نیز داشت، ایں بیت از اوست

عاشق و رسوا و بدمستم چہ می گوئی مرا
ہر چہ می خواہی بگو ہستم چہ می گوئی مرا[1]

یہ شعر نہ تو نفائس المآثر میں ہے اور نہ منتخب التواریخ میں آیا ہے، جس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ مفتی صاحب کے اشعار کا کوئی مجموعہ مرتب ہوا ہوگا، جو ان حضرات کے پیش نظر ہوگا۔

میلان بہ تصوف

میراں صدر جہان نو عمری سے ہی تصوف وسلوک کی طرف رجحان رکھتے تھے، ان کی عمر ابھی صرف دس سال کی تھی کہ ان کے مستقر پہانی میں ایک بڑے صوفی بزرگ بندگی شیخ نظام الدین انبیٹھوی (ف ۹۷۹ھ/ ۱۵۷۱ء) تشریف لائے، تو میراں صدر جہان نے ان کی مراجعت کے وقت اکتساب علم کی خواہش ظاہر کی اور طالب علمی کے دوران انہوں نے ازراہ تفنن مفتی صاحب سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہم سے دور دور رہو گے اور تمہارے جوتے گرد آلود رہا کریں گے۔

بحر زخار کے مولف کے یہ فقرات دلچسپ ہیں۔

۱۔ طبقات شاہ جہانی ۲/ ۲۱۳ آزاد بلگرامی نے سرو آزاد (۹۲۔۹۳) میں میراں صدر جہان کا ذکر کیا ہے، امید تھی کہ چونکہ یہ شعراء کا تذکرہ ہے آزاد، میراں صاحب کے فن شعر گوئی پر کچھ لکھیں گے، لیکن انہوں نے تو کچھ بھی نہ لکھا۔

Marfat.com

(میراں صدرجهان) معدنِ صدق و صفا آن مخزن زهد و ورع، آن کاشف انوار اکابر بیگمان...... از اولاد امجاد میرسید مجهلی قنوجی است...... هنگامی که او ده ساله بود گذر حضرت قطب الاقطاب بندگی شیخ نظام الدین امیتهی در بلدهٔ قنوج واقع شد، وقت مراجعت حضرت سید (میراں صدرجهان) بکمال شکسته حالی بارادهٔ تحصیل علم ملحق خادماں آن حضرت شد، از جهت تعظیم سیادت قطب الاقطاب بکمال خاطرداری همراه گرفت، در اثنای راه طالب علمی از راهِ خوش طبعی گفت، شما از مایان دور دور راه روید که از سبب کفشهای شکسته شما گرد آلود شوم...... چون جناب قطب الاقطاب این سخن شنید فرمود...... ایشان را سید صدرجهان و نواب صدرجهان و صدرالصدور و صدرجهان باید شمرد[1]

اس اہم اقتباس کے مطالب کچھ اس طرح ہیں۔

ا۔ میراں صدر جہان میر سید مجھلی قنوجی کی اولاد میں سے تھے۔

۲۔ آپ صرف دس سال کے تھے کہ مشہور صوفی بزرگ شیخ نظام الدین انیٹھوی (ف ۹۷۹ھ) قنوج تشریف لائے تو میراں صدر جہان ان کے ساتھ تحصیل علم کے لئے روانہ ہو گئے، جن کا دائمی شغل درس و تدریس کے علاوہ سلوک کی مشق بھی تھا، انہوں نے اپنے شیخ الہدیہ کے فرزند شیخ ابوالفتح کے ہاتھ میں فصوص الحکم دیکھی تو چھین لی اور کہا کہ تم احیاء العلوم، عوارف، رسالہ مکیہ اور آداب المریدین کو اپنی زندگی میں شامل کرو۔ (بدایونی ۳/۱۳)

۳۔ شیخ نظام الدین نے دوران سبق میراں صدر جہان سے تفنن طبع کے طور پر کہا کہ تم تو نواب صدر جہان اور صدر الصدور بنو گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ا۔ وجیہ الدین اشرف: بحر زخار ا/۵۸۶

Marfat.com

اگرچہ ہمیں میراں صاحب کے جداعلیٰ میر سید مجھلی قنوجی کے حالات معلوم نہیں ہیں اور تذکرے بھی اس قسم کی شخصیت کے احوال سے خالی ہیں، ممکن ہے کہ ان کے اجداد میں سے قاضی عبدالغفور قنوجی بانی قصبہ پہانی کا یہ محض لقب یا عرف ہو۔

ملکی حالات میں تبدیلی

اکبر بادشاہ کی وفات (۱۶۰۵ء) کے وقت شہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) کی بغاوت کے باعث اکبر اس سے ناراض تھا اور دوسرے مخالف امراء اُسے قتل کروانے کے درپے تھے، جب کہ جہانگیر کا بیٹا خسرو، خانِ اعظم میرزا عزیز کوکلتاش کا داماد تھا، وہ چاہتا تھا کہ اکبر کے بعد اس کا داماد جانشین بنے، لیکن نواب مرتضیٰ خان بخاری کی حمایت سے جہانگیر کو اکبر نے معاف کر دیا اور اس طرح وہ جانشین بنا۔

اکبر کی وفات کے قریب راسخ العقیدہ علماء نے جمع ہو کر جہانگیر سے کہا کہ تم اگر اکبر کے الحاد سے الگ ہو جاؤ تو ہم جانشینی کے معاملہ میں تمہاری حمایت کریں گے، چنانچہ اس نے علماء کو یقین دلایا کہ وہ اکبر کے ملحدانہ نظریات سے الگ رہے گا۔

میراں صدر جہان، جہانگیر کے بچپن کے دوست تھے، دونوں نے حدیث اربعین شیخ عبدالنبی کی خدمت میں پڑھی تھی، جہانگیر، ان کی بہت عزت کرتا تھا۔

اب جو حالات بدل کر اسلام اور مسلمانان ہند کے حق میں ہونا شروع ہوئے تو حضرت مجدد الف ثانی نے راسخ العقیدہ امراء کو خطوط لکھ کر اکبر کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیوں سے آگاہ کیا، حضرت یہ جانتے تھے کہ امراء خصوصاً مفتی کل ہندوستان میران صدر جہاں، اکبر کی سختی کے باعث اکبر کے ساتھ ہیں، ورنہ ان کے اندر دین کی حمیت موجود ہے، آپ نے ان کے نام دو خطوط لکھ کر انہیں اس طرف متوجہ کیا اور ان کی حمیت دینی کو بیدار کرنے کی سعی فرمائی۔

ایک مکتوب کا موضوع ہے: ”در بیان تحریض بر ترویج ملت وتائید دین“

اس میں آپ صدر جہان کو لکھتے ہیں:

استماع سخنان ترویج احکام شرعیه و تذلیل اعداءِ ملتِ مصطفویه مسلمانان

Marfat.com

ماتم زدگان رافع بخش و روح افزاست...... بادشاه اسلام (جهانگیر) را حسن استعداد اسلامی خواهان علماء اند...... معلوم شریف است که در قرن سابق هر فسادیکه پیدا شود از شومیٔ علماءِ سوء بظهور آمد دریں باب تتبع مرعی داشته از علماءِ دیندار انتخاب نموده اقدام خواهند فرمود (مکتوبات امام ربانی ۱/۱۹۴)

دوسرے مکتوب کا بھی یہی موضوع ہے، آپ فرماتے ہیں:

دراغراء و تحریض بر ترویج شریعت غرّا و اظهار تاسف بر ضعف اسلام و اهل آن...... اکنون که انقلاب دُول بظهور پیوسته و سورت عنادِ اهل ملل برهم شکسته برائمه اسلام از صدور عظام و علماء کرام لازم است که تمام همت خود را مصروف رواج شریعت غرا ساخته، در بدایت امر ارکان اسلام منهدمه را برپا سازند (مکتوبات ۱/۱۹۵)

گویا اب میراں صدر جہان، اکبر کے حوزۂ ملحدین سے الگ ہوکر دین داری کی طرف راغب ہو گئے تھے، جو علمائے حق خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی کی کوشش سے ممکن ہوا۔

(۲۷ر جنوری ۲۰۲۱ء)

مآخذ

۱۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، حیدرآباد (دکن) ۱۹۵۵ء

۲۔ بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۰ء، طبع تہران ۱۳۷۹ش

۳۔ محمد شاکر قریشی: تذکرۃ الانساب (بزرگان کیتھل)، ڈیرہ غازی خان، ۲۰۱۵ء

۴۔ ابوالفضل، علامی: انشای ابوالفضل، دہلی ۱۸۵۰ء

۵۔ ایضاً: اکبرنامہ مرتبہ احمد علی، کلکتہ ۱۸۷۳۔۱۸۸۷ء

۶۔ ایضاً: آئین اکبری مرتبہ بلوخمان، کلکتہ ۱۸۶۷۔۱۸۷۷ء

Marfat.com

۷۔ فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین مرتبہ معین الحق، کراچی ۱۹۷۰ء
۸۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان: مآثر الامراء، ترجمہ وحواشی محمد ایوب قادری، لاہور ۱۹۷۰ء
۹۔ محمد صادق ہمدانی کشمیری: طبقات شاہ جہانی مرتبہ محمد احتشام الدین، علی گڑھ ۲۰۱۳ء
۱۰۔ حارثی، محمد بن رستم: تاریخ محمدی مرتبہ نثار احمد فاروقی، رام پور ۲۰۰۳ء
۱۱۔ جہانگیر، نورالدین: جہانگیر نامہ مرتبہ محمد ہاشم، تہران ۱۳۵۹ش
۱۲۔ کامی، علاء الدولہ قزوینی: تذکرہ نفائس المآثر مرتبہ سعید شفیعیون، تہران ۱۳۹۵ش
۱۳۔ آزاد، غلام علی بلگرامی: سروِ آزاد، حیدرآباد (دکن) ۱۹۱۳ء
۱۴۔ وجیہ الدین اشرف: بحر زخار مرتبہ آذرمیدخت صفوی، علی گڑھ ۲۰۱۴ء
۱۵۔ مجدد الف ثانی: مکتوباتِ امام ربانی مرتبہ نور احمد امرتسری، استنبول، ۱۹۷۷ء
۱۶۔ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار مرتبہ علیم اشرف خان، تہران ۱۳۸۳ش

17- Abul Fazl: Maktubat-i-Allami, trans. Mansura Haider, Dehli, 1998.

18- Ibid: Ain-i-Akbari, Trans. Blochmann, Calcutta 1927.

19- Jahangir: Jahangirnama, trans. thackston, New York, Oxford, 1999.

20- Kadiri, A.A: Inscriptions from the Tomb of Sadr-i-Jahan at Pihani, Epigraphia Indica, ed. Z.A, Desai, Dehli, 1980.

Marfat.com

اخوند عبدالعزیز دہلوی

اخوند عبدالعزیز دہلوی انیسویں صدی کے اکابر علماء ومشائخ میں سے تھے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے براہ راست تلمذ بھی تھا۔

اخوند عبدالعزیز بن مولوی حکیم الٰہی بخش بن حافظ محمد جمیل دہلوی کی دہلی میں ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء کو ولادت ہوئی، اخوند برہان کی خدمت میں قرآن مجید حفظ کیا، کلام الٰہی کا کچھ حصہ تبرکاً مولانا شاہ عبدالقادر (ف ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کو بھی سنایا، آپ کے جد اعلیٰ غلام قادر روہیلہ دہلی کو لوٹنے کے لئے پشاور سے دہلی آئے تھے کہ شاہ عبدالقادر کی نگاہوں نے لوٹ لیا اور ڈاکو سے صوفی بنا دیا۔

اخوند عبدالعزیز نے مشکوۃ المصابیح شاہ عبدالعزیز محدث کی خدمت میں پڑھی اور پھر صحیح بخاری کی مشکلات شاہ محمد اسحٰق کے حضور حاضر ہو کر حل کیں، ابتدائی کتب تصوف حافظ محرم علی معروف بہ حافظ محمد علی خیر آبادی چشتی (ف ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۴۹ء) سے پڑھیں (ریاض الانوار ۶-۱۰) اس کے بعد مولانا کریم اللہ دہلوی (ف ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء) جو دہلی کے اس عہد کے سب سے بڑے واعظ و مدرس تھے کی خدمت میں رہ کر تکمیل کی۔ (ایضاً) اخوند صاحب کا دہلی میں محلّہ کھڑکی فراشخانہ میں قیام تھا (ایضاً ۳۶) آپ شاہ عبدالعزیز محدث کے وعظ میں برابر شریک ہوتے تھے۔ (ایضاً ۱۸۸-۱۹۰)

اخوند صاحب کے والد مولانا حکیم الٰہی بخش بھی عالم و مدرس تھے، وہ مدرسۂ شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء) میں درس و تدریس کا شغل فرماتے تھے۔ (ایضاً ۹۰)

حکیم حاجی خدا بخش اور قاری عبدالرحیم بھی اخوند صاحب کے بھائی تھے (ایضاً ۲۴۵)، ایک سفرِ بریلی میں اخوند صاحب شاہ نیاز احمد بریلوی چشتی (ف ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) کی خانقاہ میں تھے کہ انہیں کی تجویز پر آپ شاہ محمد غوث شہید مارہروی (ف ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء) سے بیعت ہوئے، سلوک کی تعلیم کی تکمیل انہی

Marfat.com

کے پاس کی اور خلافت یاب ہو کر واپس دہلی آئے۔ (ایضاً ۹۰)

اخوند صاحب کے والد حکیم الٰہی بخش نے محلّہ فراشخانہ (دہلی) میں ایک مسجد بنوائی تھی، اخوند صاحب نے تکمیل کے بعد دہلی آکر اُسی مسجد میں درس و تدریس اور دعوت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا، (عمدۃ الصحائف ۲۱۶) آپ اپنی مسجد میں خود امامت کرواتے تھے۔ (ایضاً ۲۱۸)

اخوند صاحب کے بعض تلامذہ اور مریدین وخلفاء کے اسماء کتب ریاض الانوار اور عمدۃ الصحائف میں درج ہیں، خلافت کے بعد آپ کے مرشد شاہ محمد غوث شہید مارہروی نے آپ کو "مقبول احمد" کا لقب بھی دیا تھا اور سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ، سہروردیہ اور مداریہ کے جملہ اوراد ووظائف کی بھی اجازت دی تھی (عمدۃ الصحائف ۲۱۷) آپ نے تاحیات دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور ۹ رمحرم ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء کو انتقال کیا، آپ نے ساری زندگی مجردانہ گزاری، وصال کے بعد آپ کے برادرزادہ محمد عمر سراج الحق آپ کے جانشین ہوئے، جو کئی اہم کتابوں کے مولف بھی تھے، انہوں نے اخوند صاحب کے احوال و کمالات باطنی پر دو جلدوں میں ایک کتاب ریاض الانوار کے نام سے لکھی تھی، جو دہلی اور میرٹھ سے شائع ہوئی، اس قدیم طباعت کو حیات اخوند عبدالعزیز دہلوی کے نام سے محمد اقبال مجددی کے مقدمہ کے ساتھ پروگریسو بکس، لاہور نے عکسی صورت میں شائع کر دیا ہے، اس کے مولف کے والد دہلی کے علماء اور مفتیوں میں سے تھے، انہوں نے ۱۸۵۷ء کے فتویٰ جہاد پر اثباتی دستخط کئے تھے، جس کے جرم میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد انہیں گولی مار کر شہید کر دیا تھا، (ریاض الانوار ۱/ ۸۹) شیخ محمد عمر کا ۱۹۱۷ء کو انتقال ہوا۔ (مقاماتِ خیر ۲۹۸۔۳۰۰)

تفسیر حقانی کے مولف مولانا عبدالحق حقانی، اخوند عبدالعزیز کے شاگرد تھے، ان کے والد خواجہ محمد امیر کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے، ۱۸۵۷ء میں اخوند صاحب انہی کی حویلی واقع قصبہ گمتھلہ گڑھ (رانا بہاء الدین گڑھ) میں قیام تھا۔ (عقائد الاسلام مولفہ حقانی، مقدمہ نوشتہ حکیم محمد اسحٰق حقانی ۷۔۸)

اخوند صاحب کا مزار درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ (دہلی) کی حدود میں ہے (واقعاتِ دارالحکومت دہلی ۲/ ۵۲۶) ان کے جانشین اخوند محمد عمر کا مدفن بھی اُسی مقام پر ہے۔

Marfat.com

اخوند صاحب کے زمانہ (۱۲۱۱۔۱۲۹۶ھ/ ۱۷۹۶۔۱۸۷۸ء) میں سارے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو چکا تھا، پاکستان و ہند کے مسلمانوں کی معاشرتی حالت تیزی سے زوال کا شکار ہو رہی تھی، ان حالات میں ان حضرات نے مسلمانوں کو راہِ راست پر رکھنے اور انہیں ذہنی زوال سے بچانے کی بھرپور کوشش جاری رکھی۔

مآخذ

۱۔ بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی (جلد دوم) دہلی ۱۹۹۰ء

۲۔ حقانی، عبد الحق: عقائد الاسلام با مقدمہ حکیم محمد اسحٰق حقانی، کراچی ۱۳۹۰ھ

۳۔ زید، ابو الحسن فاروقی: مقاماتِ خیر، دہلی ۱۹۷۲ء

۴۔ عبد الحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۷، حیدر آباد (دکن) ۱۹۵۹ء

۵۔ عبد الکریم قادری: عمدۃ الصحائف (تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ) بمقدمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۲۰ء

۶۔ محمد عمر سراج الحق: ریاض الانوار (حیات اخوند عبد العزیز دہلوی) بمقدمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۱۸ء

۷۔ نظامی، خلیق احمد: تاریخ مشائخ چشت، ج ۵، دہلی ۱۹۸۴ء

۸۔ ہارون علی خان: مناقب حافظیہ (حالات حافظ محمد علی عرف محرم علی خیر آبادی چشتی) کانپور، مطبع احمدی ۱۳۰۵ھ

۱۵/ نومبر ۲۰۲۰ء

(اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

Marfat.com

مولانا دیدار علی شاہ الوری

مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری پاکستان کے بیسویں صدی کے اکابر علماء میں سے تھے، آپ مولف، مرتب اور شاعر بھی تھے۔

مولانا سید محمد دیدار علی بن سید نجف علی، کا شجرۂ نسب امام موسیٰ رضا سے واصل ہوتا ہے، آپ کے اجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور الور میں قیام کرلیا، مولانا دیدار علی ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء کو الور میں متولد ہوئے، صرف ونحو کی ابتدائی کتب مولانا قمرالدین (مہتمم مدرسہ چشتیہ اجمیر) سے پڑھیں، پھر دہلی جا کر مولانا کرامت اللہ خان دہلوی سے مدرسہ حسین بخش میں بقیہ درسی کتب کی تحصیل کی، مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری (ف ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) سے فقہ ومنطق پڑھی۔

حدیث کی سند مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (ف ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۶ء) اور مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی لے لی، مولانا سہارنپوری کے ہاں پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی آپ کے ہم درس تھے۔

آپ سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرد آبادی، سلسلۂ چشتیہ میں مولانا سید علی حسین کچھوچھوی (ف ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۴ء) اور سلسلۂ قادریہ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی (ف ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت ۱۴۰)

مولانا الوری کے مولانا نعیم الدین مرادآبادی (ف ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۳۷ء) کے ساتھ گہرے مراسم تھے وہی مولانا الوری کو لے کر مولانا احمد رضا خان کی خدمت میں بریلی حاضر ہوئے تھے اور پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے، ظاہری وباطنی علوم کی تکمیل بھی ان کی خدمت میں رہ کر ہی کی۔

مولانا الوری نے تکمیل کے بعد ایک سال تک مدرسہ اشاعت العلوم، رام پور میں پڑھایا، ۱۹۰۷ء کو

Marfat.com

واپس اَلور گئے اور وہاں قوت الاسلام کے نام سے ایک مدرسہ بنایا، پھر لاہور تشریف لاکر جامعہ انجمن نعمانیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

(کوکب، عبدالنبی: مقالہ علامہ الوری مشمولہ اخبار جمعیت، لاہور، ۷رفروری ۱۹۵۸ء)

۱۹۱۷ء کو مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری کے ایما پر آگرہ کی شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کے فرائض انجام دیئے، یہ سلسلہ ۱۹۲۲ء تک جاری رہا، پھر ۱۹۲۲ء کو دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خان، لاہور میں خطابت اور درس وتدریس کا شغل اختیار کیا۔

اسی دوران لاہور میں مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی، جہاں آپ کا درس سارے ہندوستان میں شہرت کی بلندیوں پر پہنچا، وہاں سے بڑے اکابر علماء نے فارغ التحصیل ہوکر پاکستان وہند کے گوشہ گوشہ میں حنفیت کی حقانیت ثابت کی۔

مولانا اَلوری حق گوئی اور بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے، اخبارات اور ظفر علی خان کی ہجویات بھی ان کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہ کرسکیں۔

۲۲رجب ۱۳۵۴ھ/۲۰راکتوبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا، جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ میں دفن ہوئے۔

آپ کی تالیفات کو بہت شہرت ملی، جن میں سے چند ایک نام یہ ہیں:

۱۔ تفسیر میزان الادیان (مقدمہ وتفسیر سورۂ فاتحہ)
۲۔ ہدیۃ الغوی (درردروافض)
۳۔ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام
۴۔ تحقیق المسائل (مجموعہ مراسلت مولانا رشید احمد گنگوہی ومولانا الوری)
۵۔ ہدایۃ الطریق
۶۔ سلوک قادریہ
۷۔ علاماتِ وہابیہ
۸۔ فضائلِ رمضان
۹۔ فضائل شعبان
۱۰۔ الاستغاثۃ من اولیاء اللہ
۱۱۔ دیوان دیدار (فارسی)
۱۲۔ دیوان اردو

Marfat.com

آپ کی فقہی خدمات پر سیدہ مریم علی کی ایک کتاب ''محدث الوری......سید دیدار علی شاہ کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' کراچی سے ۲۰۲۰ء کو شائع ہو چکی ہے۔

مولانا دیدار علی الوری کے ہاں تین فرزند اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔

بیٹوں میں بڑے فرزند علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (۱۸۹۶ـ۱۹۶۱ء) ممتاز عالم دین، مفسر، خطیب مسجد وزیر خان (لاہور) کارکن تحریک قیام پاکستان تھے، آپ ۲۰ رجنوری ۱۹۶۱ء کو فوت ہوئے، تفسیر الحسنات، صبح نور، اوراق غم اور اردو ترجمہ کشف المحجوب مشہور ہیں۔

مولانا الوری کے دوسرے بیٹے علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اپنے والد کے تعمیر کردہ دارالعلوم حزب الاحناف کے تاحیات مہتمم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، آپ کہ ولادت ۱۹۰۱ء کو ہوئی اور وصال ۲۴ رستمبر ۱۹۷۸ء کو لاہور میں ہوا، حزب الاحناف کے احاطہ میں ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

علامہ دیدار علی کے تلامذہ کثیر تعداد میں تھے، لاہور کے مقامی تذکرہ نویسوں نے صرف ۲۴ رایسے علماء کے نام لکھے ہیں، جو زیادہ مشہور ہوئے، ان میں سے چند اہم نام لکھ رہے ہیں:

۱۔ مولانا ارشاد علی الوری
۲۔ مولانا رکن الدین الوری نقشبندی (مولف رکن دین)
۳۔ مولانا عبدالحق ولایتی
۴۔ مولانا فیض اللہ خان ہوتی مردان
۵۔ مولانا مہرالدین
۶۔ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی (بانی دارالعلوم حنفیہ، بصیر پور)

(شرف، عبدالحکیم قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ۱/۲۴۲ـ۱۴۳)

علامہ الوری کے زمانہ میں دو بڑے سیاسی مسائل میں علماء نے حصہ لیا، اول ترکی کی خلافت، دوم مسئلہ آزادی کشمیر، موخر الذکر مسئلہ میں آپ کے فرزند اکبر مولانا ابوالحسنات نے نمایاں کردار ادا کیا اور دوسرے مسئلہ میں مولانا ابوالبرکات نے بھی حصہ لیا، کانگرسی علماء خلافت کے خلاف تقریر کرتے تھے اور مسلم لیگی علماء خلافت کے بقا کے لئے پر جوش تقریریں کیا کرتے تھے، لاہور میں ان کا مرکز حزب الاحناف ہی تھا۔

۱۸۸۸ء کو انجمن نعمانیہ نے اپنا اصلاحی و دینی ماہواری رسالہ جاری کیا، جو مدت دراز تک شائع ہوتا

Marfat.com

مآخذ

۱۔ خوشتر نورانی: تذکرہ علمائے فرنگی محل (آثار الاول من علماء فرنگی محل)
تالیف قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی، مرتبہ خوشتر نورانی، لاہور ۲۰۲۰ء (مقدمہ)

۲۔ شرف، عبدالحکیم قادری: تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، لاہور ۱۹۷۶ء

۳۔ ظفرالدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، لاہور ۲۰۰۳ء

۴۔ کوکب، عبدالنبی: مقالہ علامہ الوری، مشمولہ اخبار جمعیت، لاہور (۷؍فروری ۱۹۵۸ء)

۵۔ محمد ادریس نگرامی: تذکرہ علمائے حال تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۱۷ء

۶۔ محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، بھوانی پور، بہار ۱۳۹۱ھ

۷۔ مریم علی، سیدہ: محدث الوری علامہ......سید دیدار علی کی فقہی خدمات کا تحقیقی جائزہ، کراچی ۲۰۲۰ء

(برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ،

پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

Marfat.com

انجمن نعمانیہ، لاہور سے وابستہ علماء

انجمن نعمانیہ ۱۸۸۷ء کو لاہور میں بنی، اس کے قیام کا مقصد برعظیم پاکستان وہند کے مسلمانوں کی عادات واطوار کو اسلامی تعلیمات کے مطابق سنوارنا تھا، اس وقت پاکستان وہند کے کئی علماء حضرت نعمان بن ثابت معروف بہ امام ابوحنیفہ کی حنفیت کی تقلید کے خلاف صف آراء ہو کر میدان میں آ گئے تھے۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے یہاں کے مزاج اور معاشرت کے مطابق یہ صحیح فیصلہ دیا کہ "ہندوستان کے عوام کے لئے واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کریں اور ان کے لئے اس مذہب سے خروج حرام ہے۔

(الانصاف بحوالہ اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۵۸۵)

انجمن نعمانیہ (لاہور) کے بانیوں میں خلیفہ تاج الدین، حکیم سلیم اللہ، حافظ عمر الدین، ڈپٹی غلام حسین، مولوی محرم علی چشتی اور منشی سراج الدین (جو بعد میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے) شامل تھے۔ (نقوش لاہور نمبر ص ۵۳۸)

انجمن نعمانیہ کے قیام کے دیگر اغراض ومقاصد حسب ذیل تھے:

۱۔ اسلام کے استحکام اور اشاعت کے لئے امور ذیل کا اجراء:

(الف) علوم عربیہ اسلامیہ جو اس ملک میں کالعدم ہو گئے ہیں، سرسبز کرنے کے لئے ایک ایسے مدرسے کا اجراء جس میں اعلیٰ تعلیم علوم دینیات کی دی جائے اور جس میں علماء کامل ہو کر نکلیں، جو قوم کی ہدایت اور تقویت دین کے باعث ہوں، جس کے لئے طلبہ کو وظائف اور سامانِ تعلیم انجمن سے دیا جائے۔

Marfat.com

(ب) ابتدائی حصہ مدرسہ میں مسلمان بچوں کو قرآن شریف کے علاوہ فقہ حنفی کی تعلیم اور اعمال شرعیہ کی پابندی کرائی جائے اور اس کے ساتھ ہی ان کو اردو، فارسی اور ابتدائی عربی، صرف ونحو مع فنون مروجہ مثل حساب، تاریخ ونقشہ کے سکھایا جائے تاکہ جو طلبہ بعد ازیں کسب معاش کے لئے کسی دوسری تعلیم میں جانا چاہیں، جاسکیں اور جو دینیات کی تکمیل کرنا چاہیں وہ اعلیٰ مدرسہ میں داخل ہوسکیں۔

(ج) ایسے مقامات یا کوچے جہاں سے خاص چندہ حاصل ہوسکے، زنانہ مدرسے دینیات کے کھولے جائیں جن میں علاوہ تعلیم قرآن شریف وابتدائی مسائل فقہ کے دستکاری مثل سوزن کاری، زردوزی، گوٹہ بافی وغیرہ سکھائی جائے۔

مقاصد کے دوسرے حصے میں ہے کہ بذریعہ وعظ وتقریر عامہ مسلمین کو تبلیغ احکام الٰہی کی جایا کرے، جس میں ان کے اخلاق، معاشرت، کسب معاش ومعاملت میں پابندی شریعت کی امید کی جا سکے۔

اس کے تیسرے حصے میں یہ لکھا گیا تھا کہ حکام وقت کی خدمت میں مفادِ اسلام کے متعلق باادب گذارشات حسب مقتضائے وقت کی جائیں۔

(سالانہ رسالہ انجمن نعمانیہ، لاہور روداد جولائی ۱۸۹۶ تا جون ۱۸۹۷ء
بحوالہ انیسویں صدی میں پنجاب کی انجمنوں کی اردو خدمات ۱۳۱۔۱۳۲)

انجمن نعمانیہ کے کارکن:

۱۔ مربی انجمن: کرنل راجہ عطاء اللہ خان بہادر، چیف جج بہاول پور
۲۔ صدر انجمن: مولانا غلام محمد بگوی، امام مسجد شاہی، لاہور
۳۔ صدر ثانی: مولانا مفتی عبداللہ ٹونکی (عربی پروفیسر وفیلو پنجاب یونیورسٹی، لاہور)
۴۔ مشیر، حکیم مفتی سلیم اللہ (محافظ دفتر محکمہ فنانشل کمشنر، پنجاب)
۵۔ نائب مشیر: خلیفہ تاج الدین احمد (جوہر مختار چیف کورٹ، پنجاب)

Marfat.com

۶۔ نائب مشیر: حاجی منشی چراغ دین (ٹھیکیدار)

۷۔ امین انجمن: حافظ چراغ دین (پنشنر)

۸۔ وکیل انجمن: منشی محمد حسین (اہل دار، محکمہ صاحب بہادر سیشن جج، پشاور)

۹۔ وکیل انجمن: بابو کریم بخش (اکاونٹنٹ محکمہ نہر، ہوتی مردان)

۱۰۔ واعظ انجمن: حافظ رحیم بخش (حوالہ سابقہ)

انجمن نعمانیہ کے اساتذہ میں بڑے نامور علماء تھے، جن میں شیخ الحدیث علامہ مفتی معین الدین اجمیری، علامہ سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا عبدالحق سہارنپوری، مفتی محبّ النبی، مفتی عبداللہ ٹونکی، مولانا غلام مرشد اور قاضی سراج احمد قابل ذکر ہیں۔

اس مدرسہ سے فارغ التحصیل حضرات میں سید پیر جماعت علی شاہ علی پوری، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا محمد شریف محدث، کوٹلی لوہاراں، پروفیسر سید محمد طلحہ ٹونکی، مولانا نور الحق (پروفیسر عربی اورینٹل کالج، لاہور) نے بہت شہرت حاصل کی۔

اس انجمن کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ اس سے وابستہ تمام اساتذہ سنی حنفی مکتبہ فکر کے افراد ہوتے تھے، دوسری خاصیت یہ تھی کہ یہ انجمن طلبہ کو قیام اور طعام کی سہولت بھی فراہم کرتی تھی، انجمن کا کتب خانہ دینی کتب کے اعتبار سے عجائبات میں شمار ہونے کے قابل تھا، جہاں سے متعدد مرتبہ کتب چوری بھی ہوئی تھیں۔ (نقوش لاہور نمبر ۵۳۸)

یہ انجمن اور اس کا مدرسہ اب تک فعال اور لاہور کے ٹیکسالی دروازہ کے قریب واقع ہے، انجمن نعمانیہ کی دہلی اور امرتسر میں بھی شاخیں مصروف کار تھیں لیکن اب ان کا وجود باقی نہیں ہے۔

Marfat.com

مآخذ

۱۔ احمد سعید: مسلمانانِ پنجاب کی سماجی اور فلاحی انجمنیں، لاہور ۲۰۰۴ء

۲۔ محمد مظہر بقا: اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، کراچی ۲۰۲۰ء

۳۔ میو، عطاء الرحمٰن: انیسویں صدی میں پنجاب کی انجمنوں کی اردو خدمات، لاہور ۲۰۱۶ء

۴۔ سالک، علم الدین: علمائے کرام، دینی مدرسے، مقالہ مشمولہ نقوش، لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء (شمارہ ۹۲)

۵۔ سراج الاخبار، جہلم ۱۸۸۸ء

۶۔ ماہواری رسالہ انجمن مفید عام، قصور

۷۔ ماہواری رسالہ انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۸۹۰ء

۸۔ اقبال احمد فاروقی: انجمن نعمانیہ لاہور (صد سالہ تاریخ) لاہور ۲۰۱۲ء

۱۷؍نومبر ۲۰۲۰ء

(برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

Marfat.com

تذکرہ
علماء و مشائخ
پاکستان و ہند

جلد چہارم

احوال علماء، مشائخ، مورخین، خطاطین، شعراء، سلاطین اور امراء

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس لاہور
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 37352795

تذکرہ
علماء و مشائخ
پاکستان و ہند

جلد سوم

فن تذکرہ نویسی و تاریخ نگاری، احوال علماء، امراء، مورخین و شعراء
سلسلۂ چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کے مشائخ کے حالات

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس لاہور
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور ☎ 37352795

Marfat.com

تالیفات ومرتبات محمد اقبال مجددی

۱۔ حسنات الحرمین (ملفوظات ومکاشفات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی، ف ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء)
روداد سفر حرمین الشریفین وملفوظات ومکاشفات جامع مروج الشریعت خواجہ محمد عبیداللہ بن خواجہ محمد معصوم سرہندی، ترجمہ فارسی محمد شاکر بن بدرالدین سرہندی تحقیق وتعلیق وترجمہ، مفصل مقدمہ وحواشی، آخری ایڈیشن تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ

۲۔ مقامات معصومی (احوال ومقامات خواجہ محمد معصوم سرہندی) تالیف میر صفر احمد معصومی
جلد اول مقدمہ تحریک احیاء دین، احوال وعہد معصومی کا سیاسی، سماجی ومذہبی ماحول
جلد دوم اردو ترجمہ، جلد سوم فارسی متن، جلد چہارم تعلیقات وتوضیحات

۳۔ خواجہ محمد معصوم سرہندی، احوال وآثار وتحریکِ احیاء دین میں کردار، تالیف محمد اقبال مجددی

۴۔ مقاماتِ مظہری (احوال، ملفوظات ومکتوبات حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)
تالیف شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ مفصل، حواشی وتعلیقات

۵۔ معمولات مظہریہ (احوال، ملوظات ومکتوبات حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء)
تالیف شیخ نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ حضرت مظہر

۶۔ کمالاتِ مظہریہ (احوال ومقامات میرزا مظہر جانِ جاناں شہید)
تالیف شاہ غلام علی دہلوی، عکس نسخہ خطی مشمولہ نوادرات علمیہ

۷۔ میرزا مظہر جانِ جاناں شہید (احوال، ملفوظات، مکتوبات، احوالِ خلفاء) تالیف محمد اقبال مجددی

۸۔ ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی (ف ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) جامع خواجہ غلام محی الدین قصوری
تحقیق وتعلیق وترجمہ، تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ سے شائع ہوئی۔

۹۔ لطائف المدینہ (حیات خواجہ محمد سعید سرہندی بن حضرت مجدد الف ثانی)
تالیف شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی، (عکس نسخہ خطی، عربی)، مشمولہ نوادراتِ علمیہ، جلد دوم

Marfat.com

۱۰۔ حیات شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی، ثم مدنی مع ضمیمہ المورد الھنی فی اسانید شاہ عبدالغنی
تالیف شیخ عبدالستار دہلوی مکی، احوال، آثار و تلامذہ، تالیف محمد اقبال مجددی
۱۱۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین (احوال شاہ احمد سعید مجددی وشاہ عبدالرشید مجددی)
تالیف شاہ معصوم رام پوری، احوال و آثار واحوالِ خلفاء وغیرہ
تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی، تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ سے شائع ہوئی۔
۱۲۔ مکتوبات شاہ احمد سعید مجددی (ف ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء) جامع حاجی دوست محمد قندھاری
مقدمۂ مفصل (عکسی نسخۂ خطی بخط جامع)، دارالاسلام، لاہور نے شائع کیے۔
۱۳۔ مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ (احوال شاہ احمد سعید مجددی) تالیف شاہ مظہر مجددی مدنی
مقدمۂ مختصر، دارالاسلام، لاہور
۱۴۔ مقالاتِ طریقت (احوال وسخنان شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) تالیف عبدالرحیم ضیاء، تحقیق وتعلیق
۱۵۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (مجموعۂ مقالاتِ محققین) ترتیب وتدوین
۱۶۔ حیات اخوند عبدالعزیز دہلوی (شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث) تالیف محمد عمر سراج الحق، مقدمہ وحواشی مختصر
۱۷۔ رسائل شاہ عنایت قادری قصوری (حدود ۱۰۶۵۔۱۱۵۰ھ/۱۶۵۴۔۱۷۳۷ء)
عکسیات مبنی بر نسخہ ہای خطی، مقدمۂ مفصل، دارالاسلام، لاہور سے شائع ہوئے۔
۱۸۔ تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، تالیف محمد اقبال مجددی، ۵ مجلدات مع ذیل (مآثر المعاصرین)
۱۹۔ مآثر المعاصرین (کل شخصیات ۱۵۷+۵۳+۶۰+۱۳۳+۸۷+۴۸=۵۳۸)
۲۰۔ حدیقۃ الاولیاء (تذکرۂ صوفیۂ پنجاب) تالیف مفتی غلام سرور لاہوری، تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی
۲۱۔ احوال وآثار عبداللہ خویشگی قصوری، تالیف محمد اقبال مجددی
معارج الولایت اور اخبار الاولیاء کے مولف کے احوال وآثار کی تفصیل
۲۲۔ تذکرہ علمائے حال، ۱۸۹۵ء میں مولانا محمد ادریس نگرامی نے اپنے معاصر علماء کے حالات خود ان کی زبانی لکھوا کر شائع کئے تھے، اسے ایک مقدمہ اور تعلیقات جدیدہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔
۲۳۔ خلاصۃ المعارف (سلوک نقشبندیہ کی بنیادی کتاب) تالیف شیخ آدم بنوڑی
(خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی، دو جلدیں، قدیم معاصر قلمی نسخہ کا عکس، ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ امام ربانی

Marfat.com

پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوئی)

۲۴۔ رسائل خواجہ محمد ہاشم کشمی (خلیفہ وسوانح نگار حضرت مجدد الف ثانی، جامع جلد ثالث مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی) مقدمہ، (قدیم خطی نسخہ کا عکس مع مقدمہ)، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۲۵۔ بہجۃ النظار فی براۃ الابرار (دفاع حضرت مجدد الف ثانی)
تالیف مخدوم معین ٹھٹھوی، مع مقدمہ مفصل، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۲۶۔ مناقب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، تالیف مخدوم عبد اللطیف ٹھٹھوی
قلمی نسخہ کا عکس مع مقدمہ، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۲۷۔ مناقب مخدومین (احوال مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی و مخدوم صفی اللہ معصومی)،
مع مقدمہ مفصل، قدیم اور مولف کے خود نوشتہ نسخہ کا عکس، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۲۸۔ فضائل الباری فی مناقب حاجی دوست محمد قندھاری (ملفوظات حاجی دوست محمد قندھاری)
جامع رحیم بخش اجمیری ہرصوری، مرتبہ معزالدین کونی کوہی، مقدمہ مفصل، قدیم قلمی نسخہ کا عکس پہلی مرتبہ شائع کیا گیا ہے، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۲۹۔ قران السعدین (احوال حاجی محمد سعید لاہوری ف ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء و اخوند محمد مسعود دوابی خرقی)
نادر الوجود قلمی نسخہ کی ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ عکسی اشاعت، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۳۰۔ رسائل حافظ محمد صدیق لاہوری (خطیب مسجد وزیر خان، لاہور)
تالیف حافظ محمد صدیق لاہوری (۱۱۳۸۔۱۱۹۳ھ/ ۱۷۲۵۔۱۷۷۹ء)، قدیم خطی اور نادر رسائل کا عکسی ایڈیشن مع مفصل مقدمہ، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۳۱۔ شمس التوحید و ہجو المقلدین دو رسائل، تالیف حافظ غلام محمد عرف امام گاموں بن حافظ محمد صدیق لاہوری (ف ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) خطیب مسجد وزیر خان، لاہور
قدیم رسائل کا عکس مع مقدمہ، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۳۲۔ رسائل خواجہ خرد بن حضرت خواجہ باقی باللہ، عکسیات رسائل مبنی بر مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن
مع مقدمہ مفصل، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۳۳۔ مبلغ الرجال (زنادقہ اور ملاحدہ کا تذکرہ خصوصاً ملا مبارک ناگوری، ابوالفضل وفیضی کے الحاد کی حقیقی اور

Marfat.com

معاصر داستان)، تالیف خواجہ کلاں بن حضرت خواجہ باقی باللہ، تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی

۳۴۔ روضۃ القیومیہ (احوال حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) و خواجہ محمد زبیر سرہندی (ف ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۴۰ء) تالیف کمال الدین محمد احسان

مع مقدمہ قدیم نادر قلمی نسخہ کا عکس، امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور

۳۵۔ کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء (در دفاع حضرت مجدد الف ثانی)

و رسالہ تبعیۃ المنہاج المتین عن مصائد لصوص الدین

ہر دو تالیف علامہ محمد فرخ مجددی، مع مفصل مقدمہ، قدیم اور نادر قلمی نسخوں کی عکسی اشاعت

۳۶۔ جواہر علویہ (احوال مشائخ نقشبندیہ از آغاز تا حضرت شاہ غلام علی دہلوی)

تالیف شاہ روف احمد رافت مجددی، اصل و قدیم نسخۂ خانقاہ مظہری، دہلی کا عکس مع مفصل مقدمہ

۳۷۔ روضۃ السلام (احوال اخون عبد السلام نقشبندی کشمیری ف ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۸ء)

تالیف شیخ شرف الدین محمد زگیر کشمیری (ف ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء)

عکس مبنی بر نسخہ خطی ذخیرۂ دہلی، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری (برٹش لائبریری، لندن) مع مقدمہ ناقدانہ

۳۸۔ نسمات القدس (وسطی ایشیاء کے نقشبندی مشائخ کا تذکرہ)

تالیف میرزا مقصود دھبیدی، عکس مبنی بر نسخہ خطی ذخیرۂ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ، مع مقدمۂ مفصل

۳۹۔ اوج مورد اسرار نقشبند (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)

تالیف شیخ نظام الدین سرہندی شکارپوری (ف ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء)

مع مقدمۂ مفصل، قلمی نسخہ بخط خواجہ محمد حسن جان مجددی کا عکس

۴۰۔ ملفوظات شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ف ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)، جامع نوابزادہ سید نور الحسن خان، مع مقدمہ

۴۱۔ رسالہ رد شبہات بر کلام حضرت مجدد الف ثانی، تالیف شاہ محمد یحیٰی بن حضرت مجدد الف ثانی

قدیم واحد قلمی نسخہ رضا لائبریری، رام پور، مفصل مقدمہ کے ساتھ عکسی اشاعت، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۲۔ المفاضلہ بن الانسان والکعبہ (کعبہ شریف کی حقیقت کی افضلیت)

تالیف شیخ محمد امین بدخشی خلیفۂ حضرت شیخ آدم بنوڑی، مولف کے خود نوشتہ قلمی نسخہ کا عکس، مشمولہ نوادرات علمیہ، جلد اول

۴۳۔ رسالہ کرامات آدمیہ (مناقب حضرت شیخ آدم بنوڑی خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی) تالیف شیخ محمد امین بدخشی مذکور

Marfat.com

۴۴۔ رسالہ وحدت الوجود، تالیف مولانا عبداللہ لبیب بن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، بامر اورنگ زیب عالمگیر تالیف شدہ، واحد قلمی نسخہ کا عکس مع مقدمہ، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۵۔ رسالہ اذکار یومی و لیلی تالیف خواجہ محمد معصوم سرہندی، انڈیا آفس لائبریری، لندن کے قلمی نسخہ کا عکس مع مقدمہ مفصل، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۶۔ وثیقۃ الاکابر (مجموعۂ اسناد شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری ف ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء)
قلمی نسخہ کی عکسی اشاعت مع مقدمہ، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۷۔ سلسلۃ الاولیاء (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ وغیرہ) تالیف میاں محمد صالح کنجاہی،
عکس مبنی بر خودنوشت نسخۂ مولف مع مختصر مقدمہ، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۸۔ مجمع التواریخ (قطعات تاریخ وفات بزرگان)، تصنیف حافظ غلام محی الدین کنجاہی بن میاں محمد صالح کنجاہی، مصنف کے والد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قلمی نسخہ کا عکس، مع مقدمہ، مشمولہ نوادرات علمیہ جلد اول

۴۹۔ مکتوبات خواجہ غلام محی الدین قصوری خلیفۂ شاہ غلام علی دہلوی،
ایک ایسا مجموعہ ہے جو خواجہ قصوری کے اپنے دست خاص کا لکھا ہوا ہے، اس کا عکس پہلی بار ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، ان کے مفصل حالات ملفوظات شاہ غلام علی کے مقدمہ میں شامل ہیں۔

۵۰۔ رسالہ در عقائد ضروریہ، تالیف حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری
یہ رسالہ بھی بازیافت کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے پہلے اس نادالوجود رسالہ کا کسی تذکرہ نویس نے ذکر نہیں کیا، ہم نے پہلی بار یہ رسالہ دریافت کر کے عکسی صورت میں شائع کیا ہے۔

۵۱۔ رسائل در دفاع حضرت مجدد الف ثانی
یہ مولانا وکیل احمد سکندرپوری (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) کے مندرجہ ذیل تین مطبوعہ رسائل کا مجموعہ ہے
(۱) ہدیۂ مجددیہ (۲) انوار احمدیہ (۳) الکلام المنجی برایرادات البرزنجی
یہ مجموعہ امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور سے ۲۰۱۱ء کو ایک مفصل مقدمہ کے ساتھ طبع ہوا تھا۔

۵۲۔ دفاع حضرت مجدد الف ثانی، اس مجموعہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھے گئے دس رسائل شامل ہیں، جس میں شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، میرزا مظہر جانِ جانان شہید، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے دو رسائل بھی شامل ہیں، موخر الذکر رسائل خود قاضی صاحب کے

Marfat.com

دستِ مبارک کے لکھے ہوئے ہیں، جن پر ان کی مواہیر بھی ثبت ہیں، یہ عکسی صورت میں شامل کئے گئے ہیں، یہ مجموعہ تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ سے ۲۰۱۲ء کو طبع ہوا۔

۵۳۔ بیاض مفتیانِ لاہور (اس میں گیارہویں صدی/ اٹھارہویں صدی) کے لاہور کے محکمۂ شریعۃ اور مفتیوں کے فیصلے شامل ہیں، اس بیاض کے طبع ہو جانے سے لاہور کی علمی و مذہبی تاریخ میں درجہ اول کے اضافات ہوئے ہیں، اس بیاض کے ذریعہ ہمیں پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کے خلیفہ مفتی محمد باقر لاہوری کا سارا خانوادہ لاہور کے مفتی کے منصب پر فائز تھا۔

۵۴۔ تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ (عمدۃ الصحائف)، تالیف منشی عبدالکریم قادری قدیم مطبوعہ ایڈیشن الٰہ آباد ۱۸۹۴ء کو ایک مقدمہ اور تعلیقات کے ساتھ تجدید طبع کروایا۔

۵۵۔ احوالِ مشائخ کبار، احوال ومناقب وملفوظات شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری (ف ۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۲ء) مرید شیخ فرید ثانی، خلیفہ شیخ بایزید سرہندی خلیفہ شاہ وجیہ الدین گجراتی خلیفہ شاہ محمد غوث گوالیاری، ان احوال وملفوظات کے جامع سلیمان بن شیخ سعداللہ نے یہ کتاب اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں لاہور میں تالیف کی، شیخ محمد اشرف شطاری لاہوری، فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، شاہی لشکر کے کئی افراد ان سے بیعت تھے، بادشاہ سے کثیر انعامات بھی ملے تھے، جن سے آپ نے لاہور میں ایک عالی شان مسجد اور مدرسہ بنایا تھا، جو بھاٹی دروازہ کے باہر تھا، جس کا اب نام ونشان مٹ چکا ہے، یہ کتاب ایک مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ ۲۰۰۰ء کو مرکزِ تحقیقاتِ فارسی، اسلام آباد سے شائع ہوئی، اب نوادراتِ علمیہ کی جلد سوم وچہارم میں شامل ہے۔

۵۶۔ تذکرۂ شرافت نوشاہی شریک مولف ڈاکٹر عارف نوشاہی، اس کتاب میں تین بیش قیمت رسائل (۱) احوالِ شرافت نوشاہی مولف عارف نوشاہی (۲) آثار سید شرافت نوشاہی اور (۳) مجالس شرافت نوشاہی جامع محمد اقبال مجددی، اس موخر الذکر رسالہ میں محمد اقبال مجددی نے اہل علم حضرات کی موجودگی میں شرافت نوشاہی صاحب کی جو علمی گفتگو قلم بند کرتے رہے کو جمع کر دیا ہے، یہ پہلے پورب اکیڈیمی، اسلام آباد سے ۲۰۰۸ء کو طبع ہوئی تھی، اب تجدید اشاعت کا پروگرام ہے۔

۵۷۔ نوادرات علمیہ کی جلد دوم میں بھی بہت ہی نادر رسائل کے مخطوطات عکسی صورت میں طبع کئے گئے ہیں، ان میں کمالات مظہریہ تالیف شاہ غلام علی دہلوی (رک شمارہ ۸) کے علاوہ دیگر رسائل نادرہ کا عکس بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

Marfat.com

۵۸۔ معدن الجواہر (احوال خواجہ شیخ صبغۃ اللہ سرہندی بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) تالیف میر صفر احمد معصومی

۵۹۔ رشحات عنبریہ (تالیف شاہ محمد مظہر مجددی مدنی) احوال شیخ احمد سعید مجددی

۶۰۔ ملفوظات عثمانی (ملفوظات خواجہ محمد عثمان دامانی خلیفۂ حاجی دوست محمد قندھاری) کا ایک غیر مطبوعہ جز عکسی صورت میں طبع کیا گیا ہے۔

۶۱۔ تذکرہ مصنفین دہلی، تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ اسی قدیم طباعت کو ہی عکسی صورت میں نوادرات علمیہ کی جلد دوم میں شامل کیا گیا ہے۔

۶۲۔ جواہر ہاشمیہ (احوال حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی) جو تقریباً ایک صدی قبل اختر محمد خان رام پوری نے تالیف کر کے طبع کروایا تھا۔

۶۳۔ عقد اللآلی یعنی مناقب شاہ ابوالمعالی (انبیٹھوی) بھی عکسی صورت میں نوادرات علمیہ کی جلد دوم کا حصہ بنی ہے۔

۶۴۔ رسالہ نظامیہ (فارسی نظم) تصنیف خواجہ غلام محی الدین قصوری (خلیفۂ شاہ غلام علی دہلوی) اس رسالہ کا موضوع وحدت الوجود ہے، اس کا ایک ہی خطی نسخہ تھا، جس کا نوادرات علمیہ میں عکس شامل کر دیا گیا ہے، اس پر ایک مختصر مقدمہ بھی مولف کے احوال اور اس تالیف کے محرک مولانا نظام الدین کھیم کرنی کے حالات بھی شامل ہیں۔

۶۵۔ زبدۃ الفرائض، فرائض وراثت کے بارے میں یہ اہم رسالہ خواجہ غلام محی الدین قصوری مذکور کی تالیف ہے، جو آپ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے، اس نادر الوجود رسالہ کا عکس بھی نوادرات علمیہ میں شامل ہے۔

۶۶۔ ثمرات الحیاۃ (ملفوظات شیخ برہان الدین راز الٰہی برہانپوری)، جامع نواب عاقل خان رازی، مطبوعہ حیدر آباد (دکن) کے فارسی متن کا عکس شامل ہے، اس کے مختصر مقدمہ کا موضوع ''رازی کے حالات زندگی'' ہے۔

۶۷۔ وہ کتابیں اپنے آباء کی، یہ دراصل محمد اقبال مجددی کے مختلف ملکی وغیر ملکی اسفار کا مجموعہ ہے، چوں کہ ان کے تمام اسفار کا ایک مقصد یعنی علمی تحقیقات کے مصادر کی جمع آوری، اور وہ کتابوں کی تلاش میں ملکوں ملکوں پھرتے رہے، اس لئے ان اسفار کا نام ہی ''وہ کتابیں اپنے آباء کی'' ہے، ہر کتاب کا اس کے حواشی میں تعارف کروایا گیا ہے، اس کے آغاز میں مولف نے ۱۲۰ ر صفحات میں اپنی بپتا کہانی بھی لکھی ہے جو خاصی تلخ ہونے کے باوجود علمی شیرینی کا لطف لئے ہوئے ہے۔

۶۸۔ تذکرہ علمائے ساہووالہ (سیالکوٹ) مولفہ شاہ نواز الدین سیالکوٹی، اس کا فارسی متن مقدمہ اور مختصر حواشی کے ساتھ رسالہ صحیفہ، لاہور میں شائع ہوا، پھر تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان و ہند کی جلد دوم کے ساتھ

Marfat.com

بطور ضمیمہ شامل کر دیا گیا ہے۔

۶۹۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب الیہم کے تراجم

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کا فارسی متن ڈاکٹر عارف نوشاہی نے کئی خطی نسخوں سے تقابل کے بعد مولانا نور احمد امرتسری مرحوم کے مرتبہ ومطبوعہ نسخۂ امرتسر کو مرتب کیا تو اس کے مکتوب الیہم کے احوال اور اس عہد کی نظریاتی تاریخ لکھنے کا کام ترکی کے اہل علم نے محمد اقبال مجددی کے سپرد کیا، جو اس اشاعت کی پانچویں جلد کے طور پر اس میں شامل ہے، یہ ایڈیشن استنبول، ترکی سے ۲۰۱۸ء کو شائع ہوا۔

۷۰۔ نوادرات علمیہ، اس میں وہ چھوٹے مخطوطات عکسی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں، جو پہلے ارمغان امام ربانی کی جلد ہشتم، نہم اور دہم میں تعارفی مقدمات کے ساتھ شائع ہوئے تھے، یہ کتاب دو ضخیم مجلدات میں ہے، اس کی جلد سوم اور چہارم بھی زیر ترتیب ہیں۔

۷۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ، اس کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ قدیم متن ہے، جسے صاحب سوانح میر سید احمد قادری بغدادی ثم اجہری نے تالیف کیا اور اس کے اولاد کے احوال انیس احمد قادری نے حصہ دوم کے طور پر مرتب کیے، ان دونوں قدیم مطبوعات کو عکسی صورت میں ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ تجدید طبع کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

۷۲۔ فہرست کتب، مخطوطات ومصورات ذخیرۂ محمد اقبال مجددی (مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور)، پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کی گئیں دس ہزار مطبوعات، مخطوطات، مصورات، مائیکروفلمز، وغیرہ کی فہرست ہے، جو محمد اقبال مجددی نے مرتب کی اور یونیورسٹی نے تین ضخیم مجلدات میں شائع کی۔

۷۳۔ رسائل در انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی، اس میں دو رسائل ہیں، اول رسالۂ انساب، مولفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور انساب الطاہرین مولفہ شاہ محمد عمر مجددی بخط مولف عکسی صورت میں ایک مقدمہ کے ساتھ امام ربانی پبلی کیشنز، لاہور سے شائع گئی۔

۷۴۔ مجددی تحریک اور اس کا پس منظر، اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے جانشینوں کی احیاء دین کی تحریک میں کردار اور اس کا پس منظر عصری حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تالیف محمد اقبال مجددی۔

Marfat.com

تذکرہ علماء و مشائخ
پاکستان و ہند

جلد پنجم

احوال حضرت خواجہ باقی باللہ، آپ کے خلفاء اور سلسلۂ چشتیہ و قادریہ

تالیف

محمد اقبال مجددی

پروگریسو بکس

Marfat.com